

GOVERNMENT OF INDIA
DEPARTMENT OF ARCHAEOLOGY
CENTRAL ARCHAEOLOGICAL
LIBRARY

CLASS _____

2806

CALL NO. _____

901.095402 Sab

D.G.A. 79.

2806

Batmi-Taimuriya

}

Sabah ud-din

Abdus-Salam

سلسلہ داروالمُصَّفِّیین

(نمبر ۲)

درستہ مکمل

یعنی ہندستان کے تیوری، بادشاہی، شہزادوں اور
شہزادیوں کی علم دوستی، علی، نوازی اور ان کے درباری شرعاً
وفضلاً، اور دوسرے اصحابِ کمال کا نکو

مرتبہ

یہود صباح الدین عبدالعزیز ام۔

(رفیق داروالمُصَّفِّیین)

بایہتمام

مولیٰ صودی صاحب ندوی

مطبع معارف عظیم گڑھ میں چھپی،

۱۳۶۶
۱۹۴۸

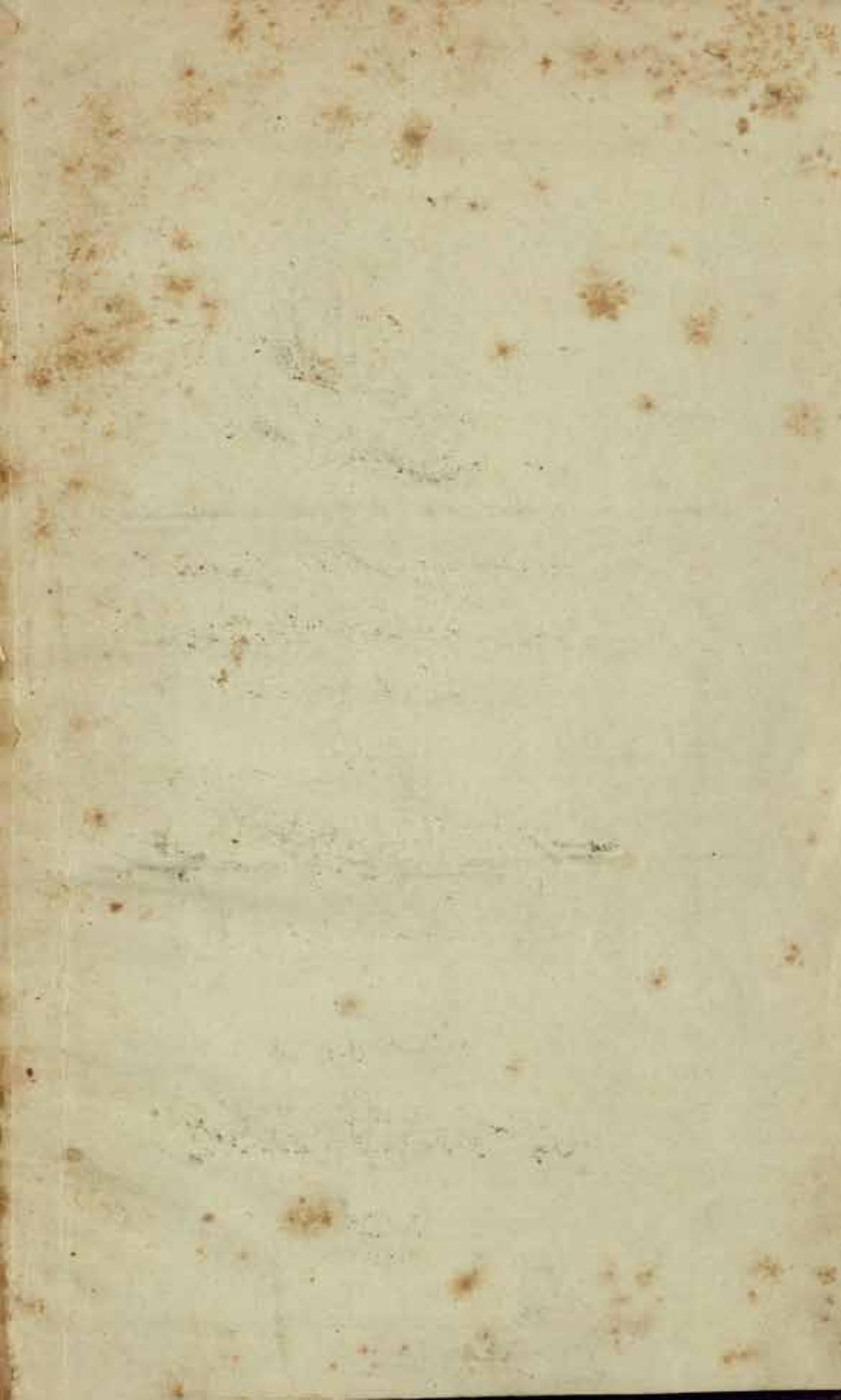


63

فہرست مصنایں

بڑھم تھمور کے

مصنون	عنوان	مصنون	عنوان	مصنون	عنوان	مصنون	عنوان
دیباچہ مرلانا سلیمانیہ	دیباچہ مرلانا سلیمانیہ	بابر	بابر	تھمور کا علی ذوق	تھمور کا علی ذوق	ٹھوٹھات تھوری	ٹھوٹھات تھوری
رسالہ الدین کا فتح خوب ترجمہ	رسالہ الدین کا فتح خوب ترجمہ	رسائل عروج	رسائل عروج	بابر کے نعت و شوا	بابر کے نعت و شوا	تزوک تھوری	تزوک تھوری
بابر کا فارسی کلام	بابر کا فارسی کلام	خط بابری	خط بابری	شیخ زین الدین	شیخ زین الدین	ادب اپنے کمال سے پوچھی	ادب اپنے کمال سے پوچھی
بابر کے نعت و شوا	بابر کے نعت و شوا	بابر کے نعت و شوا	بابر کے نعت و شوا	مولانا باغانی ہولنا شہاب الدین	مولانا باغانی ہولنا شہاب الدین	غرضخ نمرزا	غرضخ نمرزا
اطوار	اطوار	اطوار	اطوار	کتب خانہ	کتب خانہ	بابر کی تعلیم و تربیت	بابر کی تعلیم و تربیت
بابر کے اتمانیت و اساتذہ	بابر کے اتمانیت و اساتذہ	بابر کی ابتدائی تدبیک کتب بنی	بابر کی ابتدائی تدبیک کتب بنی	لشکر کو طبلہ و شوار و دستنہ	لشکر کو طبلہ و شوار و دستنہ	ان کے سلطاق بابر کی طیعن	ان کے سلطاق بابر کی طیعن
لشکر و تربیت	لشکر و تربیت	بایرون کی من سمجھی و سکن فنی	بایرون کی من سمجھی و سکن فنی	بایرون کے پندیدہ اشعار	بایرون کے پندیدہ اشعار	تزوک بابری	تزوک بابری
بایرون کے اساتذہ	بایرون کے اساتذہ	بایرون کا دیوان	بایرون کا دیوان	دبار کے شوار	دبار کے شوار	بابر کی شاعری	بابر کی شاعری
جنوبی	جنوبی	نادری	نادری	شرا پر تقدیم	شرا پر تقدیم	بابر کا دیوان	بابر کا دیوان
شرا پر تقدیم	شرا پر تقدیم	شرا پر تقدیم	شرا پر تقدیم	تزوک بابری	تزوک بابری	مشوی بیان	مشوی بیان
۱۲۶ - ۵۳	۱۲۶ - ۵۳	۲۴	۲۴	۲۵	۲۵	۲۶	۲۶
رسم کتب	رسم کتب	بایرون کا دیوان	بایرون کا دیوان	بایرون کی من سمجھی و سکن فنی	بایرون کی من سمجھی و سکن فنی	بایرون کے پندیدہ اشعار	بایرون کے پندیدہ اشعار
اکبر	اکبر	۱۲۶ - ۵۳	۱۲۶ - ۵۳	۱۲۶ - ۵۳	۱۲۶ - ۵۳	۱۲۶ - ۵۳	۱۲۶ - ۵۳
۵۳	۵۳	۵۴	۵۴	۵۵	۵۵	۵۶	۵۶
۵۷	۵۷	۵۸	۵۸	۵۹	۵۹	۶۰	۶۰
۵۶	۵۶	۵۷	۵۷	۵۸	۵۸	۵۹	۵۹
۵۵	۵۵	۵۶	۵۶	۵۷	۵۷	۵۸	۵۸



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۰	قدیسی	۱۶۲	میران عٹھجان پسانی	۱۳۶	اساتذہ کے اشادہ پر ایکی رائین
۱۸۰	ایم طالب کیم	۱۶۳	مولانا مہر آنگر احمد شیرازی،		اور شیرازیں
۱۸۴	ظفر غان اسن	۱۶۴	مولانا تھیا شوستری	۱۳۵	چہا تھیگر کا حسن انتخاب
۱۸۷	مرزا محمد عطاء ہر اٹا	۱۶۵	مولانا مہر آنگر احمد قاسم گیلانی	"	ملائجھ صونی ماڑندوانی کے عقائق
۱۸۸	مرزا امام اللہ افانی	"	چہا تھیگر کے عمد کے اور علار		کلام سے اثر پذیری
"	سلطان شادمان	"	ہر زہب بہت کے کھلا کے متنق	۱۳۷	چہا تھیگر کے مقرب بارگاہ شرار
۱۸۹	محمد محن فانی	"	"	"	اعتماد الدور
۱۹۱	محمد حسین آشوب	۱۶۵	ہندہ نہ تون اور دہلشن سے	"	نواب قم خان، مجتبی شریعت، مہر آنگ
۱۹۲	میرزا لی ہدای، ای شیرازی		اس کے تلافات	۱۳۸	چہا تھیگر کے دوست مکمل نواز دخن شیخ مار
۱۹۳	با قی نایمنی	"	"		مزا فائزی خان
۱۹۴	مرزا صائب	۱۶۶	شیخ احمد سہنہ دی مجید افسٹھانی	۱۳۹	امابت خان، آصفت قان
۱۹۷	حکیم رکن شیع کاشمی		سے جہا تھیگر کی عیقدت	۱۴۰	عبد الرحمن نانخانان
۱۹۶	شیدا	۱۶۸	چہا تھیگر اور کتب خانہ و دارس	"	شرار کی سرپرستی
۲۰۱	حکیم حاذق گیلانی		"		طفنی
۲۰۲	سید ای گیلانی		مشائہ بھمان		ستجر
۲۰۴	میری بھی کاشمی، میر احتی و انش	۱۶۹	۲۲۱ - ۱۶۹	۱۵۱	عرنی
۲۰۶	ریث قزوینی، میر صدی طرفی	۱۶۹	شائہ بھمان کی رسم کتب تیغی	"	طالب آٹلی
۲۰۸	کچھ اور باب سن	"	ترکی زبان کی تیغی	۱۵۵	نظیری نیشا پوری
"	بنہ و شوار	۱۶۱	شائہ بھمان کی فاسی تحریر کے قانون	۱۵۶	حیاتی، مولانا شیگی
"	چند بھمان رہنم	۱۶۳	وکے عالمہ اور حکیم اوزوال	۱۵۶	مرزوون الملک ماظنی تبرزی
۲۱۱	ہندو شوار و بیل کمال کی تدوینی	۱۶۷	شروع شاعری سے من بست	۱۵۸	مظاہنی احمدت نی، منوری جونپوری
"	شائہ بھمان امار	"	مطابع کتب	۱۵۹	حن بیگ غلک، حکیم عارف ایگی
"	آصفت قان، نسل خان، علائی	"	اہل علم فضیل کی تیغی و پنڈگشت	۱۶۰	شیدا
	شکرا اللہ شیرازی	۱۶۶	لاس عمد کے شرار	۱۶۲	فضلدار

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۱۳	مرزا عزیز کوکر	۹۰	فضلاء	۶۱	اکبر کی تصنیف اور نگارخانیان
۱۱۴	عایات اندشیرزدی	۹۱	میر فتح اللہ شیرازی	۶۲	اکبری عذر کے تراجم
۱۱۵	نشانی، نامی	۹۲	مولانا عابد اللہ سلطان پوری	۶۳	ہند بھارت
۱۱۶	غزالی، بدھی	۹۳	میر سید محمد	۶۴	رامائن، علی گھاسی بیسی.
۱۱۷	ائٹکی، فکری، فیضی	۹۴	دریخ عبدالنبی	۶۵	حیوۃ الحیوان
۱۱۸	سید فروغی یزدی، فقائی ہردوی	۹۵	فاطمی قوران الدشتری	۶۶	تاجک
۱۱۹	فرزوں گلابی	۹۶	شعراء	۶۷	ہرپس، محیم البدان، تایب، کشیر
۱۲۰	جیدری تبریزی	۹۷	غزوہ لی شہدی	۶۸	کشید و مرن
۱۲۱	صلی میر تصنیف احسانی	۹۸	فینی	۶۹	مل و من، جامی رشیدی
۱۲۲	اسد بیگ	۱۰۰	عرفی	۷۰	بچر الاصمار
۱۲۳	ظہوری ترشیزی، ملک قمی	۱۰۲	نقیری نیشا پوری	۷۱	نیزہتہ الارواح
۰	ہند و فضلاء	۱۰۳	خواہ بیہن مرودی	۷۲	نیزک مرزاںی لا سکرت ترجمہ
۱۲۴	کتب خانہ	۱۰۴	شانی شہدی	۷۳	اکبر کے دور کی تصنیفات
۱۲۵	خطاط اور خوشنویں	۱۰۵	سلی ہردوی	۷۴	تاریخ اتفاقی
۱۲۶	درارس	۱۰۶	فری	۷۵	اکبر نامہ
۱۲۶	ابتدائی تعلیم کے یہ نکر طبقے	۱۰۷	تو سی تیشی، تیقی الدین	۷۶	آئین اکبری
۰	نصاب تعلیم	۱۰۸	ثانی خان، جہادی	۷۷	چند فارسی شذیقیان
چنانچہ		۱۰۹	جعفر بیگ	۷۸	ارباب کمال
۱۲۸	رمک کتب کی تقریب	۱۱۰	حیاتیں گلبلانی	۷۹	فیضی
۰	چنانچہ کے اسمائیہ	۱۱۱	خیجیر بیگ، میر دودری	۸۰	ابوالفضل
۱۲۹	چنانچہ کی تدریس ارشادی	۱۱۲	میر حیدر رفی، روغنی	۸۱	عبد الرحم غانم خانیان
۰	چنانچہ کا فارسی کام	۱۱۳	ذین خان کوکر، سرداری	۸۲	حکیم ابو الفتح گیلانی
۱۳۰	چنانچہ کا ذوق شعری	۱۱۴	سیدی، ملا شیری	۸۳	طاعین الدار میرزا روفی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۹۸	علی، و فتحہ اسے مناظرہ دیکھا توں کا مطالعہ	۲۶۹	الودودی خان، نجم غان، عربی و فارسی و ترکی زبانوں	۲۶۰	شروعے فارسی کے دوادین کا مطالعہ
~	~	~	اسلام غان	۳۶۱	مالکیگری کی بیان
~	~	۲۸۰	میر عیشی	۳۶۲	سلطان شاداب کی حج مری
~	~	۲۸۱	امانت خان	۳۶۳	مالکیگر کا شروع اگر حج مری
۲۹۹	اس کی ایک ریاضی	۲۸۲	محمد نظرت	۳۶۴	سے اختراز
~	فرزاد عبدالقدیر بیدل	۲۸۳	عبدالگنگ شعری کی تجھیت کا سب	۳۶۵	عبدالگنگ شعری کی تجھیت کا سب
۳۰۰	دربار کے شراء	۲۸۴	بختور خان	۳۶۶	مالکیگری دربار کے شوار
~	تمت خان عائی	۲۸۵	پسند و فضلہ و شوار	~	تمت خان عائی
~	مزامبارک اللہ واصح	~	بیرون، چستہ میگوی	۳۶۷	مالکیگری دربار کے شوار
~	مزامبارک اللہ واصح	~	بیرون، چستہ میگوی	۳۶۸	مالکیگر کا شاعر ایک ریاضی
۳۰۱	وزیر کھتری، رائے بندرا بن	۲۸۶	وزیر یوسف حسین غانص	۳۶۹	مالکیگر کا شاعر ایک ریاضی
~	قریب ش خان ایس	~	ایسرا داس	۳۷۰	مالکیگر سید احمد شرف ائمہ رافی
۳۰۲	بیشم سین کا ریاست، سوجا رائے	۲۸۷	روشن ضمیر	۳۷۱	روشن ضمیر
~	پسند و فضلہ	~	رینی خان باذل	۳۷۲	رینی خان باذل
~	بندرا بن آس، چکیون داس	۲۸۸	مالکیگری دربار کے مورخ	۳۷۳	مالکیگری دربار کے مورخ
~	کامران ولد قلنگ	~	ملکیگری تیج فریضی کا احتمام	~	ملکیگری تیج فریضی کا احتمام
فرخ سیر		۲۹۱	دارس	۳۷۴	ملکیگر محمد کاظم صاحب
۳۰۵ - ۳۰۰		۲۹۲	درسی کت بون کا انتخاب	۳۷۵	حسین، صہبائی
۳۰۰	خط قرآن	~	رسالہ توبی کی بینہ بکر کے عبارت	~	باہر اکبر رضا دی
۳۰۱	فرخ سیر کے دربار کے علم دست	~	مالکیگر کی نظر	۳۷۶	محمد نشنل سرخوش
~	نظام الملک، صفحہ	۲۹۳	ان عبارت کی صفات پر	۳۷۷	ناصری مہمنہ ای اور غیری کیشی
۳۰۲	ایسرا الامراء، میہین می خان	~	مالکیگر کا اصر	۳۷۸	اس دو کے اور دو کے شوار
~	علام سید عبدالجلیل بیگری سے	~	شاعر اعظم بہما ذرا	~	ادراسے مالکیگری
~	آنسو، و امیر، الامراء کی عیت	۳۰۰	۲۹۴	ناصل خان	
۳۰۳	ایسرا الامراء، میہین می خان	~	خط قرآن اور مسری بالکاظم	~	ذور الفقار خان
~	علام سید عبدالجلیل بیگری سے	~	قرآن و حدیث کو مسائل کا دشنیاد	۳۷۹	سیت خان
~	آنسو، و امیر، الامراء کی عیت	~	قصیدہ کا مدحی	~	~

صفر	مصنون	صفر	مصنون	صفر	مصنون
۲۴۶	عالیگری در بارے کے دوستے ملار	۲۲۳	ملائیں	۲۱۲	سداد اللہ غان
-	مولانا سید محمد قزوینی، طاجزون	۲۲۴	مولانا سید محمد قزوینی، طاجزون	-	سیر حجہ شہرستانی
۲۴۵	شیخ عبدالعزیز کہرا باوی، دیگر امراء	۲۲۵	شیخ عبدالعزیز برہان پوری	-	دیگر امراء
-	عالیگر بانش	۲۲۶	دانشمند خان	۲۱۳	اس عہد کے فضلاء
۲۴۷	شیخ قطب برہان پوری، طاعون و جن	۲۲۷	عدم دینیت عربت	-	طاغب الحکیم یا لکوٹی
-	طاعبد اللہ شدیع یا لکوٹی	۲۲۸	حفظ قرآن	۲۱۴	لامحمدی مصلح، عبد السلام دیوبی
۲۴۸	قاضی محمد حکم	۲۲۹	خطاطی میں ہمارت	-	قاضی محمد حکم
۲۴۹	میر محمد اپد، قاضی محمد سعید	۲۳۰	عالیگر کے گھنے ہے قرآن پاک کنخی	۲۱۵	شیخ الاسلام
۲۵۰	میر امیرک	-	مولانا سید محمد سچا پوری	-	سول کی طلاقیت کی تسلیم
-	مالک عبد اللطیف، میر محمد شہم شیخ مج	-	حضرت مجدد شریعتی کی تعلیمات	۲۱۶	مالک عبد اللطیف
-	مالک فردود ملبوی	-	حاجی احمد سعید، قاضی نعیم الرحمن	-	مالک فردود ملبوی
۲۵۱	میر محمد صالح شکن قلم	۲۳۱	کاشش	-	میر محمد صالح شکن قلم
-	دیگر علماء مشائخ	-	سید علی اکبر سعد الدین غانی	-	دیگر علماء مشائخ
-	اس دور کے مورخ	-	حضرت خواجہ عجم حسوم دس سفر	۲۱۷	حضرت خواجہ عجم حسوم دس سفر
-	محمد امین قزوینی	-	مالک احمد کرم، عافظ بر سرکم، لاشنیان	-	محمد امین قزوینی
-	عبد الجیس لاہوری	-	مالک عبد الباقی، قاضی عیتات احمد	-	عبد الجیس لاہوری
۲۵۲	محمدوارث، جلال رطبانی	-	پاپند شریعت مشائخ سے	۲۱۸	دوین و مولیقین قادری
۲۵۳	خوشیں	-	عالیگر کی عیتدت	۲۱۹	شیخ نظام
-	دیگر مکاہم	-	حضرت عباد المطلب بن پوری	-	دیگر مکاہم
-	کتب خانہ	-	مالک محمد حسین، قاضی محمد حسین بخچو	۲۲۰	شیخ دحلیان سالوی شیخ بازیز
۲۵۵	درس دارالبتا	-	میر قاسمی داعظ طهانی، میر	-	شاہ عبد الرحمن صاحب
-	عالیگر	-	-	-	شیخ دحلیان گروپامنڈی
-	عالیگر	-	-	-	شیخ زین الدین
-	عالیگر	-	-	-	فتاویٰ کافری ترجیح
۲۵۶	عالیگر کا ذوق شری	-	خطوط و رسمات کی ہمیزی	۲۲۲	مولانا پیغمبر شہزادی تحریم نادی
۲۵۷	عالیگر کے استاذہ	-	عالیگر کا ذوق شری	-	عالیگر کے استاذہ

صفحہ	مصنون	صفحہ	مصنون	صفحہ	مصنون
۳۲۶	دویانِ نظر	۳۲۷	مشہزادے	۳۲۶	دویانِ نظر
"	کلامِ نظر	"	۳۲۵ - ۳۲۶	۳۲۸	الیہ شاعری
۳۲۸	بھگت گیت	۳۲۹	بھڑا کامران	۳۲۹	اغلاقی شاعری
۳۲۹	نادرالنکات	۳۳۰	مرزا ابو القاسم شوکتی	۳۳۲	صوفیہ شاعری
۳۳۰	رسالہ صادر	۳۳۱	سید عسکری اور ہندال	۳۳۸	سادگی بیان
۳۳۱	دارا کی بیان	۳۳۲	حضرت ابرالمعلی	۳۳۳	قادراللکای
۳۳۲	دارا کے دور کی بیان کتابیں	۳۳۴	مرزا و ایشان	۳۳۰	استعمال محاورات
۳۳۴	دارا کا دیوان	۳۳۵	میرزا و ایشان	۳۳۱	صنائع نقطی
۳۳۵	کلام کا نور	۳۳۶	ملارضانوی	"	تنین الصغات لزوم
۳۳۶	شخوار بکل کی سرپرستی	۳۳۷	میرزا کفری	۳۳۲	سیاق الاعداد
۳۳۷	میرضی داش مشدی	۳۳۸	مراد بن ابیر	۳۳۳	قیمع، حسن، انگریز
۳۳۸	خشی چند رجحان برین	۳۳۹	ظہیری نیشا پوری	۳۳۴	ایک ہی تبیہ کوئی طرح تو
۳۳۹	محمد علی اہر، بنوی داہشی	۳۴۰	مرزا علی	۳۳۵	ادوکرنا
۳۴۰	فن خطاطی میں ہمارت	۳۴۱	پرویز بن چانگر	۳۳۶	خکن فینن یعنی بذل آذنائی
۳۴۱	دارا کے ہاتھ کے لکھے ہوئے	۳۴۲	حکیم فضفودی گیلانی	۳۳۷	سکھاخ زینون میں نظر کو
۳۴۲	زآن پاک دور کتابیں	۳۴۳	میرٹکی تزویی	۳۳۸	زور بیٹھ
۳۴۳	سپہر شکرہ	۳۴۴	طاعنہ بنی فراز زنانی	۳۳۹	ظفر اور اسائدہ فن
۳۴۴	نشجاع	۳۴۵	شہریار	۳۴۰	غالب و نظر
۳۴۵	لامگو جو پردی سو محیئت	۳۴۶	دارا شکوه	۳۴۱	سید و نظر
۳۴۶	ٹھنڈا کرد بارہین ایسکا دھوت	۳۴۷	ریکی تاریخ و ارتصانیف	۳۴۲	تائی و نظر
۳۴۷	شراؤ نوازی	۳۴۸	سفہنہ الادیاء	۳۴۳	آتش و نظر
۳۴۸	شیخ نعم لاہوری اور ہند کا	۳۴۹	سکینہ الادیاء	۳۴۴	سرزا پانگاری
۳۴۹	شاعر عتبہ من	۳۵۰	رسالہ حق نما	۳۴۵	فاتمہ
۳۵۰	هراد	۳۵۱	حنات الدافین یا شطیحت	۳۴۶	
۳۵۱	شور و سکنی سے ذوق	۳۵۲	مجسم الجربین	۳۴۷	

صفنون	صفنون	صفنون	صفنون	صفنون	
۳۱۶	ایتی بکری کا تکم شخرو سخن کا ذوق	۳۱۷	دوسرا شہزادیں رصد نہیں کی تعمیر	۳۰۵	امیر الامر اکابر شاہ مرزا عبد العالی گرامی
۳۱۸	فادری دہنہ ستائی زبانیں نہیں شادہ عالم کی تصنیفات	"	زیب محمد شاہی	محمد شاہ	
۳۱۹	اپنے عذر کے ممتاز شمارے تعلق	۳۱۴ - ۳۱۵	احمد شاہ	۳۱۴ - ۳۰۵	
"	شہزادوں میں شرکت	۳۱۵	احمد شاہ اور شرفی فنان	ہندوستانی زبان کا ذوق	
"	خواجہ میرود کی محض بلعیں پڑت	"	احمد شاہ کی حمزہ وی اور قیاد	دو قصیفین	
"	خواجہ میرود کا احترام	"	فنان کی مرشد بادا کو ذرا بھی	ہندوستانی زبان میں طبع ازنا	
"	سید انتاش احمد خان اٹھ سو گفت	"	احمد شاہ کے فرقہ میں فانکے آشنا	کلام کا نمونہ	
"	انفلات	"	"	محمد شاہ کے دور کے ادبیات	
"	اردو شاعری کے نزدے	"	"	وکال	
۳۲۰	ہندوی زبان میں شاعری	۳۱۶	حضرت نظام الدین اویار	دربار کے شراء	
"	ہندوی کلام کا جمجمہ	۳۱۷	عالیگر کی عحیدت	اجمام	
"	تادرات شاہی	۳۱۸	مزار اقدس پر سچکرانی باوشا	جعفر می خان شیخ حسین شرت	
ہماور شاہ طفر		"	"	معظمه تقی خان یکنگ	
۳۲۱	۳۲۱ - ۳۲۲	حضرت نظام الدین کی نسبت	"	ہندوستانی دوستار	
۳۲۲	ظفر کا دور	۳۱۹	تن عالیگر کے اشعار	راستے اندرا م خص	
"	شاعری کا ذوق	۳۲۰	مشاه عالم شاہی	لا درودم	
"	شق سخن	۳۲۱ - ۳۲۰	"	محمد شاہی دو زین ملکہست کا ذرع	
"	اسامدہ سخن سے تعلقات	۳۲۲	شاه عالم کی عبیدیت کی نہذہ	عمر شاہ کے ایک ہندو امیر	
"	بزم شعروہ	۳۲۳	شادہ عالم پر بکت کہنہ پر بہیں	بے عکوچھ چوراہا کی علم سستے دیسی	
"	شاعری میں تملہ	"	"	سلطان برہمن اور فرجی علیہ بست	
"	عاصم شریڑا پر فطر کا تذوق	"	کا درباریں اجتماع	کا درباریں اجتماع	
۳۲۴	ظفر کی شاعری کے خصوصیات	"	آنکھوں سے محرومی	دلی میں صدر غاذ کی تعمیر	
"	"	"	تحنث شاہی پر	اس سعد غازی کے ذاتیتیں	

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دہلی سچے

تھوڑی سلاطین رزم و نرم و دوفون میدانوں کے مرد تھے اور جس درجہ کے فتح و کشور کش تھوڑی
اسی درجہ کے علم پر را درود ب نواز بھی اور ترکی اور فارسی دوفون میں اور آخری دو کے ہادشاہ اور دوین بھی
کمال اور شعرو ادب کا بنیات بلند اور تھام اذاق رکھتے تھے اور اس کے نگہانے سخنوار تھے جیسا کہ ان کی
نظم و نظم درود تکردن کے بیانات سے ظاہر ہے۔

ان کے دور میں بہلگاہ کا رزار کے ساتھ علم و ادب کی محفل بھی گرم تھی، انکا دبار ہرن کے ہمایاں
اور علماء و شعراء کا مخزن تھا، اور انکی سرپرستی میں بہت سے علی رادی بی کام انجام پانے لیکن اس زمانے میں تایخ و بیہی
کا مذاق ایس تھا کہ مومنین سارے و قوم فتوحات اور کشور کشانی کی داستان ساری میں صرف کریتے تھے اور علم و ادب
کے حالات کی جانب انکی توجہ کم رہی تھی، تاہم اس دور کی تایخین انکے ذکر سے کیس غافل بھی نہیں ہیں لیکن یہم
کے مقابلہ میں انکے نقوش اسقدر دھن لے اور پرالگہ ہیں کہ ان سے انکا پورا مرتع نظر نہیں آتا۔

تھوڑی سلاطین کی رزمیہ استانیں تو بیرون نے سنائی ہیں لیکن انکی ایجن آرائی کے پچھاں نے بہت
کم لوگوں نے سنائے ہیں، اور گوئٹھا انکی ادب نوازی کے واقعیت اور اس عمدہ کے شعر، وادیا کے متفرغ
علاقات لوگوں نے لکھے ہیں لیکن اب تک پوئے امتیا بکے ساتھ اس دور کا ادبی گلدستہ کسی نے تیار نہیں کیا ہے
اسیے دارالمعنىین میں جبت ایخ ہند کی تدوین کا کام شروع ہوا تو خیال ہوا کہ تھوڑیوں کے سیاسی و تہذیبی
کے ساتھ انکی علم پروری اور ادب نوازی کا نتیجہ بھی دکھایا جائے تاکہ ان کے کام زامون کا ہر رخ سائنس ابجا۔

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
۳۵۳	میر صیدی طبرانی	۳۴۰	- جہنم سکم	۳۴۰	مراد کا مجری شاہ سعید قریشی	
۰	مردار قیس تربینی	۱۴۰	و سکا مدرس خوارن زل	۳۶۷	سلطان محمد	
۰	مرزا ابیر	۲۴۰	۵۔ جہان سکم	۳۶۵	خدا عظیم شاہ	
۳۵۵	چنان آرائی فرمست	-	۶۔ فور جہان سکم	-	۱۹۔ اکبر و کام بخش	
۰	و زیب النساء تجیم	۳۴۵	۷۔ نواب آنہ سکم خان	۳۲۹	۲۰۔ اظہری گردگانی	
۰	عرقی و فارسی کی علی ایسم	۳۴۶	۸۔ کمال	۳۲۹	۲۱۔ مرزا جاندار شاہ	
۳۵۶	طاں گیر سید رشوف مازندرانی	-	۹۔ صری ہروی	۳۶۱	۲۰۔ مرزا حسن بخت	
۰	تصیف و تایین کا ذوق	۳۴۷	۱۰۔ حنز محل	۳۳۲	۲۱۔ مرزا سید ان شکرہ	
۰	زیب المنشت	-	۱۱۔ جہان آرائیم	۳۳۲	۲۲۔ فرزندہ بخت جہان شاہ	
۰	مادر شاش کی زبان حکیمت	-	۱۲۔ سی النساء خانم	-	شہزادیان	
۰	کی علمی بجاں کا ذکرہ	۳۴۸	۱۳۔ مومن الارواح	۳۶۴	۰۳۔ مم - مم	
۳۵۸	زیب النساء کا بیت الحکم	-	۱۴۔ حضرت میمن الدین چنچ	۳۶۶	۰۱۔ گلیدن سکم	
۳۵۹	بیت الحکم کے بعد مصنفات	-	۱۵۔ سے عحیدت	-	۰۲۔ ہمایون ناصر	
۰	کتب غاز	۳۴۹	۱۶۔ مراد کی زیارت اور اپنے تذرا	۳۴۳	۰۳۔ اس کتاب کی اولیٰ پردازی	
۰	زیب النساء کی شاعری	۳۵۰	۱۷۔ مومن الارواح تعلیم حملہ	۳۴۰	کے متلف مولانا بشیعی	
۳۶۰	دیوان منی	-	۱۸۔ کتب غاز وال مصنفین	-	۰۴۔ کی راسے	
۰	دیواریں میں شرک کن خلیم مودت	۳۵۲	۱۹۔ جہان آرائی کا فارسی کلام	۳۴۰	۰۵۔ اس کی تاریخی حیثیت	
۰	۰۰۔ زیب النساء سکم	۳۴۹	۲۰۔ شرکر کے ساتھ جہان آرائی	۳۴۹	۰۶۔ چکرخ سکم	
۰	۱۱۔ پیدا الف بیکم	-	۲۱۔ کی فیضیان	۳۴۰	۰۷۔ سلیمان سلطان سکم	
۰	۲۲۔ فتنہ	-	-	-	-	-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَلَالٌ

بابر

بابر نہ صرف ایک عظیم المثال سپاہی بھیں امرتبت فاتح اور اولو العزم بادشاہ تھا، بلکہ اب بھیرنے کے اس کو ایک بلند پایہ اہل قوم اور قابل قدر شاعری تسلیم کیا ہے، وہ یہود کی بھٹانی میں تھا، ترکی میں میدان کارزار کی پامردی و شجاعت کے علاوہ ہلم و ثغافت سے شفیقی و ولادی بھی پائی تھی، عام طور سے یہ یہود کو ایک ظالم اور سفاک فاتح سمجھا جاتا ہے، مگر اس کی یہ تصویر ان مورخوں نے تکینی بے جنون نے تھب کی یعنی کہ اس کا مطالعہ کرنے کی کوشش کی ہے، ورنہ ملک گیری اور کثیر کشی کی سرکردگانی کے ساتھ ساتھ اس نے علم فن کی تنجمن آنے والی ایسی طرح کی جس طرح ایک تاج و تخت کے، ملک کو کرنا پا ہے، چنانچہ اربابِ ضلع کاں خلوت و جلوت بلکہ میدان جنگ میں بھی اس کے ساتھ رہے، تزدک یہودی میں خود اس کی زبان سے ہے کہ

میں شین و ارباب اخبار و قصص کو میں اپنے پاس باتا، ان سے افیاء، اولیاء، اور سلطین کے تھے سنت، سلطین کے عروج دزدال کے واقعات معلوم کرتا، ان سلطان کے تھے اور ان کی لفڑا و گرد، ارسے تجربے مہمل کرتا، اور دنیا کی تو ارین و ماثار سے

چنانچہ ہمارے فیض یہ صباحت الدین عبد الرحمن حسینیم کے نے جنکے متعلق تاریخ ہندستان کے بیعنی حصے کیے گئے تھے، اس کا مکشوفہ کیا، اور معاشرت میں تیموری پادشاہوں کے ملی و موقع کے عنوان میں ٹھونک کا ایک سلسلہ قسم کی جو تاریخاً کا یہ کتب کے بعد مل گیا اسیے اسکو منتقل کرتی بیویت میں شان کر دینا مناسب ہے لوم ہوا، ایک نظر ثانی میں انھوں نے بہت اور معلومات کا اتنا ذہبی کیا ہے اور ادب ایکی خمامت پہنچے سے دوہی ہو گئی ہے تیموریوں کے عمد کے کل، و فصل، اور شہزاد اور با، اور انکے علمی و ادبی کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے اسیے اس کتاب میں صرف انہی لوگوں کو لیا گیا ہے جو انکے دربار سے متول تھے، اور انہی کا زمانہ مرن کو کجا گیا ہے جو شاہان تیموری کی سرپریزی میں انجام پائے اُن ہیوں جی بہت شہرا کو طوال استخارے کی خال سے فکر نہ اڑ کر دیا گیا ہے بیض ممتاز شہرا مثلاً نصی، طالب آفی، نظیری، علمی اور صاحب وغیرہ بہرہ یا اسیے غافر کو کجا گیا ہے کہ انکی شاموی پرفضل تبصرہ شرعاً میں موجود ہے جس پر اندازہ لکھن رکھتا، اور انہی کو دہرنا تجھیں عامل تھا، بعض شہرا کے کلام کے انتخاب میں قدر اخقدار سے کام لیا گیا ہے، البتہ انہیں کہیں طویل قصاءد ہیے نقل کر دیتے گئے ہیں کہ اس دور کی قصیدہ نگاری کا اندازہ ہر کسے،

اور وہ بان کی ترقی میں تیموریوں کا ہر احمد بن لیکن یا ایک دینے موضع تھا، اسیے اس کتاب میں اپنے بحث نہیں لی گئی لیکن محمد شاہ، شواعم اور بہادر شاہ ظفر کی شاعری پر تبصرہ کو اسکے کسی تدریاندازہ ہر جائے گا، بہر حال تیموری سلاطین کی علم پروردی اور ادب فرازی کا یہ مرقب صحاب نظر کی خدمت میں پڑیا ہے اور ان کے نقش و کمال کا فیصلہ وہی کر سکتے ہیں،

انہوں نے کو محنت کے اہتمام کے باوجود کتاب میں کتابت و طباعت کی غلطیاں روکی ہیں جن کی صحت کے لیے نہیں غلط نامہ لگایا گیا، ناظرین تصحیح فرمائیں

سید سلیمان تدوی

مہرگات شمس

”صاحبہ عنان کے ساتھ سفر اور حضرت مسیح پیر ابر سادات، علی، فتحا، اہل فضل و دو انتہی شیخان
اور دوسران نارس، پہنچتے تھے، فہاں شاہی کے مطابق وہ روزمرہ کے واقعات تلمیند کرتے،
صاحبہ عنان کے افعال و احوال، ملک و ملت کے احوال اور ادار کا ان دولت کے کو ائمۃ بڑی
تحقیق کے ساتھ خط تحریر میں لائے باتے، بخت حکم تھا کہ ہر ہوا قرآنیکی تصریح اور احادیث کے
لکھا جائے، خصوصاً ذاتی اصلاحات و نجابت کے بیان میں کہی قسم کی رعایت یادہ ہوتی تھی
 حتیٰ کہ صاحبہ عنان کی شہادت و شجاعت کے ذکر میں بھی مبالغہ ہو چکا ہے اس حکم کو سائے رنگ
صحابہ قلم و بلاغت و اتفاقات کو نظم و نہیں مرتب کرتے، یہ تحریر یہ صاحبہ عنان کے ساتھ
پڑھی جاتیں اور دلوقت کے ساتھ ان کی تصحیح ہوتی، اسی طرح ترکی اور فارسی میں واقع
ہتھ اور نظم میں ثابت ہوتے، دباد کے بعض وابستگان و اتفاقات کی تنتیش تحقیق میں
پوری کوشش کرتے۔“.....

”تمور ہندوستان میں مجموعہ قلعات کے غلاف صفت آما ہوا تو شرف الدین زیدی کا بیان ہے
کہ میدان جنگ میں ارباب کمال اور اصحاب علم اس کے جلویں تھے۔
دو وقت یعنی مواعظ سر و ادا و ایمان و محبت حضرت صاحبہ عنان کو درہ معاں
شامل، حوالہ اہل علم و کمال بودی از جمیں علم و رفیع مقدار کو نظر کر دیا، رذرازم رکاب تیار
ہمارا بودن مش خواهد، فضل پسر ہولانا شیخ الاسلام سید جلال الحق والدین کشی دہولا تا
عبد الجبار پسر اصنی الفضنا مولانا فتحمن الدین خوارزمی۔“.....

ہر رٹائی کے بعد فتح و نصرت کی خوشی میں تمور علی، و سادات کو انعام و اکرام سے
مالا مال کرتا تھا۔ مدبار کے یک جید عالم مولانا نظام الدین شامی نے تمور کی فرمائیں پرسادو
لہ نظم نامہ ج ۱ ص ۲۵۶ و ۲۶۷ میں ایضاً ج ۲ ص ۱۰۰۔ گہ مخطوطات تموری، ایٹ ج ۳ ص ۵۵، ۵۶،

مطلع ہوتا، بسائیں، صوفیہ اور عارفان نہ سے بھی ملتا، اور ان کی صحبت سے اخروی
نوائد حاصل کرتا، معرفت کی باتیں ملتا، ان کے خوارق عادت و کرمات کا مشاہدہ کرتا،
اور ان کی صحبت سے سرور حاصل کرتا تھا۔

میرا حکم خدا کر جو لوگ سعادت و ملک میں سے ہیں ان کا اعزازہ احترام کیا جائے،
ان کی ہر ضرورت کو پورا کیا جائے، ان کے ساتھ پوری رعایت ہو،
ملفوظات تیموری میں ہیں ہے:-

"جب میں تلبہ پیونچا تو دیا کے سائل پر خیر زن ہوا، تلبہ مٹان سے قریب تر میں
کے فاصلہ پر واقع ہے..... میرے وزراء نے تلبہ کے باشندوں پر دولاگہ روپے
کتابہ ان مامہ کیا تھا، اس کی وصیتی کے لیے عمال بھی مقرر ہو گئے تھے، ان باشندوں میں
سعادت بھی تھے، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے تھے ملاس ہلام بھی تھے،
جو وارث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، کہلاتے ہیں، سعادت میں میرے دبادیں ہر شیخیظم و
احترام کی نظروں سے دیکھتے ہیں، اس یہ میں نے علم دیا کہ ان سے تادان نہیں یا،
بگریں نے بلا کر خدمت اور عربی گھوڑے عطا کئے،

ملفوظات تیموری میں تیمور کی کثرت کی اور جوانانی کی کمائی خود اس کی ربانی ہے
جو اس کے دربار کے ارباب علم و ارش نے قلمبندی کی ہے، تزویں تیموری میں ملکی و حریقی نظم و نسق
کے منوابط و قوانین ہیں، جو خود تیمور کی زبان سے ادا کیے گئے ہیں، ممکن ہے کہ مذکورہ بلال، تقبیات
دربار کے اہل قلم کی حاشیہ آمی بھی جاتے، لیکن شرف الدین یزدی نے *ظفر نامہ تیموری* کی دفات
کے تیس سال بعد لکھی، اس میں مرقوم ہے:

اپنے ہنا کا ذکر کرتے چھٹے لکھتا ہے:-

شان دینی یونی فان، مولانا شرف الدین علی زیدی کے ساتھ بارہ سال رہے،
اور فضائل کا کتب کی، ان کے ایسا شان ان سے پہلے اور بعد میں نہیں پیدا ہوا، جب
مولانا کا استقالہ ہو گیا تو خان زید سے عوام بخارس اور آذربایجان کی طرف چلے گئے، شیراز میں
فضائل کی گلیسوں میں شرکر کر رہے، یہاں وہ استاذ یونی کے نام سے مشہور ہوئے.....
ان میں بہت سے فضائل تھے، قرآن کی قراءت خوب کرتے تھے، موزوں طبیعت بھی رکھتے
تھے، موسيقی اور صورتی میں بھی ماہر تھے.....

اوپر کی سڑکوں سے ظاہر ہو گا کہ بایک کے باپ اور ماں دونوں کا فائدان علی حیثیت سے
بھی متمول تھا، اس یے اس کی ابتدائی تعلیم بلند پیارے پر ہوئی بعد طفولیت سے عنفوان شباب
کے زمانہ تک اس کے جو ایام (اور اساتذہ مقرر ہوئے، ان کے نام شیخ مزید بیگ بایک علی
خدا تعالیٰ بیگ، اور خواہ مولانا فاضلی عبد اللہ تھے) شیخ مزید بیگ کا ذکر بایک پر اپنی ترکی میں
اس طرح کرتا ہے:-

شیخ مزید بیگ بے پیارے نایق تھے، ان کے تاعدے اور قرینے بہت اچھے تھے، وہ
باہر مزداد این باستغیر نہ زان بن شاہر غیر مزدرا ابن ایمر تبریز کی خدمت میں بھی رہے تھے،
شیخ میں سرکار میں ان سے بڑا کوئی دوسرا ایمر نہ ہے۔

بایک اپنے اتنا وہ اور پر خواجہ مولانا فاضلی عبد اللہ کے بارے میں لکھتا ہے:-
”خواجہ مولانا فاضلی کا نام عبد اللہ تھا، اور عرف خواجہ مولانا تھا، باپ کی طرف سے
ان کا نسب شیخ زبان اولین تیج تک منچا ہے اور ماں کی جانب سے سلطان ایمیک فیک

اور سلیس فارسی میں اس حمد کی ایک تاریخ لکھی، اس کا نام عجی طفہ نامہ ہے، تمہاری کی وفات سے ایک سال پہلے یہ تایینت ختم ہوئی۔ انوس ہے کہیر عجی تک زیر بیان اخت سے آراستہ نہیں ہوئی ہے۔

تمہاری کی یہ علم فوادی اور علم پروردی اس کی نسل میں برادر منتقل ہوئی رہی، تمہارے کے پوتے ان بیگ کی ہدایت و اپنی مشورہ ہے، ان بیگ کے دو بڑے کے نام ہے شاعر اور فتنہ نہیں تھے، باپ کے باپ عمر شیخ مرزا کو عجی یہ شفاقتی دولت میراث میں ملے، باپ نے اپنی ترکی میں باپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:-

ان کے اخلاق و اطوار یہ تھے، جنپی مذہب اور خوش اعتقادِ دمی تھے، پانچوں وقت

کی شاذ پڑھتے تھے، صناسِ عمری سب ادا کروی تھی، بشریتِ قرآن شریعت پڑھا کرتے تھے، حضرت خواجہ عبد اللہ حراش کے مرید تھے، اکثر ان کی خدمت میں ماضی موت تھے، حضرت خواجہ عجی ان کو فرزند کہا کرتے تھے، وہ عاصے پڑتے کھتے تھے، فیں دینی خسرہ نظامی خود خرد، مذہبی دینی مذہبی صاحل الدین رہی، اور تاریخ کی کتابیں ان کے مطالعہ میں ہی تھیں، میں شاہنامہ بہت دیکھ کرتے تھے، اگرچہ موزوں طبیعت رکھتے تھے، مگر شرگوئی پر توجہ دکرتے تھے۔

عمر شیخ مرزا نے تاکلید کیا ہے، پوری رضاۓ خان یونس خان کی لڑکی قلنخا رخانم سے بھی شادی کی، اس کی ایک بڑی وجہ یونس خان کی علم دینی تھی عجی تھی، باپ قلنخا رخانم جی کے بطن سے تھا، یونس خان کی ایک اور لڑکی خوب نگار رخانم محمد حسین گلگان دفت کے جا لے اخذ کیا تھا، اس سے ایک لڑکا حیدر میرزا غلط تھا، جو تاریخ رشیدی کا مصنف ہے حیدر مرزا

لہ یونس یوز عجم کنیاگ (فارسی) ص ۱۰۰، ۱۰۰ درود تک باپری ستر جمیر میرزا نصیر الدین حیدر گلگانی ص ۱۰۰،

تھے اور جو شیعیت میں ان کے فراز کی زیارت کو بھی گی۔

بابر شیخ الاسلام سیف الدین احمد سے بھی متأثر تھا، وہ ملا صدیق الدین فضائلہ بنی کی اولاد میں سے تھے، ترکستان سے آکر خراسان کے شیخ الاسلام ہوئے، ان کے بارے میں بابر لکھتا ہے کہ
نمایت سمجھدار تھے، علم معقول و منقول سے خوب واقفیت رکھتے تھے بڑے پرہیزگار اور متین عالم تھے، شافعی تھے، بلکہ ہر مذہب کی نمایت کرتے تھے، تحریر بنک انھوں نے جماعت کی نیز ایک روز بھی ناغہ نہیں کی، بابر ملائیخ نصیح کے علم کلام کا بھی قابل تھا، اس کی رائے میں دلکش، متفوق اور علم کلام کے بڑے ماہر تھے، تھوڑے لغظوں میں بڑے بڑے مفاسیں کا بیان کرنا ان کے اختراقات میں سے تھا، ان کا تائی نوئی نہ تھا، اجتہاد کے فرش پر پہنچ گئے تھے، بلکہ اجتہاد کرتے تھے، علم حدیث میں بابر میر جمال الدین محمد ش کا قدر و ان تھا، ان کے بارے میں دو رقمطراز ہے کہ خراسان میں علم حدیث کا جانے والا ان جیسا کوئی نہ تھا۔ عربی ادب میں بابر میر خطا، اللہ شہیدی کا صرفت تھا جس نے علم قافیہ میں ایک فارسی رسالہ لکھا تھا، اس کا ای رسالہ صنایع بدیع بھی تھا جس میں شعر کے مناسع پر بحث ہے، بابر کو یہ رسالہ بہت پسند تھا، علم فتح میں بابر تاضی اختیار کا قابل تھا، جنھوں نے فتح میں ایک سعدہ "رسال بھی تصنیف کیا تھا،

بابر نے اپنے ہم عصر شوارسے بھی بڑاہ لاست یا غائبہ از مراسم رکھے۔ اور ان کے کلام کا مطالعہ عین نظروں سے کیا، ان شوار پر اس نے جونقد و تبصرہ کیا، اس سے اس کی سخن بخی اور سخن فحی کے بلند ذوق کا اندازہ ہو گا، مثلاً میں شیر بیگ فرمائی کے بارے میں لکھتا ہے:-

میں شیر بیگ بے نظر آدمی تھا، ترکی زبان میں شرمگا کرتا تھا اور ایس کہتا تھا کہ، وہا کی کچھ، اس نے چھ تو خواں لکھی پس تو خس کے جواب میں ہیں اور ایک منطق، میر کے دن پر سان اظیر لکھی ہے، غزوں کے چار دنیوں میں دون کئے ہیں، جن کے نامہ ہیں

نگ فرمانز میں اس خاندان کے لوگ پیشو ارشح الاسلام اور خاصی رہے ہیں، خواجه مولانا حضرت
خواجه عبید افسوس کے مرید تھے۔ ان ہی سے تربیت پائی تھی، مجھ کو خواہ بہ قاضی کے ولی ہونے میں
کچھ مشکل نہیں ہے،..... مولانا سے مردم عجیب شخص تھے، مدد اور خوف تو ان میں تھا
کہ تھا، ایسا دلیرزادی دیکھاتا، یہ صفت بھی ولایت کی دلیل ہے، دنیا وار کیسے ہی بیاد
ہوں گر کچھ دھڑکا اور اندر میشہ رہتا ہے، خواجه اس سے بالکل پاک تھے۔
پہنچنے مشکل ہے کہ ان لائق تایق اور اسائد کی نگرانی میں باپر کے ابتدائی دس میں کوئی
کوئی کتیں تھیں، مگر ترک میں اس نے کلام پاک، سعدی کی گلتان و بستان، فردوسی کی
شانہ نامہ، نظامی اور خسرہ کے تھے، شرف الدین ملی زیدی کی طفہ نامہ اور ابو عمر منبار الجوز جانی
کی طبقات ناصری کا جایجو ذکر ہے، اس نے چاس بلکہ صحیح قیاس ہے کہ خاندانی روایات کے مطابق
یہ کتیں اس کی ابتدائی تعلیم کے دس میں ضرور ہیں، باپر کی مادری زبان تکی تھی، مگر اس نے
کے علاوہ اس نے عربی اور فارسی کی بھی پوری تعلیم پائی، جیسا کہ مندرجہ بالا کتابوں کے نام
سے ظاہر ہے،

باپسن شور کو پہنچا تو آبائی محلت کو علوم و فنون کا گوارہ پایا، سکرپنڈ، فرغانہ، خراسان،
اور خسرو صاحب سرات ارباب فضل و کمال سے پر تھا، باپرنے ان مقامات کے عمل و شمار سے
با اولاد اور بلا واسطہ کسی نکسی طرح سے استفادہ ضرور کیا ہے، پھر ان کے زمانہ میں اس نے مولانا
عبد الرحمن جامی علیہ الرحمہ کی شهرت سنی تھی، اور جب وہ سریر آراے سلطنت ہوا تو مولانا جامی
کا وصال ہرچکا تھا، مگر ان کی ذات سے بڑی عجیبت رکھتا تھا، پرانی ترک میں ان کا ذکر کرنا
یا عثی برکت بھاتا ہے، اس کا خیال ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں علوم ظاہر و باطن میں اپنا نظیر درست

نے ہرگز باپری میں دو دو بہبائی میں اور نہ اپنی پرانی بیوی بیگ کے ذکر کے سینے دیکھو ترک باپری میں دو دو میں، ۲۳۳۱ء

اس کے اشعار بارہ سوی اور نگین ہیں عشق و حال دو نوں ہیں کو راتھا، اس کا دعویٰ یہ تھا کہ
وہ اپنا کلام کبھی جمع نہیں کرتا، شاید یہ دعویٰ بنادی ہر کتنے ہیں کہ اس کا کلام نہیں اس فرنی
نے جمع کیا ہے، غزل کے علاوہ اور عشق میں شرم کم کرتا تھا، جس زمانہ میں خراسان گیا
ہوں، اس زمانہ میں مجھ سے ملا تھا، ایک بنائی تھا، ہر ہی کارہنے والا، اس کے باپ کے ہم
استاد محمد بن (عمار) تھا، اسی مسابقت سے اس نے اپنا تخلص رکھا تھا، اس کی غزوہ
میں رنگ اور عال دو نوں پاتیں ہیں، اس نے دیوان مرتب کر لیا ہے، مژویاں بھی کہی
ہیں، ایک مژوی میوه کے تماز میں لکھی ہے، جس کی بھر تقارب ہے، لغو مژوی ہے، ایک
غمیر مژوی بھر خیفت ہیں ہے، ایک اس سے بڑی مژوی ہے بھر خیفت ہی ہیں، اس مژوی
کو آخر عمر میں پورا کیا ہے، ایک شاعر صرفی بخاری تھا، ایک دیوان
تو اس نے عمومی طرز سے لکھا ہے اور بودھ را تمام اہل عرفت کے واسطے ہے، اس میں ایسی
بہت باندھی ہیں، اس کی کوئی مژوی نہیں ہے، اپنے اس قطعہ میں وہ کہتا ہے:

مژوی گرچہ سنت شرعاً است من غزل فرعون عین می دام

پنج بیتے کو دل پذیر بود بترا ذخیرتین می دام

ایک رسالہ عروض کا نارسی میں بھی لکھا ہے، اشعار اس کے کم ہیں، مگر ایک طرح وہ
پر گوہے، کم تو اس بہتے کوئی کام کی بات نہیں لکھی، اور پر گواں کا ناظم سے کوچھے
ہوتے فقرے، کچھے الفاظ اور اعواب کے ساتھ لکھے ہیں، ایک شاعر عبدالعزیز
مژوی گوجام کاہنے والا مطا کا بجا بجا تھا، یعنی اس کا تخلص تھا، غسر کے مقابلہ میں اس نے
مژویاں لکھی ہیں، ہفت بیکر کے جواب میں تیمور نام لکھا ہے، اس کی مژویوں میں سے
یہی مجنون بہت مشهور مژوی ہے، گوجی شہرت سے ویسی عنده نہیں ہے، ایک یہ حسین ہے

غُرَابِ الصَّفَرِ، قَوْدِ اثْبَابِ، بَيْنِ الْوَسْطِ، فَرَاءُ الدَّكْبِرِ، ان کے علاوہ اور تھانیت بھی ہیں
 جو ان سے کم تر دچکی ہیں۔ مولانا عبد الرحمن جامی کے طرز پر ایک انشا بھی لکھی ہے، جو خطوط
 جن کے نام لکھے تھے، وہ جمع کر لیے ہیں، ایک کتاب میزان الادزان تامن فن عزیز ہیں لکھی
 ہے، اس میں گھڑت بست کی ہے، رباعی کے چھ بیس وزن میں سے چار وزن مغلط لکھتے ہیں،
 بعض بخروں کے وزان میں بھی مغلطی کی ہے، جو شخص اس کو دیکھنے کا جان جائے لگا، ایک بو ان
 نہ رہی میں بھی لکھا ہے، قارئی میں فتنہ شخص ہے، اس کے بعد اشعار برسے ہیں ہیں، گلزار
 گرسے ہوئے ہیں، فتنہ موسيقی میں بھی چھپی ہیں، بعد و نقش اور پیشہ بنائے ہیں
 اہل فضل اور اہل ہنر کا تعداد ان درجی میں شیر بیگ جیسا دوسرا آدمی پیدا ہونا وہ شوار ہے۔
 ایک اور شاعر شفیع بیگ کا ذکر تے ہوئے لکھتا ہے:-

اس نے پہنچا شخص سیلی رکھا تھا، اس نے شیخ سیل شہو، پوگی، قسم ہے شر کتنا حاجس
 میں دزاد نے اتنے خداور معانی ہوں، اس کے اشارے میں سے ایک شعر ہے:-

شب غم گرد باہ، ہم ز جانے برد گرد دل را
 فرو پرد از دہائے سل اگم ربی مکون را

لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ اس شر کو مولانا عبد الرحمن جامی کے سامنے پڑھا، مولانا نے ہنگر
 فرایا کہ صاحب اپ شر کتھے ہیں اآدمی کو دراتے ہیں، اس نے پندیوں ان بھی مرتب
 کیا تھا، اور مٹویاں بھی لکھی ہیں۔

اخصار دیجائز اور جامیت کے ساتھ بابر نے اور شر اپر تجویزیں کی تھیں ان کے نمونے
 بھی ملاحظہ ہوں،

شاعر میں ایک اصلی تھا، وزیر رادہ ہونے کی وجہ سے اس نے پہنچا، صفائی کیا،

دیوان بھی ہے:

ترک بابری بابر نے اسی طرح اور دوسرے شعر اور پر بھی اپنی وقیع رستے کا انظمار کیا ہے، جس کو ہم یاں پر طوات کی غلط نقل کرنے سے گز کرتے ہیں، اس کے علیٰ ذوق میں نہ کوڑہ بالا فضلا کی صحبت اور شعر اور کے مطابعہ کلام سے جو جلا ہوئی اسی کا نتیجہ اس کی ترک بابری ہے جس کا شمار آج بھی دنیا کے بہترین ملکی اور تاریخی سرمایہ میں کیا جاتا ہے، اور ہم اک کے دربار کا لئے ٹبے ذوق و شوق سے اپنی اپنی زبانوں میں اسکے ترجیح کو ہیں، یہ کتاب بابر نے اپنی ماڈری زبان ترکی میں لکھی تھی، گورت کی کسی زمانہ میں اُنہی قسم کی علیٰ زبان نہیں ہی، لیکن بابر نے اپنی غیر معمونی ذہانت اور طباعی سے اس زبان میں بھی ایس سلیس، لطیف اور شفہتی مذہبیان اختیار کیا کہ اس کی کتاب ارباب علم و فن کے لیے جاذب توجہ ہو گئی اور اس کے ترجیح میں پرستے واسطے کو وہی لذت محسوس ہوتی ہے، جو حرف کی جانتے والوں کو حصہ کتب میں ملتی ہو گئی، ابوالفضل مؤلف اکبر نامہ بلاشبہ دنیا کے اعلیٰ اُشائ پروازوں میں ہے، وہ ترک بابری کی نصاحت اور بلاغت کی تعریف ان الفاظ میں کرتا ہے،

”دواخات قودرا از ابتداء سلطنت خود تا عالم از قرار داشت بیارت

فرض و مبنی نوشہ آندہ،

چھراس کتاب کی گوناگون خبریوں میں رطب انسان ہوتا ہے،

دستور امیخت بحث فرمادیاں عالم، دخانیت ددا مرخصی اندیشہای درست

و نگر ہے صحیح برائے تحریت پیران و دلنش آموزان و دوزگار، و آس دستور العمل دولت

و اقبال را بوجب حکم جهان صداع شنست ہی بتاریخ کی دچار اہلی و قیمکر ریات عایت

تھے ترک بابری ص ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹،

تھا ناب پا اس جیسا مہماگی نے دکھا ہو، اس کی علم سماہی کئتے میں گزری عجیب فیض راج،
 نام اور بے بد اُدمی تھا، یا یک طالب محمد پرشی تھا، انگمن کارہنے والا جو داعل پر خان نہیں
 ہے، مگر تعجب ہے کہ تھنا بخشی تھا، اس کے اشعار نہ کوہہ بالا شعراء کے اشعار کے برابر تھے
 فن مہماں اس نے رسالہ کھا ہے، اس کا معاون نہیں ہے، بلکہ خوش صحبت اُدمی تھا،
 کمر قدر میں مجھ سے ملا تھا، یا یک دوست بدی یہ فرقہ کا، ہنسنے والا تھا، تصدیق خاص کہتا تھا،
 ایک آہی تھا، غزل اچھی کہتا تھا، صاحب دیوان تھا، یا یک محمد صالح تھا، اس کی غزوں
 میں پاشنی ہوتی تھی، مگر بندش اس پاشنی کے برابر ہوتی تھی، ترکی میں بھی شتر کہتا تھا،
 اور براہ کہتا تھا، آخر میں شیبانی خان کے پاس آگیا تھا، وہاں صفوی بہت قد رہ گئی تھی
 ترکی زبان میں شیبانی خان کے نام پر ایک مشنوی لکھی ہے، یعنی جنون وزن رمل مدد
 میں جو وزن سمجھے، یہ مشنوی سست اور گری ہوئی ہے..... ایک شاعر شاہ حسین
 کا تھا، اس کے اشعار برسے نہیں ہیں، خون گر تھا، ناپ اس کا دیوان بھی ہو، ایک مشنوی
 بھی اس نے لکھی ہے، ایک بڑا تھا، دیوان کے علاوہ اس کی ایک مشنوی بھی ہے۔
 اگرچہ اس کے اور اشعار ایک انداد کے ہیں، مگر اس مشنوی کا مضمون اور بندش دو پوپ
 خراب ہیں، پچھے شاعر دو نے جو عشقیہ مشیان لکھی ہیں ان میں عاشق کوم دا درستون
 کو عورت باندھا ہے، اس نے ریک فیکر کو عاشق بنایا ہے، اور بادشاہ کو منشوی جو اشعار
 بادشاہ کے اوال اور فمال کے لکھے ہیں، ان میں سرسرخش ہے، اپنی مشنوی لکھنے کے
 ایک بادشاہ کی نیست ایسا لکھا ہے کہ فوہش کی نسبت بھی نہیں لکھا جاتا، اس کا عانفیت
 قوی تھا، چالیس ہزار شریا ہے تھے، کہتے ہیں کہ نگہتین کے اشعار یاد کریے تھے، علم
 عروض و فنا فیر میں اس کی بڑی شہرت تھی، اس کے اشعار برسے نہیں ہیں ماحب

دیکھا اور پایا، اس کو پھریں صفوں میں تحریر کیا ہے، اس ناک کے نامہ صرف حدود اور بعد ازاں بادی، آمدی، فدائی آمدی وغیرہ کا صحیح صحیح مال لکھا ہے۔ بلکہ یہاں کے چھوٹوں، بچھوٹوں، دنتر، پرندوں، بچپناویوں، اور آبی جاتوں کے عادات و خود صفات سے تعلق رکھتے منفرد مطہرات کے قریب کے ہیں کہ موجودہ دور کے ماہرین بنا تات و حیوانات بھی ان سے پیدا فانہ اٹھا کرکے ہیں، ان چیزوں کے تسلیق اپنے مشاہدات کا ذکر کرتے ہیں، اور پھر دوسروں سے جو کچھ تسلیق اس کا بھی تحریر کرتا ہے، آخر میں ان چیزوں کی ترقی کے لیے اپنے ذاتی مشورے بھی پیش کرتا ہے۔

سو اخ بار بولفہ ویم ار سکن میں اس کتاب کی خوبیاں ان الفاظ میں بتائی گئی ہیں، باہر کی ترکی پتی و نعمت کے لحاظ سے عجیب و غریب ہے، جن حالات میں اس نے یہ کلمی وہ اور تجھب خیز ہے، اس میں یہ کتابت اماری فرمائروں کی زندگی کی چیزوں کی تفصیل ہے، اس کی راستے اور اس کے جذبات بالکل فلسفی طور پر نظر آتے ہیں، ان میں کوئی تصعنی اور تحکمت نہیں، ہر چیز صفائی اور سچائی سے لکھی گئی ہے، طرز تحریر سادہ اور مردا نہ ہے، اسی کے ساتھ گفتہ اور دلاؤز بھی ہے، یہ کتاب ایسے شخص کی تصینیف ہے جو غیر محدودی ذہناً اور شاہدہ کی قوت رکھتا ہے، وہ اپنے ہم لوگوں اور معاصروں کے خدوں وال، عادات و اخوار، افعال و اعمال کی تصویر ایسی صفائی کے ساتھ لکھنچا ہے جیسے کوئی کچھ آئینے میں دہا ہے اس لحاظ سے یہ کتاب ایسا کی تاریخی تاییفات میں اپنی شان آپ ہے، ایسا کے عام مورضین اکابر کے اعمال و حرکات کا ذکر تو پر شکوہ ہر قید پر کرتے ہیں، بلکہ ان کے عادات و اخوار کو نظر انداز کر دیتے ہیں، وہ اور دوسرا سے لوگوں کا ذکر مطلق نہیں

از گلگشت بارستان کشیر و کابل مراجعت فرموده پو و میرزا خان غانم خان بن بیرم خاں بظاء
هر جو نمود افیض خاص اخلاقی آن بحوم ترشیه بان رشات سعادت فائز شود و گنج پناہ
او در نظر تجی دستان دانش آشنکار اگر و دله

مکن ہے کہ ترک بابری کی یہ مدح سرافی بابر کے پوتے کے ایک درباری مورخ کی شخص
خواہ پر محول کی جائے، مگر موجودہ دور کے یورپین میسرین اور ناقدین نے اور بھی زیاد تفصیل
کے ساتھ اس کتاب کی تعریف و توصیف کی ہے، حالانکہ وہ مسلسل نوں کے کئی علمی اور تاریخی کارنامہ
کے یہ بچے الفاظ استعمال کرنا پسند نہیں کرتے ہیں، ہنری ایشت لکھتا ہے:-

بابر کی ترک ان سوانح مریم پیون میں ہے جو سبے اچھی اور سبے سچی کی جا سکتی ہیں.....

....یہ کسی طرح سے (Commentaries of Xenophon) سے کچھ بھی کم ہے۔

یہ انگریز اہل قلم آگے چل کر تحریر کرتا ہے:

یہ کتاب صرف آیینی و اخلاقی کے یہ ہم ہے، بلکہ اس میں بہت سی معلومات ریاضی میں
جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ نہنشا (یعنی بابر) کس قدر غیر معمولی و مانع کا آدمی تھا، اور اس کا
مشابہ کتنا توی تھا، موجودہ دور کے سیاحوں نے اعتراف کیا ہے کہ بابر نے کابل، فرغانہ،
اوہ ہندوکش کے شمالی علاقوں سے متعلق جو سیاست قلبند کے میں وہ اپنی صداقت اور
تفصیلات کے باغط سے آج بھی دلپی سے پڑھنے کے لائق ہیں، اور ان میں انداز نہیں
کیا جاسکتا، ہندوستان کی چو تصویر اس نے کھپتی ہے وہ بہت زیادہ توجہ کے قبل ہے
اس ناک میں ۷۵۰ میں وہ فتح کی حیثیت سے داخل ہے، اس نے یہاں جو کچھ

میں ان کا ذکر اس طرح کرتا ہے جیسے وہ ان کے اردوگر، بیٹھا ہو،^{لہ}
 ترجمہ بابری کی متفقہ نسبت اور رہیت کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ نام احمد زبانوں میں سے
 ترجمہ ہوتا ہے، اکبر کے حکم سے عبد الرحیم غازی خانخانان نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا، ایک فرانسیسی
 اہل قوم *M. par le de Courteille* نے اس کو فرانسیسی میں منتقل کیا،
 اور *Sreyden* اور *Mr. H. D. Benneridge* نے اس کو انگریزی جام پہنایا، موخرالذ کرنے اپنے ترجمہ میں اتنے
 مفید و اشیٰ اور تفہیموں کا اعناف کیا ہے کہ بہت کم کتب میں کوئی خوبیاں میسر ہوئی ہوئی، اور اس کی
 اور شیل اکیڈمی نے رویی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے، اروہ قادر میں اس کو مرزا فاضل الدین
 حیدر گورگانی المخلص، فانی نے تبدیل کیا،

بابر کی شاعری | بابر ایک عالیٰ قسم کا ادیب ہونے کے ساتھ ترکی زبان کا ایک بلند پایہ شاعر
 بھی تھا، مرزا حیدر دو علقت مولف افتخاریخ شیخ شیدی کا بیان ہے کہ میر علی شیر سیگ نوائی کے بعد
 ترکی شاعروں میں کوئی اور بابر کا مقابل اور ہمسرہ تھا، فرشتہ رقطراز ہے کہ
 د علم موسيقى و شعر دانتا، و المانظير نداشت^{لہ}

اکبر نامہ میں ہے:

آن حضرت را در ظلم و نشر پایه عالی بود، خصوصاً در ظلم ترکی، و دیوان ترکی آن حضرت در شاعر
 فضاحت و عذبت واقع شد، و معاہم تمازہ دہ آں مندرجست^{لہ}

بابر کا ایک دیوان شاہی کتب خانہ را پیوں میں موجود ہے، اس دیوان کے ملاؤہ اس نے

لہ المنشی، تاریخ ہندوستان ۲ ص ۱۱۹-۱۲۴

تھہ تاریخ فرشتہ ۷ ص ۱۱۸-۱۱۹ تھہ اکبر نامہ مرح اس

ہیں، لیکن با بابر فرد کی شکل و صورت، پوشش، طرز اور طریقے اس خوبی اور سچائی کے ساتھ
یہاں کرتا ہے کہ ہم اپنے کو ان شفیعی عکس کے درمیان کھڑا پاتے ہیں، اور ان کی تمام سیرت
نظرور کے سامنے آ جاتی ہے۔

ایس۔ ایم۔ اڈورڈس نے باہر نامہ کو *Augustine Confession* اور دسویں
اوگسٹین اور نیوٹن کی *Memoirs* کے ہم پل قرار دیا ہے۔
اس کا خیال ہے کہ اس کتاب شروع سے آخوندگی تھی، صداقت اور استیازی پر مشتمل ہے، اس
عہد کے مشرقی اہل قلم زیادہ تر مرصع، سچی اور پر تکلف عبارت لکھنے کے عادی تھے، لیکن با بابر نے
پرانی سادہ نظرت کے خاتمے سادہ طرز تحریر بھی اختیار کیا۔ اس کا ذہنی کمال یہ ہے کہ وہ چند
الغاظ میں کسی شفیع کی سیرت کا مکمل نقشہ کھینچ دیتا ہے، ہرات کے سلطان حسین مرزا، بھرمطان
مرزا، اور اپنے باپ کے دبباری اہم اکیڈمی ٹکنیکال پوری پیش کی ہے وہ بہت بھی خوب اور تابل تحریر ہے؛
ایک اور ناجائز اہل قلم لکھتا ہے کہ باہر نامہ پڑھنے کے بعد غیر ارادی طور پر محوس ہوتا ہے کہ بابر
کا سینہ جست شفقت اور اُنس سے بریز تھا، اس کی زندگی میں بڑے بڑے انقلابات ہوئے
اس نے عسرت میں بھی دن گزارے، اور شان و شوکت کے ساتھ ہی تخت پر جبوہ افرزوں بھی
ہوا، مگر اس کے طبعی ذوق میں تبدیلی کسی حال میں نہیں ہوئی، دببار کی پڑکوہ اور ایش میں بھی اپنے
پچھن کے ساتھ ہوں گوئیں بھولا، ان میں سے بعض کو یاد کر کے اٹکبار بھی ہوا، ان کی یادوں کا جو
اکثر دیا کرتا تھا، ان کے ساتھ پچھن میں جو کھل کھلتا تھا، یا جو پر لطف مجلسیں ہوتی تھیں، ان کو بار
بار اپنی تحریروں میں دھرا تا ہے، وہ اپنی ماں اور گھر کی خورنوں سے دور رہنے کے باوجود اپنی ترک

Life of Baber by V. Maxime

Baber: Diarist and Despot by S. N. Gupte

بابر نے رسائل عوض کے نام سے ترکی شاعری کے عوض پر بھی ایک کتاب لکھی۔ اسکا
سنہ تایف شاید سوچا ہے۔

بابر نے اپنے آثارت کا انہمار فارسی، شعرا میں بھی کیا ہے، مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔ پر بھی
جو کچھ ہیں ان کو اساسنہ فن نے نہ گناہ تھیں۔ سے دیکھا ہے، ابو الفضل نے اکبر نامہ میں لکھا ہے کہ
تھیں زبان فارسی نیز اشعار و لپڑی دارند" (جلد اول ص ۱۱۵)، مذکور باہری اور دوسری کتابوں میں
جو اس کے فارسی اشعار ہے یہیں ان کو ہم پڑیں تا ظرین کرتے ہیں،

۱۵ شانہ میں بابر نے اپنے ہم مجلس خواجہ کلاں کو بیکر کے قلم کی نگرانی کے لیے بیچ دیا، اسکی
جدائی سے پریشان ہوا تو اس کے جانے کے دو ایک روز بعد یہ قطعہ لکھ کر اس کے پاس بھجا،

قرارِ عمد بیان این چنی بنو دمرا گزیہ ہجر و مر اگرد بے قرار اگز

پ عشوہ میں زمانہ چارہ ساز کس بجور کرد جسد ایسا راز پارہ خز

قطع بیکر کے نام کی رہائی سے آخشر میں لفظ بوجرنے قطعہ کو پر لطف بنا دیا ہے،

پانی پت کی رثائی کے موقع پر بارہ غیر ملکی احوال سے پریشان تھا، جنہی حریثت کی جسمی زبان

سے اس کے ساتھی بھی کچھ بدلتے۔ مجھر کر اس نے ایک شعر کہا

شدہ جسے دبودھ جمع پریشان گرفتار قوے و قوئے عجائب

بیان کے قلم کی تحریر کے موقع پر بابر نے اس کے حاکم نظام خان کو وعدہ وعید کے فرمان

بھیجے، اور اس فرمان پر فی الید یہ قطعہ بھی لکھ بھی جس میں بیان اور بیان کی، عایت فاطمی ملاحظہ

بترک سینے مکن اے میر بیان اے چالا کی دمرداں گی ترک عیان است

گرز و دینی و نصیحت ن کنی گوش آنجا کر عیان است چ حاجت بیان است

شیخ زین کی زبان میں ایک مشنی مبین بھی اپنے رذک کے کامران کے لیے لکھی جس میں نہیں فقی اور
اخلاقی سائل پر دو ہزار اشعار ہیں، اسی لیے یہ در غیر مبین اور فقط بابری کے نام سے بھی موسوم ہے۔
اس کی ایک شرح بھی شیخ زین نے لکھی تھی، بابری منظوم تایفات میں ایک رسالہ والدیہ
بھی ہے ایک رسالہ اس کے استاد اور مرشد خواجہ علیہ اللہ الحمد و سلطان کی تصنیف ہے، بابر نے ترکی اس
اس کا منظوم ترجمہ کیا، جن حالات میں اس نے یہ رسالہ ہند وستان کے قیام کے زمانہ ۹۲۵ھ میں
ترجمہ کیا ہے وہ خود اس کی زبان سے سننے کے لائق ہے۔

جد کے دن تیسیوں تاریخ حرم میں ایسی حادث معلوم ہوئی کہ بعد ازاں مسجد میں شکل
سے پڑھی گئی، نظر کے بعد اعتماد طاکت بغاۃ میں گیا، بہت دیر تکنیں بھی رہی، دوسرے دن
ہفتہ کو بخار ہوا، کچھ جاڑا بھی چڑھا، سنتیہ ستائیں میں صفر کی رات کو دل میں آیا کہ خواجہ علیہ
کے رسالہ والدیہ کو نظم کروں، حضرت خواجہ گی روشن سے بتھی ہوا، اور دل میں دمکی کو نظم
آنحضرت کو میتوں ہوا، اس کے قبول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح قصیدہ پر ده مقبول
ہوا، اور اس کا کتنے والا مرض فانج سے اچھا ہو گی، اسی طرح میں بھی تسدیق
پہنچا دوں، اسی نیت سے وزن رمل، مسدس عبنون و صرب کی، تیر کبھی مجنون مددوت
میں جس میں مولانا عبدالرحمٰن جامی کا سمجھ بھی ہے، رسالہ نظم کرنا شروع کی، اسی رات میں
تیرہ شرک کھڑا لے، بطریق الرزوم ہر دن دس میتوں سے کم: لکھیں، شاید کوئی دن ناخواجہ
اگلے سال بھی ادکنی بار اور بھی ایسا بخار کم سے کم چالیس دن تک، ہا ہے، خدا کی عنایت
اور حضرت خواجہ کی برکت سے جبرات کے دن، تیسیوں کو فدا فاقہ پڑ گی، اور پھر محنت ہو گئی
ہفتہ کے دن بیس الاولی کی خوار ہوئی تاریخ نظم تمام ہو گئی، ایک دن با دون شر چڑھے۔

دور است مگوی شاہی از درد یست
شاہم دلے بندہ در و پیش نیم
در ویشوں سے بابر کی یہ عجیدت اس ذرق و تصوف کی بن پر تھی جو اس نے اپنے مرشد
حضرت خواجہ عبد اللہ کی صحت میں مالک کیا، چنانچہ شیخ کے وصال کے بعد شیخ کا تصور کر کے
کہتا ہے :-

دہ ہوا نہن مگرہ عمر نایع کر ڈیم
پیش اہل اللہ زاد فعال خود شرمندیم
یک نظر بامحصان خستہ دل فرا کرما
خواجی راماندہ ایم و خواجی رابنڈیم
حسب ذیل دو شعر میں بابر یا تو اپنے مرشد کی طرف سے مذکورہ بیانات کا جواب دیتا
ہے یا اپنے شیخ کو چھ مخاطب کرتا ہے،

اخلاص و عقیدہ تو روشن شدہ است

حالات و طریقہ ات میر ہن شدہ است

دل خواہ تو ترسیت معین شدہ است

تذکرہ مرأۃ الْخَیَال (ص ۵۸) میں بابر کی یہ غزل منقول ہے

در دو رماز کہنہ سواراں کیمے است

ایں سلطنت کر مازگد ایشیش یا فتم

داراند اشت ہر گز و کاؤں رلکے است

کرنگو شہاش دو دو دل خلق درپے است

دارد بز لعف او دل زنار بندہ ما

بابر سیدنا لالہ زارت گبوش یار

محنوں و قوف یافت کیلی دینے است

بابر نے اپنی ایک بزم ادب کی بہت ہی چھپ اور سبق آموز تصویر کھینچی ہے،

ناز سے پہلے یہ سر امیں آئے، افتاب نخلے مشکرو دلے سیر کرتے ہوئے آئے شروع

۲۵۹ میں بابر نے چندری فتح کی، تو اس فتح کی تاریخ کا وادہ فتح دلنجلا بابر نے اس کو
یوں موزوں کی۔

برد چند سے مفت م خندیری ۱ پونز کفار وادھ سرپی غرب
فتح کر دم بی حرب قلعہ داد ۲ گشت آمدیخ فتح دار الحرب
تذکر بابری میں جا بجا ایے فارسی شمار میں جن پر گمان ہوتا ہے کہ وہ بابری کے ہیں مگر ان
پر کامل وثوق نہیں، اس میں ان کو بیان نقل کرنے سے ہم گریز کرتے ہیں تاریخ فتنہ میں ہے
کہ بابر نے کابل میں ایک مرغزاریں پختہ کا ایک حوض کھود دیا تھا، بیان اپنے خوش طبع و دستور
کے ساتھ میش و عشرت کی زیم منعقد کرتا تھا، اسی مناسبت سے ایک شعر کہکھر جو عن پر کندہ کرائے
جاتا ہے، وہ شعر ہے:

نور و زر و نوبهار م د دبیر خوش است
بابر ب عیش کوش کر عالم د دبارہ نیست
ی شمر آج بھی پر کیفت محسوس میں پڑھا جاتا ہے، تاریخ فتنہ میں بابر کا یہ شعر بھی منقول ہے:
بان اسے ہما سے کرب طویل خلت نزدیک شد کہ زارع برد استخوان بن
ابوالفضل کو بابر کے یہ دو مطلع بہت پسند تھے،
ہلاک میکند م نرق تردا نستم ۱۱، د گرنا رفق ان ازیں شہرمی قوانستم
تابزادن سیسش دل بستم ۱۲، از پریش بنی عالم رستم
اگرنا میں بابر کی یہ ربانی بھی منقول ہے:
دو دیشان را گرد ز خویشا نیم یک ازوں و عان معتقد ایشانیم

لئے تذکر بابری ادد تو جہر میں ۳۲۸، ۳۲۷، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲ میں گئے فتنہ تھے، اسیں ۱۱، ۱۲،

شکل تھی، اسی خط میں ایک کام بجید لکھ کر مخطوبہ بجا منتخب انتخاب اسے تاریخ میں ہے:-

دعا جملہ غریب و خستہ عات ہ ان شاہ منقرت پناہی خط با بر سیت کر صحنی

بدان خط فوشنہ و بکر مخطوبہ فرستاد ہے

تذکرہ بابری میں اس خط کا جا بجا دکھرے کر ضرور ہے، مگر کیس اس کی تفصیل نہیں، بابر نے اس خط کو متعدد میں ایجاد کی، مگر اس کا لکھنا آسان رہتا، اس نے مصروف نہ ہوا، بلکہ دیوبندی نکھتے ہیں کہ عتمد اکبری میں یہ خط مفتوح ہو چکا تھا، مگر خوشبو نیسی کے اساتذہ اس خط میں لکھنا کمال فن بھتے تھے، اکبر کے دور حکومت میں میر عبد الحمی شمشادی اس خط کا بامکال استاد تھا، بابر کے دبار میں آپ کا ہے، ان کے علاوہ اس کے دربار میں ممتاز فضلا، و شعرا، کی بھی ایک جماعت تھی، جو برابر اس کی میستی میں بہتی تھی، ان میں سے بعض کے مختصر حالات ہم یہاں پر درج کرتے ہیں،

یَرْشَحُ زَيْنُ الدِّينِ۔ عصر کے محمدہ پر فائز تھے، محققہات و منقولات میں اچھی و تکلف کئے تھے، اور شاعر بھی، واقعات بابری کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا، بابر ان کی فارسی اشعار پر دعا زی کا معرفت تھا، اس نے جب راناس بھکار پر فتح پائی تو اس خوشی میں مسلمانوں سے مصروف لینا معاف کر دیا، اس کے لیے شیخ زین ہی نے فرمان لکھا، جو تمام قلمروں میں بھی گی، اس فتح پر بابر نے شیخ زین سے ایک فتح مرتبی لکھایا، اس سے بابر کی فوج کی کیفیت، ہندوؤں کے شکری صالت، اور دلوں کی صفت آرائی اور سرکرد آرائی کے طریقے مغل طور سے معلوم ہوتے ہیں، بابر نے دلوں فرماں کو اپنی تذکرہ میں شامل کر دیا ہے، شیخ زین نے بابر کی شوہنی میں

لے منتخب انتخاب اسے تاریخ مولف عباد القادر بدایوںی جلد اول ص ۲۳۳، گہ ایٹھا جلد سوم ص ۲۴۳،

ہوئے یہ لوگ دور داڑ سے فرقی اریت میں ٹھیرے ہوئے تھے، مگر ہم کو ڈکھانی دیے جائے
یہ لکڑہ، لوگ تھے جو شر کرتے تھے، بیسے شخ ابوالوحید، شخ زین طالقی خاں، تزویہ بیگ
اور خاکار وغیرہ، اثناء صحبت میں محمد صالح کا یہ شر ڈھاگی۔

محبوبی ہر عشہ گرسے راچ کن کس بائیک تو باشی و گرسے، راچ کن کس
فرایش کی کہ اس زین میں کچھ شر کم، شاعراً دموزوں طب نکل کرنے لگے، خالی خان سے
بہت ہنسی کھلی ہوتی تھی، ہنسی سے میں نے فی البدیہ شر کہا ہے
مانند تومہر ہوش گرسے راچ کن کس نرگوکے مادہ خرسے راچ کن کس
پڑا اس سے جو کچھ اچا برا کہتے ہاں ہر لفڑ کرنے کا اتفاق ہوتا تھا تو کچھ بیا جاتا تھا جبکہ
بیسین کو نظم کرنے لگا تو دل میں آیا کہیں: بنا سے یہ پاک اتفاق نہیں حیث ہے کہ اس سے
بیسونہ لفظ بھی نکلیں، اور جس دل میں ایسے مقدس معنایں کھلیں، فوس ہے کہ اس
میں ایسے ناپاک خیال بھی پیدا ہوں، اسی دون سے ہر لفڑ کہتا تھا کہ کر دیا تھا، اس شر کے
کتے وقت اصل خیال ترہا، دو ایک، دو زکے بعد کبرام میں اگر مجھے جاڑ سے بخار چڑھا،
کھانسی بھی جو گئی، اور کھنکار میں خون آنے لگا، اب میں کچھ کریں تباہ کس طرف سے ہے اور
یہ تباہی کیوں ہے، *فَمَنْ تَكَثَّفَ فَإِنَّمَا يَنْتَكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ*، *وَمَنْ أَوْفَ فِي مَا عَاهَدَ فَلَعْنَاهُ فِيْوَيْسِهِ*
أَجْرًا عَظِيمًا..... میں نے بار دگر تو پہ کی اور اس نالائق طرز سے دل ہایا،
چیز ہے کہ کسی گنگا بندہ کے دل میں ایسے خیال کا پیدا ہونا ایک بڑی دولت ہے، جو
خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے، جو بندہ اس طرح متبرہ ہو جائے وہ اس کو سعادت
خاطئی سمجھے، (ص ۵۴، ۲۵۳)

خطا پاہری | باہر تے اپنی جودت طبع سے ایک خاص قسم کا خط اختراع کی، جو شاید خطاب نہیں کیے

یہ تمام اربابِ کمال بابر کی علم فوازی کا عال منکر خراسان ہڑات اور دوسری چکوں سے ہندوستان آئے تھے، بابر بھی ان کی پذریائی اور سرپرستی پورے شاہزادہ انداز سے کرتا تھا، ۱۵۲۹ء میں گواہیار کی نعم میں سخت بیمار ہو گیا، بیماری سے شفایا پی تو ایک جشن عشرت منعقد کی، اس جشن میں تمام اپنی قریبی شاہزادے اور ہندو بھی شرکیں ہوئے، بابر نے ان سب کو فراز و کے پڑے بھر بھر کر چاندی اور سوتا دیا، اس موقع پر بھی سادات اور علماء، کوفہ، موش زکی، اس جشن کا ذکر کرنے ہوئے فرشتہ لکھا ہے:-

دوسرے حصہ اروں اور سادات کو بھی اپنی جشن سے فیض پہنچایا، خوند میر مولود

حیب المیر اور مولانا شاہ الدین سماعیلی اور هزار ایکم قافی فتوی جو اپنے فن کے بے غیر

اتا دیتے، اور ہڑات سے ہندوستان میں تمازوہ وارد ہوئے تھے، اس جشن عشرت میں بادشاہ

گی ماڑست سے سرفراز ہو گر شاہی فواز شوں سے مالا مال کئے گئے، اور جملہ مفتر بوبن میں

داخل ہوتے، (ج ۱ ص ۲۱۰)

اخوند میر کا ذکر آگئے ہے گا،

کتب خانہ بابری رحمہ
سخنوار سخنوار
ملہ، رخچے فرشتہ
ج سخنوار،

بابر سفر و رحلہ حضر و نوں میں کتب خانہ ساختہ رکھتا تھا، ۱۵۲۹ء میں بابر ہندوستان پر حملہ اور ہزار تو لا ہزار کے پاس فازی خان سے متقدم ہوا، فازی خان کو شکست ہوئی، تو بابر اس کے قلعہ میں داخل ہوا، جہاں اس کو بے شار دولت ملی، لیکن بابر کے یہ ربے قیمتی سرما یہ فازی خان کا کتب خانہ تھا، فازی خان پڑا علم دوست تھا، جید عالم ہونے کے علاوہ خانعی کو بھی اعلیٰ مذاق رکھتا تھا، اس نے ہر قسم کی عمدہ اور خوش خان لکھی ہوئی تھتیں اپنے بخت بخانے میں جنم کر کرچی تھیں، بابر نے ان کتابوں میں سے کچھ اپنے یہی مخصوص کر لیں، کچھ شہزادہ ہماں کو دیکھ کر کچھ شہزادہ کا مران کے لیے کابل رواد کیں، تھے

کی ایک شرح بھی لکھی۔ بابر کی فتح ہندوستان کے متعلق ایک تاریخ بھی قلمبند کی، دفاتری تخلص رکھتے تھے، منتخب التواریخ میں ان کے اشعار درج ہیں جن میں دور باغیاں یہ ہیں،

آرمیدی بر قیام و ریسیدی ازما^{۱۱} ماچ کردیم و چو دیدی چھ شنیدی ازما
بہ حال بدن ما حاجت بیدا د بندو^{۱۲} می سپر دیم اگر می طلبیدی ازما
غم گریساں گیر شد سرد گریساں چوں کشم^{۱۳} شوق دا ملکیر آمد پا بدانان چوں کشم
اسے گریساں نہم ز شوقت پارا دا من جاک چا^{۱۴} بے تو پا د دامن و سرد گریساں جوں کشم
بابر کی وفات سے تین سال پہلے ۷۹۶ھ میں بعاصم اکبر آباد عالم جاوہ افغانی کو سعد حارثے،
وہاں ایک مدرسہ قائم کیا تھا، اسی کے احاطہ میں وفن کیے گئے، ملابد ایونی لکھتے ہیں کہ
صاحب گلابت صوری و منوی بود و در حماد تاریخ و در بدیں یافت و شرو سارہ جزیا
نظم و نثر و انش و بے قریبہ زبان خوب بولے۔

بابر کے دوبار کے ممتاز فضلا میں مولانا پھانی بھی تھے، ایک منوی محzen کی زین میں
ملکر بیر کی خدمت میں پیش کی۔

مولانا شہاب الدین علم و فضل، شرگونی شخصیت، معاگوئی میں ملندا پایہ رکھتے تھے،
اور حدیث پر ان کی نظر و سمع تھی، شاعر بھی تھے، تخلص تحریر تھا، شاعری کے کچھ نوئے منتخب التواریخ
(مولفہ عبدال قادر بدایونی) کی جلد اول (ص ۳۴۲، ۳۴۳) میں ملیں گے، ۷۹۶ھ میں وفات پائی، میر
اکخند نے شہاب الثقب سے تاریخ وفات نگاری ہے۔

شاعروں میں شیخ ابوالوجہ فارغی، سلطان محمد کوسر، سرخ و داگی، شیخ جمالی، کمنڈ مشت تھے،
اطبار میں میر ابوالبتا، مولانا یوسفی اور خواجہ نظام الدین علی فدیقہ اپنے علم کے نیے مشہور تھے،

لئے منتخب التواریخ ۱ ص ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، میر کوہی صبح گلشن مولفہ نواب ریڈ گھن نان میں^{۱۵} ۳۷، اکبر نام درج ۱ ص ۱۱۹، ۱۲۰

بابر نامہ کے مطابع سے پڑھنے بے کبار بگی تالیفات اس کی اولاد کے زیر مطابع رہیں، نکر
چکا ہے کہ بابر نے پنی مشوی بین کام ان کی تعلیم کی غرض سے لکھی تھی، بظاہر کوئی وجہ نہیں دیکھ
ہوتی ہے کہ ہمایوں کو بھی جو کام ان سے صرف یک یادو سال علم میں پڑھتا، اس مشوی کے ذریعہ
سے مذہب و اخلاق کا درس ڈیا گیا ہو، تمام مورخین اس پتطفق میں کہ مذہب و اخلاق میں ہمایوں
کی تربیت عالیٰ قسم کی ہوئی تھی، وہ صوم و صلوٰۃ کا سخت پابند تھا، کبھی وہ قسم نہ کھاتا اور نہ کبھی فحش
لطف زبان پر لاتا تھا، کسی سے بہت خلگیں ہوتا تو صرف لفظ سننے کہ دیتا، معمولی احکام شرعی پر اس
سخن سے عمل کرتا کہ مسجد میں کبھی پہنچ بیان پاؤں اندر نہ رکھا، اور حسین ادب بیان تک تھا
کہ بنے و صونے والے عز و جل کا نام کبھی نہیں یا، ممکن ہے کہ یہ مذہبی اور اخلاقی جلا باپ ہی کی
تربیت اور اس کی تالیف کردہ مشوی کے ذریعہ سے پیدا ہوئی ہو،

باوشاہ بنکر ہمایوں نے عالیٰ مذاق کا ثبوت دیا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی تعلیم
ویسی ہی ہوئی تھی جو ایک شہزادوہ کے یہے ضروری ہوتی ہے، تمام حاضر مورخین اس کو ایک
بلند پایہ شاعر اور علم ریاضی و مہندیت کا باہر و عالم بتاتے ہیں،

ہمایوں کی سخن سخنی دسخن فرمی اس کے عالیٰ مذاق کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ اس کی تمام زندگی جنگ
جدل میں گذری، پھر بھی فرست کے اوقات میں شروع کا شنڈل جاری رکھا، گواں اس کی مادری
زبان ترکی تھی، مگر اس نے اشعار فارسی ہی میں سوزوں کئے، اس کے ذوق شروع شاعری کی کچھ
مشائیں ملاحظہ ہوں۔

ہمایوں جب شیرخان سے شکست کی کر بے وفا بھائیوں کی مدد حاصل کرنے کے لیے لاہور
پہنچا، تو مزرا کامران نے بظاہر موافقت اور درپرداز فناافت کی، شیرخان آگے گئے بڑھتا چلا اور ہم
تھے بدایونی نے اس ۳۶۸،

ہمایوں

ہمایوں شانہ مادہ دیقعدہ میں کابل میں پیدا ہوا ہے وہ زمانہ تاجب کہ بابر اپنی قوت
و اقتدار کی خاطر ایک مقام سے دوسرے مقام کو پریشان حال پھر رہا تھا، کبھی باپ کی ترکہ
ملکت سے محروم ہو کر پہاڑوں کی برفانی چٹانوں پر اپنی جان بچانے کے لیے جاگئے نظر آتا
ہے کبھی برف کاٹ کر فوج کے لیے راستہ بناتا ہوا دکھائی دیتا ہے، کبھی اپنی جودت جھانگیری
سے کابل کا بادشاہ بن سیحتا ہے، تو کبھی غزیروں اور دوستوں کی کج ادائیوں سے اشی شر
کی گلیوں میں پرہنہ پا چھڑا دکھائی دیتا ہے،

ظاہر ہے کہ ایسی عالت میں وہ اپنی اولاد کی تعلیم خاطر خواہ نہ دلا سکا ہو گا، پھر بھی
یعیب بات نظر آتی ہے، کہ اس کی تمام اولاد علم وہنر سے بالا مل تھی، جیسا کہ تو گزر کرائیگا،
ہمایوں کی تعلیم و تربیت [ہمایوں کی تعلیم و تربیت کے تعلق کوی متقل بیان موجود نہیں] اس
کی پیدائش کے تھوڑے دنوں کے بعد تر زک بابری کی تحریر کچھ عرصہ تک بند رہتی ہے،
جو ہمایوں کی طفولیت اور تعلیم و تربیت کا زمانہ ہے، اس نے بار اس کے متلقی کئے
سے تاثر رہا، تاریخوں سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ہمایوں جب چار سال چار ہفتہ اور
چار دو زک کا ہوا تو رسم مکتب کی تقریب ادا کی گئی، اس کے اتنا یق خواہ کہاں اور شیخ زین الدین
رسے، جو بابر کے درباری امراء میں سے تھے، اس کی تعلیم کے تفصیلی حالات کمیں نہیں لئے جائیں

مبارک نزے کاں خانہ را ہے پنین شاہ
ہایوں کشورے کاں مدعا شاہ چین شاہ

جب وہ اس شعر پہنچا،

زیج و راحت گئی مرجان دل شو خرم
کرائیں جہاں گاہے خاں گاہ چین شاہ

تو ہایوں کے دل پر ایک سخت چوت لگی اور اس کی آنکھوں سے بے اختیار آنونکل پڑے۔

ہایوں نے جب ن۵۵ء میں ایران کی طرف رخ کیا تو شاد طہا سپ صفوی کو

ایک رقم لکھا جس میں یہ اشعار پر قلم کئے۔

خسر و اندریست تاعنی عالی ہستم
قدر قاف فاععت راشمن کردہ است

روزگار سخنے گند نای جو فردش
طوطی طبع مرائقن بار زدن کردہ است

دشمن شیریست اما پشت بر من کردہ بود
ابن زماں از صفت طالب ری بر من کردہ است

التماس از شنا و آن درم کربا من آن کند
انچہ با مسلمان علی دو شت اذن کردہ است

اس کے ساتھ یہ رباعی بھی تھی

ام شاہ جہاں کرنڈلک پائی تست
در دست ولاست ہمدر سرای تست

شاہان جہاں جملہ ہمای طبیعہ
بلگر ہما چکو ن در سای تست

شاہ ایران نے اس کے جواب میں یہ شعر لکھ بھیا۔

ہما اور ح سعادت بد ام ما فتد
اگر تر اگذر سے بر تھام فافتہ

لہ ما شر حمیج اص ۴۸۵، کلکتہ، اکنہ مساج اص ۴۷۰، بھکال اشیاگ سلائی، تہ دوز روشن دوونگ دا ب

صدیق حن میں یہ صرع اطراف دیجے ہے، میں زماں انبان اخانی ری بر من کردہ است تہ فزن المترتب ع دوام است دعا

رشاہنش کر با من آن کند۔ تہ مخزن المترتب ارجن، بایو فی، ح ۱۰۱ ص ۵۵،

کامان نے اس کا مقابلہ کرنے کے بجائے خفیہ طور پر اس سے سازش کر لی، کشیر خان پنجاب لیکر اسے کابل، قندھار، اور غزنی کا تہماں لاٹک چھوڑ دے، اور ظاہر ہمایوں سے شیر خان کے خلاف جنگ کرنے کی تدبیروں کے تعلق مشورے کرتا رہا، یہاں تک کہ شیر خان بہت ہی قریب پہنچ گی، اور ہمایوں کے پاس اپنا ایک قاصد بھیجا، مزرا کامان نے شیر شاہ کے قاصد کا پر جوش استقبال کیا۔ اور اس کی آمد میں ڈراجشن منایا، ہمایوں نے اس موقع پر ایک ربانی کی،

دو آئینہ گرچہ خود منافی باشد پیوستہ زخوت سن جدائی باشد

خود را بتانی بغزوہ دین عجب است دیں بوا نجی کا رفتادی باشد

اور اس کو مزرا کامان کے پاس بھجو یا بلکہ دن یغم کا خیال ہو کہ ہمایوں نے کامان کے پاس دُربا نہیں بھی، بلکہ قاصد کے ذریعہ سے شیر خان کے پاس ارسال کی۔

ہمایوں شیر خان سے ہمیت اٹھانے کے بعد پریشان حال پھر رہا تھا، کہ پرانی پہاڑہ فوج کے ساتھ صسلی پہنچا، وہاں کے بیان میں پانی کی کمی کی وجہ سے شکری پیاس سے مرنے لگے، مشکل ریک کنوں نظر آیا، مگر اس کنوئیں پر پانی کے یہ شکریوں میں ایسا جگہ ہوا کہ بہت سے فوجی کنوئیں من گر کر ہلاک ہو گئے، ہمایوں نے اسی وقت یہ شعر کہا

چنان زد چاکا گر گردوں بس در دمنداں را کرنے دست آستینی یا بد و نے مگر بیان ۷۵
ہمایوں ایسے موقعوں پر بہت متاثر ہو کر اشار کرتا تھا، اور جب کبھی اپنے حال کے موافق کوئی شرمنتا تو بے اختیار ہو جاتا تھا، جب ہندوستان کا تخت و تاج کھو کر شاہ طہا پ کی دتو پر ایران چاہا تھا تو ہرات میں سلطان محمد مزرا اس کا استقبال کیا، اور خاص طور پر بن شاہانہ مرتب کیا، اور برقا قا نے جو خزان کا مشور گویا تھا! ایک غزل گاہ انشروع کیا جس کا مطلع یہ تھا،

ہمایوں کی قسمت نے جب ایک بار پھر ساتھ دیا تو وہ از سر فوج ترتیب دے رکا مر ان
کے خلاف قندھار پر حملہ اور ہوا، اس وقت ہمایوں کا فرقہ بیرم خان قلعہ قندھار کے محاصرہ میں
ساتھ تھا، قلعہ قندھار بست ہی تھا، اس کی دیوار کا بعض سات گز تھا، اس کو تیز کرنا آسان نہ تھا،
یعنی بیرم خان کی پسگری اور جوانمردی سے آخر میں یہ فتح ہوا، ہمایوں نے اس سرت میں ایک
نظم کی اور بیرم خان کے پاس بیچھا دی، وہ نظم حسب ذیل ہے۔

باز فتحے ز غیب روئے نمود	کردل دوستان اذان بکشود
شکر اندک کہا ز شاد ایتم	برد خیار دوست خن دیتم
دوستان را بکام دل دیتم	میوہ باع فتح را چیدیم
روز نوروز بیرم است امر و ز	دل احباب بے غم امت امر و ز
شاد بادا ہمیشہ خاطر یار	غم ز گرود گردو دیار دیار
حمد اسباب عیش آمده است	دل بگر و چالست افتاده است
گوش خرم شود ز گفتار است	دیده روشن شود ز دیدارت
دیرم حنور شاد بیم	پنیتم خرم د بے عزم
بعد اذیں نکر کار ہمند کنیم	عزم تحریر ملک سند کنیم

ہمایوں نے اس مشتوفی کے عاشیہ پر حسب ذیل رباعی بھی لکھی،

اے آنکہ ایں خاطر محرومی	چوں طبع لطیف خوشتن موزو نی
بے یاد تو من نیم ز مانے ہر گز	اما تو بسیاد سن محزم چونی

بیرم خان نے اس کے جواب میں یہ لکھ بیجا،

مطابق ایونی لکھتے ہیں کہ ہمایوں جب ایران پہنچا تو اس نے شاہ ایران کو ایک رباعی بھر کی عصیجی، جس کا ایک شتر شاید شاہ ایران کے مذکورہ بالاشور کا جواب تھا،

شاہ اس ہر سایہ ہما می فوہنہ بنگر کر ہما آمدہ در سایہ تو لے

شاہ طهماسب نے ہمایوں کا پروجش خیر مقدم کی اور بھائی بن کر اپنے یہاں رکھا، مگر یہ تو اور دوبار یوں کوئی بات ناگوار لگز رہی، اور رفتہ رفتہ شاہ کے ہان بھر کے ہمایوں کو اس سے بُرشہ کر دیا، ہمایوں مصیبت کا مارا تھا، بیرم خاں کی صلاح کے موافق احتیاط کو نظر رکھا، اسی دو ران میں شاہ طهماسب کی بہن سلطاناں ملکم اور قاضی ہمان قزوینی اور علیم فرد الدین ایسے حاشیہ نشیوں نے باہم یک رائے ہو کر یہ کوشش شروع کی کہ شاہ کے دل سے خبار کدو رت دو رہو جائے، چنانچہ ایک روز سلطاناں ملکم نے ہمایوں کی یہ رباعی پڑھ کر شافی،

بستیم ز جاں بستندہ اولادی بستیم ہمیشہ شد بایاد عسکری

چوں سردار لایت ز علی ظہر شد کردیم ہمیشہ و دخود ناد عسکری

شاہ طهماسب اس رباعی کو سن کر بے حد خوش ہوا، اور ہمایوں کی جانب سے اس کے دل کی کدو رت جاتی رہی،

اسی غریب الوضعی کے زمانہ میں ہمایوں نے تبریز کی سیر کی، عجمد ماصلی کے ہنار قدیمه اور سیر گاہیں دیکھیں، ان کو دیکھ کر دنیا کی بے شناختی کا نقشہ اس کی نظروں کے سامنے پھر گی، اور اس وقت یہ رباعی پڑھی،

افوس کسر باری بکت بیرونی شد در دست اجل بے جگہ خوش

کس ناما ز اس جاں کرتا پر حمادو کا حوال سفران عالم چو شد

برابر گرم رہتیں۔ ہمایوں کی نکتہ بخی وقت نظر اور معافی آفرینی کی جلاں صحبتوں میں خوب ہری
جس کے باعث وہ اکثر استاذ کے کلام میں بلا تکلف اصلاحیں دیتا تھا، ایک بار ملا ماحیرتی
نے اس کے ساتھ یہ شعر پڑھا،

بچو پروانہ بشمے سرو کار است مر
پس اگر پیشِ ردم بال و پرمی نزو

ہمایوں نے دوسرے مصرع میں یہ اصلاح دی،

می روم پیشِ اگر بال و پرمی سوزد

ملا ماحیرتی اس اصلاح سے بہت مخطوظ ہوئے،

جاہی تیمان نے شاہ محمد خاں شاپور والی کابل سے ناراض ہو کر اس کی بحجو کی،

ہمایوں کے ساتھ وہ بچو پڑھی گئی :-

شاعر شاہ ہمایوں تم و خاک درگ
می زندگو کربہ شاعرِ عالم غصہ نبہ

خشد شوم و ایات خوشم خلیل پہ
دیدم از قبہ زنی فلکم نہ جرم و نگنہ

پارہ گاندھ اگر از پذیار گشته یہ
سوئے بچو ش اگر اندر شہ شود رکرہ

غرضِ اشت کر این خرصنان ابلہ
عنتر و در مت ایں طائف و اندگ

واسے اشت کر خیل شرعاً بستیزد
ہر کہ بابستیزد بہ بابستیزد

آخری مصرم کو سنکر ہمایوں نے فی البدیہیہ کہا کہ اس کو اس طرح پڑھو،

ہر کہ بابستیزد بجد بابتیزد

ابو الغفل نے اکابر نامہ میں ہمایوں کی شاعری کے ذوق کی تعریف ان الفاظ میں ہے:-

و تو بد عالی بـ شعرو بـ شعر بـ شیزد و اـ زـ اـ نـ جـ اـ دـ کـ طـ بـ مـ وـ زـ وـ اـ خـ اـ لـ اـ نـ فـ ظـ رـ طـ لـ مـ

اے آنکہ بُرات سائیں عجّلی از هرچه ترا وصف کنم افزونی

چوں میدانی کر بے تو چوں میگزو چوں می پرسی کر در فر اقم چوٹی

بیرم غان کے ایک خط کے جواب میں ہمایوں نے یہ رباعی کہی تھی:

اے یار لطیف طبع پا کیزہ گھر دی عدہ اہل فضل و ارباب بہر

بکشی نظر اسید کن نور حضور می آرست از تیرگی ہجبہ بدہ

مقسم نامی ایک شخص کے متعلق اس نے حسب ذیل شرکہ:

مقسم شد ہم قود دلم چپہ چار کنم عجب غیت گردل زنگ غار کنم

ہمایوں کی وفات کے دن جب قریبیتے تو ایک دن اس نے کہا کچھ صحیح کی خواز کے بعد تم می نے یہ باعی سنئی

یارب بکمال لطف فاصم گردان واقف بحقائق خواصم گردان

از عخل جخاکار دل افگار شدم دیوانہ خود خوان و خلام گردان

اور اس کو پڑھ کر دوئے لگا ان دون ہمیشہ وہ کہتا کہ عالم فانی سے بوئے موت آتی ہے

چنانچہ محل کے طاق پر شیخ اوزی کا یہ مطلع نہیات خوشخاک کھایا تھا،

شینیدہ ام کہ بیس طار مزدہ نہ وادت خط کے مقابلت کا رجد محمد وادت

ظاہر ہے کہ ہمایوں کے شرو و سخن کے ذوق کے بدب اس زمانہ کے شرعاً شایدی

جو دو کرم سے ہمیشہ فیض ایاب ہوتے رہے ہوں گے ابد ایونی کا بیان ہے۔

”شروع سے بیار نادر، بوزگار از دامن اور خاستہ نہ“

ہمایوں ان شعر کو اپنی علم پر و رجھتوں میں ہمیشہ شرکیک رکھتا اور شروع شعری کیلئے

سلہ مار الامر ادیج ۱، ص ۳۸۲ گھر یاضن الشعرا، غلی بیکھل یش بکھل سائیٹ مکلا، ۷۶ طائفت نامہ فرنی ص ۳۸۲

شائع کر دہ اور نیل کا لیج، لاہور، لگ اکبر نامہ ص ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱ بڑا یونی ص ۳۴۹، ۳۵۰

در شرح غنچہ اود ہرگز ملکھتہ حرفا
حقا کر چوں ہمایوں در حال چل بخیز
بادوست در حکایت از خوش رفتہ بوم

وله

داغِ عشق تو بر جمین تن سست	خانم اصل تو نگین من سست
نازشتم چوں خاک بر در تو	پشت پام فلک نین من سست
ہر کجا شاہ و شیریاری بود	ایں زماں بندہ بکین من سست
خط مشکیں صفحہ، لکفام	آیت رحمت بین من سست

وله

من اشک زان پو گنج قاؤں دام گلگلوں درون کیسہ زافیوں دام
نمختلف دور کے تذکرہ مگاروں نے ہمایوں کی سخن گستری کی دادوی ہے۔
اور اس کے پسندیدہ اشعار سے اپنے تذکرہ دن کے صفات مزین کئے ہیں، مرزا
علاء الدلّه قزوینی نے نفاس المأثر (۱۷۰۰ء) میں ہمایوں کی حب دلیل غزلیں
ایک باعی نقل کی ہے،

کارمن با ہوش افدا وہ است (۱۱)، در در و فم آتشے افدا وہ است

خانہ ام روش شاذ روجیب پر توے زامو شے افدا وہ است

دل مراد جان بہر سوی کشد تا دلم باد لکشے افتادہ است

کام دل خواہم گرفتن این زماں چون سکم سرخو شے افدا وہ است

عقل و ہوش از من خو چید کبت چوں ہمایوں بیشے افدا وہ است

و صفحہ عل قوب زبان نست (۵)، آتشے در میان جان نست

و غلابِ اوقات و ارادات قدسی را (چهار تحقیقت و پر از بیان) در سلک فتح می کشیدند و

دیوان شرائحت د کتابخانه عالی موجود است: (ج ۱ ص ۳۶۸)

بونفضل کو ہمایوں کی حسب ذیل رہایاں پنڈت ہیں، اسی یہے اس نے اگر نہ میں
ان کو نقل بھی کی ہے۔

اسے دل مکن اضطراب د پیش قیب (۱) حال دل خود مگوئے باز پچ طبیب
کاریکہ ترا بآن جفت کار رفاقت بس قده شک است و بن محجیب
اسے دل زحضور یار فیر وزی کن (۲) و خدمت او بعد ق دلو زی کن
ہر شب بخیال دوست خرم نشیں ہر روز بوصل یار نور روزی کن
اسے آنکہ بخای تو بنا معلم است (۳) روز یکم ستم بیشم از تو ستم است
غم کم کر دیدا ز ستم حسر خبل مارا چو غم عشق تو باشد پغم است
فرشتے نے تاریخ فرشتے میں ہمایوں کے دیوان سے اپنی پسند کی چند غزلوں کے یہ
اشعار نقل کر لی ہیں: (رعی ۳۰۴ ج ۱)

گذشت از دل سرگشته ناہ ک ستش
نماد بر من دل داده لذت ا المش
بعقد کشتن عشق گرگنہ ی سلے
عجب نباشد از اخلاق و شوہ کریش
کراست ز هر ہ ترب حیم حرمت او
ک جبریل این نیت محرم حرمش
اگر پرسش عشق می نهد قدسے
ہزا جان گرامی فداء برق دش

ولم

خوش آنکہ باقی از تعریف نشسته بودم
وز شوق سر و قدت از جایے جسته بودم
میم کم کرفتم تو سے ترا پریشان
در شرح جعد لغت پیوتربن بودم

محضن الغائب میں بہت سے اشعار منقول ہیں، ان میں سے دو شعر یہ ہیں،
دریا دلخ و دیدہ مادھن درست کردست ماتھی است دلچشم پارست
ایں نہ سرداست کر دل باغ قد افرانست شمع سبزیست کر پروانہ او فاخته است
او پر ذکر آچکا ہے کہ ہائیوس صاحب دیوان بھی تھا یہ دیوان کتب خانوں میں کم بہاء
مگر اب یہ امر باعث سرست ہے کہ استاذی الحترم جانب سید حسن عسکری صاحب زادطفہ
(پروفیسر تاریخ، پئنہ کالج، پئنہ) نے اپنی مائی جیلی سے یہ دیوان اپنے وطن ماوت کھجوا
(شیع سارن) کے کتب خانہ سے ڈھونڈنے کیا ہے، اس پر استاذی المکرم جانب حافظا
شمس الدین صاحب (شعبہ فارسی، پئنہ کالج) نے یہکیم سر عامل مقام الحکوم عاصر (۲۹۷ء)
پئنہ میں شائع کیا تھا، رقم اطروف کی نظر سے بھی یہ دیوان گذر رہے، خیال تھا کہ جانب
حافظ صاحب موجودت اس دیوان کو طبع کرا کے دلدادگانِ علم و ادب کو محضن فراہیٹ کئے
مگر ابھی تک یہ زیو طباعت سے اداستہ نہ ہو سکا۔ اس میں سے بعض چیزیں ہم ہی یہ
ناظرین کرتے ہیں۔

ایک حمد طاطھر ہو :-

اے حسن تو دیباچہ مجسمو عمد معنی	لامع شد از روزے تو اوزار تحلی
حاشا کہ جد از تو تو اس زیست لیکن	دارم بخشی اے ز جمال تو قلی
در مملکت حسن توئی شاہ ولاست	کردم بوڑا سے تو کنوں روکنی
تم اسن تو در جلوہ گری گشت ازاں	و امن پے غدر اشدو محون پے سلی

حایت سے بر ز بہت سی رباعیاں ہیں، مثلاً

اے وادی لا مکان سکانت دو رازل وابد زمانست

ہر کہ باشد مجلسِ رندان بے خود از نفره و فنانِ منت
اچھے در و صفت حسن او گویند جملہ در شرح و در بیانِ منت

رباعی

اسے آنکند زیاد تو دلم باشد شاد بے یاد تو خاطم دے شاد مباد
روزیکہ زیاد تو کنم صد فریاد آیاز من غمزده است آیدیا لہ
سخنہ خوشگو مو نظر بند را بن میں یہ رباعی مرقوم ہے،

ذارب کر رفاء دل در و شان ده ایں ریش دل شکست را در مان ده
حدیث کر گویم ایں مدد یا این ده پیزیز کر رفاء تو در ذات آن ده
رباعی الشعرا (الشاعر) میں علی قلی دافتانی نے بختم اور اشعار کے ایک رباعی
یہ بھی لکھی ہے،۔

ایند کر فلک بقیضہ قدرت اوست داده است ترا و پیزیر کان ہر دو نکوست
هم سیرت ہم آنکام دوست داری کس دا ہم صورت آنکہ ترا داد دو دوست
روز روشن میں نواب صدیق حسن نے ہمایوں کی شاعری کا ذکر تین صفحون میں
کیا ہے، احمد علی سند یلوی محzen انزواں میں رقمظر از ہیں،

با دشاد بود بلکی ملکات و بھین فناش و کلاس صوری و سنبھی آرامتہ و در علوم

بیات دنچوہ ساری علوم عربیے نظیر و درپی اہل فضل و کمال و مرج اہل آنکوئی و صلاح
و پیشو شر اماں دخود مشھر تکو گفتے،

اے آنکھ طلبگار رہ حقیقی
در شیو د صدق و رحمتی صدیقی

ز نہار کے غیر حق د سب سی ہرگز
چوں بینی تو کافر زندیقی

خواہی کہ جہاں بطیع توراست شود
آن چیز کہ خواہی ہاں خواست شو

باید کہ تو باطیع جہاں راست شوی
تاہم پر خدا خواست آں خواست شو

ہمایوں کی مزید ایک دو غزوں کی سادگی اور خیالات کی جربتگی سے بھی ناظرین
محظوظ ہوں،

حبابت از نور در پیش ما	از ان گشته بیگانہ ایں خویش ما
ترشابی و حسن و صد سلطنت	بلایت بر جان در دویش ما
طاحت نمودی ز جاں سوختی	نک ریختی تازه بر دیش ما
وفای کنی و جنمای کشیم	بنا شد جزا ایں شیوه کشیش ما
ہمایوں برے تو چوں بنگرد	حبابت از نور در پیش ما
سر اسر شادی عالم یکم عنم نی ارزد	بنزد عمر صد سال بیک تاکم نی ارزد
غیشت داں جوانی را کرایا مخوش شد	و لے با عالم پری د پشت خشم نی ارزد
کو آن تخت سیلان و کو آن احوال ہوائش	چل خانہ نزد قاردل بیک جو ہم نی ارزد
ہنودی جنت المادی نبودی ایں ہمایوں با	ک جنت آن بس رگر دانی آدم نی اندنے
دبار کے شرار او پر ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہمایوں کے دامن دولت سے بہت سے شہزادک	
تھے، ہم ان میں سے بعض ادیاب کمال کا اجھائی ذکر کرتے ہیں۔	

جنوبی - مولانا جنوبی بد خشان کے بہت بھی ممتاز اور بلند پایر شاعر تھے، ہمایوں نے جب شمزادگی کے زمانہ میں اس جگہ کو تحریر میں، تو وہ ہمایوں سے وابستہ ہو گئے، بد خشان کی

اے ہستی بے نشان مطلق شد ہستی بے نشان نشانت
 اے آنکہ مقید زمان و زمنی کس را بندول اُق ذات سخنی
 جانے کر بني حق ثناي تو گفت کے شرح صفات تو کند چوپنی
 اے خانق حسمله خلائق تو مصلد کل دخلن مطلق
 حائلے روی نمود از لاریب کاندر آں نشناخت یغیب
 صوفیا زرنگ کی بھی ربا عیاں ہیں شلا
 اے آنکہ در دخول بر خود بستی با تو به وزیره عافیت بخشستی
 هرگز بخند فائدہ ایں طور ترا از خود چو گذشتی بخدا پیوستی
 یا یکم صفات جی محنت از دودو ظاہر شده از آئینہ فور شہود
 چوں یک شجر یکم در باغ وجود ما فرع وجود یکم و خدا اصل وجود
 حمد و نعمت سے بله مطابک کی بھی ربا عیاں ملاحظہ ہو:-
 من ہیچ نہم ہیچ نمیں ادم نام پرفضل تو نایم شب و زریعہ
 آنچہ بحق حرمت مفتر عالم بر بندہ ہمایوں بر ساف فیض ہم
 کچھ خالص فعیلہ ربا عیاں بھی ہیں، شلا
 اے سرور کائنات در اصل وجود حق اک توی صیب جی مسود
 بر خیر نما جمال عالم آراء زیرا کہ توی رضق عالم مقصود
 سلطان سریر انبیائی تو خورشید پسر اولی فی تو
 مجدد ہمہ پیر و طریق تواند رہ شرع یخنق رہ نہای تو
 پند و موعظت پر بھی ربا عیاں ہیں، شلا

از و انش او و انش صحاب بیت
 و از بیش او بیش ارباب بصار
 منی چو حرام است در حکام شریت
 اقبال نا ید بمرا عات او ام
 هنگمه حکمت کلب نعل تو فرمود
 مشهور جهان شد چو حدیث متواتر
 بنی است کشن کتب فن یا صنیع است
 تصنیف مین تو زای بکار ز دوایر
 احصاء کمالات تو کرد نستاقم
 کاند عبده فهنا شده کامل دما هر
 مولانا تادری کا انتقال ۱۹۶۶ء میں ہوا، میر امامی کابلی نے اس مصرع سے تاریخ و فقہائی
 گفتہ خود کی رفتار کے اذکون و دار ۷۸

فارغی - مولانا شیخ ابوالابد فارغی بن شیخ وجیہ الدین ہرات کے رہنے والے تھے
 شیخ زین الدین کے رشتہ دار تھے، دو فون سرستی تھیں اکرہند و سستان کی طرف متوجہ ہوئے
 جہاں وہ بابر اور ہمایوں کے جود و کرم سے سیراب ہوئے شیخ زین الدین کا ذکر
 باپ کے سلسلہ میں آچکا ہے، شیخ فارغی بہت ہی خوش طبع، شیرین، بیان اور بذریعہ تھے
 ہمایوں اور میرم غان خانخاتان کی شاہزاد اور فیاضانہ تو جسم سے آسودہ زندگی پسرورنے کے
 لائق ہو گئے تھے، مگر دریٹا ز صفت کے حامل تھے، اس لیے شعرو شاعری میں دہی
 رنگ بھلکتا ہے۔

رشته بھیت اے یا زن ہدم گسلید در پریث نی پریث نیست از هم گسلید
 چوتیر خود کشی از سینہ ام بگذا پیکاں را مرادل وہ کرنا در واد را ہت دھم جان را
 سنه ۱۹۶۶ء میں بمقام اگرہ انتقال ہوا، اور شیخ زین الدین و فانی کے پلو میں پرورد
 خاک ہوئے،

فتح پہايوں کی خدمت میں ایک تصدیدہ پیش کیا جس میں ذوق الفقار شرداںی اور سلطان ساؤچی
کے قصائد کی طرح بہت سی صنعتوں کو ملاحظہ کھا، اس تصدیدہ کی تشبیب یہ تھی:-

شنشاہ رخ تو لار و نسریں لب توجیاں ہمیں تم لب تو غنچہ رنگیں شدہ خداں
نی گوئم خط تو سبزہ وریخاں خد تو گل شود ظاہر قد تو فتنہ دواراں دم جواں
ملائید القادر بدالیونی کا بیان ہے کہ صنعت تویخ سے مصنوعوں کے مجموعے سے یہ مطلع
ہو جاتے ہیں۔

شنشاہ دیں پادشاہ زمان زنجت ہمایوں شدہ کامراں
اور اگر ہم صنع کے خط کشیدہ الفاظ کو ترتیب دیا جائے تو یہ مطلع ہو جائے گا۔
رخ تو لار و نسریں خط تو سبزہ وریخاں لب تو غنچہ رنگیں قد تو فتنہ دواراں
اور اگر صنعت عکس کے ساتھ یہ شمس پڑھا جائے تو مطلع کی تکلیف اس طرح ہو جائے گی،
خط تو سبزہ وریخاں رخ تو لار و نسریں قد تو فتنہ دواراں لب تو غنچہ رنگیں
اسی طرح تصدیدہ میں سما، اظہار مضمون اور تاریخ نوی کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔
ناہدی - مولانا نادری سکونت سے اگرہ آئے، ہمایوں کی قدر دانی سے ان کی نسبت داد
میں بدل گئی، ملائید القادر بدالیونی کے قول کے مطابق وہ نصرف ایک بلند پایہ شاعر بلکہ حجی علام
کامل فضلہ اور فوادر روزگار میں سے تھے، نظیں، رباعیاں، اور قصائد کئے میں ہمارت تھے
رکھتے تھے، ہمایوں کی شان میں ایک تصدیدہ کہا ہے جس میں اس کی شریعت نوازی، علم پر پردی
اور ریاضتی دانی کی وادی ہے، اس کے کچھ اشعار یہ ہیں:-

المذکورة تقدمة مجعیت خاطر با عیش نشستند حریفان صور
خاقان بنظم شرم قدر ہمایوں کشہست قوی دشت دل زقدرت

حاصل نہ تھا، ہمایوں نے اس کی طبیعت کی کجردی کے سدباب کے لیے شاہی بیگنات میں سے ایک کو اس کے جا رکھ دیا، مگر طبیعت اصلاح کی طرف مل نہ ہوئی، ہمایوں نے بالآخر جگہ کے لیے روانہ کیا، مگر اس سعادت سے بھی وہ محروم رہا، اور راستے سے لوٹ کر سلطانہادر جگہ اپنی کاظمی خوار ہو گیا، جس نے اس کی مزاج داری بھی کی، شاعری میں تخلص کبھی ایوب اور کبھی فرانی کرتا تھا، ایک غزل کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں،

لے شاخ گل کر جو سی تکشیدہ	بر گرداب خلی ز ز مرد کشیدہ
قدت بر آمد و چوالت مظہر	وز ابر و ان فراز افت مکشیدہ
بر حرب دیگران ز دہ قرعہ قبول	بر حرب عاشقان قلم رد کشیدہ
ترشیش مکشید کش اف قبندیں	نا مید چو خشم و ز لغش اگر مکشیدہ
از دولت وصال فرقی طمع بسر	جور و جناء یار چوبے مکشیدہ

کاہی - قائم کاہی عرف میاں کا لے، کابل سے ہمایوں کے عمد میں بن دستان آیا، مختلف علوم و فنون مثلاً تفسیر، کلام، تصوف، سینت، موسیقی اور شعری میں بڑی دستگاہ رکھتا تھا، ہمایوں کی نظر میں بڑی محبوبیت حاصل کی تھی، پرانچے اس نے ہمایوں کی شان میں بہت قصارہ اور تقطیعات کے ہیں، ایک قصیدہ میں ہمایوں کے ذوق سینت کی بھی ترجمانی کی ہے، فن شاعری میں معاور تاریخ گوئی میں بڑی ہمارت حاصل کی تھی، وہ اپنے عمد کے شرکاء میں اسیے ممتاز تھا کہ اس کی شاعری میں سادگی کے ساتھ بڑی موسیقی تھی، ہمایوں کی وفات شیر شاہی طمع کے اندر زینے سے گر رہوئی تو اس نے یہ قطعہ کھکر تاریخ نکالی،

ہمایوں با دشائی آں آفت ابی	کر فیض شامل دو عام افتاد
بانے دلوش چوں یافت رفت	اس س عمرش از انجام افتاد

ظاہر دکتی۔ شاہ طاہر خاندی دکنی عراق کے رہنے والے تھے، اپنے کوشہ ہٹھا کا عزیز کہتے تھے، ہندوستان اگر ہمایوں کے دربار سے واپس ہوئے، علم خgom کے بھی باہر چانچھ ہمایوں کے فلکیاتی ذوق کے مطابق اوزری کے متین میں ایک تھیڈہ کہا ہے، جس کے دو شریعیں :-

حمل ہمچو آیدی بشستان حمل لالہ فاتوس برافروز دو گرگشل

کوہ از در دسر بمن و دی اکنون شوید از ناصیہش ایر باری هنل

شاہ طاہر اہل بیت سے تعلق رکھتے تھے، ہمایوں کے دربار کے علماء سے مناظرہ میں کچھ تھنی پیدا ہو گئی تو اپنے چھوٹے بھائی شاہ جعفر کے پاس دکن چلے گئے، جہاں برہان نظام شاہ اول وائی احمد نگرنے ان کی بڑی پذیرائی کی، اور جملہ الملاک کے محمدہ پر منقر کیا، برہان نظام شاہ نے شاہ طاہر سے متاثر ہو کر انہی کا نامہ ب اختیار کر لیا، شاہ طاہر کا شمار دکن کے بزرگزیدہ بزرگوں میں کیا جاتا ہے، ۱۵۲ میں ان کا انتقال ہوا، تاریخ دفاتر اوتباخ اہل بیت بودہ سے تخلیقی ہے، فن شروعی میں ان کا کمال بدرجہ اتمتک پیغام گی تھا، منقبت، قصائد، اور مثُری کہنے میں اپنی شاعری کا بوجہر دکھاتے تھے ہے

ایوب۔ خواجہ ایوب اور اہلہ نہر سے ہندوستان آیا، باپ کا نام خواجہ ایوب ایک فرقی تھا، جو قضیلت اور علی پایہ کے لحاظ سے اپنی نظر نہیں رکھتے تھے وہ مسلمان ساؤچی کی تقدیم میں قصائد کہتے تھے، باپ کے زمانہ میں ہندوستان آئے، اور اس کے خوان کرم سے متین رہے، ہمایوں نے بھی ان کی قدر داتی کی اور ان کے لڑکے خواجہ ایوب کو نہیں خاص بنایا، خواجہ ایوب میں فن شاعری کے تمام مکالات موجود تھے، مگر وہ اوصاف حمیدہ کا

ضمیری۔ مولانا ضمیری بلگرامی بھی در بار کے ممتاز شاعر تھے، مژوی اور قصائد لکھنے میں بڑی شہرت حاصل کی تھی،

موحی۔ قاسم خاں بختی المغلق پڑھنے کے موحی ہمایوں کے امراء میں سے تھا، یوسف زین الحکم تھے میں ایک مژوی لکھنی جس میں چھپہ ہزار اشعار تھے ہے۔

فضلاء ہمایوں کے دربار کے فضلاء کی تعداد بھی شرعاً سے کم نہیں، وہ ان سے برابر اختلاط رکھتا تھا، طبقات اکبری میں ہے:-

دھجت آن مذکوت جہاں ہبہ وقت فضلاء روٹلدار و کابر بودند و عہدہ ازادل شب تابع
بصحت می گذشت، و نہایت اواب مجلس، نخست مرعی بی بود، ہبہ وقت بحث علمی ذکو رویں
بشت آئیں می گشت، ارباب فضل و بہرادر عمدش رونق تمام چیز آ د (ج ۲ ص ۵۵۸)

ہم اختصار کے ساتھ ان ارباب علم کا ذکر شیر کر کے ان کی یاد کو تازہ کرتے ہیں، اس صفت
میں سب سے پہلے عنیث الدین محمد المعروف بخواتمد امیر پر نظر پڑتی ہے، یہ روشنہ الصنف کے صصنف
میر خواند کا نواس تھا، باپ خواجمہام الدین محمد بد خشائ کے والی سلطان جھوڈ کا دیوبخت، خواند امیر
ہرات میں پیدا ہوا، جو اس وقت علوم و فنون کا گوارہ بنا ہوا تھا، اسی مذکوت علم میں خواند امیر نے
پوشنبھالا، ہرات کے سلطان غازی حسین بن منصور کو دربار شوراء اور علی کا هر بیج تھا، اس کے وزیر
میر علی شیر کی علم نوازی اور معارف پروری سے یہ دربار اور بھی بیگھا بیٹھا تھا، خواند امیر کی ملی صلاحیت
یہ وقت کی شہرت سنکری میر علی شیر نے اس کو دربار کے زمرة فضلاء میں شرکیہ ہونے کی دعوت دی،
جس کو اس نے قبول کی، یہاں رہ کر اس نے فن تاریخ نویسی کا گھر اس طالعہ کی، اور اپنے علمی ثاث
بھی جاری رکھے، میر علی شیر کی علمی صحبتوں میں اس کی ذہنی جلا اچھی طرح ہوئی، اور اس شریڈم

پونور شیدت جہاں تاب از بلندی بیان در فر ز شام افتاد
 جہاں تاریک شد و پشم مردم غل در کار خاص و عام افتاد
 پے تاریخ او کا ہنی وقت زد ہمایوں با دشاد از با آفتد

یہ قطفہ بہت مقبول ہوا، اکبری دور میں کہی فتنہ دین الہی سے ملوث ہو گیا تھا، اس سے ملا بعد اتفاق در پایوں اس کے نہیں عقائد کو مطلق پسند نہ کرتے تھے، اور پینی منتخب اتواریخ (جلد ۱۰۹) میں اس کے بیہ سخت انداز استعمال کے ہیں، پھر ہبھی وہ معترض ہیں کہ شعرو و سخن کی وادی میں اس کا کوئی شرکیہ نہ تھا، اور تمثراز ہین کا اس کی دو غزلیں اہل سلوك اور بزم ملوك میں بڑی مشمول تھیں، ان دونوں غزلوں کا مطلع یہ ہے:-

مرغ تابر فرق مجنون پر زدن انگز کرد آتش سودا سے بیلی بر سر او قیز کرد
چول ز عکس عاضش آئینہ پر گل شود گرد راں آئینہ طوپی بگرد ببل شود
 اس کا دیوان عام طور سے پڑ کیا جاتا تھا، بوستان کے جواب میں ایک مشوی گناہ
 بھی کچھی لہے

امان اللہ- شیخ امان اللہ پانی پتی عالم بھی تھے صوفی بھی اور شاعر بھی، ہمایوں کے دربار کے منتشراء میں ان کا شمار ہوتا تھا، تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا،
 چاراںی - مولا ناجملانی بندی، فارسی اور بندی دونوں میں اشارہ کرتے تھے، تھے
 میرلوسی - ہمایوں کے درباری امرا میں سے تھا، سخن سخ بھی تھا، اور شعرا کا سرست
 بھی، اس کے دو نکدہ پر شعرو و سخن کی مجلسیں برابر منعقد ہوتی تھیں،
 حیدر ر- حیدر تو نیائی نشو و شاعری کے علاوہ فنگ و موسیقی کے بھی مشہور تھا،

له منتخب اتواریخ جلد سوم ص ۵۵، ۱۰۹، ۱۱۷، ۱۶۷، ۱۷۷۔ شے ایضا، شے ایضا، شے ایضا، شے منتخب اتواریخ جلد اول ص ۴۸۰۔

بنایا، و بنگال کی حکم پر گیا، تو خانہ امیر بھی اس کی نیت میں تھا، باپ کی وفات کے بعد ہمایوں نے بھی اس سے وہی عین دست قائم رکھی، اور اس سے عنت حرم سے پیش آتا تھا، تاریخ خالم پر جو اس کو قدرت عاصل تھی، اس سے متاثر ہو کر ہمایوں نے اس کو امیر مورخ کا خطاب بیٹھا خانہ امیر کو بھی ہمایوں سے گھر لگا دیا اور اخلاص پیدا ہو گیا تھا، جس کا اعلان اس نے مختلف تھوڑے قطعات اور مشنوی میں بھی کیا ہے، ان قصائد سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھا، ہمایوں کی فرمائش پر اس نے قانون ہمایوں کیلئے جس میں ہمایوں کے مددعات اور آخر اعات کا ذکر کیا ہے، وہ کتب ہمایوں کے دور کے تدن اور مصنوعات سے واقعیت حاصل کرنے کے لیے بہت مفید بھی باتی ہے، اس کے کچھ حصے ابو الفضل نے اپنی تاریخ اکبر نامی میں بھی نقل کئے ہیں، (دیکھو جلد اول ص ۴۰ - ۳۵۹) یہ کتب بنگال ایشیا مک سوسائٹی گلکتہ سے شائع ہو گئی ہے، شروع میں جانب محمدہ امیر حسین حب کا پراز معلومات مقدمہ ہے، خانہ امیر ۱۹۲۷ء میں ہمایوں کے ساتھ بہادر شاہ والی گجرات کے خلاف حکم میں بھی شریک ہوا، وہاں کی آب ڈہو، اس کو موافق نہیں آئی، علیل ہو کر دہلی واپس آیا تو ۱۹۲۸ء میں دہلی جل کو شریک کہا، اور خواجہ شیخ نظام الدین اولیاء کی درگاہ میں پردھاک کیا گیا، اس کے ایک رڑکے سید عبد القادر خاں کی تربیت اکبر نے کی، اور اس کی شاہانہ نوازشوں سے وہ منصب ہفت صدی سے بھی سرفراز ہوا۔

یوسف بن محمدہ دیہارتے آکر اکبر کے دربار سے مندک ہوا طبیب بھی تھا اور شاہ بھی، ایک تصدیہ بتوان تصدیہ فی خطہ صحت لکھ کر باپ کی علاالت کے زمانے میں ۱۹۲۹ء میں پیش کیا، باپ کی وفات کے بعد ہمایوں نے اس کی سرپرستی کی اچانچ یوسف نے طب میں ایک کتب بیان اللاؤ ۱۹۲۹ء میں ہمایوں کے لیے تحریر کی، فن طب میں یوسف کی تین اونٹیاں

کی ہست افزائی سے اس نے پنی پہلی کتاب گانز الملک لکھی، جس میں ملک داویا کے اقوال،
 پند و فضائی کے علاوہ خلفے بھی امیر و بنو عباس کے ساتھ ساختہ طاہر ہوں، سامانیوں اور غزنیوں
 کی تاریخ بھی ہے، میر علی شیر کے نام سے اس نے اپنی ایک دوسری کتاب خلافت الاحرار فی
 بیان احوال الاحرار معنوں کی بوجو روضۃ الصفا کی تجھیں ہے، میر علی شیر کی سوانح حیات بھی مکارم
 الاحراق کے نام سے لکھی ہے، سلطان حسین کے ایک دوسرے وزیر خواجہ کمال الدین محمود کے نام سے
 دستور الوزراء معنوں کی، اس میں آغاز اسلام سے تکریب ۹۱۷ ھ تک کے عقاز و زر اور سلاطین کے
 حالات ہیں، ایک کتاب ۹۱۹ ھ میں تیار ہوئی، اسی زمانہ میں خواجہ امیر نے اخبار الاحرار، جواہر الاجنبی
 اور غواصہ الاسرار قلمبند کیں، جن میں شاید صوفیا ز مسائل پر بحث اور اولیاے عظام کے کوفہ
 میں، روضۃ الصفا کی تکمیل کے لیے خواند امیر نے اس کی ساتوں جلد ۹۲۹ ھ میں ختم کی جس کی ہست
 آج بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی ہے، اسی سال اس نے فن انشا پر نامہ نامی تحریر کی، یا سی انقلابا
 سے ہرات جب ایران کے حکمران شاہ سعید کے زیر ٹکیں ہو گیا، تو خواجہ امیر اس علم دوست
 بادشاہ کے متولیین میں سے ہو گیا، خواجہ امیر اس بادشاہ کے انتظام و اکرام کا معتبر تھے،
 وہ کچھ دنوں بعد جان اور غیر جتنان کے والی مراجمہ زمان کی نیعنیوں اور زبانیوں سے بھی
 سیراب ہوتا رہا، شاہ سعید صفوی کے وزیر کرم الدین حسیب اللہ کی سرپرستی میں اس نے جیسا کہ فی
 اخبار افراط ابشر تین جلد وں میں ترتیب دی جو ابتداء سے عالم میں ۹۲۹ ھ تک آریخی و اتفاقات پر
 مشتمل ہے، اور اب تک اہم تاریخوں میں شمار کی جاتی ہے، اس کتاب کے ختم ہونے سے پہلے
 حسیب اللہ کا انتقال ہو گیا، جس کے بعد خواجہ امیر کے دن اچھے نہیں رہے، اسی لیے ۹۳۰ ھ میں
 وہ ہرات سے قدم عازم چلا آیا، قندھار سے اگرہ ۹۳۰ ھ میں باہر کے پاس پہنچا، باہر اس کی علیحدگی
 سے واقعہ ہو چکا تھا، اس لیے بڑی گرم جوشی اور عیقدت سے اس کا استقبال کیا، اور پانزیم کھا

ہایوں اور علم سیست ہایوں علم ہیئت و نجوم سے خاص شفت رکھتا تھا، اور اس فن میں بہت اچھی استعداد و نجم پنجابی بھی، ہایوں کہتا ہے،

وہ علوم نجوم و دینست و سائنس علوم غیرہ بے نظیر ہے۔

اکبر نامہ میں ہے:-

”قریبہ قدس با صعلاب و کرہ و سارہ آلات رصدی و جنگی کال داشت،

طبقات اکبری بعد دو مریض (۱۸۷۴ء) کا حصہ رکھتا رہا ہے:-

”وہ علم نجوم و ریاضی بے بدل بود“

ہایوں نے سیست کا فن علامہ ایس اور دیلی سے سیکھا تھا، جو ہیئت کے تمام فنون اور رصد بندی میں ماہر تھے، وہ ہایوں کو اس تدریع نیز تھے کہ ان سے کسی حال میں جدا ہونا گوارا ہے کرتا تھا، پھر جب تخت و تاج حکومت مہندوستان سے دور عراق ویران میں غریب اولٹن پھر رہا تھا تو اس مصیبت اور پریشان حالی میں بھی علامہ موصوف سے ہیئت و نجوم کا درس لیا تھا، اس سفر میں شیخ ابو القاسم حربیانی بھی ساتھ تھے، یہ دونوں عالم ہایوں کو قطب شیرازی کی کتاب درہ انتاج کا سبق دینے میں مشغول رہتے، اکبر نامہ میں ہے:-

”وازیں صد و مولانا نور الدین محمد ترشیح ایسا حکم حربیانی و مولانا

ایس اور دیلی کو بننا کی صورتی و کمالات منوی اور استگنی داشتند، فرستادند و در کابل آمد،

بشرط طازمت مشرفت شدند و اذادن ایس دو عزیز بیان بسط و منتشر گشتند و مذکورہ کتب

درہ انتاج دیان آور دندیا ہے

آوارہ غربت ہونے کے باوجود اس فن سے ہایوں کی پڑپی برابر قائم رہی، اور جب کبھی وہ

ہیں جن کے نام جان النحو امداد و فوائد الاتخاذ ہیں، فن انشا، پر ایک تصنیف پایان الانشادی اسی کے نام سے منوب کی جاتی ہے۔^۱

محمد بن اشرف الحسینی ارتسمداری بابر اور ہمایوں دنوں کے ساتھ وابستہ رہا، بابر کو ہندوستان کی تحریر کے سلسلے میں جتنے جواہرات میں ان کے اتفاق مرچ محمد نے ایک کتاب جواہرات نامہ ہمایوں لکھی، اس میں جواہرات سے تعلق میغذہ معلومات اور سماحت ہیں۔^۲

ہمایوں کے عدیم، اور شاید اسی علم و دوست بادشاہ کے لیے مولانا محمد بن علی بن محمد السکن القاضی اسرافیلی نے ایک ضمیم کتاب جواہر العلوم ہمایوں لکھی، یہ مختلف علوم و فنون کی قاموس ہے جو ایک ہزار چھ سو اٹھائیں سمع پر منتقل ہے۔^۳

جو ہم رہم ہمایوں کا آنباتیجی تھا، خلوت اور جلوت میں برابر بادشاہ کے ساتھ رہتا تھا، کچھ دنوں کے لیے یہ سبب کا حاصل اور پھر سرکار پنجاب دلتانہ ہائز، پنجی بھی مقرر ہوا، ہمایوں کی وفات کے بعد ۹۰۵ھ میں متذکرۃ الواقفات لکھنی شروع کی، جس میں ہمایوں عبک کیا سی واقفات ہیں، ایک کتاب تصنیف اور تخلص سے پاک ہے، اس لیے ایک خیریتائی بخشی لڑکوں کی جو جماعت تھی اس اسٹوارث نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔

ہمایوں کے ایک دوسرے ہم جلیس باہر زیدت ۹۰۹ھ میں اکبر کی فرمایش سے تایار چھ ہمایوں لکھی، جس میں سیاسی حالات کے علاوہ ہمایوں کے عہد کے فضلا، و شراء، کا بھی ذکر ہے۔ میری نظر سے یہ کتاب نہیں گزری، (دیکھو مخطوطات فارسی اندیا آفس لائبریری جلد اول)

لہ برش میڈیم مخطوطات فارسی ص ۵، ۷، ۵۲۹، ۲۵۴، ۲۵۶، ۹۵۶ و ۹۵۷، تھ اس کتب کے کچھ اقتباسات کے لیے غفل دربار میں فارسی ادب "از عبد الحنفی دیکھو"۔

ہمایوں کو اس فن میں اس قدر انہاک تھا کہ اس نے پرانی عزیز جان تک اسی فن کی خدمت
میں گنوادی، پرانی دہلی میں قلعہ کے اندر شیرشہ نے شیرمنڈل کے نام سے ایک بہت بلند سرمنزل
عمارت بنوائی تھی، ہمایوں نے اس عمارت کی برجی کو بلندی کے بعد سے واحد خانہ بنادیا تھا، ایک شام
کو ستارہ زمہر کے طور پر ہونے والے گلے کی جا رہا تھا، باوشاہ بیانی دا نوں کی ایک جماعت کے
ساتھ اسی برجی میں بیٹھ کر مبہست میں مصروف تھا، اور زمہر کے طور پر ہونے کا انتظار کر رہا تھا
کہ مغرب کی اذان ہوئی، باوشاہ اذان شکرانہنہ چاہتا تھا کہ زمہر سے پھسل کر گرا، اور سخت زخمی
ہوا، اور پھر اس زخم سے جانہر ہو رہا۔
باوشاہ کو چڑخیات و نکلیات سے جوانش تھا اس کے اثر سے مک میں بھی ملکہ میریت
کا ذوق پیدا ہوا اور ملک میں عام طور پر آلات نکلی بنتے گے۔

کرسے اور اصطلاح بچ گومڑا، اس میں آج نظر آتے ہیں، ان کا ابتداء، واج وینے وا
ہمایوں ہی تھا، اس نے خود ایک خاص قسم کا اصطلاح بچا کیا تھا، جو اصطلاح ہمایوں کے
نام سے مشہور ہے، چنانچہ اس کے عمدہ کے اکثر اصطلاح اور گرات اب تک مختلف مقاطعہ
میں محفوظ ہیں۔

ہمایوں کا پس سالار یرم خان خانخانان فارسی و ترکی کا ایک اچھا شاعر، صاحبہ بیان
تھے، اس نے ہمایوں کی مرح میں ایک تصیدہ لکھا، اس میں اصطلاح سے تشبیہ کی ہے،
جو ہمایوں کے نکلیاتی ذوق کا ہیں ثبوت ہے، کہتا ہے:-

اُن چڑخ چیست کا مدہ بر جو روشن مدار اُن مرکب میانہ شبابش کنندگوار

۱۷۔ اکبر نصر م ۶۰۶۰، ۲۷۔ دیکھو حضور لا چہر کا ایک نلکی ڈھات ساز، اذ مولانا یہ سلیمان ندوی صاحف جلد ۲۸
۱۸۔ ۲۷۔ یرم خان تے نظری ہر قندی سے شاہنامہ کھلازیر یک شمعی شاہنہ مہماں ہیں لکھنے کی کوشش کی گئی وہ مکمل نہ ہے

گئی نئے شہر میں داخل ہوتا تھا، ایسٹ اور بخوبی کے آلات تلاش کرتا تھا، اکبر نامہ میں ایک پتہ پچ
لطیفہ لکھا ہے، کہ جب وہ تبریز پہنچا تو اپنے ملازم بیگ عجم ختنہ بیگی کو کہا کر بیان کو فی کرہ تلاش
کرو، فارسی میں کہہ گھوڑے کے پھرٹے کو کہتے ہیں، خوش فہم ذکر نہ فتا کے، اس حکم کی تعلیل اس
طرح کی کہ جنہ بچھڑے سے کر قدمت شاہی میں حاضر ہوا، بادشاہ اس غول بیابانی کو دیکھ کر سن پڑا،
ہمایوں کی ہمارت فن کی ایک دلیل یعنی ہے کہ وہ علیہ کی طرح ہمیست دو ریاضتی کا درس دیتا
تھا، فور الدین ترفاں فوری سغید و فنی نے جو ریاضتی، بخوبی و حکمت کے ممتاز عالم تھے، ہمایوں ہی سے
درس حاصل کیا تھا، مائنزا لامر (اور میں) مولانا نڈ کو رکے حال میں ہے،

مولانا بفضلِ دکمال و شجاعت و سخاوت اضافت داشت و بہیئت و ہند سو
اصطلاح شوق مند بود و بحیثیش با جنت آشیانی (ہمایوں) کو کشتہ، و از جملہ
نمہایان و مجلس نشیان ترمیم ہمایوں فی گرد دی سکا ہے بادشاہ از و استفادہ علوم می کردا
دگا ہے او از علم ریاضتی خصوص اصطلاح اذ جناب ہمایوں فی کرداریں فن ہمارت تمام داشت
استفادہ عجمی نمود،

ہمایوں نے صفت خود ان علوم میں ہمارت حاصل کرتا رہا، بلکہ لگکے بخوبیوں کی وجہ
میں بھی اضافہ کرنے کی کوشش ہیں لگا رہا، اس نے کئی جگہ رصد غانے بنائے کا ارادہ کیا اور
سے آلات رصد تربیب دیے، سلطان سليمان خان کے ترکی امیر الجرجر کو جو علم ہمیست کا بہت
پڑا عالم تھا، کئی بیٹھنے اپنے دربار میں روک رکھا تھا کہ وہ چاند اور سورج کے گرہوں کا حساب تیار
کرے، اور ہن وستان کے بخوبیوں کو اتفاق بکی گردش اور خط استوا کے نکات پڑھنے میں مدد کے
ترکی امیر الجرجر کی بیٹھنے کا میں معروف رہا اور بخوبی مشاہدات ختم کیے گئے۔

ذریعہ سے معاوٰت ابدی عاصل ہوتی ہے، بقیہ لوگوں کو اہل مادے سے موسوم کیا، اسی فکریاتی اصول پر مبنیت کے دلوں کو بھی ان جامتوں سے منوب کیا، روز شنبہ و خشنہ کو اہل صداقت متعلق کیا، ان دلوں دلوں میں دلکش و عبادت کے ناظموں کے ساتھ وقت گذرا تما مخالف، اہل معاوٰت کے ساتھ ان دلوں کے مخصوص کرنے کی یہ وجہی کوششی زحل کے ساتھ منوب ہے، اور زحل شرخ کا قید مرتبی صحابا جاتا ہے، خشنہ مشریع سے متعلق ہے، وہ ملک، کا تارہ ہے، یکشنبہ و رشنبہ اہل دولت سے متعلق تھے، ان میں امور سلطنت انجام پاتے تھے، یہ دن اس یہے متبرک کیے گئے تھے اگر کیشنبہ آفتاب سے متعلق ہے، اس کی تربیت کے پرتو سے سلطنت دفعہ ازدواجی ہوتی ہے۔ رشنبہ متعلق ہے مریخ سے اور شرخ پاہی کا مرتبی ہے، ہایوں نے جمع کا مبارک دن اپنے یہی مخصوص کرد کھانا تھا، بقیہ دو دن اہل مراد کے لیے وقت تھے۔

ہایوں نے دخرا گاہ بنائے تھے، جن کی ساخت فانص ہمیت کے اصول پر تھی، ایک خرگاہ کو انسان کے برجوں کی طرح بارہ حصوں میں تقسیم کیا تھا، اور بہرچ میں ایک خروج آؤزیں تھا، جس کے سوراخوں سے کواکب دولت کے افواح پکتے تھے، دوسرا خرگاہ یونانی ہمیت کے دلوں آسمانوں کی پوری نقل تھی، ہر انسان میں جو تارے ہیں ان کے دلوں میں بنتے تھے،

ہایوں کی سب سے بڑی پنجی اختراع بـ طـ نـ شـ طـ تـ حـ، اس بـ اـ طـ اـ مـ اـ نـ فـ لـ کـ دـ وـ اـ رـ وـ کـ رـ اـ تـ عـ اـ صـ رـ بـ نـ اـ سـ اـ تـ سـ تـ هـ، پـ سـ اـ دـ اـ رـ جـ جـ وـ نـ لـ اـ کـ اـ طـ سـ دـ مـ نـ دـ تـ حـ اـ دـ وـ سـ رـ اـ کـ بـ وـ دـ تـ مـ اـ زـ حـ عـ لـ کـ مـ تـ اـ تـ،

سـ سـ یـاـہـ، چـوـ تـھـ مـشـرـیـ کـ کـ بـ حـ نـ اـ سـ مـنـدـ لـیـ، پـاـنـچـوـاـںـ مـرـیـخـ کـ تـلـقـ سـ سـرـخـ، چـھـاـنـیـرـاـظـرـمـ بـ حـیـ

آـفـتـابـ کـ کـ بـ مـبـتـتـ سـ زـرـیـ، سـاـتوـاـںـ زـمـرـہـ کـ بـدـیـ سـبـرـ، آـٹـھـوـاـںـ عـطـارـوـ کـ بـیـانـ

سـوـنـیـ، دـوـاـںـ بـاـتـابـ کـ تـلـقـ سـ سـغـیدـ، بـاـتـابـ کـ دـارـہـ کـ بـدـ آـگـ اـورـ ہـوـاـ کـ کـرـےـ بـاـقـ

بائگی کست دبہ و خور پر ایری
آج بجاں زحلق گو شان شریار

سادبچشم کو کبہ آفتا ب را
چوں بھڑ دو اے شہنشاہ نادر

بیو سست آسان وزیں زیر حکمت
بچوں گین نامم شاہ جسم اقدار

برکت نہاده خوان تری پرزا شرفی
تا بر قدم اشرفت شاہان کند نثار

شاہ بلند قدر ہایون کراز شرف
بود گش سپہ نہ دروے افخار

ہایون کے تمام غانگی بلکی اوسی کاموں میں بست اور نجوم کے اصول کا خاند

رکھا جاتا تھا، ہایون نام میں گلیڈن گیم لکھتی ہے کہ جب ہایون کی شادی ہمیدہ بازو سے

قردار پائی تو ہایون نے خود احتساب اٹھا کر ستاروں کی گردش معلوم کر کے تاریخ مقرر کیا۔

اکبر جب امر کوت کے صحرا میں پیدا ہوا تو ہایون نے درافت کی تو پتہ چلا کہ ماہتاب برج اسد

میں ثابت ہے، اس نے اسی وقت پیش نگوئی کی کہ اکبر صاحب اقبال اور دراز عمر ہو گا، جو متین

یہ حقیقت ثابت ہوئی۔

ہایون اپنے فلکیاتی ذوق کے بسب سعد اور خس کا، اس قدر قائل تھا کہ وہ ملک کے

نام کاموں کو اسی اصول کے ذریعہ سے انجام دینے کی کوشش کرتا تھا جس زمانہ میں کہ ملک انتظام

اس کے پرد تھا، اس نے ایک وزان تین ادویوں کے نام فال لیے جو ایک منترہ دن اس

کو راہ میں ملے، ان تین ادویوں کے نام مراو خواجہ، سعادت خواجہ اور دولت خواجہ تھے، ہایون

نے اپنی سلطنت کی اساس اپنی ناموں پر رکھی، حاکم متروسہ اور ملازموں کو تین حصوں میں

تقسیم کی، دولت، سعادت، مراد، کل پاہیوں کا نام اپنی دولت رکھا، کیونکہ اپنی کی مدد

پر دولت و اقبال کا احصار ہے، عکس، و علم، و شاخ اور شرار کو اپنی سعادت کہا، کیونکہ ان کے

کیا ہو گا، چنانچہ جب وہ ہندوستان کے تخت و تاج کا از سر نواں لکھا ہوا اور اس کو کچھ اطیناں نصیب ہوا تو وہی کے شیر شاہی قلعہ میں شیر منڈل کے نام سے جو سہ منزل عمارت تھی ہوئی تھی اس کی تیسری منزل پر اس نے اپنا کتب خانہ قائم کی، یہ اپنی بلندی کے بعد سے کسی قدر صد خانہ کا کام بھی دیتی تھی، یہاں پھر کامل علم سے اکثر علمی مباحثہ کرتا تھا، شاہی کتبخانہ کا تمہارا نظم المعرفت بہار بہادر تھا، کتابوں سے ہایلوں کا شوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ میدان جگ میں بھی ایک چھوٹا سا کتبخانہ اپنے ساتھ رکھتا چنانچہ جب وہ حکومت کا محاصرہ کر رہا تھا تو اس کے ساتھ محلہ اور کتبوں کے مالیہ تصور کا وہ نجی تھا جس کو بزرگ نے اپنے کمبل فن سے صور کی تھا، اس محاصرہ میں ایک بھگلی قبیلہ نشانہ خیبر پختونخواہ کا نولوٹ کے باں میں زیاد نجی بھی جاتا رہا، لیکن پھر فوج آجی واپس مل گی بہے

جب ہایلوں بے تخت و تاج عراق، ایران اور افغانستان میں پھر رہا تھا تو اس وقت بھی چیدہ چیدہ کتبیں اس کے ساتھ تھیں، اور اس کے کتب خانہ کا تمہارا نظم اس کے ہم کا بہ نقا، ہایلوں اور علمی ادارے ہایلوں کا زمانہ حکومت زیادہ تر طوائف الملوکی اور پرنس ان عالی میں گذرا، اس یے اس کو عام طور پر یہی مدارس اور ادارے قائم کرنے کا موقع نہیں ملا، پھر بھی دہلی میں اس نے ایک مدرسہ قائم کی، جس کے ایک مدرس شیخ ہیں تھے، پھر اسی عمدہ میں شیخ زین الدین خاقانی نظم و نشر کے بہت بڑے عالم تھے، اگرہ میں اپنا ذاتی مدرسہ قائم کیا، لہٰ تر زک جاہنگیری، سہ اکبر نامہ ج ۱ ص ۱۹۶۴ء۔ سہ اکبر نامہ دفتر اول، لکھ آئین اکبری مہ نتیجہ التواریخ یہاں میں ص ۱۸۴ء،

بے ہوئے تھے، اس کے بعد گرہ خاک و آب تھا، کرہ خاک میں ساتوں قلمروں کے نقشے بنے ہوئے تھے، ہر دارہ مختلف قسم کی جماعت کے یہ مخصوص تھا، شلا امرے ہندی کو دارہ زمان میں اور سادات و علماء کو دارہ مشتری میں بیٹھنے کا حکم تھا، ہایوں نے اپنی ذات کے یہ دارہ نویں اختیار کیا تھا، اسی طرح بخوبی کے قادہ سے ہر روز کے تارہ کا بوزنگ ہوتا اس دن وہی زنگ پورے دربار کا ہوتا تھا، شلا لیکن شبہ کو آفتاب کے زنگ کے لحاظ سے زرد لباس اور دو شبہ کو ہاتا کے زنگ کی من بدت سے بزرگ باس پہنا جاتا۔

ہایوں اور علم ریاضی | بخوبی وہیت کے یہ علم ریاضی ایک لازمی چیز ہے، اس یہ ہایوں اس علم میں بھی بڑی اچھی استعداد رکھتا تھا، اس کے بعد کے تمام متاز ریاضی و ان اس کے حصوں میں حاضر ہتے، اکبر نامہ میں ہے:-

”د اقسام غاصر ریاضی هر زمان خود نظر و سمع داشتند،
ایک دوسری جگہ ہے:-

”د اقسام علوم ریاضی آنحضرت اپا یہ بلند بود و ہمداد و باریاب حکمت صحبتی داشتند
و متازان علم ریاضی در پایہ مسریرہ دالا کا میاب سدارت بودند،

فرمتشہ لکھتا ہے:-

”در علم ریاضی علم جمارات می افزراشت، دعا جمیش بالملائی و فضلا، پودہ، پرم وقت د مجلس اور
سائل علمی مذکور ہی شد۔

ہایوں اور کنجانہ کا ذوق | ظاہر ہے کہ ہایوں نے اپنے ملی ذوق کے بہب کتابوں کا ذخیرہ جس

لئے ان تفصیلات کیلئے رکھو تا نزد ہایوں زنگل، یشائیک سوہنائی، دریافت جلد غمچہ ص ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱)

تمہ اکبر نامہ ص ۳۶۸، تھے فرمتشہ مبدی اول مقالہ دوم ص ۲۳۴

و استراحت دنیان وقت شن س ساعتی فاصل برای مقام آن حضرت تین فرموده
 بوند که داد وارو اعماق هم تو اندر سید، چون ساعت مختار رسید آن ثواب یاد این بیان
 بازی داده در پرده احتجاب مخفی شدند، و بدان عهد قوی داشتم بلوش هی مرقد نگاه پرست فرمودند
 پس با آن حضرت نبرند، و اسکاوه دلان روشن ضمیر ازین سر برین در یافتد که مقصود و ازین اتفاق
 که آن خداوند خرد و ایلک مخصوص تعلیم ایندی است علوم رسمی رویگار مشوب و منوب شد
 تا در هنگام ظهور ایں خدیوی محکم شناس بر زمانیان ظاهر شود که و انتشاری ایں پادشاه
 و انشوا، این ارقام موصیت است، باز جنس مکتبی و با وجود ایں منی بر ضمیر اقدس،
 نقوش حرفی و علوم رسمی چه از اینکه رقم زده قلم اهل فوز نمده و چه ازان نخات اسرار که
 از مبد، فیاض بے ترس تعلیم و علم پر باطن افراق از گشته جلوه طور دارد، و اینداریا بحسب
 واصحاب ریاضت و صاحبان علم ظاهری دو این اصنایع کی ویژه وی چون در بساط
 حضور اقدس میرسد، از این سایی خود سرخجالت پرگیان تا می فرویده، حیران می مانند،
 اقصمه چون چند گاه بیش آن افادات، انتساب بخوبی زبون تراز نماخواندن انتقال
 و اشتند اهل ظاهر عدم کوشش آخون محل کرده دغیر آن اهتمام نمودند، و آن یکاره
 را مزول ساخته خدمت اور این این ایزدی مقرر ساختند وند اشتند که کار فرمایان ایداع
 اهتمام دارند که ضمیر اینام آن فوپرورد ایندی کل انکاس نعدش مادوی و موثر انباط
 سواد علوم ظاهری تکرر دد،
 ملاعصم الدین ابراهیم اور مولانا بایزید کے علاوه اکبر کے است دون میں مولانا پیر محمد فاضل
 لاه اکبر نامه صفحه ۲۴ بیکل ایشیک سوسائٹی بی طویل ادبی اس میں بھی درج کی گئی ہے کہ اکبر نام
 کے طرز، افتخار ناموں پیش نظر ہے، آنکے پل کراس کتب کی خصوصیات کا ذکر تھا گا۔

اکبر

ہمایوں کی زندگی جس طرح اور اگر وی اور پریشان حالت میں گذری وہ سب کو علوم ہے شہزادہ اکبر کو چند سال بھی اپنے بزرگ باپ کے ساتھ چین سے رہنا فیصل نہیں ہوا، اور کثر طلاق پیچا کے خیزیں گرفتار رہا، اور بھی تیرہ ہی برس کا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اور سلطنت کا باریم اس کے کندھوں پر کھدیا گیا، اس حالت میں اس کی تعلیم کھانتا کہ ہو سکتی تھا، میں ہمایوں کی علم و دستی کا تھا اسی تھا کہ وہ اپنے رڑکے کی تعلیم سے فاصلہ رہے، چنانچہ ان ہنگامہ پر درواقات کے ہوتے ہوئے بھی وہ اکبر کی تعلیم کی سخت تحریک رکھتا تھا، وہ جب ہم سال ۱۷۰۴ء میں اور ۳۰ دوز کا ہوا تو ان نے مکتب کی رسم ادا کی،

ابو الفضل رکم مکتب کی تقریب کا ذکر ان لفظوں میں کرتا ہے :-

”در سختم شوال ایں سال کے از عمر ابد پیوند، حضرت شاہنشاہی چار سال و چاراہ و چمار“

روز شدہ بود، بائیں رکم دعاوت آن آموختہ درستگاہ افسی و رمز دان بستان ربانی رہا

در مکتب بشری در آور دند ر طازا وہ ملا عاصم الدین ایسا کم رہ بائیں نہدت گرمی شرف

ان حصہ صنعتی نہ، اگرچہ نظر طاہر بستان بآموزش فرستادند، اما در دیدہ دو بستان

بادگاہ طمود آن حضرت را پایا، والا سے آموزگاری بر دند، اذ غواص سب آنکہ حضرت جهان بانی

کے از علوم آسمانی آگاہ بودند، و بد تائیت خومی، سیدند، باتفاق ستارہ شماران بدرست

بہر حال اکبر کے امی مختن ہونے کا دعویٰ شدگ و شبدہ سے خالی نہیں، لیکن یہ بات تعریف کے قابل ہے کہ اس کم سوادی اور علیٰ کم زانی کے باوجود اس کے دل میں علوم و فنون کا شوق اور ان کی قدر و اتنی کا جوش اتنا تھا کہ جو کسی عالم بادشاہ کو بھی نہیں ہوا، اس کے ذاتی شوون کا یہ عالم تھا کہ فارسی کی شہو رکتا بوس میں سے شایدی کرنی لگتا ہو جو اس کے سامنے پڑھی نہ گئی ہو، اخلاق ناصری کی حیات سعادت، قابوس نامہ، مکتبات شرف نیری، گلتان، حدائق، مشنوی مندوی، جامع، بوستان، شاہنامہ، خمسہ، شیخ نظامی، خسر و ادر، مولانا ناجامی کے کہیات، خاقانی اور دوسری کے دیوان، اور ہر قوم کی تاریخیں اس کے سامنے بنا کر پڑھی جاتی تھیں، پڑھنے والے ہر درجہ بانوں کرتے تھے، وہاں اکبر پر ہاتھ سے نٹ (شاید صفویہ تاریخ کا) بنا دیتا تھا، اور جب کتاب ختم ہو جاتی تو پڑھنے والے کو جیب خاص سے انعام دیتا، اسی وسیع مطابعہ کا مزید تھا، کہ کوئی تاریخی سرگذشت یا تھی سدی یا علم و فن اور فلسفہ و حکمت کا کاملاً ایسا تھا جو اس کے علم میں نہ ہو، اور جس پر وہ خود بحث اور گفتگو کر سکت ہو، دیوان حافظ اور مشنی مولانا روم کے بہت سے اشارے اس کو یاد تھے، اس کے علیٰ ذائقہ کے تعلق جو انگریز نگاری میں لکھتا ہے :-

و بد فاقہ فلم دشمنان می رسید تک، و قتے بران متصور نہو، (ص ۵۷ انگلش چورپیس)،
اکبر کا علمی و ادبی ذوق اس قدر بلند ہو گی تھا کہ وہ خود اشنا، بھی کئے لے رکھتا تھا، ابو الفضل فطرة
و طبع امام پیر آنحضرت بگفتہ فلم مہندی و فارسی بنایت موافق افادہ ددد عائی
تحیلات شری نکتہ بخی و مونشگانی می فرمائی،
تاریخ فرشتہ میں ہے

اگر پختہ سواد کامل نہ داشت، ماگا ہے شرگفتہ و در علم تاریخ و قوت تمام داشت

لہ آئین، اکبری ص ۴۸، تھے اکبر نامہ (ص ۱۲۴، ۱۳۶، ۱۴۷)، بکھاں ایشیا ک سوسائٹی۔

نیع نام، مولانا عبد القادر بیرم خان، اور مولانا پیر عبد اللطیف قزوینی کے نام بھی یہی جاتے ہیں، پیر عبد اللطیف قزوینی اکبر کو نیوان حافظ پڑھایا کرتے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ ہائیوں کی کوشش اور ان مختلف استادوں کی تعلیم کیاں تک باراً وہ ہوئی، اکبر کے خشامدی مورثین تو اس کو اسی محض تباہتے ہیں پرانچہ بھی پوچھ کر ابوقفضل مکوئی بتا کر اس کی تشریح یوں کرتا ہے کہ پردہ گار کو ثابت کرنا تھا کہ یہ بزرگیہ اللہ علیم ظاہری کی تحصیل کے بغیر ہمارے نامناہی فیوض کا منع ہے۔ پھر لکھتا ہے کہ اس میں حکمت الہی یعنی کراہ علم پر یہ روشن ہو جائے کہ اکبر کی تمام عقل و دانش خدا اور عین الہامی ہے، کسی بندہ سو حاصل کی ہوئی نہیں ابوقفضل کی یہ ساری تحریمیہ ظاہر اس یہے ہے کہ وہ اکبر کو بغیر وہ کی صفت میں لا کر کھڑا کرنا چاہتا ہے،

لیکن اس کو کون مان سکتے ہے، کہ ہائیوں کی اتنی توجہ اور استادوں کی اتنی کوشش کے باوجود اکبر لکھا پڑھا کچھ جانتا ہی نہ تھا، حالانکہ اس کے یہی کچھ جد دیگرے کئی اتھمقر ہوئے، جمال ریک اس کی خلخت معلوم ہوئی، وہ فرمادی گہ کر دیا گیا، اور دوسرا مقرر ہوا، اس کے باوجود وہ درست و خواند سے اتنا نابلہ رہا، کہ اپنا نام تک بھی اپنے ہاتھ سے لکھ نہیں سکت تھا، ابوقفضل آئین اکبری میں آئین آموزش کے خواں سے یہ لکھتا ہے کہ گنتی خداوند کے کہنے سے تحریف آموزی و تعلیم کا ایک طریقہ نکالا گیا ہے جس سے بچہ بر سوں کی تعلیم میتوں میں حاصل کر لیتے ہیں، جو شخص آئین آموزش کے اتنے وقیع نکل کر اس آسانی سے حل کر لیتا ہے، اس کے متعلق یہ کیونکر کوئی مان سکتا ہے کہ وہ حرف شن سی سے جو موڑ تھا،

لئے تمحب نواریخ بدایوفی، ج ۲، ص ۹، تھے رائل ریٹ نکٹ سائی من ظفر نامہ کا ایک تعمیلی نسخہ ہے، اسکے سروق پر اکبر کے وقت خاص لا کھنہ ہوا لفظاً فرمادیں موجود ہے، اس ستر پچھے جنگی کشمکش کے قلمبی کوئی جوئی یہ تصدیق ہے کہ یہ لفظ عرض اشیائی کا لکھا ہوا ہے، اور پھر اس کے پیچے شام بجان کی تحریر ہے، (جامد بابت ماہ جنوری) شش

مکترباشم زخیر و جال ام و ز فردا من اگر جدا فشار مم سر تو
غان زمان نے پھر لکھ بھی.

تاهست اثر خاصه در کشور تو شکل کہ بن جنگ کند شکر تو
از سرگز رد برای سیم کرتا فوکر تو بگزد زمزد روسیم

اکبر کا جواب تھا:-

بائناک بود خاک دم فسیر تو امروز مبن فردیا یه سر تو

از دولت من ہست ترا کیم وزری وز زور زر است قدت بکفر تو

غان زمان شاہی فوج کے مقابلہ کی تاب دلا سکا، بالآخر اس نے پسروال دی، اور
عذر پیش کی.

اس شاہ زمان نہم کین نوکر تو وزیر سنبھی تو انم آمد بر تو

از دور تو قصد شتن من داری نزویک چپ ا تو انم آمد بر تو

اکبر نے غان زمان کو معاف کر دیا، اور لکھا.

گفتی تو چور استی خدا یا در تو صدر حجت حق بپر و مادر تو

تیرنده تو سکر و خلیفہ من آمن نکنم آزو سے کشور تو

تمذکرہ روزروشن میں اکبر کا ذکر شعر کے زمرة میں کیا گیا ہے، وہ، س میں اس کے

حسب دل اشعار مقول ہے

بننم گوکر بورق گل فادہ است کان قطہ ہا زدیدہ بیل فادہ

گری کر دم زغمت و وجہ خوشالی شد ریختم خون دل ازو دیده دلم خالی شد

لہ یا حق شرار ملکی فخر نبھال ایشیا ک سوسائی تھے تذکرہ روزروشن بولنے تو ب صدیق حسن ص ۶۳۰

وَصَدِقَ هَنْدِيَّكُو مِي دَانَتْ بِهِ

ابو انشل نے اکبر کے اشاریں حسب ذیل بیت کو خاص طور سے پسند کیا ہے۔

نَيْسَتْ زَبَرْ جَبُونْ دَرْ گَرْ دَنْ جَسْنَوْنْ رَا عَشْ دَسْ دَسْ تَيْ دَرْ گَرْ دَسْ الْجَنْدَهْ

ریاض الشعرا (موضعی قلی وال داغت فی) میں بھی اکبر کے کچھ اشارات مقول ہیں، عبد اللہ بن

اوذ بک و ای تو ران کو ایک موقع پر اس نے حسب ذیل سترزاد رہائی کیا بھیجی:-

عَمْ هَمْ دَرْ فَرَاقْ وَهَرَانْ بَغْزَتْ با دَهْ دَهْ لَمْ

اَيْنْ عَمْ رَكْرَانْيِيْهِ اَرْزَانْ بَغْزَتْ دَهْ دَهْ دَهْ

عَمْ كَيْ بَشْ صَرْفْ سَرْقَتْ وَهَرَى با عِيشْ دَهْ طَرْبْ

اَفْوَسْ كَرْ دَهْ اَگْرَهْ دَهْرَانْ بَغْزَتْ با عَصَمْ عَنْسَمْ

اکبر کی ایک نظموم خط و کتابت کی بھی مشال ملاحظہ ہو، میں قلی خان جس کو خان زمان کا خط

ملاتھا، بہایوں کے ممتاز امور میں سے تھا، جنپور کا حاکم بنا کر بیجا گی، اکبر کے خدمت میں اس نے علم بناؤ

بلند کیا، اس بناؤت کو فرو کرنے کے لیے اکبر خود محمد میں شریک ہوا، خان زمان علم پر ہونے کے

علاء و خوبی شاعر تھا، سلطان شخص کریتا تھا دائرہ امار، (رج اص ۶۳۰) اس نے سخت بیب و بھیں

اکبر کے پاس رہ اشارہ کئے بھیجے،

اَسْ سَكَنْ دَرْ زَمَانَهْ دَرْ تَوْ يَاجِنْ بَوْ تَسْپَاهِي لَشَكْرَ تَوْ

دَرْ دُورِ تَوْ اَمَارْ قِيَاسَتْ پَيْدَاهَتْ وَجَالْ تَوْ فِي خَوَاجَهْ اِيْنَا خَرْ تَوْ

اکبر نے اپنے حریت کو اسی انداز اور درستی سے جواب دیا

اَسْ خَانِ بَهَانَ كَرْ بَرْ بَرْ لَشَكْرَ تَوْ شَدَوْلَتْ مِنْ باعْثَ كَرْ وَفَرْ تَوْ

اکبر نے پارہ اس آزادہ کے شعار پر نکتہ چینیاں بھی لکیں، اور نقادوں فن تے اس کی تنقید کی داد بھی دی، ایک بار مخفی نزد و سرود میں اس کے سامنے فنا فی کا یہ شعر پڑھا گیا
سیخا یار و خضرش تم رکاب بہم عنان میسے فنا فی آفتاب من بدین اعزازی آید
اکبر نے دوسرے صدر میں بر جستہ اصلاح دی،

فنا فی شمسوار من بدین اعزازی آید

ایک موقع پر ملا طالب صفا ہائی کی حسب ذیل، رباعی پڑھی گئی جس میں حکیم ابو الفتح گیلانی
کی موت پر افسوس، اور اس کے بجا ہی حکیم ہمام کی آمد پر خوشی کا انداز کیا گیا تھا،
عمر و دیر ادرم کرو حسا و آمد او شدہ سفر وین ز سفر باز آمد
اور فت بد تبار او عمر برفت وین آمد و عمر فرمہ ام باز آمد
اکبر نے اس رباعی کو ستاتو کہا کہ دنیا کے لفظ سے شریں گرانی پیدا ہو گئی ہے،
اس لیے یہ صدر میں اس طرح پڑھا جائے تو بہتر ہے،
اور فت و نز فتنش مر ا عمر برفت

اکبر کو علم و فن سے جو تعاون طبی مناسبت تھی، اس کا اندازہ ان صحبتون سے بھی ہوتا ہے،
جو اس کے دربار کا ایک ضروری جزو تھیں، اور جس میں ہر فن کے ارباب کمال جمع ہو کر مختلف مسائل
پر بحث و تفہیص کرتے تھے، اور ان میں اکبر خود اپر کا حمد لیتا تھا، خوش قسمی سے اس کے دربار میں
ایسے ارباب کمال جمع ہو گئے تھے جو کسی ایک عرصہ میں کم نظر تھے ہیں، عام طور پر لوگ اکبر تی عحد کی
عقلت حرف میاں خیانتی جانتے ہیں لیکن واقعیوں ہے کہ یہ دو علمی خیانت سے بھی کم دخنان نہیں،
یوں توہینہ و تاثن کی بنیل حکومت کی تاریخ میں علم پروردی، اور علم فوازی اس حکومت کی بنیاد
کے ساتھ ہی نظر آتی ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ علم و فنون کا علمی اثاثان قصر اس کم سواد

قطع

دو شنید بکوے می فروشان پیاز می نہ خسیدم
اکون ز خوار سرگرام ز دادم و د در خسیدم

رباعی

از بارگنہ خیده پشم حکم نے راه بسجدہ کنشتم حکم
نے وصف کا فرنہ مسلمان یا م نے لائق دوزخ نہ بشتم حکم
ایضاً

من یاد دلم کر خون شد از دوری او من یار غمہ دست بمحوری او
در آینندہ چرخ ن تو سرخ است عکسی است نهایان شد انجری او

محمد حسین آزاد اور بار اکبری میں نہ کوہہ بالا اشعار میں سے دوسرے شعر، قطعہ اور دوسری رباعی
کے علاوہ حسب ذیل دو شعر اور نقل کرتے ہیں،

من بُنگلہ نبی خورم می آرید من چنگ نبی زخم نے آرید
عابجی بسوئے کعبہ دداز برے جع یار ببود ک کعبہ بیام بسوے ا
ان اشعار کو نقل کرتے ہوئے محمد حسین آزاد لکھتے ہیں کہ

”اشعار جو اس کے دینی اکبر کے نام پر کتابوں میں لکھے ہیں، اسی کے ہیں، کیونکہ اگر
وہ ملک شاہی میں شہرت چاہتا تو شاہ عہد دوں تھے، جلدیں کی جلدیں تیار کروتیے، لیکن
جب یہی چند شعر اس کے نام پر لکھے ہیں تو اپنی ہی طبیعت کی اٹانگ ہے، جو کبھی کبھی موقع پر
نپک پڑی ہے۔ شاید لفظ یا لفظوں میں کسی نہ اصلاح بھی کرو دی ہو۔“

لہ یک بگ من بُنگل کے بیانے من قوہ بھی ہے۔ لہ دبار اکبری اور محمد حسین آزاد اور

کیں، ابو الفضل نے اس پر دو بزرگ کا خطبہ لکھا ہے، جس کے آخر میں ۹۹۵ء درج ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب پانچ سال کی مدت میں ترجمہ ہوئی، یہ ترجمہ اب تک متفق تباخا نہ ہے جس سے پایا جاتا ہے۔^{۱۷}

۲- رامائیں۔ ۹۹۵ء میں عبد القادر بدایونی نے شاہی حکم کے بوجب دامان کا ترجمہ کرنا شروع کیا، اور ۹۹۹ء میں تمام کیا، ترجمہ ایک سو بیس بیڑ پر مشتمل تھا، کتاب کے تتمہ پر مندرجہ ذیل شعر لکھا ہے اور شاہ کی خدمت میں پیش کیا۔

ماقصده نوشتیم پیش از انسان
جان سوتھے کر دیم پہنائکردا شا

اکبر بہت مخلوط ہوا، اور اس نے خواہش ظاہری کا ملابد ایونی اس کتاب کے آغاز میں کوئی فاعل نہ مقدمہ بھی تحریر کر دیں، میکن طاصاحب نے کفر والیاد کی کتاب پر کچھ لکھنے سے غلبہ کیا،^{۱۸} اس کتاب کے سچے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں (انڈیا آفس لائبریری نمبر ۱۹۶۳ بودین) لاپریری نمبر ۱۵۱۳)

۳- سنگھاسن تسبی۔ ۹۹۶ء (۵، ۲، ۵) میں عبد القادر بدایونی نے سنگھاسن کی مشہور کتاب سنگھاسن و ترمیتی کا فارسی ترجمہ کیا، اس کتاب میں ہندوؤں کے مشہور راجہ بھرا جیت (مالوہ) کے متعلق بنتیں قصہ ہیں، اکبر کا حکم پا کر بدایونی نے ایک بہمن کی مدد سے ان تصویر کو فارسی بامداد پیش ناشر شروع کی، اور اختمام پر کتاب کا تاریخی نام خود افزایا کرنا، اکبر اس کتاب کے بست پسند کرتا تھا، (بودین لاپریری کتاب نمبر ۲۶۲)

۴- حیوۃ الحیوان۔ دیمیری کی شہزادہ افاق کتاب حیوۃ الحیوان کو شیخ مبارک نے فارسی

تھے بدایونی عید دوم ص ۲۱۹۔ تھے فرشت مخطوطات ایڈیشن و برش یونیورسٹی کتاب نمبر ۳۰۴۵، بودین

لاپریری کتاب نمبر ۱۳۰۹۔ تھے بدایونی ج ۲ ص ۳۶۶۔ تھے یعنی ص ۱۸۸۔

فرانسروں کے عمدیں تکمیل کو پنچا، آئندہ سطروں میں ہم ان تراجم اور تایفات کا ذکر کرتے ہیں جو اکرم
 کی سرپرستی میں ظور میں آئیں، اور جس کی وجہ سے اس کا محمد سلطنت علمی حیثیت سے جگلگا۔ اما
 تراجم **ہما بھارت**، **زندگانی** میں اکبر کی خواہش ہوئی کہ **ہما بھارت** کا فارسی ترجمہ ہو، اس کام
 کے لیے پہلے ہندو پندتوں کو جمع کی، جنہوں نے **ہما بھارت** کے نفس موضوع کی تشریع کی، اس
 کے بعد ترجمہ کا کام **نقیب خان** کے پردیکی، اور اکبر نے خود کی متواتر راتوں میں **نقیب خان** کو
 ترجمہ کی نوعیت کو سمجھایا، ملا عبد القادر **ہما بھارت** کو تم خرافات لا طائل بتاتے ہیں، اس لیے بطيط خاطر
 کام پر مأمور ہوتے، ملا عبد القادر **ہما بھارت** کو تم خرافات لا طائل بتاتے ہیں، اس لیے بطيط خاطر
 اس کام کو انجام دینا نہیں چاہتے تھے، لیکن شہزادی حکم کی تافرانی بھی نہیں کر سکتے تھے، چار مینون
 کی کوششوں کے بعد **باب** (ہڑہ فن) کا ترجمہ کر سکے، بقیہ حصوں کو ملائیری، **نقیب خان** اور
 حاجی سلطان تھائیسری نے ختم کیا، تیج فینی نے ترجمہ کی زبان کو سلیس اور فصیح بننے کی کوشش
 کی، لیکن وہ دو باب سے آگے پڑھ سکا، حاجی سلطان تھائیسری نے اپنے ترجمہ پر نظر ثانی کرنا
 شروع کیا، اس کام میں شنوں ہی تھا کہ اسی اس باب کی بنا پر اس کو دارالسلطنت چھوڑ دیا، اور
 بھکر جانماڑا، ملا عبد القادر بداؤنی کا بیان ہے کہ حاجی سلطان تھائیسری جب یہ ترجمہ کر رہا تھا تو
 کسی نے پوچا کہ کیا لکھ رہے ہو تو جواب دیا کہ حروف وہ ہزار سالہ رازیہ بان حال موافق می سازم۔
 یعنی ہزاروں سال کی پرانی بات کو آج کی بات بنا رہا ہوں، (جلد سوم ص ۱۰۹) ملائیری **ہما بھارت**
 کے بارہ میں کہتے تھے کہ افسانہ ایک خواب ہے جو کسی نے بخار کی حالت میں دیکی تھا (بداؤنی ص ۳۷)
 اکبر نے **ہما بھارت** کے ترجمہ کا نام رزم نامہ رکھی، اور تمام معروکوں کی تصویریں بتا کر اس میں شامل
 لئے ملا بداؤنی حاجی سلطان تھائیسری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "علوم نقیر، اخوب و زیرہ، آخر وقت
 میں وہ تھائیسر اور کرناں پا کر وری مقرر ہوا تھا۔"

۹۔ تاجک۔ علوم نجوم میں ایک معترض تصنیف ہے، مکل خان بخاری نے اس کو فارسی کا قابل پستیا،

۱۰۔ ہرنیس۔ کرشن جی کی زندگی کے حالات ہیں، ہولات آشیری نے اس کا فارسی ترجمہ کیا:
۱۱۔ محمد البدران۔ شہاب الدین عبد اللہ بن قوت بن عبد الله جموقی رومی بخدا دی
(متوفی ۲۷۴ھ) کی شہزاد فاق کتاب محمد البدران کا فارسی ترجمہ ملا احمد بن حنبل، قاسم بیگ شیخ ننو
اور دوسرے فصلوںے روزگار نے مل کر کیا،

۱۲۔ تاریخ کشمیر۔ راجہ سرگنی منصفہ کھانا، سلطان زین العابدین و ان کی شیر کے زمانہ میں
زبان سنکرت لکھی گئی، اکبر نے کشمیر کے سفر میں اس کتاب کو دیکھا، اس کی خواہش ہوئی کہ اس کا
فارسی ترجمہ ہو، چنانچہ مولانا شاہ محمد شاہ آبادی نے اس کام کو انجام دیا، ابو الفضل کا بیان ہے کہ اس میں
کشمیر کے متعلق چار ہزار برس کا حال لکھا ہے، اس کتاب کا فارسی ترجمہ جھپٹ گیا ہے، اس ترجمہ
کا انتخاب مل عبد القادر بدایونی نے بھی میں زبان میں کیا، جو شاہی کتبخانہ میں داخل ہوا ہے۔

۱۳۔ کلیلہ و دمنہ۔ قصہ کے طور پر حکمت عملی کی ایک مشہور سنکرت کتاب ہے، ملائیں
واعظ نے اس کا فارسی ترجمہ کی تھا، لیکن سخت الفاظ و استعارات سے یہ ترجمہ اس قدر چیزہ اور
مشکل ہو گیا تھا، کہ اس کا صحنا آسان نہ تھا، اکبر نے ابو الفضل کو حکم دیا کہ عمل سنکرت کو سامنے
رکھ کر ایسی عبارت میں ترجمہ کی جائے کہ اس کے پند و فصایح آسانی سے بمحض میں آئیں ۹۹۷ھ
یہ ابو الفضل نے اس کام کو انجام دیا، کتاب کا نام عیار دانش رکھا گیا، کتاب کے اقتداء پر
ابو الفضل نے ایک خاتمہ لکھا ہے، جس میں بعض نادر معالم اور تحفہ بیان کئے گئے ہیں، (ذی)

آفس لاہوری کتب نمبر ۲۶۶ - ۲۶۷، بوڈلین لاہوری نمبر ۳۴۸ - ۳۴۹

نہائیں اکبری ص ۲۰، تھے اندیسا آفس کنیڈاگ ص ۲۰، تکہ بدایونی جلد دوم ص ۲۰، لکھائیں اکبری ص ۲۰،

میں ترجیح کیا۔ اکبر کو نائب خان پڑھ کر سناتا، اور سعی سمجھاتا جاتا تھا، اس شکل کو فتح کرنے کے لیے اکبر نے اس کے فارسی ترجیح کا حکم دیا، جو شیخ مبارک کے ذریعہ سے ۱۸۹۶ء میں تمام ہوا۔

۵۔ اتھر بن۔ اکبر مددوں کے علوم و فنون سے خاص شفت رکھتا تھا، چنانچہ ان کے مذہبیے معلومات حاصل کرنے کی غرض سے ان کی مقدس کتب بول کو زبان فارسی میں لاتا چاہتا تھا، اتھر بن کا فارسی ترجیح اسی خیال سے، اس نے کریما، اول اول یہ کام ملائکہ القادر بدایو فی کے ذمہ کیا گیا، دیک فرمسلم برہمن بجا دن ان کو طلب سمجھاتا جاتا تھا، اور وہ فارسی میں لکھتے جلتے تھے، لیکن اس کی عمارت بہت ہی مغلن تھی، اس نے وہ یہ کام انجام دینے سے قاصر رہے، چنانچہ فرضی سے فرمائش کی گئی، پھر شیخ ابراہیم سرہندی کے ذمہ خدمت پر ہوئی، گوشیخ ابراہیم نے اس خدمت انجام دی، مگر ترجیح اکبر کے خاطر خواہ نہیں ہوا،

۶۔ احمیل۔ نصرانی مبلغین کو شاہی دربار میں کافی رسونخ حاصل ہو گیا تھا، اکبر نے ان سے دین کیجی کی جزئیات اور تفصیلات سے واقعیت حاصل کی، اور شہزادہ مراد کو اس کی تعلیم بھی دلائی، اسی مسئلہ میں احمیل کے فارسی ترجیح کی بھی فرمائش کی، اس کام کے لیے ابراہیم افضل کو مأمور کیا، جس نے ۱۸۹۶ء میں اس کو انجام دیا، انہی اباب پر بعض خوش نام پادریوں کا خیال ہے کہ اکبر نے دین کی قبول کریا تھا،

۷۔ ترزک بابری۔ بابر نے اپنے خیالات اور واقعیات ترکی میں گلشنہ کئے تھے، اور ترزک بابری نام رکھا تھا، اکبر کی فرمائش سے قان غانہ ان عبد الرحمٰن نے اس کا فارسی ترجمہ ۱۸۹۶ء میں کیا، جس کی زبان نہایت سادہ بہشتی اور صاف ہے۔

۸۔ لیلاؤتی۔ فن ریاضی کی، یک شہرو رکتاب ہے، اس کا ترجیح فرضی نہیں کیا۔

کوئی مفضل اور کمل تاریخ ہو، اس کی خواہش کے مطابق فیض خان، شاہ فتح اللہ، حکیم ہمام، حکیم علی، حاجی ابراہیم سرہنڈی، نظام الدین احمد عبد القادر بدایوی، مولانا محمد بخشوی، جعفر بیگ اور اصفت خان نے ملکر اس کام کو انجام دیا۔ یہ کتاب چار جلدیں ہیں ختم ہوئی، ملا عبد القادر بدایوی نے تین جلدیں کا تذکرہ کرتے ہیں، مگر انہیاً افس لابیری میں اس کی چار جلدیں موجود ہیں۔ تیسرا جلد میں ۱۹۹۶ء تک کی تاریخ ہے، اور ۲۰۱۵ء میں ختم کی گئی پروفیسر ڈاکٹر کا خیال ہے کہ ان چاروں جلدیں کے علاوہ دو اور جلدیں ہوئیں چاہیں، اس کتاب کی تدوین اور ترتیب میں مختلف اہل علم نے حصہ لیا، اس کا ذکر ملا عبد القادر بدایوی اس طرح کرتے ہیں:-

اسی سال یہ حکم ہوا کہ حیرت سے چونکہ ہزار سال پورے ہو گئے، اور لوگ ہر جگہ جھوپڑیاں لگتے ہیں، اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسی تاریخ مرتب کی جائے جو ان تمام مسلمان کے حالات پر صادق ہو، جو ابتداء سے اب تک اسلام میں گذرے ہیں، جس کے درست متن پرستے کر ایسی تاریخ لکھوائی جائے جو دوسری تمام تاریخوں کی ناسخ ہو۔ اس تاریخ کو با دشہ نے اپنی نام رکھا اور یہ حکم دیا کہ سنن کے ذکر میں حیرت کے بجائے رحلت لکھیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوفات سے آج ہم کے واقعات کے لکھنے کے لیے سات آدمیوں کو حکم ہوا، پہلے سال کے واقعات کو فیض خان لکھیں، در دوسرے کو شاہ فتح اللہ، اور تیسرا کو حکیم ہمام، چوتھے کو حکیم علی، پانچویں کو حاجی، ابراہیم سرہنڈی، پھٹے کو مرزا نظام الدین احمد اور ساتویں کو فیض قلبند کرے، اسی طرح ۳۵ سال کی تاریخ مرتب ہو گئی، ایک رات کو ساتوں سال کے متعلق جب کوئی غیر مفتاحی کے حالات لکھ رہا تھا اور قصر الامارة کو بننا دا اہتمام

۱۳۔ نل و مک۔ عشق و محبت کا ایک جگرگہ از قصہ ہے، جس میں ملک انشعرا

فیضی فی خسر و کی بی بی جنون کی بھر میں اس کو ظلم کیا، اس میں چار ہزار دو سو اشعار ہیں، اور قبل تعبیہ امر ہے کہ صرف پانچ ہیئت کی مت میں عظیم اشان کا زامد انجم پذیر ہوا، اس کے کل وغوبی کی داد ملاعِد القادر فیضی کو سیش سخت الفاظ سے یاد کرتے ہیں، اس طرح ہے:

وَالْحَقْيَةُ مُتْنَوِّيَّةٌ سُتُّ كَرِيمٍ صَدِيقٍ
سَالِمٌ أَنْ بَدَأَ مِنْ خَسْرٍ شَاهِيدٌ دَهْنَدَ كَسِيْدَ وَيْلَجَرَ

دَكْنَةَ باشِدَّهَ۔

۱۴۔ جامع رشیدی۔ سو سو سو میں بعد العاد بدایونی نے عربی کی ضخیم کتب جامع رشیدی

کا فارسی ترجمہ کیا، جو نہ از عالمہ میں داخل ہوا ہے۔

۱۵۔ بھرالاسما۔ ہندی افساذ کی ایک کتاب بھتی، سلطان زین العابدین نے اس کا

تحویل اساتر تحریر کیا تھا، تکملہ بھتی، ابو الفضل کی فرمائش سے ملاعِد القادر نے اس کا مکاونت پڑھ لیا، چنانچہ ہیئت میں ترجمہ کا کام حتم کی، جو سانچہ جزیں تھیں، اکبر نے خوش ہر کروں ہزار نکلے اور ایک گھوڑا انہیں دیا، تھے۔

۱۶۔ اکبر نے شہزادی کی عربی تاریخ تاریخ الحکم، کا بھی فارسی ترجمہ متصود علی تبریزی سے شہزادہ

سلیمان کی تعلیم کے لیے کر دیا، اس کا نام فرمہتم الراج و فرمہتم الراج رکھا گی۔

اکبر نے صرف سناکریت کی کتبیں فارسی میں تعلیم کرائیں بلکہ عربی و فارسی کی کتب دوں کو سنکری کا قابل پستیا چنانچہ رسمی عہد ایک اکابر جو سنکرت میں ہوا، اس کے ترجمہ میں میر فتح اللہ شیرازی ابو الفضل، کشن جو ترشی، گنگہ دھر، جمیش جہاندش یک ہیں۔

تئیینات | تاریخ افغانی اکبر چاہتا تھا کہ اسلامی خدمت کے ابتدائی دور سے اس کے زمانہ تک کی

ابو الفضل نے آغاز کتاب میں ایک مقدمہ کھاٹے اس تایفت کی خوبی کو ایک انگریز مورخ
اس طرح بیان کرتا ہے :-

”مُؤْلِفُینَ اس تایفت کی تیاری میں تمام بحترین ذرائعِ قصرت میں لائے ہیں ریکوئر
عربی اور فارسی کی ان تمام مشهور اور مستند تایاریوں کے حوالے جن سے آج موجودہ ہر چیز
اپنے علم فیض حاصل کر سکے ہیں، اس تایفت میں مذکور ہیں، انہوں نے بڑی وقت نظر
کے ساتھ مستند مواد کا انتخاب کیا ہے، اور ان خرافات کو جو اکٹھ کتا ہوں میں پاسے
جاتے ہیں، نظر انداز کرو دیا ہے۔“

اکبر نامہ۔ تیموریوں کے دربار میں تاریخ نویسی اور واقعہ نگاری کا ایک باطننا محل
قائم تھا، اکبر نامہ اور آئین اکبری اس مسئلہ کی پہلی کڑی ہیں، اکبر نامہ ابو الفضل کی محنت و کارث
اور اتفاق و کاش ہر کارہر دو جلدیوں میں پختل ہے، پہلی جلد میں بارہ بجا یوں کے حالات ہیں،
دوسری جلد میں اکبری حکومت کے مغلب احوالات ہیں، آئین اکبری کو اس کی تیسری جلد بخدا
چاہیے، اکبر نامہ کے استناد کو بعض مورخین اس میں مشکوک نظروں سے دیکھتے ہیں کہ یہ اکبر
کے ایک دریاری مورخ کی نگارش و تحریر ہے، جس میں حدست زیادہ خوشامد کا پہلو ملحوظ
رکھا گیا ہے،

الفشن لکھتا ہے کہ

”اکبر نامہ کی سند یوں ہے میں وقت کی نظر سے رکھی نہیں جاتی کیونکہ ابدا
گودہ ایک دینے انظر اور غیر معمولی ذہن کا آدمی ہے پھر جی وہ ایک دنادرد باری سے
جو اپنے آقا کی شکیوں کو سیہرہ اچھاتا ہے، اس کی یہ ایسوں سے جسم پوشی کرتا ہے،

لہ آئین اکبری ص ۱۰۰، گلہ ایسٹ ج ۵ ص ۱۵۰، آئین ۲۰۰، فن کیلاغ نمبر ۱۱۰ - ۱۱۳

ام کلشہم بہت ایسے لومینین میں عین ائمہ عنہما کے نجاح کے معاملہ، اور پانچوں وقت کی ناز
کی تسلیم، اور شہر قصیدن کی فتح، اور بڑے بڑے مرغ کے ائمہ بھجوؤں کے معاملے تک پہنچا
تو حکمت سیاست ہوا، هر زاد بخراً احصت خان شاہ کی بڑی طرح دلگی کی، برخلاف شیخ ابو
او، فائزی خان پوشی نے صحیح تو جیاتِ اس ورچوب فقرتے پرچا کر ان واقعات کو کیدی خوا
لکھا تو اس نے کہا کہ جو کچھ کہتا ہوں ہیں دیکھا، لکھ دیا، ہیں خود ان واقعات کا موجود نہیں
ہوں، اسی وقت کت بروضت لا جباب اور سیر کی دہسری کت ہوں کو خزانے سے طلب
گر کے نقیب خان کو حکم دیا کہ ان واقعات کی تحقیق کریں، اس نے واقعہ کے مطابق
صحیح نظر ریا اور محکم ان بے محل اعتراضات سے خدا کے نصل سے ربانی ہوئی سال
۳۶۷ کے متلوں حکم ہوا کہ اب ملا اعدم صحیح تہذیب تاریخ افغانی لکھیں اور یہ حکم حکیم اور افعیٰ کی سفارش
سے ہوا، اور انھوں نے تسلیم کی وجہ سے اپنے اقتدار کے مطابق جو کچھ چاہا کیا گھردیا،
جیسا کہ ظاہر ہے پہلیگزرنان کے زمانہ تک کے تمام واقعات کو دو جلد ہوں ہیں تمام کیا،
یا انتک کہ مرزا فولاد بہ لاس نے ایک رات، س کو باوشاہ کے طلب کرنے کے بہانہ
سے گھر سے بخالا اور لا ہور کی گئی میں اس غلوکی وجہ سے جو وہ نہ ہب میں رکھتا تھا،
او، اس تحقیق کی وجہ سے جو اس کو اس سے ہوئی تھی، قتل کر دیا اور خود اس کے
تصاص میں قتل ہوا، بقیہ احوال کو حکم کے موافق احصت خان نے تو سوتا نوے سال
تک لکھا اور سند ایک ہزار میں فیفر کو لا پیدا ہیں حکم دیا کہ اس تاریخ کو ابتداء سے مقابلہ اور
تصحیح کروں، اور وہ سند جو آگے پہنچے کئے گئے ہیں ان کو مرتبا کروں، ایک سال
تک اس خدمت میں مشغول رہ کر پہنچ دو جلد ہوں کا مقابلہ کیا، اور تیسرا جلد کو احصت
خان کے حوالہ کیا۔

تفصان پنچا ہے، مگر اکبر نامہ کا سلطان العکی جائے تو ایڈم بالکل بے بنیاد معلوم مبتدا ہے،
اگر اس کی تصنیفت کا ہم شرق کی دوسری تاریخوں سے متابہ کریں، تو پہلے چھا کر دہ
تعریف کرتا ہے، لیکن کم، اور غاص اندراز کمال سے جو کوئی دوسرا ہندوستانی مورخ
نہیں کر سکتے ہے، بلکی مورخوں میں سے کوئی اس پر خوشابد کا ایڈم عائد نہیں کرتا، اور اگر
ہم یہ ذہن نشین کر لیں کہ شرق کی تاریخ کی تمام کتب میں حکماء کی راستے سے تفق و درجی ہونا
ضروری قرار دیتی ہیں، خواہ وہ اچھی ہو یا بُری، تو پھر اب افضل قابل منافی ہے، وہ
اس پر تعریف کرتا ہے کہ اس نے حقیقتہ ایک سچا ہرورد بایا ہے۔

اسی بات کو محمد حسین آزاد اپنے مخصوص اندراز میں اس طرح لکھتے ہیں : -
”جن لوگوں کے دامنوں میں نئی روشنی سے اجا لاؤ گیا ہے، وہ اس کی تصنیفات
پڑھ کر لکھتے ہیں، کہ اب افضل ایشیائی انش پروازوں میں سب سے بڑا بہانہ پرواز صفت
تحا، اس نے اکبر نامہ اور ایڈن اکبری کے لکھنے میں فارسی کی پرانی یا قوت کو تازہ کیا ہے،
اس نے خوش بیانی اور یادہ سرائی کے پڑھ دیں اکبر کی خوبیاں دکھائی ہیں، اور عرب
اس طرح چھپائے ہیں کہ جس کے پڑھنے سے بہر وح اور مذاع دونوں سے فرستہ ہوتی
ہے، اور دو نو زن کی ذات و عختار پر بڑھ گلتا ہے، البتہ بڑا علامہ، عاقل، ودنا، مدبر تھا،
دنیا کے کاموں کے میں صیحی عقل کی ضرورت ہے، وہ اس میں ضرور تھی، ایڈن کتا ہے کہ
جو کچھ الفاظ و عبارت کے پڑھنے والوں نے کہا یہ بھی ہے، لیکن وہ مجبور تھا، کیونکہ فارسی کو
ڈھنگ پچھے سو بریس سے یہی چلا کر تھا، اس کی ایجادوں نے بت اصلاح کی ہے، اور
خرا میریں کو سنجالا ہے، باوجو داس کے جوزبان کے ماہریں، اور موزوں کے تماہیوں

اور اس کے اور اس کے ہوا خواہوں کے تبرہ کو ہمیشہ پڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔

اس کے سند و تاریخ اور واقعات کے عمومی بیانات قابل تدریب، لیکن اس کتاب کو پڑھتے وقت اس کی عالمیہ نظرداری سے اپنے کو آنا ضغوط رکھنا نہیں پڑتا، جتنا کہ وہ اپنے مودودی کی مدح سرایی کر کے تاظرین کی سیدردی خواہ مخواہ حاصل کرنا پڑتا ہے، اور پھر بعض موقع پر بے جا اور غیر ایمانی ارادہ طریقہ پر ایک تقدیم کر کی سے بظہر کر دیتا ہے، حالانکہ وہ شخص بالکل مخصوص اور قابل معافی ہوتا ہے، اس کے بیانات گنجیک غیر معمولی خیالات اور معاشری فضدوں سے بریز، اور عوام اپنے مودوح کی مدح سرایی پر ختم ہوتے ہیں، وہ اکثر واقعات کو نظر انداز کر دیتا ہے، یا اپنے مخصوص انداز سے غلط پریا یہیں بیان کر جاتا ہے، اور تعریف و توصیف، فتح و کامرانی کے واقعات کا تذکرہ اس غلوت کرتا ہے کہ تاظرین نہ صرف کتاب سے بلکہ مودوح سے بھی کدر خاطر ہو جاتے ہیں، اس بے منی تعریف و توصیف کے ڈھیر میں اکبر کے حقیقی ادھاف کم چہ جاتے ہیں، اور پھر وہ مسرے مودوح سے اس کے افعال کی نزعیت کا، اس کی مشکلات اور ان ذرا کچھ کاجن سے وہ ان مشکلات کو حل کرتا ہے، اعلیٰ حال معلوم ہوتا ہے، کتاب کا قوشانہ انداز ہے ایسے آدمی نے لکھا، جو اکبر کی طبیعت سے خوب بھی طرح قیمت تھا، اور پھر اس کے معاملے کے لیے پیش کیا اس (اکبر) کی نجوت و کبریانی کا پتہ دیتا ہے، جو حقیقت اس کی پسندیدہ سیرت کا تمنادار ہے۔

مگر اس کا جواب ایک دوسرا فیروزپن مورخ اس طرح دیتا ہے:-

”ابو الفضل پریور پین مصنفوں تو شاہد پستی کا ایام عائد کرتے ہیں، ساتھ ہی ساقی

یہ بھی کہ اس نے قصداً بعض واقعات کو چھپایا ہے جس سے اس کے ہاتھ کی شہرت کو کافی

آئین اکبری۔ اکبر نامہ ہی کے مختلف حصے ہیں، اس کی خوبیان جتنی بھی زیادہ بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی، پھر بھی علم قاصر ہے گا، ابو الفضل نے اسکوں محنت کا وش، امعان نظر اور دینامیک سے لکھا ہے، وہ ہر زبان کے یہ ایک قابل فخر علمی کارنامہ ہو سکتا ہے، اس کو تمہاری دور کے ملکی، حریقی، صنعتی، ترباعی، اقتصادی، معافسرتی، تدقی، خانگی، علمی اور مذہبی حالات و واقعیات کا آئینہ سمجھنا چاہیے، اگر یہ کتاب نکھلی جاتی تو شاید مغلیہ کے ہمدردین کے مختلف پہلوؤں کی تصویریں، تنی واضح اور روشن نظر نہ آتیں، جتنا کہ آج نظر آ رہی ہیں، اور اس حقیقت سے کون انسخار کر سکتا ہے کہ ہند و سلطان میں جب بريطانی نظام حکومت قائم ہوا تو اس سلسلہ میں یہ کتاب بے حد معاون ہموئی،

ان تاریخوں کے علاوہ مژو نظم کی بہت سی کتابیں اکبر کی فرمائش پر لکھی گئیں، ملک اشرار، ابو الفضل فیاضی نے نظہری کے خدمت کی زین میں پاچ مہینوں کی بھیں، سرداریوں کے مقابلہ سیمان و ملیعیں اور بیلی و مجنون کے ہلہ پر غل و من لکھی، ان دونوں میں علیحدہ علیحدہ چار ہزار اشاعت ہے، بہت پیکر کے وزن پر ہفت کشور اور سکنند نامہ کے جواب میں اکبر نامہ لکھی، جو پاچ ہزار شودن پہلی تھیں، انہیں اسرار کے مقابلہ میں مرزا اور لکھی، جس میں تین ہزار ادبیات تھیں، فیاضی نے کلام جدید کی ایک بے نقطہ تغیر مسلط (اللامام عی) لکھی، جس کے صدیں اکبر نے دس ہزار روپیے دیے، اس نے اخلاقیات پر ایک بے نقطہ کتاب سوار وال کلام عی تھی، ایس کی تھی۔

اباب کمل اس جماعت میں سے پسے ہماری نظر ابو الفضل فیاضی فیاضی پر پڑتی ہے جو شیخ مبارک کا خلف اکبر تھا، اس کے علم و فضل کی شہرت نے بیس برس کی عمر میں اسے اکبر کے دربار کے

ہیں، اور کلام کے انداز اور دادوں کو جانتے اور پچھتے ہیں کہ جو کچھ کہا اور جس
 پسرا ہیں کہ، کوئی بات اخناسیں رکھی۔ اصل حقیقت کو لکھ دیا ہے، اور انشا پردازی کا آئینہ
 اور کھدیا ہے، کہ اسی کا کام تھا، یعنی اسی کا کام تھا کہ سب کچھ کہ دیا۔ اور جن سے نہ کہنا تھا وہ کچھ بھی
 نہ سمجھے اور اپنکے بھی نہیں سمجھتے، خوشامد کی بات تم نہیں مانتے، ہم زبان کی تاریخیں موجود ہیں تو
 مودخ ہے کہ خوشامد شاہ اور حمایت قوم سے پاک ہو، وہ اپنے آقا کا یک نہک صلاح و فادار
 نوکر تھا، اسی کے انصاف سے اس کے خاندان کی عزت و ابروجی، اسی کی قدر و اُنی سے کھلخت
 ہو گیا، اسی کی پرورش سے تصنیفت ہیں، اور انھوں نے بلکہ خود اس نے صد، سال عمر
 پائی، خوشامد کی چیز ہے؟ اس کا دل تو عبادت کرتا ہو گا، اور جان لوث وٹ کرنا کہ راہ پہنچی
 جاتی ہو گی، اس نے بہت سا ادب ظاہر کی، شکریہ اور اکیا، لوگوں نے خوشامد نام رکھا۔
 نوادت نائجہ لامراہ ابوفضل کے انشا، اور اکبر نامد کے تعلق لکھا ہے:-
 تمام چیزوں سے قلعہ نظر کے شیخ نے فن انشا میں عجیب سحر نکاری سے کام لیا ہے،
 باوجود یک وہ انشا، پروازی کے تمام صنوعی تکفالت سے پاک ہے، باعزم غفرد الفاظ کی
 نشت، ان کی میانات، حسن ترکیب و غیرہ کا ایک ایسا حسد اس میں آگی ہے کہ درجہ
 لوگ بخشنل اس کی تعلیم کر سکتے ہیں، اور تاریخ اکبری سے اسکی شہادت مل سکتی ہے جو کہ
 اس نے یہ اذنام کر دیا ہے کہ «اس میں زیادہ تر فارسی کے الفاظ آئیں» اس میں لوگوں
 کا بیان ہے کہ شیخ نے غصہ فنا یعنی کی نت کر دی ہے، اس قن میں اس کی ہمارت کا کمال
 یہ ہے کہ ہمت سے مطاب کو جو دنستہ باطل تھے، باوشاہ کی ماحی کے لیے بظاہر خداوندی
 تمہیدوں کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جست کم غور تریک باتے اصل معصمه معلوم نہیں ہو۔

ہزار قافلہ شوق حی کند شبیگم کرباڑیں کثیدہ خطا کشمیر
 سنت میں اکبر نے فاندیں کے فرمانروائے پاس سینہرنا کر بھیجا، یہاں سے احمد نگر بہن
 نظام شاہ کے پاس سینہری کی حیثیت سے پہنچا، یہاں سے اکبر کے پاس جو عرض داشت لکھ بھیجی،
 وہ مختلف قسم کے معلومات سے پر بھی، اس کو سیاسی کاموں سے زیادہ دلچسپی نہ تھی، وہ اکبر کے
 قریب رہ کر علیٰ شغل میں زندگی بسر کرنا زیادہ پسند کرتا تھا، شروع سے اخیر تک اکبر کے ساتھ
 اس کو خاص قلبی لگی تھی، شاہ عباس صفوی نے اکبر کے پاس قسمی تھائیں لئے کر اپنے ایک
 ایچی کو بھیجا، تو میرزا ذکر نہ ایک مکتوب پڑھا، جس کے سرورق پر بیرونی ربانی تھی،
 زنگی بسیاہ و خل دشکنہزادہ روایہ اپنے دشمن و دشنه خنجر نازدہ
 اکبر بہ خزینہ پر از زرنازد عباس بہ ذوالفقار حیدر نانہ
 جب یہ رباعی پڑھی لئی تو دربار کا یہ شخص چونکا اٹھا، اکبر نے فیضی کی طرف دیکھا،
 فیضی اپنے محبوب شاہی آقا کی سکی برداشت نہ کر سکا اور فی البدیہ یہ رباعی کمکری
 فردوس ہبسیں دشکنہزادہ دیباہ گھر فلک بہ انحراف نازد
 عباس بہ ذوالفقار حیدر نازد کوئین بہ ذات پاک اکبر نازد
 اس کو شکر دربار میں سرت و افتخار کی ایک لہرو دوگی، فیضی نے سنت میں
 وفات پائی، جب ستر مرگ پر تھا تو ایک رات اکبر کو خبر ہوئی کہ وہ عالم نزع میں ہے
 آدمی رات گزر پھی تھی، مگر اکبر اپنے محبوب دوست کے گھر پر اسی وقت شاہی حکم نکلی
 ہے، افطراب میں فیضی کا سر پکڑ کر بولا، شیخ جو، بولو، حکیم علی کو ساتھ لایا ہوں، بوئے کیوں
 لے، بیاض مژہ اسد بیگ ترک ن بخاری سڑی پر شین لڑپچڑی دیگویج اذ عبد النبی مدد سوم

پہنچا دیا، جہاں وہ چھار عدی منصب پر فائز ہوا، اور جب اس کا ہوا تو ملک الشرا، کے
عہدز خلاب سے سرفراز کیا گی، عربی، فارسی اور سنکرست کا جید عالم تھا، اس نے ایک
ایک نتاں میں مختلف زبانوں میں تعلیم کیں، اس کی متعدد تصانیف کا ذکر اور پڑھکا ہے،
اس کا علمی شفعت اس قدر بڑھتا تھا کہ جب وہ مر ا تو اپنے کتب خانہ میں ۲۰۰ کتابیں جھوٹیں
جو شہی کتب خانہ میں دانس کرنی گئیں، شاعری میں کیتے، دوڑگار تھا، پہنچنی پھر فتنی
تھا، خصوص کرتا تھا، چنانچہ خود کہتا ہے،

نین پیش کر سکدہ ام سخن بود فیضی قسم نگین من بو و

اکنون کرندم بشق مرتاب فیاضیم از محیط فیض

فیضی کے قصائد، غزلیں، اور مشنیاں فارسی کی بہترین نظموں میں شمار کی جاتی ہیں،
اس کے کل کام کی تعداد ۵۰ ہزار کے لگ بھگ ہے، اس کے مجموعہ کا نام طبیعت راصح
ہے، فن طبے بھی پچپی رکھتا تھا، بولی سینا کی کتاب الفاظون کو پڑھنے میں بڑی ثمرت حاصل کی گئی،
اکبر کا محبوب ترین دوست تھا، اس کو ہمیشہ پاس رکھتا تھا، اور اس کی ہمہ گیرقا بیسے
برابر فیضیاں ہوتا رہتا تھا، اکبر کے رکھوں کی تعلیم اسی کے ذریعہ تھی، شہزادہ دانیال کو تحولات
ہی، نون میں ضروری درجہ سکھا دیے تھے، دانیال نے برج بجا کا، اسی سے سکی، ششمہ جلوس
میں اکبر نے نہماں عحیدت کے لیے شہزادہ دانیال کو اجسی بھیجا تو فیضی کو بھی اس کے ساتھ تعین
کی، سو نو میں اگر کہاں کا پی اور کا بخیر کی صدارت اس کو تفویض کی گئی، سو نو میں جب یونانی
پنجوں کے خلاف اکبر نے وہیں بھیجیں تو فیضی بھی اس حکم پر مأمور کیا گی، سو نو میں اکبر نے عکاش شرا،
کا خطاب عطا کیا، سو نو میں اکبر کو شیر گیا تو فیضی بھی اس کی میست میں تھا، شاہی جلوس کشیر کی حیثیت
وادیوں کو دیکھا مرست ہے گئی، اور اسے تفسیدہ کہا جس کا مطلع یہ تھا،

اور تمام بھی، جو شہزادے خواجہ حافظ میں بھی ہے، اور اعلیٰ درجہ پر ہے، لیکن رندہ
مظاہرین اور دنیا کی بے شباتی کے ساتھ مخصوص ہے، فیضی کے ہاں فتویٰ عشقی فہیضا
ہر قسم کے مظاہرین میں وہی جو شہزادے خواجہ ہے، جو شہزادے اس کے ذاتی حالات کا
خاص اثر ہے جو کسی اور کو نسبت نہیں پہنچتا تھا۔

محمد حسین آزاد گوہارتان ہیں:-

”دش و پر دشی فیضی کے علم کو سمجھ کر قیام ہے، اس کے لطیف استعارے، لیکن
تشیعیں، بلند مظاہرین، نازک خیالات، فیضی زیان، نظرون کی عدمہ تراشیں، دش
تکبیس، ادات مطابق کے انداز دیکھنے کے قابل ہیں۔“

فیضی کے بعد یا کیا اس کے چھوٹے جامی علامی ہنایی شیخ ابو الفضل پر نظر پڑتی
ہے، ابو الفضل نے ۵۱ سال کی عمر میں تمام علوم و فنون کی تعلیم پا کر فراغت حاصل کری ہتھی،
اسال کی عمر میں آتی، لکھری کی تفسیر کلکار کبری خدمت میں گذرانی فیضی شاہی پارکاہ سے
منڈاک ہو چکا تھا، اس کے ذریعہ ابو الفضل کی بی وقت اور زہانت اکبر کے کاون ۲۶
پھلی تھی، پھر نئی تخت فیضی کے فریں سال ابو الفضل شاہی ملازمت میں داخل ہو گیا، پھر تو شاہی
جو دو کرم کی بارش اتنی ہوتی کہ وہ چار ہزاری منصب پر فائز ہو، اور وزارت خلیلی پر مأمور
کیا گیا، وہ ایک کامیاب سیاست دان، بیدار، مغزہ میر اور ہوشیار سے سالار ہونے کے
علاوہ ایک بے شل ادیب، مورع اور شاعر تھا، اور علامی کے ممتاز لقب سے ہمیشہ یاد کی
جاتا تھا، اس کی قابلیت اور دلیاقت ہر جگہ اور ہر زمانہ میں تسلیم کی گئی، معرفت ہماڑا لامہ
کہتا ہے کہ

نہیں ہو، مگر فیضی کی زبان بند ہو چکی تھی، اکبر نے چھوڑ جھوڑا لیکن اس مرتبہ دو حصہ غصہ سے پرواز کر کچکی تھی، غایت احتصار اور صدمہ میں اکبر نے سر سے دستار آتا رکر زمین پھینک دی۔

فیضی کی بیانات، قابلیت، وقت نظر اور جودت بیان کے تمام اہل علم معرفت

یہ، ملا عبد القادر بدرا یونی اس کو عقیدے کے بحاظ سے بہت ہی سخت اور برسے انفاطا سے یاد کرتے ہیں، مگر جہاں اس کی ملی بیانات کا ذکر ہماہے اس کی خوبیوں کی دل کھوکھ داد دیتے ہیں، اس کی مشنوی نسل و من کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس قسم کی کتاب تین سال کے اندر نہیں تکمیل ہی، ایک جگہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:-

”فون بن یہ از شرود معاو عرض: قانینہ و تاریخ و نفت و طب و انشا، عدیں در در و مکار نداشت“

مصنف مأثر الامر، اس کی قابلیت کے متعلق یہ رقطار ہے وہ-

”بوقت بیان و جو دیت ذہن از بحیث علوم عجمی دافر پرداشتہ در حکمت و عربیت
مشترقبع نموده و پرشکی و انش فریش گرفتہ تجوہ ان تی دست راجا رہی کر کے“

موجودہ در کے ادب کاں بھی اس کے کمال کے مترف ہیں، مولانا شاہ کجھ تین:

”فارسی شاعری نے چھ سو بیس کی دینے مت میں ہندوستان میں صرف وہ“

شخص پیدا کئے، جن کو اہل زبان کو بھی بارہ ناچار مانتا ہوا جسرو اور فیضی، مزاد انصاب

فیضی کی طرح پر غزل کہتے ہیں اور مقطع میں لکھتے ہیں؛“

ای آن غزل کفیضی شیریں کلام گفت دیدیہ ام خلیدہ و در دل نشستہ

..... فیضی کی خوب صفات میں سب سے بڑکریو ش بیان ہے، جس کا وہ بوصہ بھی ہے:-

”ہے یونی مدد اول قیمت را مأثر الامر بعد تکنہ ۵ دشمنوں بعد سویں تھے پر یونی مدد ۲۹۹ مدد ۳۰۰ سے مأثر الامر، تکنہ ۳“

اس کے مکتبات نام مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں، اگرچہ ایک بندی ان کو پڑھنے میں مشکلوں دوپر چید گیوں سے گھبرا جاتا ہے، لیکن واقعہ ہے کہ وہ انشا کے کمل نونے ہیں، ابو الفضل کی کتابوں سے لطف اٹھانے کے لیے ذہرف فارسی نہ ب پر کافی عور بلکہ خود ابو الفضل کے طرز انت پر کافی ہمارت، حصل کرنے کی ضرورت ہے اس کا ہزار پر مثال ہے اور گواں کی تحریر ہر جگہ پڑھی جاتی ہے، لیکن اس کا اتباع نہ کیا گیا ہے، اور نہ کیا جا سکت ہے؟

ابو الفضل کے مختلف ترجمہ اور تاریخی شاہکار اکبر نہ مراد آئین اکبری کا ہے کہ آج کا ہے، انکے ملادہ انش ابو الفضل بھکلوں اور جام اللنات بھی اس کی ملی یاد گاریں ہیں، انشا سے ابو الفضل اس کے خطوط کا جمروء ہے، یہ جمروء اب تک مختلف مدرسوں میں فارسی کے درس میں شامل ہے، بھکلوں میں ابو الفضل کے انتخاب کردہ مژروء نظم کے وہ نمونے ہیں جو اس نے یادہ انشا کے طور پر وفا فتنہ لکھی ہے تھے، جام اللنات میں وہ افاظ من معانی کے درج ہیں، جو ابو الفضل نے شاید طالب علمی کے زمان میں لکھے تھوڑے، ابو الفضل شہزادہ سیدم کے اشارے سے بندھل کھنڈ کے ایک زیندا رسمیر عکھ کے ہاتھوں شانستہ میں قتل ہوا، جب اس خادش کی خبر شاہی دربار میں پہنچی تو کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اس ساخن کی خبر اکبر کیک پہنچی، آخر کار، ابو الفضل کا وکیل سیاہ بیاس پر دست بستہ اکبر کے حصنوں میں آیا، چنانی غاندان کے جب کسی شہزادہ کے اتحال کی خبر آئی تو اس کا وکیل باپ تک اسی طرح خبر پہنچا تھا، ابو الفضل کے وکیل کو جب اکبر نے دیکھا تو تھیر ہو گی، خبر چا نکاہ سن کر فرط غم سے نذ حال ہو گیا اور بولا "اگر شاہزادہ را داعیہ پادشاہی پر وسے مر کئے تو شیخ راجحہ داشتے"

لے بناخ من، تکمیلہ، آئین اکبری،

بیکو دت طبع و رسانی فہم و علو نظرت و طلاقت سان رکھتے زمانے بیکا نہ دیے ہتھی

دقت گر لوید

اردو کا سب سے بڑا انشا پرداز جو فارسی کا بھی سلسلہ الیتوں استاد تھا لکھتا ہے کہ
مشن کی انشا پردازی اور مطلب مخالفی کی تعریف نہیں ہے سکتی، فہشت خدا و
ہے کہ خدا کے ہنس سے اپنے ساتھ لایا تھا، ہر ایک مطلب کو اس خوبصورتی سے ادا کر
ہے کہ سمجھنے والا دیکھتا وہ جاتا ہے، بڑے بڑے انشا پردازوں کو دیکھو جہاں عبارت
یں لطف اور کلام میں زور پیدا کرنا چاہتے ہیں تو بہادر سے زنگ لیتے ہیں اور
حسن و جمال سے خوبی مانگ کر کلام کو رنگین و نمکین کرتے ہیں، یہ قادر الکلام اپنے
پاک خیالات اور سادہ انفاظ میں اصلی مطلب کو اس طرح ادا کرتا ہے کہ ہزار
رنگینیاں ان پر تربان ہوتی ہیں، اس کے سادگی کے باعث میں زنگ آہنیزی کا حصہ
قلم لگاتے تو پاہتھ تکم ہر جا ہیں، وہ انشا پردازی کا خدا ہے، اپنے لطف حیالات
سے صیبی مخلوق چاہتا ہے انفاظ کے قاب میں ڈھال دیتا ہے، لطف یہ ہے کہ
جس عالم میں لکھتا ہے نیا ڈھنگ ہے اور بختا لکھتا جاتا ہے عبارت کا زور بڑھتا
اور بڑھتا چلا جاتا ہے، مکن نہیں کو طبیعت میں ملکن معلوم ہوئے
ایک انگریز مورخ اس کے انشا کے تعلق اپنی رائے یوں ظاہر کرتا ہے:-
”ابو الفضل کے طرز انشا پرکشی قلم کی رائے پیش کرنا بے سود ہے، بعد انش
شاہ بخارا کما کرتا تھا کہ وہ اکبر کے تیروں سے آتا نہیں ڈھنگا جتنا کہ ابو الفضل
کے قلم سے ڈھنگا ہے ہندوستان میں ہر جگہ وہ ایک زبردست منشی قلم کیا گیا ہے۔“

بیرم خان کے تعلقات شاہی دربار سے اخیر میں خواہ کیسے ہی ہو گئے ہوں، لیکن یہ ایک
نافرمانہ حقیقت تھی کہ وہ ہندوستان میں تیموری سلطنت کے بانیوں میں سے تھا، اس نے
اکبر کی دشمنی اور پشت پناہی اُس وقت کی جب وہ ششکلوں میں گھر کربے پناہ ہو رہا
تھا، احسان شاہ اکبر نے بیرم خان کے مرنسے کے بعد اس کے رہنے کے عین الدلیل کو اپنی
تریبتِ غاص میں لیا، اور اس کی پرورش اور تعلیم اپنی گرانی میں کی، جب سن شور کو
پہنچا تو خان مرزا کے خطاب سے سرفراز کیا، تھوڑے دنوں میں وہ پہ سالار بکر فاختان
ہو گئے، ہم کو اس وقت اس کی شجاعت، تدریب، فتوحات اور حنگامہ کوں سے کسی قسم کی بحث
نہیں، بلکہ ہم کو اس کے تحریکی، کمال افتخار پر وادی، علم و دستی اور ادب پر ودی پرچھ درو
ڈالنا ہے،

علیٰ حیثیت سے خانخانان کا درجہ نہایت ہی ممتاز اور بلند تھا، دنیا کی اکثر مدرج
زبانوں پر جمارات تامہر کھتی تھی، فارسی اس کی ماوری زبان تھی، اس کی فارسی نظر اپنی
سادگی بخششگی اور جتنگی کے لحاظ سے اب بھی بہت متیوں ہے، ترجمہ باری کا فارسی ترجمہ
جو اس کے قلم کا رہیں ملت ہے، اب تک اٹھ کے لحاظ سے بہ مثل چیز بھی جانتی ہے،
اور ارباب ذوق اس کو بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھتے ہیں، اس سے اپنے فارسی کلام کا ایک
بخوبی سمجھی مرتب کیا تھا، مگر وہ اب ایسا ہے، مائنر جی ہی میں جس کو خانخانان کی زندگی میں
عبدالباقی ممتازی نے لکھا ہے، اس کے فارسی کلام کے کھشت سے منونے درج ہیں،
خانخانان کی سخن سخنی اس کل کو پہنچی ہوئی تھی کہ پذیرشودہ صدر شرائطی، عرفی، شکنیدی،
اور نسی کے مقابلہ میں غزلین کہتا اور بعض اوقات سب میں ممتاز رہتا تھا، اس کے

اور پھر شعر پڑھا:-

رشق از شوق بے حد چوں سکو آمدہ راشتیاق پائے بوسی بے سر و پا آمدہ
 فیضی اور ابوالفضل کے مدد میں ان کے باپ شیخ مبارک ناگوری کا ذکر بھی ضروری
 ہے، یہ خاندان ناگور (نیز اجیر) کا رہنے والا تھا، شیخ مبارک ناگوری نے گجرات میں خطیب
 ابوالفضل اور مولانا عاصم طاری سے علوم و فنون حاصل کیے، تحصیل تعلیم کے بعد علوم دینیہ کا درس
 دینے کے لیے آگرہ میں قیام کی، ملا عبد القادر بدایوی کا بیان ہے کہ شیخ ناگوری کی ابتدی
 زندگی ریاضت، مجاہد، صلاح، تقویٰ، توکل، امر بالمعروف اور نهى عن المنکر کی پابندی
 کے لیے مشور تھی، استغنا کا یہ حال تھا کہ پادشاہ کے دربار وون میں جانے سے مہیشہ پر ہیز کیا
 اور زیادہ تراویقات ریاضت، علمی شاغل میں بسر کیے، شاطی شروع سے ہر تک یاد
 تھی، کلام پاک کو دس قرأت کے ساتھ حفظ کیا، کلام پاک کی ایک تفسیر جا رجید و میں میں
 شیع فاسد ایمون کے نام سے لکھی، ملا عبد القادر بدایوی نے شیخ ناگوری سے آگرہ میں
 کئی سال تک تعلیم حاصل کی، وہ رقمطراز ہیں کہ

"ملائے بایں چہد جا میست بنظر نیادہ"

مگر حسیں کہ ملا صاحب کا بیان ہے کہ شیخ مبارک عمر کے آخری حدیں حبہ دنیا و
 سب جاہ کی خاطر حبہ اکبر کے دربار سے دانتہ ہوئے تو صراحتاً تیتم سے ہٹ کر محضر نامہ
 ترتیب دی جس کے بعد دین الہی کا فتنہ اٹھ کر ہوا ہے۔

دربار اکبری کے علم و ادب کے محدثوں کا گل سر بد عبده الریحی خانخان بن بزم خا
 تھا، رہ صاحب قلم اور صاحب سیف الدلوں تھا،

قد زبان ہندی یہ بیشامنودہ اند، چندان اشناستین و ایمیات و نشین کرایشان ہے
زبان دارندیچ کیک از فوں شرس، ان زبان ہے نیست، دست از بست نموده آتا باز داشت
پاشاری گر زبان فارسی فرموده اند، اتفاق نموده و جمل و اتفاق و احانت کو تشریفے فارسی نموده بیرون ہند کا
زبان نموده باشد و چندان اشنا کلان جماع دارند، ایشان لغتند فارسی گویان هشت عزیر لغتند ہے
یہ مصنعت ایک جگہ کھتاب ہے کہ اکبر کو سلاطین یورپ سے برادر مسلط کرنی ہوئی تھی
اس یے خانخانان کو پورپیں زبان کی کیخنے کا حکم دیا، جن کو اس نے سیکھا، مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ
کن کن زبانوں سے اس نے واقعیت حاصل کی تھی، بہ حال وہ بست سی زبانوں پر حکمت
رکھتا تھا، اثر الامر امیں ہے :-

خانخانان در قابلیت و استعدادیت سے روزگار بود، داد عربی و فارسی و ترکی و ہندی
دو ان داشت، شرخوب می فہید و می گفت، حتم مقص می کرد، گویند کہ بالکل زبانا
کہ داد عالم رائج است حرفت می زو ۲۷

خانخانان نے اپنے علی ڈوق کے نشوونما کے لیے ایک بنے نظر کتبخانہ قائم کی تھا، جیسیں
نماز کے شور شوار نے اپنے دیوان خود لکھر دا خل کے تھے، دباد اکبری کے اکثر بالکل اسی
دارالخلافت کے تربیت یافتہ تھے، عرفی، لکھنی، حیاتی، ظہوری، مکت قمی، نظری، محض قلم رہنمی،
رسمی، نوعی، شیرازی، بستانی، خراسانی، کنونی اور معززی وغیرہ میسے بلند پایہ شوار، اس کی زریباً
سے ہمیشہ فیضیاب ہوا کرتے تھے، اس کی علم پروری اور فیاضی کا یہ حال تھا کہ ایک وحدہ نوعی شیراز
لہ ائمہ تحریحی ۲۷ صفحہ، ہندی میں اس کی تصنیعت کے نام حسب ذیل ہیں: (۱) داد و صاد فی (۲) نگارش بجاہ (۳) بر دے

نایک بھید (۴) بروت دھن تحریکار سو بخاد، (۵) مد ناشک (۶) حکم کا دیہ (۷) کیت کونک (۸) بھنگ پر سارہ نہ سلخ بندی بھٹک

در بار میں برابر مشاعرے منعقد ہوا کرتے تھے "ایک بار طرح تھی، چند است پنداشت، فرندست، تمام شعر سے اکبری نے اس زمین پر اپنا اپنا شہب قلم دوڑایا، مگر میدان خانخانان کے ہاتھ رہا، تھی کہ نظری بھی اس کے کلام کی صفائی بخشیگی، دلاؤزی اور سوز و گذاز میں اس سے بازی لے گا۔ سکا ہے، ہمارے ناظرین بھی اس غزل سے لطف اٹھائیں،

شمار شوق ندانستہ ام کرتا چندست	جز این قدر کہ لم سخت آرزو مندست
پکیش صدق و صفا حروف عبدیکارت	بگاه اہل محبت تمام سو گندست
ز دام دام و دادہ این قدر دافم	کر پاسے تا بیرش ہر چہرہ دین بندست
مرا فردخت محبت ولے ندانستم	کہ شتری پکس ست و بہائے بن چندست
او اتھی محبت عایتے نت از دوت	و گرہ خاطر عاشق بیچ خرسندست
انا ان خوش بخنانے دلکش توریسم	کہ اند کے اوہاے غشق مانندست
غانخانان عربی میں بھی اٹلیں قلت رکھتا تھا نہایت و قیق بحق اونگل عربی عبارت کے سخنی نہیں	
آسانی سے بیان کر دیتا تھا، ایک بار شریعت مگر نے اکبر کو خط لکھا، عبارت اس قد دشمنل تھی کہ ابوالفضل اور فتح اللہ شیرازی کو معموم سمجھنے کے لئے لفت کی ضرورت ہوئی، خانخانان نے اسے فوراً بیا، خط کی عبارت پڑھتا اور برجستہ ترجمہ کرتا جاتا تھا، جس کی وادی تمام ہیں دربار نے دی ہے،	

ترکی خانخانان کی مادری زبان سمجھنا چاہیے، اس زبان میں اس کی بیانات مسلم تھی، مہدی زبان کا پرگوشا عتھا، اور سب سے زیادہ اسی زبان میں شاعری کی، ماشروعی میں ہے :-

مائزہ جمی کے مولت کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں اکثر شورا، خصوصاً خواجہ حسین شاہی^۱
 خراسانی، مزرا، قمی، سیلی، فیضی، عرفی، شیرازی، جیاتی گیلانی، مزرا نور الدین محمد قادری وغیرہ نے اپری
 گیلانی ہی کے یہاں تربیت پائی، اور یہ علم کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا، کہ ان شورا، نے
 واقعہ گوئی، معاملہ بندی، خیال بندی، مضمون آفرینی، عنست اپنام، استعارات، تشبیهات
 فلسفیات، خیالات اور نئی نئی ترکیبوں میں طرح طرح کی جدت پیدا کی، جو اس زمانہ کی
 شعری کی نمایاں خصوصیت ہے۔ علم اب افتح^۲ کی کچھ تصنیف بھی تھیں، فلسفہ و حکمت میں
 فناجی اور قیاسیہ اور رشاد میں چار باغ اس کی طرف منسوب ہے،
 ان اربابِ کمال میں ملا عبد القادر بدایوی^۳ کا درجہ علمی حیثیت سے کم ممتاز نہیں تھا،
 ملا صاحب راہوہ^۴ میں شاہی و ربار میں ملازم ہونے والے عربی، فارسی، سکرت، تفسیر اور تاریخ کے
 بیل اتھر را علم تھے، اس میں تصنیف تاریخ اور ترجیح کے کام پر مامور ہوئے، علاوہ تحریک
 کے وقایت و فوائد اقسام اور امداد سے مالا مال ہوتے رہے، آواز یہ ری شیریں اور دلکش
 پائی تھی، اس میں شروع میں شاہی امام بھی مقرر ہوئے، ان کے مختلف تراجم اور تاریخ
 اتفاق کا ذکر اور آچکا ہے، ان کے علاوہ اور بھی تایفات میں، نجات الرشید، کتب لاغاؤ
 اور منتخب التواریخ،

ملا صاحب کی تمام تصنیف میں منتخب التواریخ نے بڑی شہرت حاصل کی
 ہے، یہ تین حصوں میں مختتم ہے، پہنچہ میں اکبر کے قبل سلاطین ہند کے کوائف ہیں، دوسرے
 میں اکبر کے حالات ہیں، تیسرا میں علماء، فقراء، اور شورا، کا ذکر ہے، ایسا تاریخ
 ملہ مائزہ جمی ج ۲۷ ص ۶۰، دشرا بزم حصہ ۲۳ ص ۲۷ کے ایضاً مٹت، اس کا ایک فتح
 ایشاگر سوسائٹی بنگال کلکتہ میں موجود ہے گہ ایضاً ج ۱ ص ۱،

کو سونے میں تلو دیا، نظیری نے ایک بار کہا کہ اس نے ایک لاکھ روپیہ کا ڈھیر نہیں دیکھا ہے،
غناخانان نے ایک لاکھ روپیہ کا ڈھیر بھیج کر کے دکھایا، پھر وہ ڈھیر کے لئے بھجوادیا، کہا جاتا ہے کہ ایک ہندی
 شاعر گنگ کری کو اس نے ایک بار چھتیس لاکھ روپے انعام میں دیے، اس کی یہ غیر معمولی
 فیاضی باپ سے بھی دراثت میں ملی تھی، غناخانان بیرم خان کو ہاشمی قندر عاری کی ایک
 غزل بہت پذیرگی سے ہاشمی کو ایک لاکھ تک دے کر یغزال اپنی طرف منوب کر لی ہے۔
غناخانان عبد الرحیم ہی کی طرح اکبری دبار کے ایک دوسرے عظیم المرتبت، میر
 حکیم ابوالفتح گیلانی نے بقول مولانا شبلی فتحانی در حرم شاعری کی دیک، اکیدہ می اپنی اعلیٰ
 قائم کر رکھی تھی، اکبر کے مزاج میں حکیم ابوالفتح گیلانی کو وہی دخل تھا، جو جعفر بریکی کو بارہوں
 کے مزاج میں تھا، حکیم ابوالفتح نے اُقا کی قتلیہ میں اپنے یہاں بھی علم و فن کی نیم
 اسی شہادت انداز میں گرم رکھی، اور اسی کی بدولت شوار غایب ہونے میں بڑی ترقی کی، مولانا شبلی
 شعر اجمیع میں ابوالفتح کے مجموعہ مکاتیب چهار باغ سے ایک خط نقل کرتے ہیں جو اس نے غایبی
 کو لکھا تھا،

قصائد گیاران آن چانگفتہ بووند، شعراء ایس چافر سودہ شد، بنام نامی شما ہمگہ
 ب اتمام می رسد، ب طازمت قرستانادہ خواہید شد، طاعونی، و ملاحیاتی بسیار ترقی کر دے

لہ خزانہ عامہ تذکرہ نوعی، تھے مائین الامر، حصہ دمہنڈت گے یہ بضافت (لکھی) فتح، اور صنیف، وہ غول ماحظہ ہو
 من کیستم عنان دل از دست دادہ
 دیوادن دادر دکر کو ہ گشتہ
 گا ہے چو شمع ز آتش دل د گرفتہ
 بیرم ز فکر اندک و بسیار نادعیم
 بہ گز نگفتہ ایم کی یا زیادہ

یاد کرتے، اور ان تمام خیالات کو اسلام کی اہانت اور مسلمانوں کی نسلت بلکہ جان وال کے
نقشائات کا سب قرار دیتے ہیں، اسی لیے فیضی اور ابو الفضل کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے
ہیں، مگر باوجود ان کے سخت عقائد کے ان کے علمی تحریر کو سب تسلیم کرتے تھے، عظیم اثن علی
کاموں کے لیے شاہی دربار سے ہمیشہ ملک الشوراء فیضی یا علامہ ابو الفضل یا ملا عبد القادر
معتوب کے نام تھے، اکثر تینوں یا ملا صاحب ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مل کر
علمی کارنامے انجام دیتے تھے، فیضی ملا صاحب کی قابلیت کا بہت معرفت تھا، پھر دونوں اکابر
نے ملا صاحب کی طرف سے بے انتہا تھی، اس پر فیضی نے بارگاہ شاہی میں ایک
عوامیہ لکھا، جس میں اکبر سے خطاب پوشی اور عطا پاٹھی کی درخواست کی، پہلے ملا عبد القادر کی یہ
دقابیت کا ذکر اس طرح کرتا ہے:-

مشکلہ فراز، ملا عبد القادر اہمیت تمام دار و معلوم رہی انچہ ملایا بن بندو شاہ
می خوازند خواردہ پیش تقدیم ابوجی کب فضیلت کروہ و قریب یہی وہفت سال
پیشواد کر بندہ اور اسی واقعہ و بافضیلت علمی طبع فطم و سیفہ انشاۓ عرفی و فارسی و پیغمبر
از بخوبی بہندی و حساب یاد داشت در بندہ و اسی و وقت در نظر والا یت دہندی
خبرست اذ شطرنج صنیر و کسری دار و دشمن بین بقدری کروہ با وجود بہرہ مند پورون از
ہر فضائل ہے علمی و قناعت و کم تر دلخودن و راستی و درستی و ادب و نامہ
و شکلگی و گذشتگی و بے قسم و ترک اکثر سوم تعلیم و درستی اخلاص و عیتمدت بیان

بادشاہی موصوف است۔"

پھر اس کی سفارش ان الفاظ میں کرتا ہے:-

چون درگاہ راستان است دریں وقت کر بے طاقتی زور اور دہ بندہ خود را

کے بارے میں لکھتا ہے :-

”یہ ان چند کتابوں میں ہے جن کا ترجمہ سب سے منید ثابت ہو گا، لیکن اس کیئے
فارسی زبان میں کافی تمارت مصالح کرنے کی ضرورت ہے، اور ساختہ بھی ساتھ پڑھتا ہو جو
سے کامل و اتفیقت بھی چاہیے، کیونکہ مصنعت صرف تابع افذا اس تاریخوں کی تفصیلات
بلکہ نہ سبی مثابرے، تعریف و توصیف، تجویز و ذم، ذاتی اور خاندانی تاریخوں کی تفصیلات
تو اس طرح بیان کرنے لگتا ہے کہ واقعات کا تسلیم تمام نہیں رہتا، اور پھر سلسلہ تاریخ
تمام کرنے میں کافی وقت ہوتی ہے، لیکن یہیں اس کا تسلیم کرنا پڑتے گا کہیں غیر متعلق
اس کی تصنیف کے دلچسپ ہے یہیں، بست کم یہیں اور ختم ہیں، تجویز ایوفی کی طرح
اپنے جذبات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں، خصوصاً جو شاہی کا ذم کو ناگوار ہوں یا جو
این غلطیوں اور نезнیوں کو اس وضاحت اور بے توجیہ کے ساتھ آخھدار کر دی جائے
محمد حسین آزاد نے ملا صاحب سے اس یہی خوش نظر نہیں آتے ہیں کہ وہ ان کے
مدد و میں کو اچھے افذا سے نہیں یاد کرتے ہیں، اس کتاب کی سب سے ”پڑی خربی“ یہ ہے
کہ ملا صاحب نے اس تاریخ میں غیر کی یا اپنی کوئی بات چھپائی نہیں کی
اس کتاب کی صاف گوئی اور حق پسندی کے سبب چنانچہ اپنے زمانہ میں اس
کی اشاعت بند کر دی تھی، بات یہ تھی کہ ملا صاحب پڑے راجح العقیدہ مسلمان تھے جس بات
کو خلاف شریع و مذہب بھیج لیتے تھے، پھر اس کے دیکھنے کے روادار تھے، اکبر کے ذمی خلاف
کو نہایت فخر و بسط سے بیان کیا ہے، اور جو لوگ اکبر کے خیالات میں ان بد مطیبوں کے
باعث ہوئے تھے، ان کو کاذب، ملد، کافر، معون، بے درم، زندق، پنجت کے افذا سے

ستند تاریخوں میں شمار کی گئی ہے، طاعنہ العادہ بڑا یونی نے اپنی تاریخ نتخیب المواریخ اسی کی
مدوسے تیار کی، تاریخ سلاطین افغانان کے صفت نے تو بعض بعض حصے خصوصاً ہمایوں کے
حالات فقط بغطہ اسی سے نقل کر لیے ہیں، فرشتے نے اس کو ایک مکمل تاریخ بتایا ہے، اور
اس سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے، ماشر الامر ایں ہے،
چونکہ صفت نے واقعات کی تیجی میں باریک بینی بجزیات کے استعمال، اور جلوہ
کے جس کرنے میں پوری کوشش کی ہے، اور میر عصہم بھکری وغیرہ جیسے اہل کمال اس
تاایت میں شرکیک تھے، اس میں وہ نہایت بہتر ہے، اور دو پہلی تاریخ ہے جوہنہ و تا
کے تمام اسلامی بادشاہوں کے حالات کی بाजی ہے، اور تاریخ فرشتے کے صفت اور اسے
تیج کرنے والوں کا جھنون نے الجی حالات کا لانا ذکر ہے، «غوب ماغذی ہی کتاب ہے»،
نتخیب الملباب حصہ اول میں ہے۔

نظام الدین ہرودی محمد اکبر بادشاہ کا بخشی تھا، اس نے ایک تاریخ لکھ کر اس میں
صریبد کن کے انکیس بادشاہوں کے حادثت تھے، اس کا نام تاریخ نظامی رکھا ہے،
عمرتیک اکبر بادشاہ کا ذکر کیا ہے، اکثر سلاطین دکن کے حالت دین اس کا بیان
اختاؤ کے واقع نہیں ہے، محمد قاسم فرشتے کے علاوہ جس مورخ نے الجی سلاطین دکن کا
مال لکھا ہے، اس کا بیان قابل اختبار ہے، لیکن چونکہ نظام الدین نے اکبر بادشاہ کی
زہرت میں غرفت کر دی تھی، اس میں اس بادشاہ کی سلطنت کے حالات میں
وہ قابل درحقیق ہے۔

یورپیں مورضین میں یہ کتاب بہت مقبول ہے، ارکن کا خیال ہے کہ اس زمانہ کا بقیہ

حاضر پا یہ سریر والا و افستہ احوال او بعرض رسانید اگر دریں وقت بعرض تھی رسانید

نوعی از نادرستی و بے حیقی بود حق بسیار بند ہائے دگاہ واد سایہ فلک پا یہ حضرت

پادشاہ بر راه راستی و حق لگزاری و حیثت شنا سمی قد منابت کرامت فرماد و آن حضرت

را بر کل عالم و عالمیاں سایہ گستہ و شکستہ پرورد و عطا پاٹش و خطاب پوش بہزاد انہیں

دولت و احوال و عظمت و جلال دیر گاہ دار و بہشت پاکان درگاہ انبی و رشیون و لام

سحر خیز صحیح گاہی آمین آمین

بعد کے اہل علم نے بھی ملا صاحب کی تعریف بجا طور پر کی ہے، بخاور خان عالمگیری

مراتہ العالم میں لکھتا ہے:-

"ملا عبد القادر بدایوی بنی جام مصنفوں و منقول بروہ با فضیلت ملی طبع نظم و سلیمان

انش اعلیٰ و فارسی و بخوبی و حساب و وقوف در فنہ ولایتی و ہندی بہترہ کمال داشت

و قادری تخلص بروہ"

علم وہر کے اس ان کا ایک دوسرا درخشندہ ستارہ خواجہ نظام الدین احمد تھا،

خواجہ نظام دربار اکبری کے پنجزاری امرا میں تھا، جو اس محمد کی پڑی مسراج تھی، مجرما

میں بختی کے خدہ پر امور تھا، صاحب ثروت بہشت ہونے کے ساتھ صاحب قلم بھی تھا،

ستسی و نیم طبقات اکبری لکھی جس نے اس کو حیات جاوہ ایں بختی یہ کتاب ہندوستان

کے اسلامی محمد کی بہت ہی باریں تاریخ ہے، مصنعت نے اپنے معلومات ان تمام متعدد نامہ

سے عاصل کئے ہیں، جو اس وقت مکن صورت سے دستیاب ہو سکتے تھے، کتاب کے آغاز

میں اپنے ماذدوں کے جو نام گنٹے ہیں ان کی تعداد تیس ہے، اسی لیے یہ کتاب ہمیشہ

میر فتح اللہ شیرازی۔ کبھی میر، کبھی امیر، اور کبھی شاہ ان کے نام کا جائز تھا، شیراں سے یحیا پورے
 اور اپنے اسم عادل شاہ کے رہا کے عالی عادل شاہ کے علم مقرر ہوئے، ان کے ختن و کل کی شہر
 پورے ہندوستان میں گونجی، بیضی دکن پہنچا تو ان سے ملا، اور اسی کی وساطت سے اکبر کے
 دیبا سے متصل ہوئے، یحیا پورے اکبر کے وارسلطنت کے قریب پہنچے، تو اکبر نے خانخانہ
 عبدالریح اور ایوا فتح گیلانی کو ان کے استقبال کے لیے بھجا، اور خود ان سے ٹری عزت
 و تکریم کے ساتھ پیش آیا، صدارت کے منصب پر سرفراز کر کے پر گز بسا در، بسیدا در محلی
 جا گیر میں عطا کئے، ترقی کر کے سہہزادی منصب پر بھی فائز ہوئے، تفسیر، کلام، حدیث، عکت،
 ہمیت، ہندسر، نجوم و رسیل اور حساب میں ان کی علم دانی کا پایہ ایت بلند تھا، اپنے نجوم و
 رسیل کے کمالات سے اکبر کے زانج کی تصحیح کی، اکبر کی فرمائش سے ایک نئے سند کی وجہ
 ڈالی، جس کا نام سنه الٹی اکبر شاہی قرار پایا، سنه ۱۵۷۶ میں این الملک بنائے گئے، اور
 راجہ ڈوڈل کے ساتھ امورسلطنت کے انصرام میں مصروف ہوئے، دفتر مال و دیوانی کی
 بہت سی اصطلاحات ان ہی کی وجہ سے رائج ہوئیں، اسی سال اکبر نے ان کو عضد الدلم
 کے خطاب سے سرفراز کر کے خان عظیم کے ساتھ دکن بھیجا تاکہ اس صوبہ کو سلطنتِ تھوڑی کے
 نزدیکیں کرنے میں معاون ہوں، یہ تم ناکام رہی، اکبر جب سنه ۱۵۸۳ میں کشمیر پر حملہ آؤ دھوا تو
 شاہ فتح اللہ بھی اس کی معیت میں تھے، اور پہنچنے والے مجلس مشورت میں شریک ہوئے تھے، سنه
 ۱۵۸۶ میں اکبر کا بیل سے کشمیر جا رہا تھا، تو شاہ صاحب بھی شاہی جلو ہیں تھے، راستے میں یکایک
 تپ محرقة میں مبتلا ہوئے اور جان جان آفریں کے پرد کر دی، اکبر ان کی موت سے غیر معنوی
 طور پر متأثر ہوا اور بار بار کہتا تھا کہ
 ”میر و کلیل و حکیم و طیب و نسبم نا بود“

مورخ نظم الدین تھا، کرمل لیں کو افسوس ہے کہ اس کتاب کو اتنی مقبولیت نہیں ہوئی جتنی چاہیے تھی، ایسٹ لکھتا ہے کہ یہ ہندوستان کی بہت ہی مشورہ کتاب ہے، جو جدید طرز پر لکھی گئی ہے۔

خواجہ نظام الدین کا انتقال ہوا تو ملا عبد القادر بدایوی نے اس طرح تمام کیں جوان کی مقبولیت کی دلیل ہے،

وہ تب مجرمہ میں ۵۳ سال کی عمر میں جان بحقی ہوا، اور نام نیک کے سوا اپنے ماتحت کچھ نہیں لے گیا، دوست و احباب نے جو اس کے حسن و اخلاص کو دیکھ کر پڑھا امیدیں رکھتے تھے، اشک صرتہ بھائے اور یعنی پر نہ امیدی کے پتھر رکھے، اس خیر کو بھی اس سے بڑا دینی اخلاص تھا، اور کوئی دنیا دی غریب و ایسا نہ تھی، محبوڑا صبر و تحمل کے سوا کوئی چارہ کا نہیں بایا، اور میں پر ہنری گارڈن کا شیوه ہے، مگر اس داقہ کو سب سے بڑی مصیبت سمجھ کر اس سے پوری عزیت حاصل کیا، اور پھر کسی دسان سے بخت نہیں کی، اور گناہ کے گوشہ میں میٹھا رہا،
بدایوی نے فات کی تاریخ کی، ع گوہر بے ہماز دنیارفت تھے۔

فضلاء | اکہر کے دربار کے فضلاء، کی فہرست اتنی طویل ہے، کہ ان کو تفصیل سے بیان کرنے شروع کریں تو ایک علیحدہ کتب کی ضرورت ہو گی، ملا عبد القادر بدایوی نے اس علم کے مشائخ، فضلاء، اطباء، اور شردار کا ذکر ایک مستقل جلد میں کیا ہے، جو ۳۹۰ صفحوں پر ۴۰ آشنا ہے، ہم ان میں سے بعض ارباب علم و اصحاب فن کو ناظرین سے روشناس کر کے ان کی کششی بیجانے کی کوشش کریں گے۔

ادیشخ الاسلام کے القاب عطا کئے تھے، وہ اہل سنت و اجتماعت میں سے تھے، اور ہر طالب میں شریعت کی پابندی کا بخانمار کرتے تھے بیرم خاں نے ایک لاکھ روپے سالانہ تنخوا ہتمروکی تھی، اگر کے زمانہ میں شاہی دیوان خانہ کے دبیل تھے۔ اور جب ۱۹۵۸ء میں ان کا استقالہ ہوا تو ان کے ذائقے خزانہ سے تین کروڑ روپے بچے، اگر کی حیات میں جو محض نامہ ترتیب دیا گی تھا، اس پر طوغا و کرہا انھوں نے بھی اپنا دستخط ثبت کیا تھا، محض نامہ کی قدوں کے بعد ان کے اور اگر کے تعلقات اچھے نہیں رہے۔

مولانا میر سید محمد میر عدل۔ اور وہ کے رہنے والے تھے علم حدیث میں مولانا میر سید رفع الدین کے شاگرد تھے، اپنے علم کے ساتھ ساتھ زپو و تقوی کے لیے بھی مشہور ہوئے، اگر نے اپنے دو بارے منڈا کر کے ان کو میر عدل کے ہمدردہ پرمامور کیا، اور جب تک وہ اس ہمدردہ پر رہے تک سے خیانت اور انجاو کا افسدہ ادا کرتے رہے، ۱۹۵۹ء میں بھکر کی حکومت ان کو تنظیم کی گئی، ۱۹۶۰ء میں جو ارجمند تھی سے پیوست ہوئے۔

شیخ عبدالبنی۔ حضرت شیخ عبد القados گنلوہی کے پوتے اور حضرت شیخ احمد کے رٹ نے، لکھنؤ اور مدینہ طیبہ میں علم حدیث کی تفہیم حاصل کی، ہندوستان واپس آئے تو اپنے تقوی طہارت، نزاہت اور عبادت کے لیے مشہور ہوئے، اگر فہ متاثر ہو کر ان کو ہمدردہ صدرا پر فائز کیا، ملائیق القادر بدایوی ہمہ بیان ہے کہ کسی سلطنت میں منصب صدارت کو ہو ہمیت مل نہیں ہوئی جتنا کہ شیخ عبدالبنی کے زمانہ میں ہو۔

چون بیضیب صدارت رسید جہان جہان زمین ددمجاش و دنیا نئی و اوقاف

بخلان غشید، چنان کہ در زمان یحییٰ باوشاہی ایسی چیز صدر می باستقلال گشتہ و عشرہ عشر

لے پڑا یعنی ۲۳ ص ۱۱۰۰۰ میلے مانگنا لامارادج ۲۳ ص ۲۵۶ و مدد کرہ ملکیہ ہندوں ۱۰۷ میں اجنبیا ۶۷۴۰ء

فیضی تے ان کی ہوت پر ایک غنچے کہا جس میں ۱۰ اشارة تھے، وہ اپنے زمانہ کے بہت بڑے انہیں اور مو جد بھی تھے، ایک ایسی چکی بنائی تھی جو خود بخود ہو اسے حوت کرتی تھی، ایک آئینہ بھی ایجاد کی تھا جو نزدیک اور دور کے عجیب و غریب تباشے و کھاتا تھا، ایک قلعہ گنگن تو پہ بنائی تھی جو چور یوں کی طرح الگ الگ ہو جاتی تھی، ایک ایسی بندوق بھی تیار کی تھی جو ایک ہسی بار بارہ گولیاں چلاتی تھی، معاصر اہل علم ان کے علی پایہ کے صدر تھے، طبقات اکبری میں نظام الدین احمد لکھتا ہے :-

ابیر فتح اللہ (یا ان کو درجیں علوم عقلی و نقیل دریاران) ہند بیل در بین مکون قری

خود است، از تیر خبات و طلاقات ماہر بود،

ان کے نام سے یہ تصانیف مذوبہ ہیں (۱) تفسیر منہاج الصادقین فی الزمام المخالفین (۲) خلاصۃ المشیح (۳)، اقبال نامہ اکبری (۴)، حالات کشیر (۵)، تاریخ جدید، تاریخ اتفاقی کی تدوین میں بھی شرکیں رہے، جبکہ اور پر ذکر کیا جا چکا ہے۔

مولانا عجمہ اللہ سلطان پوری، سلطان پور مصنفات لا ہم رکے، ہنسے دلتے تھے، اپنے عدد کے جعلی، میں سے تھے، عربی، اصول، فقہ، تاریخ اور علوم منقولات میں علی و تنگا رکھتے تھے، ان کی تصانیف میں عصرت ابنیار شرح شامل ابنی رضی علیہ وسلم شرح ماسشو تھیں، تمور یوں سے پچھے سلطان افغانان بھی ان کے بڑے قدر دان تھے، شیر شاد نے ان کو صدر راسلام کا خطاب بخش تھا، سلم شاد نے اپنے تخت پر ساتھ بٹھا کر ان کی خدمت میں بیس بیڑا، دوپے کی ایک مرداری کی تیسی بیش کی تھی، ہمایوں نے از راہ قدر داتی ان کو خدمت

لئے تھیں کے لیے دیکھو اکبر نامہ ج اصل ۲ و ج ۳ ص ۵۵۸ م، ۱۰۱ م، ۳۵۱ م، تھیج اتواریخ ج ۲ ص ۳۴۰ م۔

وارتے تھے۔ وہ اپنے علم حکم نیک فنی، زندہ، تقویٰ اور عوادت فہم کے لیے مشور تھے، اگر نے ان کو
لامہو کا قاضی مقرر کیا، جماں ان کی دیانت اور عدل پروری کا شخص معرفت تھا،

شاہی دیار کے بست سے اطلاع یہی تجویز صرف اپنے فن میں یہ طوفی رکھتے تھے بلکہ مختلف
علوم پر بھی ان کو ٹریڈ متنگا، حاصل تھی حکیم ابو الفتح گیلانی کا ذکر پس آچکا ہے، حکیم الملک
مسیح الدین اپنے زمانہ کا جالینوس تھا، علم منقولات میں بھی اس کی یادِ قوتِ علم الشہوت تھی،
حکیم عین الملک شیرازی علم کھل کا بڑا اہم تھا، شہرو شاعری سے بھی، سکوپو پی تھی تھص و دنی رکھتا تھا،
شیخ صحری کو علم حروف و تکسیر و قوافی میں بڑی حاصل تھی، بھی کبھی شعر بھی کہتا تھا، حکیم علی گیلانی
علم الملک بجا بخج تھا، اپنے خالو شاہ فتح اللہ شیرازی سے طب کی تعلیم پائی، اور شیخ عبد البنی سے
علوم منقولات حاصل کئے جانچ کر اس کی عربی دانی کا بہت معرفت تھا، اس نے قانون کی اہد
شرح بھی لکھی، حکیم ہماں حکیم ابو الفتح گیلانی کا بجا بائی تھا، اس کا مصل نام ہمایوں تھا، اگر کے دبار
سے وابستہ ہوا تو ہمایوں کے نام کے اخترام کی خاطر نایت خاک رہی، میں اپنے کو ہمایون قلی کئے
گا، مگر اگر نے اس کا نام ہماں رکھا، جس کے معنی بلند مرتبہ سردار کے ہیں، اگر اس کو بہت غریب
رکھتا تھا، اور گوشش صدی نصبدار رہا لیکن دیار کا بہت ہی باہراہ، بار سوچ امیر تھا، تائیخ بھی
کی تھے وین میں حکیم علی اور حکیم ہماں بھی شرکیں تھے، وہ تو ران شاہی سفیر بکر بھیجا گیا، وفات کے
بعد بہت بڑی دولت چوری، حکیم احمد بھٹکوئی، حکیم اطفت اللہ گیلانی، حکیم منظفر اور دستانی
شیخ بنیا، اور حکیم فتح الملک شیرازی بھی ذی علم فضلاء میں شمار کئے جاتے تھے، اور حکیم سنجب المزاری
عبد ۳ ص ۲۰۱، او طبقاً تھے اگر بی ملبد ۳ ص ۲۰۰ و ۳۸۱)

ہم طوالت کے خیال سے تمام علم، و فضلاء کا ذکر کرنے سے قادر ہیں ابو الفتح
نے امین اکبری میں "وانش اندوز ان جاوید دولت" کے عنوان سے ان کی بانچ

ایں اوقات کے ادوار وہ نہادوہ۔

اکبر کو شیخ عبدالبُنی سے اتنی عقیدت ملی کہ وہ ان کی جوتیاں سیدھی کرتا تھا، ان کے گھر جا کر ان سے حدیث پڑھتا تھا، اور ان کے فیضِ صحبت سے اس کی مذہبی خود بھلی یا ان تک پہنچ گئی تھی کہ مسجد میں خود اذان دیتا، اور ثواب کی بخار طریقہ میں جمازوں بھی دیتا تھا، ایک دفعہ اس نے سالگرد کی تقریب میں کہڑوں پر زعفران کا نگاہ چھڑا، شیخ عبدالبُنی نے دیکھا تو اس قدر بزم ہوئے کہ سردد بار لکڑی اٹھا کر کرماری، اکبر کو ناگو اور ہوا محل میں جا کر ان سے شکایت کی کہ شیخ خطوت میں شمع کرتے تو کوئی ہرج نہ تھا، دوبار میں ذمیں کرتا مناسب نہ تھا، مریم مکانی نے کہا بیشادل پر میں نہ لانا، یہ سجات اخروی کا باعث ہے، قیامت تک چڑھا رہے گا کہ ایک مغلوک احوال ملانے والوں کے ساتھ یہ حرکت کی، اور معاد تند بادشاہ نے اس کو برداشت کیا ہے مگر بعض مقربان بگاہ نے اکبر کو شیخ کی مذہبی سنتی کے خلاف اپارا تو اس کی یہ عقیدت کہ وہست میں تبدیل ہو گئی، جب محقق نامہ کا فتحہ شیخ عبدالبُنی نے بھجو کر اس پر دستخط کیا، اکبر کی ناگواری اور بھی بڑھی، اور اس نے شیخ کو حج بیت اللہ کے لیے جانے پر مجبور کیا، اور خواہش کی کہ وہ وہاں سے واپس نہ آئیں، مگر شیخ کچھ دنوں کے بعد حج سے واپس آگئے، جس سے اکبر کی کہ وہست میں اور بھی اضافہ ہو گیا، اکبر نے ان کو قید کر دیا اور وہ قید خانہ ہی میں ^{۱۹۹} میں عالم بقا کو سدھا رہے، ان کی ایک تالیف وظائف ابنی صنم کا قلمی نسخہ دار مصنفوں (اعلم گدھ) میں ہے، سماع کے انکار میں بھی ایک رسالہ کھا، امام فضال مروزی شافعی نے امام ابوحنیفہ کے خلاف جو نظر کیا ہے، اس کے رو میں بھی ایک رسالہ تحریر کیا ہے،

مشور شیعی عالم فاضلی فور اللہ شتری (موزعہ مجلس المؤمنین) بھی دوبار سے

شوار، اکبر کی فیاضیاں اور زند پاشیاں سنکرہ گھے سے شوار ہندوستان میں منڈ آئے تھے، طلبد ایوفی نے اس عمد کے یک سوچھ شوار کے حالات لکھے ہیں، اور ان کے کلام کے نہ نے درج کئے ہیں، ابوالفضل نے امین اکبری میں پخترا و رخواج نظام الدین احمد نے بیانات اکبر میں کامنی یعنی شوار کا ذکر کیا ہے جنہوں نے دربار میں پنچھر تقرب حاصل کیا، اکبر نے صرف ان پر ہیسم و نہ کی بارش کرتا بلکہ ان کی ہست افزائی اور ان کے ذوق سخن کے میار کو بننے کرنے کی خاطر ملک الشوار، کا خاص عہدہ قائم کیا، جس پر سب سے پہلے غزالی مشہدیا ہوئے ہوا، غزالی عراق سے ہندوستان آیا، تو اکبر کے درباری امیر خان زمان حاکم جون پور نے ایک ہزار روپے زاد را بھیج کر اس کو اپنے دربار میں بلایا، یاں ایک شنوی نقش بدیع لکھ کر خان زمان کی خدمت میں پیش کی، جس میں ایک شوار شرحتے، سخن سخ اور سخن خشم خان زمان کو یہ شنوی اس قدر پنہ آئی گئی شرایک اشرفتی انعام دیا، خان زمان کی وفات کے بعد غزالی اکبر کے دربار سے منڈک ہو گیا، ابوالفضل نے اس کے شاعر از کمال کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:-

”یہ بلند فتحی و شیو از باقی طرازی کیتی داشت و ازو لاوز گفت رصوفی بہرہ مند“

(امین اکبری ص ۱)

ان بھی شاعر از اوصاف کی بنابر اس کو ملک الشوار کا خطاب دیا گیا، بہت ہی پوچھو شاعر تھا کیمی دیوان اور کئی شنویاں مثلاً مشہد اتوار، مرآۃ الصفات، نقش بدیع، اور قدس تھا لکھیں، طلبد ایوفی ایسکی شاعری کے بہت زیادہ مدارج نہیں، مگر اس کی شاعری کی گستاخی کیفیت کے معرفت ہیں لکھتے ہیں:-

”لہ خزاد عاملہ فلی نعم بوجا لشرا نعم حمہ سوم ص ۱“

تھیں کی ہیں،

(۱) **حدیوں شاہین**۔ جس میں شیخ مبارک ناگوری، شیخ نظام نار قری، شیخ ادہن، شیخ میان و جہادین، شیخ رکن الدین، شیخ عبد الغزیر، شیخ الحمدی، شیخ عبد الغفر وغیرہ تھے،
 (۲) **خداؤند باطن**، شیخ رکن الدین محمود کماٹگر، شیخ امان اللہ، خواجہ عبدالشید،
 شیخ موسیٰ، شیخ علاء الدین مجذوب، شیخ سیم پشتی، شیخ محمد غوث گوایاری وغیرہ،
 (۳) **دانہ محتول موقول**، بیرون شاہنشہ رازی، بیرون تقی، مولانا سید ترکتائی
 حافظہ تکنہی، مولانا شاہ محمد، مولانا علاء الدین حکیم مصری، مولانا صادق وغیرہ،
 (۴) **شناسائی عقلی کلام**، مولانا پیر محمد، مولانا عبد الباقی، مرزا مخلص، مولانا محمد،
 مولانا فروادین ترخان وغیرہ۔

(۵) **پرشکان**، حکیم مصری، حکیم الملک، حکیم ابوالفتح گیلانی، حکیم علی گیلانی، حکیم ابڑو،
 حکیم سیح الملک، حکیم اطفع الشد، حکیم ہمام، حکیم شفاغی، شیخ بنی وغیرہ،
خواناں نقلی مقال، میاں حکم، مولانا عبد القادر، محمد حمید الملک، بیرون تقی
 میرزا اللہ، شیخ عبد النبی صدر جہاں، شیخ منور وغیرہ،

ان کے علاوہ اس عہد میں بستے اور صلحاء و علماء تھے، مثلاً شیخ عبد الحق دہلوی، حاجی ابرہیم حمید، شیخ جلال الدین تھامی سری، شیخ نظام الدین اسٹھوی، شیخ داؤد حبی و وال وغیرہ
 جن کے فیوض و برکات سے عوام و خواص نسبت ہوتے رہے، مگر پھر بھی علمائے سوکی فتنہ سامانیوں سے
 اس دور میں خلافت و مگرائی آتی ٹھی کرف اسلام پر حضرت امام ربانی مجید والفت نامی
 کا ظہور ہوا اور اس مجید والفت نے ہندوستان کے خلدت کردہ کی تیرگی و تاریکی کو اسلام کی صنایا، پاشی
 سے ایک بار پھر منور کر دیا۔

روشنی ڈالنے کی کوشش کرنا تھیں حاصل ہے، پھر بھی ہم یا ان پر فضی کے کچھ مرحیہ اشاعت
نقل کیے بغیر نہیں رہ سکتے، جس سے اس کی شاعری کی شوگفت و غلت کے ساتھ ساتھ اکبر
کی ذات سے اس کی جگہ خشنگی کا بھی اندازہ ہو گا،

شاہنشاہ! خسر و پرداہ!	دریا گمراہ! فلک شکوہ!
بزمے است، جہان عیش پرست	دور تو شراب و آسمان است
امروزہ دین نواے چو شہد	من بار بدم تو خسر و عدم
زین جامہ کر کرده ام نلک سائے	پیش تو تادہ ام بیک پائے
ایں نامہ کر عشق بربان برد	طفراء تراہ آسمان بڑ
ایں چارہ زار گوہر تاب	کا بگنجہ آم بـِ تشن آب
بندیر کر آب گوہر تست	از بہر نثار افسر تست
پیمانہ من اگر نشد پرد	دریا کنست شادر دُور
گر عشق چنیں بوز دم پاک	متاب بردن ترا دم اذ خاک
بگدا خست آبگینہ دل	آئینہ دهم پرست محفل
آئم کر پسہ کاری ہرت	از شحد تراش کر ده ام عز
بانگ قلم دین شب تار	بس صنی خفہ کر د بیدار
صحیں ہیں پادشاہی	من بودم دباد صحیں گاہی
ثنویں دمن لکھتے وقت اکبر کی شان میں کتابے:-	

سے پاہ فرزے ہفت اورنگ	میزان عدالت گران نگ
فیض تو بروز گار غستوح	چون باوہ کچشم نندہ باروں

اگرچہ سخن اور تہذیب عالی چند ان نماد را مادر کیست و گفتگیت اشعار او زیادہ (زہرہ)

ا قرا نت بیان تصوف مناسبت تمام دارد۔ (عبد سوم ص ۱۶۱)

ششمہ میں احمد باد میں وفات پائی، اور سلاطین و شاعر کے مقبرہ میں دفن ہوا،

اس کے کچھ اشعار طاخطہ ہوں مراتہ الصفاۃ اکبر کی تائیش میں لکھی گئی، اس میں کہتا ہے۔

تماج وہ تارک روئین تنان سر شکن گبر قوی گردنان

شاہ فلک من در خور شید خش شاکستاندہ و افکم غمیش

قطع کند شک شلب و زردا گر کر شیخ بھسان سوزدا

و ز خورد هر می از جام او تین شود موے بر اندا م او

سوے فلک گر فلکند حشم کین اب شود پر خ ورد و در زین

ما نے وحی از عقل جوان پیر تر بخت وی از سیح جان گیر تر

ابر حیا کان کرم بسر عود تازہ گل گلشن حسر خ کبو

مولانا بیلی نے شعرِ حجم حصہ سوم میں غزالی کی شعوی نقش بدین کے حسپیل اشعار کی داد دی ہے،

فاک ول آن روز کرمی بخندن شنبه از عشق یرو رخندن

دل کر پا ان ر شکنم اند و د شد بود کا بے کرنک سود شد

بے اثر محروم آب و چہ گل بے نک عشق پ سنگ چم

ذوق جنوں از سردیوان پرس لذت سورا از دل پرواہ پرس

غزالی کے بعد ابو الفضل قاضی لک اشعر، ہوا، جس کا ذکر ہم اگذشتہ صفحات میں

کر کے ہیں، فضیلی کی خوش بیانی، صفت طبع اور فلسفیات خیالات پر مولانا بیلی مرحوم کا ایک

بے مش تبصرہ شعرِ حجم حصہ سوم میں تھا، اس تبصرہ کی موجودگی میں فضیلی کی شاعری پر مزید

کار دان سالار شاہان آفتاب آمد و لے
 چون تو تا مدیر سفی و کار دان آن آفتاب
 دہر سر کش رام شد دزیر ران دولت
 چون سخن دا سماں دزیر ران آفتاب
 طوطی نظم چود مخت شکر خای کند
 آب کرم از ذوق گرود ده بان آفتاب
 تارا س دولت آن گزار مدار آویج عرش
 اهل سعی راشد مسلم شان آفتاب
 پیغمبر حسینی کان برافروزند از شیعی دگر
 نیض می تاید ز دیت چون نتا بد کزانل
 گهرست رابر در ش داد است گان آفتاب
 سجدہ گاهه هفت قلمی است مند گاهه تو
 قبله سعیت آسمان دست آسمان آفتاب
 هر کجا آمیز گھی طمعت آماده کرد
 می جدتیر سعادت از کان آفتاب
 گریه س آفتاب آرام گئی داشتی
 جاس اکبر شاہ یودی ایشان آفتاب
 و صفت شاه از ما کسی چون ہن کیا لائق شد
 ہر چکر دم نقل کروم از زبان آفتاب
 گریپ از قرنے یود سعین را با ہم قران
 چون یود ہر صبح دم یا شہ قران آفتاب
 در خد شید و شنا ی شہ کند عرفی دام
 کرم دیان شہادت و عاشقان آفتاب
 وقت دولت یاد سر لایزال آسمان
 نور حیبت یاد حسن یا و دان آفتاب
 یوسف شہ سایہ انگن چون شود بیال ہا
 چون پر خفاش گردو سایہ بیان آفتاب
 گریبان غایت کر شہ بثا سدش بایشنا
 از سیح ایم محتمم و نشان آفتاب
 آسمان داند کر چون شاہ جہان ہر گز بندو
 قدر دان آفتاب اند رزمان آفتاب
 اکبر کے دربار میں کسی کو خود تائی کی جراحت اور عیت نہیں ہو سکتی تھی، مگر خود دار عرفی
 ایک قصیدہ میں اکبر کو فنا طب کر کے کہتا ہے :-
 لئے اس قصیدہ کے بعض اشعار اخصار کی خاطر اخذت کرد یہ گئے ہیں ،

صد باغ طرب پر بزمگا ہست
ایتھم کہہ باوہ در نگا ہست
اسے از تو جہان سکون گرفتہ
بائین تو فتنہ خون گرفتہ
رجعت کر گل ظفر داندہ
از خار ترا انگین فشاذہ
ہر جہا غزوہ رکھ کلا ہے
سر کردہ فتنہ شد سیاہے
یقین تو کلہ ربوہ سرہم
این زہرہ تراست دین جگرجم
آفاق بشام گاہ دیجور
از جہڑا رائیست برہ فور
آنرا کر نشاط جادہ دانیست
بید ارمی شب حیات کیست

فیضی کی ملم دوستی بھی مشود بھی، وہ اہل علم کے ساتھ غیر معمولی فیاضیاں کرتا تھا۔
حیدر سنانی نے اس کی تغیری کی تاریخ قل^ہ ہوا اللہ^ع سے نکالی، تو اس نے دس ہزار
روپے افعام میں دیے، محمد جمال الدین عرفی شیرازی ہندوستان آیا، تو فیضی ہی کا
تمان ہوا، فیضی نے اس کی پوری قدر داتی کی، اور اس کی ضروریات کی کفالت کرتا ہوا،
اگر وہ اپنی خوت پرستی کے سبب فیضی سے الگ ہو کر اکبر کے دوسرا جیل العقد را میں
حکیم ابو الفتح گیلانی کے دربار سے وابستہ ہو گیا، اس کی وفات کے بعد عبد الرحمن غانم خان نا
کے دربار کے ارباب کمال میں داخل ہوا، اپنے غرور، بیدار اور خوستائی میں اکبر کے
دربار سے بے نیاز، بہنا چاہتا تھا، پھر بھی اکبر اس کی طرف تفتت ہوا، اور عرفی نے اس کی
شان میں کئی تصیدے کئے، پہلے تصیدہ میں اپنی جو لافی طبع اس طرح دکھائی ہے:-

لے دل بھی سر شرست رازہ ان آفتاب
تباہد برخوان دولت ہیمان آفتاب
بزرگمال دولت ہر کس کہ بنہ بسگرد
از شراب تبیت رطل گاؤں آفتاب
دولت جشید ہمد و شی کند با دوست
گرواند سایہ بودن ہم منان آفتاب

نے ان کی جس طرح قدر دافی رعنی افرزائی اور سر پرستی کی اس کا اندازہ ہو جائے، کہیں کہیں
ہم ان شردار کے کلام کے نمونے بھی ناظرین کے تفہیم طبع کے لیے پیش کرتے جائیں گے، ان
اس دور کے شروع شاعری کے عام درجہ نات کا پتہ چلے گا۔

خواجہ حسین مرودی - حضرت شیخ رکن الدور سننی کی ولادیں سے تھے معمول اس
کی تخلیم مولانا عاصم الدین اور بلا خلقی سے پائی، حدیث میں فاتحہ العلماء والحمدیین شیخ ابن حجر کی شماری
کا شرف حاصل کیا، ہمیں ان کے علم و فضل کا قدر دان تھا، اس لیے اس کے نزدیک خاص بھی
رہے، اپنی فصاحت، بلاغت، بطافت اور ظرافت کے لیے مشہور تھے، ان کی شاعری میں سعی
منایا اور بیان کا پہلو نا لب رہتا تھا، شہزادہ سلیمان کی ولادت کے موقع پر ایک تصدیدہ کہا
جس کے پہلے مصروع سے اکبر کی تاریخ جلوس اور وہ سرے سے سلیمان کی تاریخ ولادت تحریکی تھی،
قصیدہ کا مطلع یہ تھا:-

ندا بخدا ز پے جاہ چلاں شہریار گوہر مجبد از محیط عدل آمد بر کتار
اکبر نے اس قصیدہ پر دو لاکھ نئے انعام دیے، اکبر کی فرمائیں پرستگاہ سہیتی کا
ترجمہ شروع کیا مگر اس کی تکمیل نہ کر سکے، شیخ فیضی نے ان سے تعلیم و تربیت حاصل کی تھی،
کلام غونڈی ہے ।

گوہریم گزر اہل دمت ایم ز ایم
واندر صفت صدق و عفایم ز ایم
اڑاستہ ظاہریم دیا طن ز چنان
افوس کر انچہ می ف ایم ز ایم
شانی مشهدی نام خواجہ حسین، باپ کا نام غیاث الدین علی تھا، ایران میں ہے
کلام کی تکمیل اور پرکاری کے لیے مشہور تھا، وہاں ایک مدت تک سلطان ابراہیم مرزا کی

شہاب زم تو جون دین قصیدہ برخونم کر ملک فطمہ بفضلش گرفتہ است نظام
مزدیکا زہ با حب پر گر گر دون بد شکم انگندا زین جامد ز مرد قام
اکبر ۹۹ میں کشیر گی تو عرفی بھی ہم رکاب تھا کشیر پر اس نے ایک قصیدہ کہا
جس میں اکبر کو غاطب کر کے لکھتا ہے:-

حکم تو اش اور بکشیر و گزہ کے از سر آن خاک بنا ک دگزاید
می آید و می سوزدا زین رشک کشیر چوں یافت ک آید بکب پر اثر آید
اکبر نے یہ ک موقع پر اس کو ایک گھوڑا بھی انعام میں دیا تھا، لیکن اس سے خوش ہوتے
کے پہلے اپنی رعنونت میں اس نے گھوڑے کی چوکھی، اکبری دود میں زور کلام، شوکت الفاظ
جد بست استخارات و تسبیحات، نازک خیالی، ضمون افرینی، مفسیا ز خیالات اور نئی نئی تسبیحات
کے لحاظ سے عزیز کوئی مقابلہ نہ تھا، اس نے اپنے شاعرانہ کمال پر کبر و نجوت کا جو اندر کی تو
یہ بے جاذ تھا اور اس کی افادہ طبع سے خود شاعری بھی مندرجہ یقینیت سے بند مقام پر
پہنچ رہی تھی،

محمد بن نظیری نیٹ پوری ہندوستان پہنچا تو بعد ارجم خانہ نہان کے دربار میں خلذم
ہوا، اعداء کی وساطت سے اکبر کے شہزادہ دربار میں رسانی حاصل کی پہلی بار حبیب اکبری دوپہر
میں پہنچا تو جانگیر کے بیٹے شہزادہ خسرو کی دلاوت کا جشن تھا، نظیری نے اس موقع پر یہ کقصیدہ
پیش کیا جس سے اکبر کی توجہ اس کی طرف ہوئی، لیکن حاسدوں نے اس کو تعریب حاصل کرنے
نہیں دیا، پھر بھی اس نے اکبر کی مدح میں اور بھی قصیدے سے لکھے جو تھوڑا ہوئے، اسکی سخن وہی
اد و سخن گتری کی وا د جانگیر اور شہزادہ مراد کے دربار میں زیادہ دی گئی جس کا آگے فلک آئے۔
ان کا بزرگوار کے علاوہ دربار کے بعض اور سخن سخن کا بھی، اچھا لئے کر ضروری ہے تاکہ اکبر

در حوصلہ نہ فلک از عشق نگنجید ہر فرد کے از غاک شنا فی ہے ہوا رفت
 مسلی ہر دی - مولانا شبیل شرعاً بحمد صاحبِ خم (ص) میں عقایت اوحدی کے حوالہ سے
 تحریر فراستے ہیں کہ قرآنی امراء میں سے تھا، نہایت خوش رو اور خوش مزانج تھا، مدحت بک
 مشهد اقدس میں سلطان ابرائیم مرزا کے دبار میں رہا، پھر ہندوستان آیا، بیان حسین شنا فی،
 غزالی، وحشی وغیرہ سے مرکے رہے، مشهور ہے کہ اکبر کے دبار میں غزالی سے مناظر ہو،
 غزالی نے حکمت عملی سے اس کو مغلوب کیا، اس کا اس کو اسقدر صدمہ ہوا کہ اسی وقت تپ
 چڑھا آئی، اور بالآخر بیمار رہ کر مر گیا، مگر منتخب التواریخ حمد سوم (ص ۳۲۹) میں میلی ہر دی کا
 ذکر ان الفاظ میں ہے۔

مرزا قلی نام، صاحبِ دیوان اور صاحبِ طرز ہے، اس کا سلیمانی شاعری ایسا
 تھا کہ اگر وہ اب تک زندہ رہتا تو بہت سے قام شردار کے دل میں شرگوئی کا سودا
 سرو پڑ جاتا، اس کے زمانہ سے اس وقت تک کے شردار میں سے اس کا کوئی مقابلہ
 نہ تھا، بر سوں فرنگ خان کی خدمت میں رہا، اور اس کی درج میں بڑے بڑے قصہ
 کے، کہتے ہیں کہ بدگانی کی بنابر فرنگ خان کے حکم سے اس کے پیار میں کوئی ریسی
 چیز ڈال دی گئی کہ اس دنیا سے چل بیا، اس کی وفات مالوہ میں ہوئی۔

طبقات اکبری جلد سوم (ص ۲۹۷) میں ہے:-

مرزا قلی میلی فرنگ خان کی خدمت میں بر سوں رہا، فرنگ خان اس عالی
 شان دو دہمان (یعنی کھاندان تیموری) کے امراء میں سے ہے، مرزا قلی تزلیل اور
 قصیدہ کا ایک دیوان رکھتا ہے۔

ایمن اکبری اور منتخب التواریخ میں میلی قلی کے بہت سے اشارہ درج ہیں، جن میں سے

شاعرانی کی، ہندوستان میں ائے سے پہلے یہاں اس کا کلام ہر مجلس میں ترک کے طور پر
پڑھا جاتا تھا، ہندوستان آیا تو اکبر نے اس کی بڑی پذیرائی کی اور آخر عمر تک اس کے شرودا نام
سے مستفید ہوتا رہا، تاہم خدا کرہ نگار اس کے شاعرانہ نکال کے متررت ہیں، میخانہ کا مولف اس کو
غندلیب گھٹان نکتہ سرایی "کہتا ہے، اور اس کی شاعری کو زنگ و پسے زینین اور معطر رہتا ہے
منتخب التواریخ (ھـ ۲۷) میں ہے:-

شاعر طبیعت است، و در ہر اقسام سخن غیر از توحید و موعظت و فضاح حکیم و شکری
ظرف دارد؛"

خواجہ نظام الدین احمد طبقات اکبری میں لکھتا ہے:-

دیوان شعروں کی بخشی دارو، واقام شعر اخوب و استاد از می گفت، و از
شراس وقت امتیاز داشت ॥ (جلد سوم ص ۳۸۹)

میخانہ (ھـ ۲۷) میں شنوی کا نام سکندر نامہ مرقوم ہے، اس میں اور منتخب التواریخ جلد
سوم میں شنستی کا ایک ساقی نامہ بھی منقول ہے، میخانہ ان عبدالرحیم کی شان میں پڑے لیے
لبے قہادر کے تھے، جو اثرِ تحریکی جلد سوم میں میں گے، تھیہ ہوئی گو اس کی شاعری سے بھی بڑی
تر قی ہوئی، اس کی ایک رباعی ملاحظہ ہے،

ترک ستم چوکہ گوشہ یعنی شکنند نقد و امابر داڑھڑہ و دریا شکنند
ہر گز تندی خوی تو بخاطر زسد کہ نہ برد عین دل زنگ تند شکنند
اس کے کچھ اور کلام سے بھی لطف یہی، (آئین اکبری ص ۱)،

فاصد شوق و گرفتہ زنان می آید کہ بد شوق کے اپنے جان می آید
شرط اعشق است کہ تم باز بدل بیاند سخن دوست کرازوں لب زبان می آید

تو سفی - نام منور تھا، سانبر کے راجوں کرن کا لڑکا تھا، اگر نے اس کو مرض امنور کا خطہ دیا تھا، مگر وہ اپنے کو محمد منور لکھتا تھا، اس کی شاعری میں ممتاز و سخیدگی تھی، اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو :-

شیخ مستغفی بدرین در بہمن مفرور کفر مت حسن دوست را با گفر و ایمان کاری
تُشیعی کاشی - کبھی پار وطن سے ہندوستان آیا، اور اپنے لفظ کے توسل سے اگر کے دربار میں حاضر ہوا، اور قصیدہ بھی پیش کیا، ملابد ایونی کی رائے کے مطابق مخدود تھا۔
تفقی الدین شستری - علوم حدیات و قطیعات میں کامل دستگاہ رکھتا تھا، اگر کے حکم سے شاہنہادر کو منور کرنے کی کوشش کی، مگر یہ سی لاحاظہ تھی اسی یہے ملابد ایونی اس قسم کی کوشش کے بارے میں لکھتے ہیں قماش اپلاس میں لیکنہ، دیساں زمیں سائیں یعنی محل کوٹاٹ بنارہ ہے، اور سوت کو روئی، اس کی سخن سخی کا غونہ یہ ہے :-

گردست ند پدم کربویت نظر کنم باری دہان بیادِ بابت پرشکر کنم
با انکلچر بچو سبزہ بج کم نشانہ ہی دستِ دلی کبی سوت کر خکے ببر کنم
شنا فی خان ہر دی اگر کے قیام درباری امراء میں سے تھا، دینِ الہی کی تکلیف میں معاون ہوا، اس کی حادیت ہیں کچھ رسائے بھی لکھے، شعر گوئی سے بھی کچھ ذوق رکھتا تھا، مگر آخر عمر میں اس سے تو ہر کری تھی، ذرہ و خورشید کے عنوان سے ایک مشنوی بھی لکھی تھی،
جد امی سیلی نام، اگر کے دربار کا مصور تھا، اگر کے حکم سے تھدہ امیر حمزہ کی ۱۷ جلدیں کو مصوّر کیا، اور نادر الملک کے خطاب سے سرفراز ہوا، ہمایوں بھی اس کا قادر دان تھا، ہمایوں شاہی بھی کھلاتا تھا، (طبیعت اگری حصہ سوم ص ۲۵)، ملابد ایونی اس کو ہندوستان کا مانی لکھتے ہیں، شاعر بھی تھا، ایک دیوان بھی ترتیب دیا تھا کچھ اشعار یہ ہیں :-

کچھ ہیں :-

داشت کہ نہ تو بجان نبی رو د کر خاک شکان گذری سرگان نہ
 داشت نا و ز بیگان نبی د انم کر اختلاط چنین را کسی پنام کند
 بیقرار است دل اندر دین کشت عشق دیگر از یار نداختم چشم دار د
 امتحان نام نه دل تمی کز تو کشد خویش را چند باین حیل شکیبا دار د
 میرم و بر زندگان فرم رحم می آید کہ تو خوبان بے داد با داری کہ با ما کردہ
 نوری۔ مانورالدین محمد ترخان نوری سید ون (توابع سرہند)، کے رہنے والے
 تھے، ہمایوں کے سلسلہ میں ان کا ذکر آچکا ہے، ہند سر، بیاضی، نجوم و حکمت میں ان کا علم مشہور
 تھا، جود و سخا اور اور بذل سخی میں ضرب المثل تھے، اکبر نے ان کی عنانت و قدر و ادبی باتیں باتیں کی
 طرح کی، اور ان کو غان کا بھی خطاب عطا کیا، چنانچہ اس خطاب پر انہمار تکریکے ساتھ
 لطیف پڑای میں شکوہ بھی کرتے ہیں۔

نروے مکرمت وزراہ احسان	پر ترخان داد خانی شاہ عادل
ازین خانی ہمین نایست بر دی	ازین نام شکوف اور راچ حاصل
زتر خانی ہم اور را شکوہ ہست	بر زند شرس رو دانے کا مل
ک غیر از خان خشکی می ناند	زتر خانی تری گرد و چو زیل

مگر بعض یا سی اباب کی بنا پر کچھ دنوں معموق بھی رہے، آخر عمر میں ہمایوں کے مقبرہ
 کی تولیت ان کے پروردگری، شاعر بھی تھے اور اپنا ایک دیوان بھی ترتیب دیا تھا، یہ شعران
 ہی کا ہے :-

دل تیگ دو ران اں لب خندان نشیم
 اند غنچہ سر بچر بیان نشستہ ام

و نظم کلامش در پاکیزگی غیرت گو ہر سیراب، وجامع فنون کمالات و حیثیات کبی و سبی است
و آداب نیکردا تی و خوش صحبتی و شکندر دینی و قاعدہ دانی و ستور مل ارباب این فن است
و جود شریف ش دہر سکان وزمان باعث تفریح قلب و سرور اکابر واعیان، و محیت و
غوشی ای و مستعدان است۔ (جلد سوم ص ۲۷۴)۔

ملا بدایونی کی مدح و تعریف میں یہ نلوٹیں، وہ رقمطر اڑھیں۔

از باران در دند و داد اقام شرستی، صاحب دیوان است، واورا بامخان آنکه
سریت اگرچہ از مادہ ملی عاریت، اماجد و جسد و فتحی درست دار و منصب است۔

کلام کامنونہ یہ ہے ।

پہنچن کرنی خویش رانگبان باش	زگفتگی کر دلی نشاند پشمیان باش
چبال مرغ کم گرشنل روزگار این است	زمور هم قدسے و ام کن گرین باش
این سزہ و این صحرابوی زجنون وارو	دیوانگی و موتی ام و ز شگون وارو
خچخربگ	اکبر کے دبار کے چنانی امرار میں سے تھا، پسگری، بوسیقی، خوش خلی، سماگو
او علم خجوم وہیت میں یگناز روزگار بمحاجات اتنا تھا، تین ہزار ابیات کی ایک شنوی لکھی جس میں	
اکبر کی مدح کر کے اپنے ذاتی نضائل بیان کئے ہیں، ملا بدایونی کا بیان ہے کہ اس شنوی کے	
صلدیں اکبر نے اس کو بہت سی فواز شون سے سرفراز کیا، شنوی کے کچھ اشعار منتخب التواریخ جملہ	

(ص ۲۲۶ - ۲۲۷) میں میں گے، اس نے اپنا ایک دیوان بھی ترتیب دیا تھا،

میر دروری - نام سلطان بائز یہ تھا، ملا بدایونی کا بیان ہے کہ اس نے خط انتعلیق لکھنے

میں ایسی ہمارت پیدا کی تھی کہ ہندوستان میں اس کا کوئی مقابلہ نہ تھا، اسی یہے اکبر نے کاتب
الملک کا خطاب عطا کر کے نوازا، شرگوئی سے بھی وچھی رکھتا تھا۔

صیح دم خاردم از هدی گل می زد ناخنی ددل صد پاره بیل می زد
 حسن بستان کعبه ایست عشق بیابان^ا سرزنش تاک ان خار میغلان او
 نیم کل صیدم و افراوه دوران کوئی دست میردم آقان و خیزان تا پشم ری دو
 چعفر بیگ قزوینی - عمدۀ بخشی پر مامود تھا، اکبر نے اصفت خان کے خطاب سے گزنت بخشی،
 اسکی بزرگی شہور تھی،

دید و محظوظ کرد و آن تدریز نشست کاشنا سے دل خود کشم تسلی را
 شہر گنجائش ہنما سے دل باچنداشت آفریدند بر سے دل باحسرادا
 حیاتی گیلانی - عراق و خراسان میں قسمت آزادی کرنے کے بعد ہندوستان آیا تو
 پسکھم ابو فتح گیلانی کے دبار سے منلک ہوا، اور اسی کی وساطت سے اکبر کے دبار میں پنچا،
 اکبر نے اس کی بڑی پذیرائی کی، منصب، علوم اور جاگیر بھٹاکی، تائزہ بھی کے معنفت کا بیان ہو کر
 "دچندان قرب و مترامت اور اراد ملازمت آن بادشاہ ہم رسید کر مزیدی بدان
 متصورہ بود۔"

عبدالرحیم خان خانان دکن کی نعم پر روانہ ہوا تو اس کے ساتھ حیاتی بھی گی، خان خانان نے
 اس کی بڑی قدر دانی کی، اور اسی کی سفارش پر حیاتی کو اکبر نے منصب ہزاری بخت، خان خانان
 بزم اور رزم دو نوں میں اسکو سائیہ رکھتے تھے، حیاتی نے خوب تشكیر میں اس کی شان میں لے لئے تھیں
 کے، حیاتی جاگیر کے دبار سے بھی واپسی رہا، تائزہ بھی کامولف اس کی علی اور شاعر اولاد صلاحیت
 پھر ذاتی اوصفات کا بہت دلچسپی ہے، لکھتا ہے،

هر نقطی از منظر اتش چون زمان صبا ع منضمن طروع آفتاب معافی، و ہر حرفا ز
 منظر آتش چو دم عیسوی شکل جیات باقی، رسمات اقلام از صغار شک قدرات حما

بنیروں ہزار آرہ بست عاشق را ہنوز باستو اے بخت کارہا دایم

سیدی رہنم سید شاد، گرم سیر کے سادات میں سے تھا، شیخ اسلام خپتی سے شرف بیعت حاصل کی، کچھ و فوں دربار شاہی سے بھی مندک رہا، آخر عمر میں شیخ محمد خان کابل کے پاس جا کر ملازم ہوا، خوش طبع اور خونگرگشا عز تھا،

اول سرگرمی عشقت دل در اهقرزا بچو طلبی کو پد منگا م بیداری خواہ ملاشیری - پنجاب کے شیخزادگان میں سے تھے، ابرا افضل کا بیان ہے کہ شعرو شاعری میں اکبری کی توجہ سے ان کو درک حاصل ہوا،

بنظر گرتی خداوند درخن بر دے او کشو دند"

ماڑر حبی کے مؤلف کا بیان ہے:-

"بکمال حیثیات آرستہ دیر استہ است، وطبعش غالی از منانی و غلی نیست، وشعار

او وہند وستان مشور است" (۱۳۳)

ملادہ ایونی ملاشیری کے شاعرانہ کی لاث کے بہت ملاحی ہیں، اور لکھتے ہیں کہ ان کو شعر کئے پڑھی قدرت حاصل تھی، زمانہ کے آلام و مصائب کی تصویر ان سے بترکی اور شاعرنے نہیں کھجھی، ایک رات میں تیس تیس غزل کئے کادھوئی کرتے تھے، قصیدہ اور قطدوئی میں اپنے تمام معاصرین میں ممتاز تھے، اور ان کی صاحت کے مقابلہ میں دوسروں کی صاحت ماند ڈالگئی تھی۔ (جلد سوم ص ۲۴۹)، طبقات اکبری (جلد دوم ص ۶۹)، میں ہے کہ افتاب پر ایک منزوی شیخ جہاں افروز کے نام سے لکھی تھی جس میں ایک ہزار اشعار تھے، پہلے ذکر، چکا ہے کہ اکبر نے ہما بھارت اور ہریش کے ترجیح کے لیے ان کو بامور کیا تھا، ان کے اشعار کے بیت سے نو نے فتحب المواریخ جلد سوم اور ماڑر حبی جلد سوم میں ملیں گے، ایک قصیدہ میں کہتے ہیں:-

گ در درون جانے گ در درون حزینی از شد خنی ک داری کچانی نشینی
 میر حیدر رفیعی یہ کاشان سے بگراتا ہے اور وہاں سے لاہور پہنچ کر شہی ملازمت میں
 داخل ہوا، طلباءِ علوی اور ابوالفضل کا بیان ہے ک محا در تاریخ گوئی میں عیمِ امثال تھا، آخر عمر میں وہ
 واپس چلا گیا اگر دیوان چپوڑا اس کی ایک بداعی یہ ہے :-

زادہ نگنہ گز کہ تھا ری تو ماغر قلنہ بسیم ک غفاری تو
 او قیامت خواند و ما غفارت یا رب بکدام نام خوش داری تو
 رو عنی - پنچ بہمن ملٹی فہرل گوئی کے یہ مشهور تھا، اس کے دیران میں تین ہزار
 اشارتے،

زین خان کو کہ - اگر کار صاعی بجا ہی، اور اس کے دبار کا عسل اندھار ہزاری لطفات
 اکبری کے بھٹا پنجزاری، امیر اود شزادہ سلیمان کا خستہ، موسیقی خصوصاً ہندی راگ کا ڈائشید ای تھا،
 کبھی کبھی اشعار بھی نوزون کر لیت تھا، اس کا ایک شعر ملاحظہ ہو،

زمامن فی دہمین چرخ کج خرام تارشہ مراد بوزن در آورم
 و فانی اصنفانی اسی کی سرپرستی میں رہا،

سرمدی اصلاح فی نام محمد شریعت، کچھ دنوں چوکی نویں رہا، پھر شریعت آٹی کے شا
 بکگار میں کسی خدمت پر مادر کیا گیا، طلباءِ علوی کا بیان ہے کہ پس فیضی شخص کرتا تھا، فیضی نے
 اکبر سے اس کی شکایت کی، تو پھر سرمدی تخلص رکھا، میں اکبری میں ابوالفضل نے اس کے بہت
 سے منتخب اشارتے ہیں، جن میں سے بعض یہ ہیں۔

ذگرم خولی عصیان چا بخود لیم پشت گری رخت چو جعا دایم
 چکشے نہیں بادل شوق انشیم کرٹک ان آمن و فتن صبا دایم

سے محروم ہو گیا، ایک بیان اور ان منظوم ساتھ مذکور شوب گل دل وجہ اتفاق است رساں منظوم لی
صیفی الحشاق کا مولع تھا، (طبقات اکبری جلد سوم ص ۲۷)، کلام کا نمونہ ہے:-
نیت ہر بسوئی مر گمان دیدہ ننا کا بر کن را فکنہ موچ اشک من خاشک
تن سینیں دشدا و از غاک پیرین پیدا سمن در باغ خبی شند بگ یا سمن پیدا
چینیں کافا و دارہ غم و محنت چو خاشک نیک طمع و احسان مگر دارہ از غم
مرزا عزیز کو کہ۔ ہمکاران کا لامکا اور اکبر کا رعنائی بجا تھا، اکبر اس کو بہت محبوب
رکھتا تھا، اس کے مختلف بیاسی اور بحرپی کا رناؤن کی وجہ سے اس کو پنجتاری اور بخان احمد
کا خطاب عطا کیا، جب کبھی اس سے اختلاف ہوتا تو اکبر اس سے درگز کرتا، اور کہتا کہ یہ اور
عزیز کے درمیان دو دوہ کی ایک نہ بنتی ہے، اس کے علم و نہرست نام معاصرین متاثر تھے،
ٹالپر ایلوئی لکھتے ہیں:-

”ہر انواع و فنائیں و نہر موصوف است و غم عالی و اور اک بلند او کے دیگر
ان امر ایشان نبی دہند۔“

طبقات اکبری جلد دوم (ص ۲۷) میں ہے:-

”بجودت فهم و جدت طبع و و قوت و علم تاریخ دلیل ندارد“

”ترک چانگیری میں چانگیر قطراں ہے،“

”و علم سیر و فن تاریخ استخوار تمام داشت و د تاریخ و تقریبے نظر بود، و د دناؤی
ید طوی و داشت، و د طینہ گوئی بے ش بود و شرہ بواری گفت“

”لکھ کر چانگیر نے اس کی حسب قابل ربانی پسند کی ہے،“

”عشق آمد از جنون بروندم کرد و ایستاد، صحت خود مندم کرد“

اسے جہاں و قیفہ نجکت بضریت نے قیر
تاج و تخت دینے و تیرت مہرو برق نہ شنا

اکبر کی شان میں ایک قصیدہ حجاں و سوال کے طاز پر کہا تھا، جس کے پچھا شاید ہیں:-

گفتتم اے دل چہ او صدح بہان گشت بد
گفت خاموش کرد مرنڈک رفیہ خل

گفتتم از چاد امید آب تندار سد
گفت کوتہ بود دد دن طول مل

گفتتم از جنت پنچیل شکایت دارم
گفت با یہ شہنشاہ بگوئے محمل

گفت خانہ اکبر جم دند رسیمان دش
گفت خانہ اکبر خود خوشیدی محل

گفت آن ذات بندی ما پنجم شانی
گفت آن خلق خدا را پفضل اول

گفت عمل و نیش لازم تاج ذات و سرہ
گفت لطف دکرش عالمی ملکت مل

پا باطالب امعنی - طبیعت میں روشنی تھی، اس یے پہنچنے رہتے، پھر اکبر کے دربار سے منڈک ہو گئے، اکبر نے بتت اپنیں کریبی، واپس ہوئے تو وہاں کے حالات ایک رسالہ میں قلبندی کیے، جس کو شیخ ابو الفضل نے اکبر نامہ میں شامل کر لیا، ادب و انت کے ساتھ شعر ہوئی میں بھی ڈیلیقور رکھتے تھے، جانکر کے زمانے میں بھارت کے صدر مقرر ہوئے، انکی ایک رباعی یہ ہے:-

زہرم بفرق خود چنانی کرچہ شد
خون زیری دستین فشانی کرچہ شد

اے غافل از انکریز بحر تو جس کرد
غایم بفت رتاب افی که حسپہ شد

عثمانی - سید محمد بن عینی اڑا باد میں کسی عددہ پر تھا، اپنی ہجوج گوئی بے باکی اور درشتی طبع کی

و جسے شاہی دربار سے منصب رہا، مگر ارباب قلن اس کی عربی اور فارسی شاعری کے مداح تھے،

میر عزیز اللہ قزوینی - بخطات اکبری سے معلوم ہوتا ہے کہ شخص عزیزی تھا، حساب

سیاق کا اہر تھا، سنبھل کے صبغ و نسب کے لیے مامور ہوا، جہاں بعض امور کی بنا پر شاہی اتنا

لہ دیتات ایک دن مام
میں اہ میں سے
دہنادہ لوان ہوا رہا

نشانی نہ مولانا علی احمد مولانا حسین نقشی دہلوی مرکن کے فرزند تھے، ہمیت و طبیعت کے
مالک تھے، خطاطی اور جرگنی کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی، شہزادہ سلیمان کے استاد بھی رہے،
دبار میں پر اعروج در سوچ حاصل کی، اور گوکیٹ صدی کے منصبدار تھے، مگر ملابد ایوبی کی پیان
ہے کہ کسی امیر سے کمرت نہ تھے، اکبر نے گجرات تحریر کے لکھا باری کی تو انہوں نے شاہی سک
بنایا اور یہ تاریخ گذرا فی :-

خسر و اسکے گجرات بنام تو زندہ ملک راسائی مدل تو تبارک بادا
لے خوش آن دم کچھ جو تاریخ دی زیستی گریت سکے گجرات بنا ک بادا
لہذا یونی ان کے علم و ضل کے بہت ہی معرفت تھے، اسی یہ ان کی مشیات، قصائد،
اور فقایت کے نہ نے منتخب التواریخ میں نقل کیے ہیں، دیکھو جلد سوم ص ۳۹۰-۳۹۹۔

نامی - میر محمد مخصوص خان نامی بھکر دہلی، آبا واحدا دترنڈ سے آئے، محمد مخصوص خان طبقاً
اکبری کے موقوف خواجہ نظام الدین احمد اور گجرات کے صوبہ دار شہاب خان کی وساطت سے شاہی
دبار میں نکلا، اکبر اس کو بہت ہمیزید کرنے لگا کہ رفتہ رفتہ ہزاری منصب ادھی ہوا، ایران کا سفیر بن کی جیا گی، دہلی سے تحریر
گی، جہاں حکم شفافی، محمد رضا فکری اور تعمی اور حدی کی صحبت میں شرودت عربی کا شغل جا رہی رکھا
دہلی سے واپس ہوا تو جہاگیر نے بھکریں امین کے عمدہ پر مامور کی، اپنی دیانت، امانت، شجاعت
خواست، زندہ اور تقویٰ کیو جسے بڑی عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، علمی حیثیت سے دو کمرت (الا خدا)
تحا طب میں ایک رسالہ مفردات مخصوصی تلمیذ کیا، ایک شخص تاریخ سنہ لکھی جو تاریخ مخصوصی
کے نام سے شور بجو آئی بھی تاریخ اپنے معلوم کئی لحاظت نہیں کیجیے جا قی، اور محمد مخصوص نامی کو شروع میں سے بھی تو یہ
تھی، اور یہ ایک نگہ تراش ساتھ رکھتا تھا، جو جاہی اسکے اشارہ پر کندہ کر دیتا تھا، دیوان کے علاوہ خیر کے
لائز پر بچہ نظر باں:- معدن الازکار، حسن تماز، پردی صورت، اور دو اور لکھیں، ایک طویل تصدیدہ

اَنَا دُبْدُونِ وَ دَانِشْ گَشْتَم تا سلسلہ زلف کے بند م کرد
 مولانا شبلی نے شرائیح حمد سوم (ڈٹ)، میں بھی نکتہ بخی کی داد دی ہے اور اس کے حسب فیل
 مطلع کو پند کیا ہے۔

گَشْتَبِيَارِ دلِ اَزْرَقْ خَمْ تَهْنَانِي اے طیب دل بیمارِ چمی فرمائی
 غانم خان ان عبده ارجیم اور علیم ابو الفتح گیلانی کے بعد اس کے دبار کی علی مصلحت آرائی مشہور
 بھی دیستھنی بہزادی بحقیر ہڑہی، اور مدائمی بدشی خان عظیم ہی کی سرکار سے دامتہ تھے، حیدری نے
 بھی اس کے خوانِ کرم کی زل ربانی کی، اس کو نقاشی میں بھی بڑی حمارت بھی، اگرہ میں دیک باغ
 جماں آر کے نام سے تیار کیا، اور وہاں نقش و نگار کے ساتھ پانی حسب ذیل ربانی لکھوائی۔

يَارِ بِصَفَاءِ دَلِ اَرِبَابِ تَيْزِ کان زد تو هست خوب تراز ہمہ حجز
 چون گشت بتوفیق تو این خانہ تمام ^{لئے} از راه کرم فرست ہمسان غزیز
 عَنْمَایِتُ اللَّهِ شیرازی، شاہی کتب خانہ کائنات بدار تھا، اس کی خوشنوی پراکرنے
 اس کو مکتب خان خطاب سر فراز کی، اپنی خوش طبی کی بنا پر کبھی کبھی طبع آزانی کر لیت تھا، اس کی
 ایک ربانی ہے:-

تَامَّا كُلِّ دُلْفَتْ نِيكَانْ خَمْ جَمْ اَسْت تا مشروہ ورقہ ربان حم پچم است
 تَانَدِكِبْ غَزَّه در کمان ستم است ^{لئے} مرگ من و زندگی من دم بدم است
 غباری - قائم علی نام، غباری تخلص، بقال تھا، اکبر نے اس کو اپنا خلیفہ بنایا، اور رغان
 کا خطاب عظیمی،

ملہ خان عظیم کے حالات کی تفصیل کے لیے دیکھو مائرالامر اصلہ اول ص ۹۷-۹۸، دوباری فوج ۴۰۵۰
 تھے ریاض الشراف، قلی نسخہ بخکان ایشیا کے سوسائٹی۔

کملات اتحاد، ہدیٰ تخلص اور خان عالم خطاب تھا، مرتکا کام را ہمایوں سے شکست بجا کر جاز کے سفر پر روانہ ہو تو ہدیٰ ہمایوں کی خدمت ہیں حاضر ہوا، اور پہلے یہ سیت پڑھی۔

کلاہ گوشہ در دشیں بر فلک ساید کہ سایہ ہچو تو شاہی نگنسد بر سرا و اور اسی کے بعد یہ شعر بھی زبان پر لایا،

بر جنم اذ تو هر چہر سد جائے منت است گن وک جاست و گر خبز ستم
ی نکر ہمایوں بہت متاثر ہوا اور اس کو ٹرپی نواز شوں کے ساتھ اپنے ساتھ اپنے دربار میں رکھا، اکبر نے بھی شاہزادی اطف و کرم سے نواز دی، اور سہہر اری منصب اور خان عالم کا خطاب عنایت کیا، اکبر کے ساتھ حصار پنڈت تحریر میں بڑی جانبازی دکھائی، عبد الرحمن خان خاچا کے ساتھ بھگار کی حمیں بھی ساتھ رہا، اور ۲۹ مئی ۱۵۸۷ء میں اور یہ کی نکری کے سلسلہ میں مارا گیا۔
شروعتی سے بھی اپنے پر رکھتا تھا، اکبر کو آصفی کا یہ مطلع پنڈت،

قاتل من حشیم می بند و دم سبل مرا تابا ند حسرت دید اور اور دل مرا

اکبر نے ہدیٰ کو اسی مطلع پر ایک مطلع کرنے کی فرایش کی تو اس نے کہا۔

آمد و گذشت اذول تیر آن قاتل مرا ماند تار و ز قیامت داغ اور دل مرا

فیضی کا بھی ایک مطلع اسی قافیہ در دیت میں ہے۔

پاپر و گذار لے قاتل دم سبل مرا تابا ن تقریب پابوسی شود حاصل مرا

ہدیٰ کا ایک قطعہ ہے۔

لے کر کردی بزرہ دریش سفید یک بیک بھی کتنی زبر نو د

دیش کن کن کنوں مدار و سو نے

بیان و ادرا جرا فی را

منقبت اور بہت سی ربانیاں ملاید ایوئی نے منتخب التواریخ جلد سوم (ص ۲۶۴-۳۶۵) میں نقش کی ہیں
دور بیان ملاحظہ ہوں۔

یک حصہ تم من بستا و اپنی رفت یک حصہ زان چانگری و اپنی رفت

یک حصہ بیو وہ پہنچا رگذشت یک حصہ فاموس پیشانی رفت

تک دل از این و آن پراز کیسٹ کنی تاچند بزر سیزہ چ گنجینہ کنی

کار این بنود کتیرہ سازی دل را آن کار بود ک دل چو آمینہ کنی

غزنوی - میر محمد نام خان کان خطاب، اکبر کے دبار کا محل العقد امیر چجز اری خسیدہ

تھا، اس کی مجلس میں شروع شعری کاشنل برابر جاری رہتا تھا، بنجل کی حکومت کے زمانے میں ایسا

شیخ سعدی کا یہ مطلع اس کے سامنے پڑھا گیا،

دلے کر عاشق صابر بود گرنگ است رعشت تا بصوری ہزار فرنگ است

غزنوی نے قرار کیا۔

دلے کر چڑہ ساقی زبادہ گلنگ است بنوش با وہ بہر آواز نے کر دل نگنگ است

اسی کے دبار کے یک شاعر جمال خان بابوی نے بھی یہک مطلع کیا

ترارخ از می عشرت مدام مغل زنگ است مرا ننکرو ہانت چون چندل ننگ است

فارسی اول ترکی کا ایک دیوان بھی چھوڑا، اگرچہ الامرا جلد سوم (۱۹۷۰ء) میں اس کے حسب ذیل

دو شعر منقول ہیں۔

درج اپنی حاصل نعم بنا دا لی گذشت انجو باقی بود ان ہم در پیشانی گذشت

کس اب بجز مردم حرشم نہدہ جزاہ سحر ہم نتے نیت مرا

ہمدی - نامہ نظر پر بیگ اکاران کے کو کہ ہمدرم بیگ کا زما کا تھا، مرزا پر خود ارجی

ب قبلہ جان کوئین کوتے تو باشد
خوبی سازم خم بر دے تو باشد
گری جانب مسجد گندم وز طرف دیر
بر جا کر روم رہے دلم سکتے تو باشد
زاهد تو زستی نگرتی ا صرف رہستی شدہ، سکتی ا
است محبتم و قوست غور فرقہ تو سکتی ا

سید فسوںی بزدی - محمد بیگ نام طاہری، محنوی اور علیحدیت سے بیگانہ روزگار
سمجھا جاتا تھا، شروشناعی کے علاوہ فن سیاق، فنوم وہیت، حساب اور تاریخ سے بھی، لیکو
واقفیت تھی، ریاضن اشعراء میں ہے کہ اکبر کے علاوہ جان گلبر اور شاہ جہاں کے دربار سے بھی
مشکل رہا، جان گلبر نے اس کو فضل خان کا خطاب بھی عطا کیا تھا، اس کے بعد اشعار ہیں
خواب راحت شدا زان دیگر دیدن دست رفت آسائش ازان دل کر چین دن دل
خیروانان زنان خواہی شدن اذ نہ پہنام کر آتش سریدن آذوق باشد اگر بیانم
فنا لی ہردی - چنانی نسل سے تھا، اکبر نے اس کو بھی فنا کے خطاب سے نواز تھا،
طبقات اکبری (جلد سوم ۲۵۰ ص)، میں ہے کہ تمام عمر اکبر کی بارگاہ ہیں رہا، بلا بایوی (جلد سوم ۲۹۹ ص)
نطراز ہیں کہ اس کا حسب ذیل مطلع ان کو استحداد پنڈ آیا کہ اس کو پچاس سال تک یاد رکھا،
ذکر یہم بہترین نعمت خانہ دارم غریبم خاک ہم گوشہ دیر از دارم
فنا لی کا ایک مطلع یہ بھی ہے

تا گل روی تو از با وہ گل غافم شکفت بادہ از عکس گل دے تو در جام شکفت
فیروزہ کابی - مزاج محمد سعیم کے یہاں تربیت پائی۔ آئین اکبری میں ہے کہ اکبر نے
اس کو منصب دو ہزاری عطا کی، موسیقی اور شناوری سے بھی ذوق رکھتا تھا، سعدیہن اور صافیہن
لہ آئین اکبری میں ہے "از نامور بچپان، اختر نیکو ب مرد"

اشکی۔ میر شاہی قبی بن سید علی محتب، ہندوستان آیا تو اکبر کے دباد میں لازم ہوا، ریاض الشعرا کے مولف کا بیان ہے کہ یہاں غزاں میں مشہدی وغیرہ سے اس کے شاعرہ میر کے ہوتے تھے، وفات سے پچھے دنوں پسے پشا دیوان نادر الملک جدائی کو دیا، جس نے اسکے پچھا شعار اپنی طرف منسوب کر دیے۔ یعنی الشعرا میں ہے کہ غزاں نے اس پر ایک بھی کی تھی، ملابدا یونی نے اس کے کلام کے کچھ نوٹے دیے ہیں۔

اذ بکه سنگ بر سر زد بے تو سین چاکی آں سنگ در کفت او گرد بیشت خاکی
بسنگ از غت بر سر نن لخاکم زد اگر دستم رو دار کار سر بر سنگ خاکم زد
اگر خاکم کر در راه تو از سنگ بلا فتم ذہر مو پر من آیه سنگ دنگزار دیا فتم
مزرا لذکر شر لکھر طاپد ایونی کہتے ہیں کہ مضمون سنگت پر اس سے بہتر شوکن نشکل ہے
فکری خراسانی - نام سید محمد اکبر کا تقبیہ و خان بھی رہا، ریاضی کئی میں شہرت حاصل
کی، اس نے میر ربانی کے نام سے مشہور ہوا، اس کے اشارہ میں بلند احکام ہوتے تھے، اسکی
ایک ربانی ہے۔

ڈان بہت ہر غم نصیب ما خواہ بود بیداد و ستم نصیب ما خواہ بود
تاعمر بود ازان قاد و زلف و دہان پیوستہ الحم نصیب ما خواہ بود
فیضی تربی - اکبری دور کا بلند پایہ شاعر تسلیم کی گیا ہے ملک الشعرا ابو الفیض فیضی
نے اس کے شاعرانہ لات کی تھیں، ایک قطعہ میں کہی ہے، اکبر کی شان میں فیضی تربی نے
مخدود تھا نہ کہے۔ ریاض الشعرا میں اس کی بہت سی ربانیاں منقول ہیں، ایک دو بم بھی
ہی ناظرین کرتے ہیں۔

کیم وزرا فعام کر دی بیگ از خازن ہا ہم گرفتن مشکل و ہم ناگرفتن شکست
خزانہ عامہ (مولفہ آزاد بلگرامی) میں سے کابرے حیدری کو فعام حسب ذیل تصدیق عطا گی تھا
اور اس کے نتائج پر مذکورہ بالا قطعہ لکھا۔

امچور و زگار مدد گار من بنو د	زان شاخ گل بپای ڈلم خاکم خلید
نشینید شاه عقدہ کشا مصري زمن	بکشوفصل از ہون ازین کلید
بودم زدای دیده تر عراق بحر عنم	کز عیب این ترا نہ بگوش دلم رسید
حافظ وظیفہ تو دعا گفتہ است این	در بند آن مباش کر نشینیدا شنید

پیری با رحید ری ہند و سستان آیا تو خانخانان کے دربار میں شغل سخن کو جاری رکھا، مگر پھر
دہن کی طرف مراجحت کی، اور وہیں ^{۱۰۰۷ء} میں وفات پائی۔ اس کے دیوان میں چودہ ہزار
اشعار تھے، ایک شنوی سان، الفیب بھی لکھی جس میں اپنے استاد ترانی کی مدح کی تھی،

(بدایونی جلد سوم ص ۲۱۸، و نیز انگریزی ترجمہ)

علمی - مزا جانی بیگ ارغون صیحی صمعی کا حاکم تھا، اپنی فراست دو نانی کے نیے شہو
تھا، اگر نے اس کو سہ زار و پانصدی کا منصب عطا کی، شعرو شاعری میں علیحدہ کرتا تھا، ماش
الامر ا جلد سوم (ض ۳) میں اس کے یہ دو شعر مرقوم ہیں:

خوش آن دتے کر عشق غمزارم بود	آہ شب و گریہ سحر کارم بود
پا گریہ چرخ بین کربمان مگذشت	کلاسے عجی کر زیب با زارم بود
میر مرضی سنا فی - ووجی عمدہ دار تھا، دکن کے اکثر علاقوں کو اس نے فتح کی، آنحضرت	میں شاہی دربار میں رہنے لگا تھا، جان گیر کے زاد میں وفات پائی، ریاض اشعراء اور مخترن انفر
میں اس کا یہ شعر متعال ہے:	

کے شرار کی شرلوں پر غولیں لکھنے کا بھی دعویدار تھا، ملبدایونی (جلد سوم حصہ) لکھتے ہیں کہ اسکی علمی استاد تو پاچی نہ تھی، مگر شعر فہمی کی صلاحیت اپنی رکھتا تھا، اور اس کی شاعری کے جو نوئے پیش کیے ہیں ان میں سے دو شعر ہیں۔

غیر منظور نظر سختهِ بینی پچ
بندہ را از نظر اندختهِ بینی پچ

کس نمیدم بد ور قرباً یعنی جمال
قیمت حسن بر اندختهِ بینی پچ

حیدری تبریزی - تین بار عراق سے ہندوستان آیا، پہلی بار قاکم خان نیشا پوری کے دربار سے وابستہ رہا، مگر ہندوستان اس کو پہنچ دیا، اس سے اس کی عجیبی لکھی، اور وہن پس چلا گیا، دوسری بار ہندوستان کیا تو خان اعظم فراکور کرنے کرم کی خوشخبری کی، اس کی شان میں ایک تصیدہ کہا جس کا مطلع یہ تھا

نژد ابل سخن چون کنم بیان سخن
اگر مد نکندر و روح صاحبان سخن

خان اعظم نے اس کے صدر میں دو ہزار روپے خلعت اور گھوڑہ طاکی، شمس الدین محمد اسکے خان کے ولید سے شاہی دربار میں بھی حاضر ہوا، ایک تصیدہ میں اکبر کے ہاتھی کی قریب اس طرح کی

بندو پشت اے ریگِ روان
فیلمائیش کرد صفتِ بیجا ست

کر پئے غرق کر دن اعدا
ہر طرف موجودی بحر بلاست

ملبدایونی (جلد سوم حصہ) رقطراز ہیں کہ اکبر نے اس تصیدہ خاتم اور اس پر اور کچھ روپے غنایت کئے، مگر شاہی خزانے سے ملنے میں دری ہوتی، تو یہ قطعاً لکھکر اکبر کی غدمت میں پیش کیا۔

شکل دار شاخوں کنم پیش تو عن
دانکر زین شکل مرا صد افع حست پر دست

ہوتا جا رہا ہے، اس لیے حکم بقیہ شہزاد کے صرف نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں، ان ہی بھی حکم ان بھی کے نام
درج کرتے ہیں، جو شاہی ملازموں کے ذمہ میں داخل تھے،

ملائیقہ دی شیرازی، قائم ارسلان، یادگار عائی، ظرفی ساؤجی مشقی بخاری، ملا صبوحی
کاملی، حینی ساؤجی، خواجہ بھری، فویدی، نارنگی، دوئی، خسروی، نیازی گرفتاری، میر حزفی،
ظہر کشیری، بہرام سقا، محمد صالح دیوار، شریعت سرمدی، غازی اسیری وغیرہ وغیرہ ان کے کلام
کے نوٹے طبقات اکبری جلد سوم میں ملیں گے۔

بہت سا یہ شورا بھی تھے جنکا دربار سے برداشت تعلق تو رہتا تھا، مگر اپنے حصاء میں بھی اکبر
کے اب کم سے سیراب ہوتے رہتے تھے، ان میں ظہوری ترشیزی اور ملک قمی
بھی تھے،

ہندوستان، اکبر کو ہندوؤں کے علوم و فنون سے جوشفت تھا وہ ظاہر ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ ہندو
شاعری میں طبع آزمائی بھی کرتا تھا، اور اپنے تخلص رکھتا تھا، ہندوستان کی ایک کثیر جماعت بھی
دہلی شاہی سے ملک بھی، اب، فضل نے "انش اندوزان جاوید دولت" کے سلسلہ
میں ندوی نشان کی فہرست میں حسب ذیل ہندوؤں کے نام لکھے ہیں۔

مادھوسرستی، مادھوؤن، نارائن اسرم، ہرجی سود، دامودر پرست، رام ترخ، رام
پرم اندر، آرت،

"خداوند باطن" کی فہرست میں یہ نام ہیں،

رام بھدر، جدر و پ

شناس سے عقلی کلام کے عنوان سے مندرج ذیل نام گنے کے ہیں:

نارائن، مادھوی بہت، سری بہت، لیش ناکھ، رام بشن، بھدر مصر، باہد یوسف،

اسے از رخ تو مارا صد عیش دکامانی در عیش و کامانی صد سال زندہ مانی
 اسد بیگ قزوینی، هندوستان آیا تو اکبر کے وزیر اعظم ابوالفضل کے دربار میں سرہ
 سال تک طالزم رہا، اس لیے اسد شیخ ابوالفضل کی کھلایا، ابوالفضل کے قتل کے بعد اکبر نے اس کو
 اپنے دربار میں داخل کر لیا، شہزادہ دایاں کی نسبت کے سلسلہ میں اکبر نے اس کو دادی بیجا پور
 کے پاس بیجا، وہاں سے واپسی کے بعد اس کو شہزادی حاصل بنایا گی متصب اور سترہزار روپے
 کا وظیفہ بھی عطا کیا گیا، اکبر کی وفات سے پہلے وہ کن میں بعض خدمات کو انجام دینے کے لیے
 سفر کی حیثیت سے ماہور مہوا، مگر وہاں پہنچنے بھی تباہات کا اس کو اکبر کی وفات کی خبری دار
 واپس آیا تو جانگیر کے دربار میں اس کی پذیرائی نہ ہوئی، ابوالفضل کے قتل کے سلسلہ میں جانگیر
 اس سے ناراض تھا، مگر رفتہ رفتہ نامی دو بڑگی، اور عقول بارگاہ ہوا تو جانگیر نے اس کو پیش
 خال کا خطاب عطا کیا، سخن سخنی و سخن فحی کے ساتھ پانچ طبیعت کی لطفات اور شفتشی کے لیے ہر
 مجلس میں پسند کیا جاتا تھا، اس کے کلام کا زنگ یہ ہے:

بِصَبْدِمْ نَفْسِيْ مُشِيرِ شَدِمْ بِيدِار	لَبْ پِيارْ گَرْ فَتمْ بُورْ سِچُونْ لَبِيار
خُونْ مِرا مِريْزِ كَرْ سِكمْ بَخْلِ شَوي	چُونْ ساقِيْ كَرْ سِخْنِتِ باشْدِ شَرابِ رَا
خُونْ مِرا بِيرِزِ وَشَرابِ مِرا مِريْزِ	يَكْ قَطْرَهِ زِينِ شَرَبِ خُونْ بِيلَا
ہَرْ كِخِيالِ انْ گَلْ خُودِ روِيْ مِيْ كَنمْ	دَلِيْ كَنْدِ خِيالِ كَلْ بُويْ مِيْ كَنمْ

وقایع اسد بیگ کے نام سے اپنے کچھ ذاتی کو اولت اور اس عمدہ کے کچھ تاریخی حالات خصوصاً
 ابوالفضل کے قتل کی تفصیلات لکھی ہیں، جس کے اقتباسات ایڈ جلد ششم میں درج ہیں،
 دربار اکبری کے دربار سخن کی تعداد اتنی کثیر ہے کہ ان کو ان صفحات پر آسانی سے سیٹا نہ ہے

ہوں گے، خوشنویوں کے علاوہ مقابلہ نہیں، مصحح، نقاش، جدول ساز، جذر ساز اور صورتی بھی۔ تھے اکابر خاص طور سے بعض کتابوں کو مصور کرتا تھا، ان میں تصویریں اور شیعیں بناتے تھے
مر قتے تیار کرتا تھا : رکتابوں کی لوح، جدول، مطلاع کرتا تھا، قصہ، میر مر جوہ کی یادہ جلدیں اس کی فرمائش سے مصور کی گئی تھیں، اور اس میں استاد ان محروم پرواز نے... اور تصویریں بناتیں اسی طرح چنگیز نامہ، ظفر نامہ، اقبال نامہ، رزم نامہ (ہماجہارت) رہماں، نل و من، کلید و منہ، اور عیار و دنش، دنش و نگار سے آزادت ہوئیں۔

یہاں پر بے محل تہموجا، اگر بدیا اکبری کے ان خط طبوں اور خوشنویوں کا تذکرہ کی جائے، جنہوں نے شاہی کتب خانہ کی زینت اپنے کمال فن سے بڑھائی اور جن کی قد روانی اکبر نے جائیں منصب اور خطابات دے کر کی،

(۱) مال محمد حسین کشمیری، نستعلیق کے استاد تھے، اکبر نے زریں قلم کا خطاب دیا تھا، ابوا فضل ان کو جادو و رُم لکھتا ہے،

(۲) خواجہ عبد الصمد شیریں قلم، خواجہ نظام الملک و نبیر شاہ شجاع شیرازی کے بیٹے تھے، ہائیوں کے دربار میں خوشنویں تھے، نستعلیق کے استاد اور مصوبتے، اپنے فن کی ہمارت کے یاد سے شیریں قلم کہلاتے تھے، اکبر کے عہد میں چار صدی منصب عطا ہوا، اور فتح پور سیکری

کمال کے فضل اعلیٰ مقرر ہوئے، خخشش کے دافنے پر سورہ اخلاص لکھی تھی،
(۳) میر حضور قدر حاری اکبری دور کے مشہور خطاط ہیں، فتح پور سیکری کی اکثر عمارت پر ان کے کتبے کندہ ہیں،

(۴) حسین بن احمد حشمتی، یہ سبھی اس دور کے عربی کے بارکاتی خطاط تھے، فتح پور سیکری لہ آئین اکبری تھے، تھے ایضاً تھے و تذکرہ خوسنیان میں تھے سے ریاست و مأزرا امام، ح.

بائیں محبت بدبانو اس گورنی ناتھ، گوئی ناتھ، کشنہ بندت، بھاچارج، بھاگیرت بھاچارج
کاشی ناتھ بھاچارج، جادوی، حکم ناتھ، نرائن، سیوجی،

کتب خانہ اکبر کے علمی ذوق کے بعد جو کتب خانہ قائم ہوا، وہ اپنی نوعیت کے عناصرے
بے مثل تھا، لعلہ اگرہ میں مشن بر ج کے بنل میں جو ملب کمرہ ہے، وہیں شاہی کتب خانہ تھا جہاں
کے کتب خانہ کی عتیقی کیسی تھیں وہ دراثت میں ملیں، اس کے ملا وہ مختلف مقامات اور احتمال
سے وفا و فشار دیاب ہوتی ہیں، اہل علم جو کتابیں لکھتے ان کا ایک نسخہ خزانہ عامہ میں ضرور بھیجتے، اکبر
کے مباری صننوں کی تصنیفات تایفات و تراجم خود اس کثرت سے تھے، ان کے کئی کئی نسخہ شاہی
کتب خانہ میں رہتے، چراکبر کو فتوحات کے سلسلہ میں جتنی کتبیں دستیاب ہوتیں ان کو خزانہ عامہ
میں داخل کرتیا، فتح ہجرات کے زمانہ میں اعتماد خان ہجراتی سے بہت سی نسخہ اور زیارت کتابیں
حاصل ہوئیں، ان میں سے بعض تو شاہی کتب خانہ میں داخل کر لی گئیں اور بعض اہل ذوق کو دیے
گئیں، مل عبد القادر بادیو نبی کو اس تقسم میں انوار مشکوہ کا نسخہ تھا، فیضی کے انتقال کے بعد اس کی
نام کتابیں شاہی کتب خانہ میں منتقل کر دی گئیں، ان کتابوں کی تعداد ۴۰، ۴۱ تھی، جو اکثر حصہ فتو
ح کے ہاتھ کی یا ان کے عہد کی لکھی ہوئی تھیں، ان کتابوں کا مجموعہ تین حصوں میں منقسم تھا، پہلے
میں نظم، طب، نجوم اور موسمیتی کی کتابیں اور دوسرے میں حکمت، قصوف، ہدایت،
ہندسہ کی اور تیسرا میں تغیر، حدیث اور حکم کی تھیں، خیال کیا جاتا ہے کہ اکبر کے بھتیجا
میں ۲۲ زیرزاد کتابیں تھیں، جوزیا وہ تر شاہی کتابوں کی لکھی ہوئی تھیں، مائر الامر، حبدوم (فت)
میں ہے کہ ایک روز ششم اول سعیم اپا لفظ کے گھر گیا تو چالیس کتابوں کو کلام پاک اور تفسیر
 منتقل کرتے ہوئے دیکھا، ظاہر ہے کہ شاہی کتب خانہ کے لیے اور بھی ایذا کتاب اور خوشنویسی مقرر

کے خیال سے نظر انداز کرتے ہیں،

مگر جو چڑیاں مسلم میں تابعی عورت ہے وہ یہ ہے کہ اکبر نے بچوں کی تعلیم کے لیے بعض ایسے طریقے ایجاد کئے تھے جو آج ابتدائی تعلیم کے بعد یہ طریقوں کے باہم مشاہد تھے، خارجی حروف بچوں کے ذہن نہیں کرنا آسان نہیں، خصوصاً ممند و بچوں کے لیے اور بھی دشوار تھا، کیونکہ ان کی نام تحریریں بائیس سے دہنے جانب لکھی جاتی تھیں، چنانچہ حروف آموزی کے طریقہ کو سهل بنانے کے لیے اکبر نے ہدایت دی کہ پہلے استاد بچوں کو مفرد حروف پہنچو، اسے پھر اخواب اور رکب حروف، پھر حجومٹے پھرستے جائے، اس کے بعد اشخاص اور طویل عبارتیں، طریقہ تعلیم کا میاب ثابت ہوا اور رکب کے جو برسوں میں سکھتے وہ بینوں میں ماحصل کر لیتے، آئین اکبری کی عبارت ہے:

بغیر مودودہ گئی خداوند حروف ابتدی (اب ت ش)، رابر نولیستندہ دی گھوگھن پیکرا
بد انسان نگار نہ خفت بصورت و نام آشنا گردند و دو و دو زمزیں نکشد کہ ایز فتوش حروف پیوستہ اُمگی
پیگرد، و چوں ہفتہ بیس دیساافت تو زندگی را بہ لوحتی نہیں و نہ اشنا دو دنیا ایش ایز دی و اندر رکھا
جدا نگاہ نہ شد، موزن د، و کوشش قو کہر ایک راخوفت سدا و اند کے استاد دستگیری کندہ چند
ہر روز نیک صرعہ ایک بیت بآنجام رساند، دکھنے نامے ساد و خوانی روشنی پذیرہ دا نیز گارہ دند
اذ پچ چیز اُمگی بیوجید شناسی حروف انفاظ، صرع، بیت پیشین خوانہ بیس دوش اخچہ
بس اما آمر غنی باہل بر دش کشید و جانی بستگفت دا آمد۔

^{لہ ائین اکبری مکمل}
اوہ فضل نے ان مختلف علوم و فنون کی فہرست بھی دی ہے، جو اس زمانہ میں پڑھائے جائے تھے، اور وہ حسب ذیل ہیں، اخلاق، حساب، سیاق، فلاحت، ساخت، ہندسہ، ریکومن، رمل، تدبیر مزائل، سیا
من، طب، نہضت، طبی، ایراضی، انتی، تاریخ، بیاکرن، بیدانت، پانچل، یہ کویا اعلیٰ تعلیم کا نصاب تھا،

کے بلند و اذیت کے پیش طاق کی محاب کے اوپر و بھر سے ہوتے ہو رفت میں جو عربی کتبہ ہے
وہ ابھی کے کمال کا نمونہ ہے،

خط فتحیق کے دوسرے بالکل اساتذہ مولانا میر علی ہر دی، مولانا جعفر تبرزی، مولانا طاہر
مولانا محمد اوبی، مولانا سلطان علی شدیدی، میر حسین گنگی، مولانا عبد الرحمن، میر عبد الدین ظافی وغیرہ
تھے، خط فتحیق کے ماہروں میں مولانا عبد الرحمن، مشی ابو سعید مرزا، مولانا عبد الرحمن استرا باوی، مشی
محمد جمال الدین فزوی وغیرہ تھے، اکبر کا میر شیخی اشرف خاں اس خط کے لکھنے میں یہ طعنی
رکھتا تھا۔

ان خوشنویوں کے علاوہ بست سے ایسے خطاں تھے جو دوسرے رسم الحنفی متألف
ترقیع، حقن، ریحان، رقاع اور غبار کے لکھنے میں بست شاق تھے، دیکھوائیں اکبری ص

مدرس اکبر نے علوی کی نشر و اشاعت کے لیے متعدد مدارس قائم کئے، اگر میں ایک مدرس
قائم کی جس میں تعلیم و تعلم کے لیے چھپی ہجیک نام ایک عالم کو شیراز سے بایا، اکبر نامہ ذفران
فتح خود سیکری میں پہاڑی کے اوپر ایک بہت بڑا درسہ قائم کیا جس کے مقابلہ میں کوئی
سیاح کسی دوسرے مدرسہ کا نام نہیں بتا سکتا تھا، ان تعلیم کا ہوں کے علاوہ بست سے
ایسے بھی مدارس تھیں جن کو امداد و دکھنے کو کرنے قائم کئے، شلاؤ بھی میں ماہم ہجیک کا درس جو خیران ز
کے نام سے مرسوم تھا، اب رفعیل کامد رسے تحقیق پور سیکری میں قائم تھا، پھر عبد الرحمن خانخانہ
کے مختلف مدارس تھیں ان کے اسا بست سے ملکیں اور علی را پسے اپنے مقامات پر ملزم فرمادی
کی ترقی اور افراد قوم کی تعلیم و تربیت میں مصروف تھے، اور ان کی اعانت شاہی دہلی
سے برابر ہوتی رہتی تھی، تماں بخ بدایوی میں ان مدینیں کی تفصیلات درج ہیں، ہم طوالت
لے آئیں اکبری ص، ۳۷ آئیں اکبری، ذکر دار الملا ذ صوبہ اگرہ،

بوجستہ اور دلائیں طریقے سے ادا کرتا ہے، کہ بڑے بڑے انشا پرواز نہیں کر سکتے۔ وہ جب کسی جنگ کی ہمگامہ آرائیوں کی تصویر کھینچتا ہے تو ہم میدان کارزار میں کھڑے نظراتے ہیں، جب کسی جنگ کی چل پل یا نشان عیش کا نقشہ کھینچتا ہے تو آنکھوں کے سامنے اس کی سادی زنگینیاں اور سرستیاں آ جاتی ہیں، جب وہ کسی علمی مسئلہ پر بحث کرتا ہے تو اس کے ہر پل کو عنایاں کرتا ہے، جب وہ کسی مقام کا ذکر کرتا ہے تو ایک مختصر جغرافیہ دان کی طرح اس کے سامنے معلومات فراہم کر دیتا ہے، جب ایک شرکی تاریخ اور وہاں کے لوگوں کے رسم و عادات کو تحریر کرتا ہے تو ایک مورخ کی شان میں نظر آتا ہے، وہ جب پھولوں، چللوں، پرندوں اور جانوروں کی جزوی تفصیلات کو بیان کرتا ہے تو نہ صرف زبان کا لطف قائم رکھتا ہے بلکہ نباتات اور حیوانات کے اہر چونے کا ثبوت بھی دیتا ہے، یہاں چند مثالیں ملاحظہ ہوں،

۱۱۲۷ء میں عثمان خان انگانی نے بھگار میں بناؤت کا معلم لے لیا، اس کے استعمال کے لیے جانگیر نے شاہی شکر بھیجا، اس جنگ کی عقلي تصویر اس تے کھینچی ہے، وہ یہ ہے: ہر کن رنال کر زمین آن تمام چلہ دل دل برد، جائے جنگ قرار داد، روز کشنبہ و خرم شہاعت خان ساخت جنگ اختیار نہودہ افواج قاہرہ را مقرر ساخت کر ہر یک بجاو مقام خود رفتہ آمادہ جنگ پاشند، عثمان در آن روز قرار جنگ با خود ندادہ بود، جوں شینہ کر فکر اسے بادشاہی مستعد گشتہ آمادہ اند، ناچار ادھم سوار شدہ پکن رنال آمد، و سوار د پیادہ خود را در بیڑا بر افواج منصوبہ بازداشت، چون ہمگامہ جنگ گرم گشت و فوج بوج ردم روئے خود متوجه گردید، دریں مرتباً اول آن جاہل خیرہ سرفیں ست جنگی خود را پیش ادا کتے بر فوج ہڑاول می تاڑد، بچ از زد و خور د بسیار از سرداران ہر اول یہ علم بارہہ دشخ اچھے، بد جم شادت می رہت، سردار بر انغار اتحاد ران سرم درستیز دا دیز قیصر

جَاهِيْر

جانگیر و عاؤں سے پیدا ہوا، حوصلوں اور تناولیں پیلا اور تازہ و نیاز کے ساتھ بڑھا، ہوش بسحالاً تو اپنے کو ملک و کمال کے گوارہ میں پایا، جب چار سال چار ہفتے اور چار روز کا ہوا، تو علم پرور باپ نے اس کے کم کتب کی تقریب انجام دی، اور ملک الشعرا فرضی اور مولانا میر گلاب ہر دفعہ کو اس کی تعلیم کے لیے، امور کی قطب الدین خان آئک، اور عبدالرحیم خانخانان اس کے آئین مقرر ہوئے، مولانا علی احمد شافعی بھی اس کے استادوں میں تھے، یہ سینیت طبیعت اور آندازش اور خطاطی میں اپنی نظریہ اپ تھے، جانگیر نے چل حدیث سید صدر جہاں سے پڑھی، ایسے اس اور اتمائیتوں کے فتنہ علم کا جو خونگوا میجھ ہونا چاہیے تھا وہ ہوا، وہ علم و محن کے آسان پر مہتاب بن کر جیکا۔

عبدالرحیم خانخانان سے اس نے ترکی زبان لکھی، وہ خود لکھتا ہے کہ باوجود دیکھیں نے ہندوستان میں پروشن پائی ہے، لیکن ترکی زبان کے بولنے اور لکھنے سے خاری نہیں ہوں، ترک بابری کے آخر میں کچھ ایزرا ترکی زبان میں لکھکر اضافہ کئے ہیں،

فارسی زبان کا وہ ایک بے مثل انشا پردازیم کیا جاتا ہے، اس کا ملی شاہکار خود ایک سرک ہے، جو سادگی، بھانگی بے تحفظی اپنے سمجھنگی اور قادر الکلامی کے بیانات سے بے عدیل ہے، مولانا بشی کی رائے میں اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ واقعات کو ایسے بے تحفظ

بِرَضِيلِی دو نم، و شجاعت خان هم خود را رسانیده، به علماً رتیب می‌دید، که برخیزد و اسپ
 دیگر محبت علماً را حاضر ساخته، اور اسواری سازد و علماً را ملزم با برداشت بر جای خودی آشید
 بداشت ای گیره و آنکی بر پیشانی آن معموری رسید که زندگانه آنرا هر چند تقصیص کردند، خاله شاه
 ب مجرد رسیدن، دین اتفاقاً از ای گری باز آمد، همچنان که ازین زخم چنان بری نیست، تا
 دو پیشکم با وجود چنین زخمی ملک مردم خود را به جنگ ترغیب می‌نمود، مرکز قبال و جلال گرم
 بعد از این غشم را درگردانید، و افواج فاہر را سر در پی آهانی نهند، و ندوه زده آن خند دلان
 را در محکم که دارمه کرده بوند، همچنان که آن مخدو لان به تیره تفنگ مردم را نگاه و باشند
 نمی‌گذارند که مردم با دشناکی و تمام آهانه اینده چون دلی برآید عثمان و مهرز پسر او
 دیگر عویشان و زدیکان اور زخم عثمان مطلع می‌شوند بخاطر این غمزد که ازین زخم خود
 اور اخلاصی می‌برند، اگر با همین شکست و نیزه بر قلعه خود را دیگر کس نمذده خواهد بسید
 صلاح درست که از شب که دارمه کرده ای گرم با خشم و آخوند فرست جست، خود را
 قلعه خود را نیم دوپراز شب گذشت عثمان بحیم و اصل می‌گردد.....
 وہ عیش و شاطا کی نرم کی تصویر بھی اسی جوش و خروش کے ساتھ کھینچتا ہے، تخت شیخی
 کے بعد پیٹے نزدیک سرخش کا مرق اس طرح سچ کرتیا کرتا ہے،

شب مرشید یا زدیکم دیقعد، ۱۰۷۳ھ ہزار و چهارده صبح کو محل نیستان نورست حضرت
 پیر اعظم از بین حوت بخانہ شرف و غوش عالی خود که برید جعل باشد، انتقال فرود چون اد
 نوروز از جلوس ہمایوں بود، فرمودم کر دیا اہنائے دولت خاد خاص و عام پستور زمان
 والد بزرگ امام در اقتدار نفیسه گرفته، آئینے و غایت زیب و زیست بستند و از رو داد

لہ نزک جہانگیری صفحہ ۲۳۱: فوکشنر پرس.

تکرده جان خود را شاری تاید، و جسته کربا او بودند. آنقدر تلاش می‌کنند که پارچهای راه
 می‌شوند، بخان گرده جرا فنا رکشور خان داده و می‌دمد اگر داده خود را فدا کار حساب
 می‌سازند، با آنکه تیره بخت از نیزهای زخمی داشته شده بودند، آن مدبر حساب لشکریان را
 از روی سه داشتگی و قمیه‌گی بخاطری آورد و شخص خود می‌سازند که صداران هزار عرب بر فنا رود
 جرانه رکشیدند. همین قول مانده از کشته شدن وزخمی‌گشتن جمیعت خود پیره تکرده دهه
 گری بر قول می‌باشد و دریں جانب پسر و برادران و خواستان شجاعت خان و دیگر بندها
 ماه برا ان گمراهان گرفت بر شال شیران و پلگان به پیغام و ندان تلاش می‌کردند، چنانچه
 بغض درجه مشادت یافتهند، و جمیع کشته شده اند نزهه نهاده ملک را اشتبهدند. دیگر وقت قبل ساعت
 گچپت نام که فیل اول او بوده بر شجاعت خان می‌دوازد شجاعت خان دست بر زیر چشم
 برده برقی میزند. آنطور قصی را از برچشم پروا است، دست بر شیر پرده دو شمشیر پی
 ده پی می‌زند، ازان هم پی مجاہد اذان چند هر کشیده و چند هری رساند، بآن هم پرخی گردید
 و شجاعت خان را با اسپ زیر می‌کند، بخود اذ اسپ جدا شد، چنانگیر شاه گفتربی جمهور
 و علودار او شمشیر دو دستی بر دستهای قیل رسانیده پون قیل: زانو همی آمد، اتفاقاً باید داد
 فیلان را از بالا سه قیل زیر می‌کشد، و بجان بحمد هر کرد دست داشت. دیگر پیاده
 بوضع برخاطر و پیش از قیل می‌زند، که قیل اهل مم آن فریاده نهاده برمی‌گردد، پون زخماییار
 داشت بر فوج خود می‌سیده می‌افتد و اسپ شجاعت خان سالم بر می‌نمی‌تود و در عینه کرسو
 می‌شد، آن میزد و لان قیل بر علدار او هی روانند دلم او را با اسپ زیر می‌کندند و از نیزه شجاعت
 خان نهره مردانه کشیده علدار را خبری سازند و می‌گویند که مداده باش من زنده ام و ده با
 علم دیگر وقت تنگ هر کس ایندها سه دگاه هاعز بودند، دست به تیر و چند هر شمشیر پرده

دل افروز بزمے شد آرائستہ
بخوبی بدان کر دل خواستہ
نگندند پیش ایں سبز کاخ
بساطے چو میدان ہمت فرداخ
ذین تکہت بزمی رفت دور
فاک نافر شک بودا ز بخور
شدہ جلوہ گرنا ز نیان باع
رخ افروختہ ہر کیے چون چرانغ
وہ وقیق فلسفیات اور نہ ہی سائل کو اس سادگی، اختصار اور حسن و خوبی سے لکھتا ہے
کہ دوسرے اہل قلم شاید صحیح کے صفحے سیاہ کرنے کے بعد بھی دیسی کامیابی
حاصل نہیں گر سکتے، وہ ہندو بینہ توں کو بتانا چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات مقدس "بجم و چون
و چکوئی سے منزہ ہے، تو لکھتا ہے:-

روزے از پنڈاگان کر عبارت از دنایا ان ہنودست پر سیدم کراگر فہماے دین شنا
یر فرود آمدن ذات مقدس حق تعالیٰ است دردہ پکی مخفیت بطریق طول آن خود ز دارا
عقل هر دو داست دای مفہوده لازم دارد، کہ واجب تعالیٰ کی محروم از جیس تینی است
صاحب طول و بعزم و عقیق بودہ باشد و بگرم او ٹھوڑ نہ رانی است دیں اجسام آن خود
در ہر ہر موجودات ساوی است، دیاں وہ پکی مخفیت نیست و بگرم اداثبات صفتہ از صفات
اپنی است، دیں صورت ہم تخصیص درست ذیر اکہ درہر دین و دین میں صاحبان مجازت و
کرادات ہستند کہ از دیگر مددان زمان خود بلافش وزراست ممتاز بودہ انہیں بیدار گفت
و شنزو، ابیار و رو دو بدل بے شمار بجدانی خداے منزہ از بجم و چون و چکون صرفت
گشند و گفتند کر چون ان دیشہ مادر ادا ک ذات بمردا ناقص است۔ بے وسیله صورت دا
بمرفت اونی پر کہ دایس وہ پیکرا و مید رشتاخت و مرفت خود ساختہ ہم، بیک گفتم ایں

لہ مزک چاگیری بند، ز لکشوار پس،

نوروز تا نوروز دیم، هر چهل کروز شرف است خلاقی دادیش و کامرانی دادند، هم نیز
و نفر از هر طائفه و هر جایست جمع بودند. ولیان رقاص و دلیران هنند که پر کشیده دل از
فرشته‌ی ربووند، هشتماهه مجلس را گرم داشتند. فرمودم که هر کس این لیفات و میررات انجه
ی خواسته باشد، پنجه منع و مانع نیاشد.

ساقی بیور باده بر افرود جام م طلب بگو که راجهان شد بکام،^{له}
محنت نشینی کے بار ہویں سال شعبان کی چود ہویں تاریخ کو فرجماں نے دیک مجلس
جشن ترتیب دی، اس کا حال چنانگی اس طرح لکھتا ہے:

آخر بائے رو ز پنجه بست و ششم موافق چهلدهم شهر شaban کرشب برات پود، هیکے
از مذل و عذرات محل فرجماں نیم که مدیان تلا بیان کان واقع است، مجلس جشن
نمودم، و امراء مغربان را دریں مجلس کر ترتیب داده بیکم پود طلب داشته بحکم کردم که برمدم
پیار و اقسام کیفیات ب متعفل است فاہش ہر کس بد ہنند بیار اختیار نمودند،
فرمودم که هر کس کو پیار بخورد پسل منصب و حاصلت خو نشیند، و اقسام کا ببا و میوده با بطریق
گزک مقرر شد که مد پیش ہر کس بمند عجب مجليس منعقد گشت، در آغاز شام بحال افت ہل
و عمارت فانوس ماوج اغار و شن ساخته، پر اعشار نیم دست داد، کرناں ریکم را میگو
ساخته اند، شاید دریچ جا، میں ہر اغافنے نش بیانه بیچ چرا غنا و فانوس اعکس د
آب از دخته بتوئی ب نظر دمی آمد که گویا تمام صحن ایں تا لاب یک میدان آتش است
پیار بگفتہ مجلے گذشت و پیار خواری زیاده از حوصله طاقت پیا لماتاول
نمودند،

له ترک چنانگیری، ص ۲۰،

بمچان مرصع ساخته اند و بعد نانه بیش جای سینه می شود و بر طرف پنهان به نظر درمی آید
بولکلوں آساهزمان برگئے دیگر دیده می شود و دو پارچه گوشه که بر سر دارد، بنای خرسک
شناپ است، غریب این است که در هنگام سقی پارچه گوشه نمکور بر طرفی خرطوم از بالا سه
سر او باشد و جب می آید و باید که آزارها لای کند، چون شاخ را کردن بر سر او مقدار داده
و نگاشت نمایان می گردد، اجزاء خشم او بیشتر فرده گون است^{۱۷}

چنانچه جب کسی جلد که کیف پرورد او را خوارگین مناظر سه متأثر ہوتا تھا تو اپنے گینفات و
جذبات کو ای انداز سے تحریر می لاتا تھا، تکمیر کو دیکھا تو اپنے گیفت و سقی کا انعام درس طرح کرتا ہے:

کشیر یانغ است بیشه بیار یا قلمد است، اینین حصار بادشاہ داگھنے است عزت
افزاده دین را غلیظ کرده دکش پہننے خوش و آبشار ہائے دلکش از شرح و بیان افزود
ابهائے روان و پیغمدار ہائے از حساب دشادیرون، چند انکن نظر کا و کند سیره است دا
روان، محلی سرخ و بخشش و زنگ خود و صحر اسحرا از نوع گھما و قائم ریاضیں ازان مشیر است
که شماره آید، و ببار جان نیگار کوہ و دشت از اقسام شگوفه ناماں اد و دیوار دھن و دام
غایہ از مشعل لاله بزم افرود و چلکسے سلطخ دسر بر گھماستے ببر و ج را چه گوید،

شده چله گرتا ز نیسان باغ رخ از استه ہر یکی چون چران

شده شنک بر غنچه در زیر پوست چون تقویت چکیں بیاز و سے نوست

غزال خوانی ببل صبح خیز تنے سے غدار گان کرده تیز

بهر پشم منقار ربط آب گیر چو مقر من زریں بقطع حریر

باد ڈھل و سبزه گلشن شده چو اغ نخل از باد روشن شده

ایں پیکر ہائے شار او سیز مقصود ہے مسیو تو اند پودا

وہ جب بچوں کا ذکر کرنے لگتا ہے تو ناتات کے طالب علم اپنی واقفیت میں نئی صوت
کا مشقیت اضافہ کر سکتے ہیں، اگر وہ کے شاہی باغ عگل انشا کے بچوں کا ذکر کراس طرح کرتا ہے۔

اول عگل چنپہ گھنی سست در نایمیت تو شبتوے ولطا فست ہیاتاں گل ز خزان لکن بگ

چنپہ ز د مائل بیضی ہی سست در خست آن در قایمیت موڑونی سست و کلان و پر بگ و شخ

وسایہ ارمی شجہنیا م گل کیک در خست باشے رامھڑدارو، و ازان لگ شنے گل کیوڑہ است کہ بہت

د انڈا م غیر گردا است اپرست اود تندی ذیزی بدر بہمیست، کا ذبوبے مٹک یچ گل کیز داد

د گل را سے بیک د براز عالم یا سین سفید است، فایتا بر گماش د سلطقہ بیر د سے ہم دا

و اق شنہ، د گل گل مولسری است، کر در خست آن تیز بیار خوش اذام د موزون شادا

است، بوبے گل آن در نایمیت ملایمیت د گل گل سیوئی کو از عالم گل کیوڑہ است، فایتا

کیوڑہ خار دار است، و سیوئی خار نہ دار د، رنگ آن بزرگی مائل است و کیوڑہ سفید بگ

ست ازیں گلما د از گل چنپی کریا سن سفید د لایت است، رو عن ہا خشبوی سازند،

جانوروں کی تصویر حب و چھنچا ہے، تو وہ اتنی صاف اور واضح ہوئی ہے کہ علم انجوانات

کے ماہرین اس سے بہت کچھ سمجھ سکتے ہیں، شنہ میں مغرب فان کھبائیت سے یا کٹیجیت

غوریب جانور ساتھ لایا، اس کا بیان جانیگر جس طرح کرتا ہے، دو انشا پر داری، اور لاطافت بیان

کا اعلیٰ نمونہ ہے، ملاحظہ ہو:

یکے از جانندان در جنہ از طاؤس مادہ کلاں تر د از نرفی، بجل خور د سرنا ہے کہ سی جو

نماید، غم خود دو گل بپارا خاوس آسا پریش نی سازند، د بقعن د ری ایم، سرو گرد ن د زم

طقوم او ہر ساعت بر گئے خاہر ہی گرد، ہفتیک د سیست سرخ سرخ است، گویا کر نامہ

ش رنگ ہی گل
من ۱۵ د فکر مکری
لہ دیفت نصیحہ

تیل میں نور جہان کا جہان جہان ذکر آیا ہے حق تینیں معلوم ہوتا کہ یہ نام اس کی تربان سے لذت لے کر
نکلتا ہے تاہم عشق اس کا خیر تھا، اور چونکہ فضیٰ کا شاگرد رشید تھا، اس لیے شعرو شاعری کا نکتہ د
اس سے بڑھ کر کون ہو سکتا تھا۔ (شعر صحیح حصہ سوم ص ۱۶۵)

وہ خود شاعر تھا، چنانچہ مند جو ذیل اس کی ایک غزل ہے، جو سلاست اور نگینی بیان

کے لحاظ سے خوب ہے،

من چون کنم کر تیر غست بر جگر بد	تاج چشم نار سیده د گم بر و گر بد
ستا زی خرامی وست تو عالمی	اپنندی کنم کم کم با دانظر بد
در وصل دوست متکم و در بیرون بقرار	داد از چین غم کرم اسری بر بد
مد پوش گشت ام کر بیو یم ره وصل	فرزاد ازان زمان کرم این خبر بد
وقت نیاز و عجز جان لگیر هر حسر	ایمید آنکم شعلہ نور و اثر شد

مضخت مخزن انزوا ب نے جان لگیر کے جو چند اشعار قل کئے ہیں وہ یہ ہیں:

بنا کہ ہ بیگ گل فو شتیم شایہ کہ عبا باد، ساند

رباعی

ہر کس بضمیر خود صفا خواہ داد	ہمینہ خویش را جانا خاہ داد
ہرچہ کر شکستہ بود دستش گیر	بشوکر ہیں کا سرحد اخاہ داد

رباعی

اے آنکہ غم زمان پا کت خور ده	اندہ دل و موسنا گستاخور ده
ما نند قظر ہاتے بازان بزمین	چاگرم بکر و کرن کت خور ده

لے آنکہ جا گیری مٹ، ملے مخزن انزوا ب غمی نظر نوکر دا، مصنفین در حق ۸۵

بنفسه سرزلف را خس زده گردد دل غنچه کم زده

جب وہ سوگوار او بخوبم ہوتا ہے، تو بڑی دروناک پیرایں اپنے عالم کا اندر کرتا ہے

خسر و کی مان اس کی باعثیت اور ناشایستہ حرکتوں سے عاجز اگر اینون کھالیتی ہے، اس کی موت پر

جان گیر حس طرح ہاتھ کرتا ہے وہ ملاحتہ ہے:-

از خوبی ہے و نیکی تی ہے اوجی نویم عشقے بکال داشت، و اخلاص اویمن درج

بود کہ ہر اپسرو برادر اقربان یک موسے من می کرد، مکرہ بخسر و مقدرات نوشتم دا ورا

دلالت بر اخلاص و محبت من می کرد، چون دید کر تیغ فائدہ نماد د..... از غیرت کے لازمه

را چوتانی است، خاطر بر مرگ خود قرار داده..... روزیست دشمن ذی انج گشتہ اینون بیٹا

دیعن سوزش دیاغ خوردہ دراند زمانے دگذشت..... از قوت او بنا بر تعلق کرد شتم

ایا سین گذشت کہ از حیات دزندگانی خود تیغ گوئے لزتے داشتم چار تباہ دوزکی دو پر

باشد از نایت کلخت واند، پیکار بگول دشمن و ب داده طبیت نگشت، چون این قدمہ به

والدبرگو ارم د مید د لاس نامه مرحمت بدین مرید ندوی صادر شت و خلت

دستار بارک که از سر برداشتہ بودند، چاہیون طور است برجست من فرستاده، ای عنایت

آبے بر آتش سوز و گذاز من زده اضطراب داضطراب ارم افی مجلد قرار سے وارا ہی جب شد

چانگیر کی یہ قاد الکلامی صرف تشریی تک محدود نہیں تھی، بلکہ نکتہ سخن دادی سب ہونے کے ساتھ

وہ شعرومنی کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتا تھا، بقول مولانا سلسلہ تیموری میں یہ توہرا را (دواخن فحمد)

اوشناس گذرا ہے، لیکن چانگیر اس فہم میں اچھا و رکھتا تھا، وہ نظرہ مجست کیش تھا، اور ازل سے دھنہ

دل کے کرایا تھا، اس کا اثر اگرچہ اس نے امین و نظام سلطنت میں چندان نیاں نہ نہیں دیا، تاک

دایکم اگرچہ شغلِ شاہی دی پیش
ہر بخطِ کنگم اور دریشان پیش
گرتا و شود نہ مادل یک در دیش
آنرا شکریم حاصل شاہی خوش
جانگیر نے خوش ہو کر عکیم مذکور کو دیکھ ہزار مراغم میں دیا۔
ستہ جوں شاہی میں جانگیر سر ہوض خونگوشکار کے بیے گیا، سی شکارگاہ میں
ایک رات اس نے یہ شر کہا:-

بود بر آسمان تا مهر افور مبادا ملکس او ز پتھر شہ دور
اور قصہ خداون کوتا کیدی کر سلام و صلوٰۃ بخیثے وقت یہ شعری پڑھا جائے:-
ایک شکارگاہ میں جانگیر کے شیرنے دیکھ لئے ہرن کا شکار کیا وہ گران تو غایت خوشی میں جانگیر خلا دی۔
چانگیر نے سرور ہو کر پانچ ہزار روپے انعام طالب کو دیے، (مذکورہ سرخوش قلبی نہ
لیشیا ہے سوسائٹی)،

ایک بار جانگیر نے پانی پینی کو، لگا ہٹی کے کوزہ میں پانی لا دیا گیا، کوڑہ بہت ہی نازک
پانی لانے والے کے ہاتھ میں جنسی ہوئی تو کوزہ ٹوٹ گیا، جانگیر نے اپنے ہزار لعنت نواب قائم
خان بنی وزر جہان کی حقیقی بنی محیتم کے شوہر کی طرف دیکھ کر فوراً کہا
کہ سنازک بود و آب آرام تو انت کرد

قاسم غان نے بھی فی البدیہ عرض کیا،

وہ اکثر اس نے کے مخاہد میں شرک کرتا، ایک بارہ میر الامر اکاہ شہزاد کے سامنے پڑھا گی۔

بگذر میخ از اسم باشتنگان عشق یک زندہ کردن تو بعده خون برابرا سست

چنانچہ فوراً یہ شرموز دن کیا،

از من تاب رفع کیم بے تو یک نس یک شل شکستن تو بعده خون برابرا سست

مولانا ملی احمد نتانی نے بھی اس پر ایک شعر کہا، جو جانچیر کو بہت پسند کیا۔

اسے مقتب ز گریئ پیر مقان بتسرس یک خشم شکستن تو بعده خون برابرا سست

ایک و فم عبد الرحمن فان خانان نے مولانا جامی کی ایک غزل پر غزل لکھی جس کا ایک مصرع یہ ہے۔

بہریک گل ز محنت صد خاری بایک کشید

چنانچیر کو یہ مصرع پسند کیا اس نے فی البدیرہ مطلع کیا۔

سامنگے بردخ گورزاری بایک کشید اپریسا راست ہے بیاری بایک کشید

ادرا را نہ کر کے در دلیش صفت بزرگ خواجہ ہاشم سے جانچیر خاص عحیدت رکھتا تھا،

ایک بار خواجہ نڈکو کے یہاں اس نے ایک ہزار ہر جانچیری اور اسی کے ساتھ اپنی کی ہوئی

مندرجہ ذیل رباعی بھی،

اسے آنکھ مر اصر توسیش از بیش است ازو دلت یاد پودت اے در دلیش است

چند آنکہ مژده دلت دلم شا دشود شادیم ز آنکہ لطفت از حد بیش است

اسی کے ساتھ جانچیر نے دبار میں فرمائیں کہ کہاں محفوظون کی اور باعیان کو کہ کر طبع آزمائی گیجا ہے۔

حکیم مسح لزان سے ایک رباعی کی، جو جانچیر کو بہت پسند آئی، وہ رباعی یہ تھی:-

لئے ترک جانچیری حلا ۲۷ اقبال نامہ جانچیر کو ترک جانچیری ۲۸ کے نام میں الدین کاشان سے ہندوستان

آئی، تم طلب کا مہر تھا، اس سے جانچیر نے یہ کہ لزان کا خطاب دیا، شاعری تھا تذکرہ فرمادی یہ اسکے بستے، شاعر تھوڑا ہی تھا۔

چاہتا تھا، چنانچہ سو قوئے پھاس تو لے بیس تو لے اور دس تو لے کی مہروں پر یہ بیت لکھی ہوئی تھی
بخط فور پر زر کلکب تقدیر رقم زاد شاہ فور الدین چانگیر
او مصروعوں کے درمیان ک جگہ چھوڑ کر لکھا اور دوسرا طرف یہ بیت جس سے تاریخ
بھی تحریکی ہے بنقش تھی،

شد چو خورزین سکر نورانی جما افتاد ملکت تاریخ آن
ایک دوسرے سکر پر یہ شعر تھا،

دو سے زر دامت خاتم فورانی بیگنگہ رواہ شاہ فور الدین چانگیر بن اکبر بادشاہ
جب فور جہاں کا اقتدار ہوا تو سکر پر یہ شعر ثبت کیا،

بکلم شاہ چانگیر یافت صد زید بنام فرد جہاں با و شاہ سکم زد
چانگیر کی سخن فهم اور ذوق شناس طبیعت کی جی یہ گوارا نہیں کرتی تھی کہ اس کے مامنے شاہ
میں کسی قسم کی بدنداقی کی جائے، ایک دفعہ ایک شاعر نے چانگیر کی مدح میں قصیدہ لکھ دیا ہے
مطلع کا پہلا حصہ صریح یہ تھا،

اے تاج دولت بر سرت از ابتداء آنستا

چانگیر نے کہا عروض بھی جانتے ہو، شاعر نے کہا حضور نہیں، چانگیر نے کہا اچھا ہوا، ورنہ
تھا رے قتل کا حکم ہوتا، پھر صریح کی تقطیع کر کے بتایا، کہ دوسرے کوں یوں آتا ہے "لت بر سر"
اوہ یہ سخت بے ادبی ہے،

مولانا شبیلی مذکورہ سر خوش سے شعر اجمیع حصہ سوم میں ایک اور اقتدار نقل کرتے ہیں کہ
نماز میں تم تخلص کا ایک شاعر تھا، جو قوم کا کلال تھا، کالا لوں کی قوم شاہی دربار دوں میں دبایا
اور چاؤ شی کے یہے مخصوص بھی، میں نے درجہاں سکم کے توسل سے چانگیر کے دربار میں شاعری

دیں حاصل را حشیش عنبط اشک خونگرو کا سزاک بود و آب آرام نتوانست کردن
 تاہم جلوس میں سید عبد اللہ خان بارہہ شاہزادہ خرم کی یہ عصداشت نے کراوشاہ کی
 خدمت میں حاضر ہوا کہ عادل خان، غیر اور دکن کے تمام سرکشوں نے اطاعت اختیار کر لی ہو،
 جماں گیر یہ مژہ نگرنیا میت خوش ہوا، اور شادیا نے کے تقاریبے بھجوائے، سید عبد اللہ خان کو سیف
 خان کا خطاب دیا، شہزادہ خرم کے لیے ایک لعل بے پناہ بھجوایا، اور عادل خان کے نام فرمان
 جاری کیا جس میں اپنے یہ فخر کو بیجا،

شہی اذانتاس شاہ خرم بفرزندی ما مشهور عالم
 اس کے دوسرے سال عادل خان نے جماں گیر کی ایک تصویر کی درخواست کی، جماں گیر
 نے ایک لعل گراں بھادل خاصہ کے ساتھ اس کو اپنی تصویر عنایت کی، اور اس پر یہ رباعی دست
 خاص سے لکھ دی،

اس سوے تو دا یکم خوشیست ما اسودہ نین بنیا دولت ما
 سوے تو شیعہ خوشی کردیم زان سامنی ما بینی از صورت ما
 تاہم جلوس میں جماں گیر کلا قدر میں مقیم تھا کہ فان عالم جو شاه عباس کے پاس ایران تھا
 بن کر بھیا گیا تھا، واپس آیا، جماں گیر اس کے ساتھ بست ہی طفت و عنایت کے ساتھ پیش آتا تھا،
 جب اس کے نزدیک آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اسے مندرجہ ذیل مطلع کو کر عطر جماں گیر کے
 ساتھ بھجا،

بویت فرستادہ ام پس خوش کہ آرام ترازو د تو سوے خوش
 جماں گیر کے شاعرا نہ ذوق کی ایک دلیل بھی ہے کہ وہ اپنے مکون پر بھی اس کا اظہار
 لھرم ایجاد کر رک جماں گیری تھی سے ایضاً ملتا، لے ایضاً

دین وقت بیانی دیکھ کم ازین عالم شنیده شد، پرتوں بسیار خوب گستاخ آن را نیز فو شتم۔

رباعی

افوس کہ ہل خرد و ہوش شدند اذ خاطر ہمان فراموش شدند
انکہ بعد زبان سخن می گھستند آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند
ایک بار سلطان قوام کے بیٹے حسینی کی ایک رباعی اس کے سامنے پڑھی گئی جو اس کو بنہ
آگئی ہواں نے تزک میں نقل کیا ہے،
کروے کہ ترا نظرت دامان ریند اب اذرخ سرمہ سلیمان ریند
گرغاک درست باستھان بفتا رند ازوے غرقِ جبین شاہان ریند
اس رباعی کو نقل کر کے وہ لکھتا ہے:-

شہزادان دین وقت رباعی خواندہ و ایغایت خوش امدود بیاض خود فو شتم۔

فُرباعی

زہرم بفرات خود چنانی کرچہ شد خون رینزی و آستان فاشی کرچہ شد
اسے غافل از نگیریع جبر تو چہ کرہ غاکم بشارتا بدائی کرچہ شد
یہ رباعی بابا طالب اصفہانی کی تھی۔
سلطان بختر کے ملک اشتر، مغربی کا ایک تھیڈہ جو اس نے سلطان کی مدح میں لکھا تھا،
اس کے سامنے پڑھا گیا، جس کا مطلع یہ ہے،
اسے آسان سحر حکم رو ان تو کیوان پیر بندہ بخت جوان تو
اس مطلع کو سکرده بہت محفوظ ہوا اور اس تھیڈہ کی تعریف تزک میں کرتا ہے، کہ

لہزک جا گئی ریض، نوکشہ پریس گہ، ایضاً ۲۸۹۔

کی تقریب سے رسانی پیدا کرنی چاہی، جہاں گیر نے کہا کہ ان لوگوں کا کام چادی کی اور سواری کا اہتمام ہے، ان کو شاعری سے کیا مناسبت، لیکن نوجہان کی خاطر عزیز تھی، اجازت دی، میں نے شوٹ چاہا۔

میں بگری ہے سے دار دست فتح گر کنارہ گیر کاموز رو زندگان است

جہاں گیر نے کہا ویجا وہی اپنے پیشہ کی رعایت، دوسرا موقع پر پھر نوجہان بگم نے تقریب کی، میں نے مطلع پڑھا:

من ہی روم و برق زنان شعلہ آہم اے ہم فسان دو دشودیا ز سرہ اہم
جہاں گیر نے میں کر کہا وہ اثر کہاں جا سکتا ہے۔

یہاں پر بے موقع ہو گا کہ اگر ہم ان اشارہ کا ذکر کریں جن کو جہاں گیر نے خاص طور پر پسند کیا، اور ان پر اپنی رائے ظاہر کی، تاکہ نظریں کو اس کا صحیح ذائق معلوم ہو، مولانا مشلی لکھتے ہیں، کہ جہاں گیر کا ذوق شاعری اس تدبیح تھا، جس تدریجیک بڑے نقادری کا ہو سکتا ہے، جس شاعر کی نسبت اس نے جو کچھ کہ دیا ہے، اس سے بڑھ کر اس کے تعلق لکھا نہیں جا سکتا،

ستون جلوس میں ماندو (فتح پورا) کے ایک تال کے قریب قروکش ہوا تو وہاں ایک ستون پر ایک ربانی کمکی ہوئی دیکھی، اس کے بارے میں لکھتا ہے:

دہ میان تال نیشنے از شنگ دار تھے است بریکے از ستون ارباعی شنخے شہت نو دہ بُر

بنظر داد مردا از جادہ آورو، الحج از شنرے سے خوب است، سرباعی

یاران موافق تہہ اور دست شدند درست اجل بیگان بیگان پت شدند

بودند تک شراب د مجلس عمر یک لحظہ، پیشہ کرت شدند

اس کے بعد فرد اسی لکھتا ہے:

لئے تذکرہ سرخوش د ذکر می، د مشعر نعم حصہ سوم، صفحہ

زانک چون او نصفہ افسر زد
 ب نودی کلاہ گو ش پسر
 شکر کز بعد آن چنان پڑے جانشین گشت این چنین پسر
 کز شفقار گشتن آن شاہ کس ہما تم کرد جام سیاہ
 جانمیگر کو طالب آپی کے مندرجہ ذیل اشعار بہت مغوب تھے،
 زفارت چنت بر بار نہ است کر گل بدست تو ارشاخ تازہ تر نہ
 ب از گفتان چنان تم کر گوئے دہان بر پرہ زخمی بود و بشد
 عشق داول و اخزہ زدن قی است نہ این شکل است کہ ہم پختہ ہم نخوشت
 گرم بجاتے جو ہر آمینہ بودے بے روانا ترا بتو کے ہی نمودے
 دوبل دارم کیے درجی پرستے کیے در غدر خواہی ہائے سستے
 جانمیگر کے اس انتخاب پر مولا نا شبی لکھتے ہیں کہ تو و طالب اس سے اچھا انتخاب
 نہیں کر سکتا تھا، ”

ای ان سے ملا محمد صوفی ماژدرانی ہندوستان آئے تو اپنے زہد، تعوی و در صوفیانی
 ذوق کے ساتھ ساتھ شوگونی کے لیے بھی مشورہ ہوئے، بخان کے نام سے ایک بیاعن ترتیب ہی
 تھی جس میں ساتھ ہزار اشعار تھے، ان کا ساقی نامہ بہت ذوق شوق سے پڑھا جاتا ہے جس کا ایک
 شعر یہ ہے:-

نمی اند این باوہ اصل اب اب تو گوئی کر حمل کر وہ اند آختاب
 جانمیگر کو بھی ان سے شنے کا شوق ہوا، وہ احمد آباد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے، شاہی
 گلم کے بوجب سیعیت خان صوبہ دار گجرات نے جو خود بھی ملا صوفی کا معتقد تھا، ان کو دارالسلطنت

بُنایت سلیس و ہمار گھمہ :-

سعید اے زرگر باشی نے اس تصدیو کے متین میں ایک تصدیہ کیکر جانگیر کی خدمت ہیں پیش کی، جکو اس نے پسند کی، اس کی تعریف کرتے ہوئے مندرجہ ذیل اشعار ترجمہ کیں نقل کئے ہیں:-

اے زنگلک نوہ اڑستان تو	دوران پر گرگشتہ جوان دنماں تو
جنخندل تو فیض دنچو بیسب پوصر	جانہماںہ دنماںے دل مجربان تو
از باع قدرت است فلک یک نجیز	اًندختہ بر دے ہوا با غبان تو
یارب چم گوہری تو کافر خست دا زل	جانہماںے قدیان ہمہ از نور جان تو
بادا جان بکام تو لے باد شاہ عمد	در سائی تو خرم شاہ جان تو
اسے سائی خدا تو پر نور شد جان	بادا ہمیشہ نور خدا سائبان تو

ایک بار ایک ہندو شاعر نے جانگیر کے ساتھ ایک اچھوتے مضمون کی نظم پڑھی جس کا مل یہ تھا، کہ اگر آفتاب کے کوئی میساہ موتا تو کبھی رات ہے ہوتی، کیونکہ جب آفتاب چھپ جاتا، تو اس کا بیٹا اس کے بچا کے عالم افروزی کرتا، خدا کا شکر ہے کہ اپکے والد کو ندانے ایسا بیٹا دیا کہ دو گوں نے اس کے انتقال کا غمہ کیا، آفتاب کو شک ہے کہ اپکے طالع کی روشنی اور عدالت کے درستن میں کہیں رات نہیں، جانگیر اس اچھوتے خیال کو منکر بہت محتوظ ہوا، اور ایک ہاتھی انعام میں دیا، وہ لکھتا ہے:-

"ایں تازگی مضمون از شرارے ہند کم گوش رسیده، پہ جلد وی ایں صرف فیض بھرجت گردہ"

جانگیر کے حکم سے ان اشعار کا غارسی میں ترجیحی کیا گیا، جو حسیب ذیل ہے:-

گر پر داشتی جان افراد	شب گرگشتی ہمیشہ بودی روز
-----------------------	--------------------------

لہ ترجمہ جانگیری ۲۷: فوکشور پر پس

جانگیر کیا کرتا تھا کہ اعتماد الدوام کی صحت ہزار مفرح یا تو قی سے بتر جو تی ہے، اعتماد الدوام کے عالم نزع میں جانگیر نور جان کے ساتھ اس کے بسترگ کے پاس پہچاونے زبان نے باپ سے جانگیر کی طرف اشارہ کر کے پہچاک آپ ان کو پہچانتے ہیں اعتماد الدوام نے اسی حالت میں انوری کا یہ شعر پڑھا:

اگر نابینا مادرزاد اگر حاضر شود
وجین عالم امیش برینہ تسرے
جانگیر کا ہز لفعت یعنی در جان کی سگی بین فوج مگم کا شوہر نواب فاہم خان بھی شاہ
تھا، اس کا ذکر در جان کے سلسلہ میں بھی آئے گا۔ اسکی ایک غزل ہے۔

گرگبیدبل اذخشش گلاب آیدبُن
یک رہ اندرشیم من آید خیال او بُن
گردنسل هیز بانی با تو دار و ہر کے
ناشتیاق ہم فتنی ہا سے گوش و گرد
سینداش گرپرش گانی امداد بُن
جانگیر کا نیم خاص محمد شریعت تھا، جس کو اس نے مخدخان کا خطاب دیا تھا، چنانچہ وہ خود کتاب ہے۔ (ماہرالام اول جلد سوم ص ۲۷۳)

بدور شاہ جانگیر خانی ارزان شد
شریفہ یا تو سی نارفت و مخدخان شد
جانگیر کی ترک کرنے میں بھی معاون رہا ترک میں ستر بیویں جلوس کا کچھ حصہ، اخخار بھی اور پھر ان میسوں جلوس کا کچھ حصہ، ہی کا فروختہ ہے۔

جانگیر کے ایک دوسرے نیکم ہر زا محمد بادی نے ترک کا تکلیف کھا، اور شروع میں پنج بھی تحریر کیا، مخدخان نے اقبال نامہ جانگیر کے نام سے تحریریوں کی تاریخ یعنی جدود میں لگائی

روانہ کیا، مگر استہجی میں مالک حقی سے جائے، وفات کے وقت یہ ربانی کی:

اسے شاہزاد تخت دنگیں می اند از بیر تو یک دو گز زین می اند

صدوق خود کا سہ دو شان را خالی کن دپکن کر، زین می اند

جا یخیر نے یہ ربانی سی تو اس پر رقت طاری ہو گئی (ماہرا لامار ارجل سوم ص ۲۷)

جان یخیر کی خلوت و جلوت میں ساتھ رہتے والے بھی اس کے علی ذوق سے متاثر ہوئے،

ہم اس کے شہزادوں اور فور جہاں سکم کی علم پر دی کا ذکر آیا نہ صفات میں کریں گے، اس

کے خسر سی فور جہاں کے باپ اعتماد الدولہ کو بھی اب واث سے ذوق تھا، ماہرا لامار،

جلد اول (ص ۲)، میں ہے:

اعتماد الدولہ اگر پڑھنی گفت امیت شر قدمیں ابیار کر دے، وہ انشا یہ طلبی دا

و ہمکہ رامیں و آیداری نوشت، و خوش حاوردہ زمگین صحبت شگفتہ او بود، و با فنا۔

و محاملہ فہمی نیک اندیش کار روا بر دی

اس کے یہاں بھی شہزاد اعری کی مجلس گرم ہوا کرتی تھی، شعرو، اس کے مدباریں قصیدے

کرتے، اور انعام پاتے، حکیم عارف ایگی نے جس کا ذکر آگے آتے گا، اس کی شان میں حسب فیل

قصیدہ ولاؤ ز انداز میں کہا تھا:

غارف بساز بندہ زان ز لطفه مار پیچ

یسان نوباد جوانی یست می

و حلقو پیچ دار دز لعف لمحپن نکل

آن اعتماد دولت کر ز استنبی اش

لیکی ز نیز

تا در ز نمیچ نام بہسد تو

در عهد تو مارا ہم با خیر خطاب است
سر بچہ فرمان و گریان عتاب است
گرید ام اگر سبب خنده او شد چوب
ای هر چند که گرید رخ گشتن خن د
کجاست یک دوسرے ہم که محظوظ میقار نشستہ پہلوی ہم بیشم آوازے
مولانا مرشد بر جو جنی نے اس کی شان میں بست سے قصیدے کئے ہیں، ایک قصیدہ
کے صلی میں، اس نے مولانا کو مرشد خان کا خطاب دیا، طالب علمی کا بھی مدد و رہا، طالب کی
درستی تو عاشقی کی حد تک پہنچ گئی تھی،

جان گلگیر کے ایک دوسرے جملے اللقدر امیر پیر سالار حماہت خان نے بھی اپنے
یہاں علمی مجالس سجا ہیں، یعنی حکم رکن کاشی تھا صنعت خانہ تی؛ اسے بیگ فروزی، مولانا حیدر خاصی
اور مولانا مرشد بر جو جنی اس کی فیاضیوں سے مستفید ہوئے، وہ خود بھی شاعر خا، سوتی
تفصیل کرتا تھا، اس کا حسب ذیل شعر نذرت خیال کے خاطے سے خوب ہے،

نگ کدم پوک بشت آزو کند دوزخ نصیب من بوده آرد و مبارد
آصف خان مرزا قوم الدین جعفر بیگ بھی دربار کا ایک ممتاز اہل علم تھا، اکبر کے بائیوں
سال جلوس میں عراق سے ہندوستان آیا، اور اپنے چاح مرزا عیاث الدین علی آصف خان بھی
کی وساطت کی شہی دربار میں روشناس ہوا اور فتح نعمتی ترقی کر کے جان گلگیر کے بعد میں پہنچا رہی ب
اور عتمدہ و کالمت پر مادر ہوا، اس نے بست سے حریتی کارنامے بھی انجام دیے، اس کے ذائقی
اوہ صفات اور علمی ذوق کے بارے میں ما ثرا لام ادا کا مؤلف لکھتا ہے:

یکتا سے روزگار رختا ہر حق میں لیگا نہ اور ہر ہزار میں کامل، اس کے فخر کی تیزی

لے تھیں کے میں دکھو بخنا مولانا ماجد بنی علی ص ۲۲۳، ۲۲۸، ۲۳۳، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، آثر اکرام حصہ دو، آثر اکرام

جلد سوم عن ۱۰۰، شرح حجتی، فوزان، المزبب ذکر حیدر خاصی لئے ما ثرا لام ادا ص ۳، ۴۰۹،

پہلی جلد میں تیوں سے سایون تک کے حالات تھے، دوسری اکبری عمد کے واقعات پر شتم تھی،
تیسری میں جانشیر کے دور کی سیاسی تاریخ ہے، پہلی دو جلدیں منقوص ہیں، لیکن تیسری جلد
بھگال ایش تک سوسائٹی سے شائع ہو گئی ہے،

جنانچیر کے امور میں بہت ہی قابلِ بیان علم و دست، دیداول اور مشور شور، کام پر
هرزاد اغازی خان تھا، جو مرزا جان بیگ صیمی کا رکھا تھا، اس کو فرزند کا خطاب اور ہفت
ہزاری منصب عطا کر کے قندھار کا حاکم بنایا تھا، اور محض اور ملتان جا گئیں دیے تھے، اس کے
یہاں ارباب کمال کا اجتماع رہتا تھا، ملام شد بر و جردی، ملام سدقصہ خوان، طاکب آفی
اور میر نعمت اللہ صلی نے اسی کے یہاں تربیت پائی، سیخانہ میں ہے:

چوان خوشخوئی خوش روی کر لی بودہ، واکٹر یاں خاطر ارباب صنی می داشتہ دیا ان
جماعت بے تحفظ سلوک می کر دہ، مرتش برتہ خوب و سخا و تشت بحدی مطرب بودہ،
مولانا شبی کہتے ہیں کہ ایران سے جواہل کمال ہندوستان کا درخ کرتے تھے، ان کی پہلی
منزل اسی کا آستاد ہوتا تھا، چنانچہ ماڑا لامار میں ہے کہ فغوری گیلانی قندھار پختہ خان
اس کے ساتھ بہت ہی لطف و کرم سے پیش آیا، اگر فغوری کو بیض بائیں ناگوار ہوئیں، اس سے
لاہور کی طرف اکٹھا ہوا، فارزی خان نے خذرت کو بھیجی، لیکن فغوری نے قبول نہیں کیا،
غازی خان خود بھی بہت ہی بلند پای شانع تھا، قندھار میں ایک شاعر و فاری تخلص رکھتا تھا،
غازی خان نے اس تخلص کو ہزار روپے اور جمعت اور ایک گھوڑا دیکھ رخیدیا، عالم ثابت یعنی
پچیس سال کی عمر میں اس کی وفات ہوئی، پھر مجید پائچ ہزار داشتار کا ایک دیوان چھوڑا میخانہ
میں اس کا ایک طویل ساقی نامہ سبقی ہے، اسی سے مولا نشبی نے اس کی بعض نوزوں کے
حسب ذیل اشارہ مقتضب کیے ہیں:

رسانہ نامہ اقبال و شعر غیرت
کو صیحت شپریش از ادیج لاسکان آمد
و شمشک اتاب قدرت عمارتی کان را امید تر جمی و شوق تر سپماں آمد
لابد یونی نے اس کسن بچے کی شمرگوئی پر ڈبی حیرت کا انعام کیا ہے
میر حیدر ریحی معانی کا لارکا محمد ہاشم سخن اکبری دور کا ایک منز شاعر تھا، اس کے باڑے
میں بیخانہ کا مولع رقطراز ہے:

بعد از عرفی در استعارہ کروں کے ہا اندر بکب این شیوه نشده ۲۷
سخنے بھی شرمزادہ سلیم کے مدباریں باریابی حاصل کر کے اس کی مشنا خانی کی، اس کے ایک
قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں:

بیشہ لطف تو بدمشناں شود صروفت
مادام حجر تو بردوستان بودجا ری
زمانہ چندل آزدون از تو آموز د
یکے زشاه بیا موز رسم ولداری
منت حلال گنم یاک برمنی تنا بد
زان شاه سلیم این ہرستگھ ری
عرفی جب ہندوستان پنچا تو شرمزادہ سلیم نے بھی اس کے کلام کی شان و شرکت، استعارہ
کی طریقی، بندش کی حقیقتی، مصاین کی نازک خیالی، خیالات کی رفت، اور فتوں کے دردبت کی
ڈبی شہرت سنی، چنانچہ اس نے عرفی کو اپنے مدباریں بلا کر قصیدہ کئے کی فرمائش کی عرفی کی خودتی
اور خود بینی شہور تھی، مگر اس دعوت پر اپنی خوش قسمتی کا انعام کرتا ہے، چنانچہ جس وقت یہ پیدا ہیکر
اس کے یہاں قاصد پہنچتا ہے، تو وہ گورہ افشا نہ گزنا ہے:

صبح عید کہ دیکھے گا ناز و فیض
گدا کلاہ مدنگ کجھ نہاد و شد ویسیم
چنان چین خوش و کن خوشتر بخان و شا
نشستہ با خرد و خود قسلم و قیسیم

لہ باری علی چبل ستم ۲۶۶۹ء، سخنخانہ مادہ، ملکی نسخہ بچال، بیشہ بکب موسمی

اور فضلت کی مبنی دی کی بڑی شہرت تھی، وہ خود کما کر جس پر کوئی مور آنے بھجوں وہ بنتے
ہے، ایک نگاہ سے تمام مسطروں کو پڑھ دیتا تھا، اس کرملکی و مانی معاملات میں بھی غیر معقول
ہمارت تھی، اس کا تکمیر اور باطن آہ استخنا، شروع انشا میں کمال اور تخلصی شامل تخلیق (۱۱)
جغڑی تخلص کرتا تھا، اور اپنی سخن و رسم کی شہزادی میں نظایی گنجائی کے قبضے میں ایک
مژوی خسر و شیری لکھی، جس کے باوجود میں مرتضیٰ محمد طاہر نصر آبادی اپنے ذکرے میں رقمطراز ہے:
بعد از شیخ نظایی خسر و شیرین را کے باذ و نگفتہ" (ص ۵۲)

ہاشم الامراء، جلد اول (۱۱) میں بھی ہے:

"اعقاد گئے بعد از شیخ نظایی گنج مژوی خسر و شیرین یہ اذ و کے نگفتہ"

اس مژوی کے بہت سے اقتیاسات تذکرہ نصر آبادی میں منقول ہیں،

امنے جانگیری میں عبدالرحیم خان خاناں کی شرد سخن کی شعی ربے زیادہ، وشن رہی، پہنچے کما
جا چکا ہے کہ اس کا دربار شغرا کا ایک دارالحکمت تھا، جانگیری دور میں اس نے میں سال تک
اس روایت کو قائم رکھا،

شہزادی کی سرپرستی | جانگیری کی شہزادگی کے زمانہ ہی سے شروع، اس کے یہاں ملازم تھے، اس کی
مجس شہزادی سے ہمیشہ گرم رہتی تھی، ایک بستہ ہی کسن شاعر س کی عمر تیرہ سال سے زیادہ
زندگی، شہزادہ سلیم کے تباہیں اپنی سخن گستری کی داد دیتے تھے، شہزادہ سلیم ہی نے اس کا تخلص طفیلی بکھا
تھا، شہزادہ کی شان میں اس نے کئی تصاویر کئے، ایک مدح کے کچھ اشعار یہ ہیں:

ایا شے کہ جہاں را تہ نہ نان حسل پر در معدالت فتنہ پا سبان آم

ایں دلخت تو هست آپنی نگہ عالمی را گنہ اذ ایش دوزخ نکھا ہیاں آم

تو قلی کرم کرب عزم ترا پر و ز و عن ا ظفر علم کش و اقبال سهم عنان آم

بُش چ تو بِتْ خویش از نگاه باز گرفت فتا و ساده در موج کو شرو تسلیم

شہزادے نے بلخ پیریہ میں عرقی کی تعریف کی اور پھر قصیدہ کی فرایش کی۔

نجنہ گفت کرد غدریں گناہ بزرگ کر فتنہ تمام تو بے حکم با بست قلم

ہیں کہ رفتی ایں آستان نوشتہ بیار گزیدہ فتح از راد حاتم طبع سلیم

عرقی نے شہزادہ سلیم کی شان میں اور بھی قصیدے لکھے، دو کے مطلع ہیں۔

و گر سفیر طبیعت باز آگاہی بعالم ملکوت است محلش راہی

نو بیمار آمد کہ افتاب نیچہ سن یارگل چون وصال عام یزد ہرخ وہنگل

عرقی کو عالم شباب ہی ہیں حاسدوں نے زہر دیدیا، اس یہے جہان گیر کی بادشاہت کے زمانہ میں اس کی سرپرستی سے مستقیماً ہو سکا، اس کے دیوان میں ۲۰ قصیدے، ۲۰ غزلیں، ۲۰ دیوان کے مطابق بہت قطعات اور باغیان تھیں جنہیں... شریعت، خزان، سر اسرائیل، خوشی، جوابیں وغیرہ بیان بھی تھیں، ایک رسالہ نقشہ نام سے فن تصوف میں تحریر کیا۔

جہان گیر تخت پر صبوہ افزود ہوا، تو شاہی دربار با کمال شراء سے بھرا ہوا تھا، جہان گیر

نے جو بہترتی سے کام لے کر طالبِ اعلیٰ کو ملک الشوار کے محمد پر فائز کیا، طالبِ اعلیٰ کا رہنے

والا تھا، جہان گیر نے ایک شہر ہے، سول برس کی عمر میں اس نے ہند سہ بہنچ بہشتِ بلطف،

تصوف اور خوشنویسی میں کمال حاصل کر لیا تھا، تمہوری حکلاؤن کی فیضیوں کا شہر سناکر ہند وستان تیا،

فند صادر میں غازی خان کے بیان ایک قصیدہ لکھ کر حاضر ہوا، غازی خان نے بڑی گرم جوشی سے

اس کی پذیرائی کی، اور نیکم خاص بنایا، غازی خان کی موت کے بعد خواجه قاسم دیانت خان کے

پاس آگرہ آیا، اور کچھ و قصہ کے بعد دیانت خان نے جہان گیر کے دربار میں اس کی تقریب کی، بگر طا

جب جہان گیر کے حصوں میں پنجا تو کچھ ایں مجنور اور سخور ہو گئی کہ اس کی کسی بات کا جواب نہ دے سکا۔

کہنا گمان ز دم در سید مردہ دے
 چنان کہ از چن طا لمم ز مژ شیم
 پ گفت ہ گفت کر لے مخزن جواہر یں
 بیکار از گھرت یادی کشند دردا
 ازین پیام دلم شد شگفتہ و شادا
 چنان که با غ رشب نہم چانگل ہ نیم
 عرفی ہے تن شوق بکرا در پتے تابی کے عالم میں دربار روانہ ہوا
 بہرہ فدام گشتم چنان شتاب زدہ کہ دست اہ کرم دشاد گوہر سیم

اور حب وہ درباریں پوچکر شہزادہ سلیم کے ساتھ آیا، تو زمین بوس ہوا اسکو وہ لیف پیرا ہیں
 کہتا ہے کہ اگر میں ادب کے ذہانا تو بجاۓ اس کے کمیرے لب اس کے قدم چوتے اس کے قدم
 میرے لب کو چوم لیتے۔

پور دن گار سیم بہ دگئے کہ کند
 نہان طوف حریش بر دیدہ تطفیم
 رسیدن من و اقبال آں ہمایون قل
 چنان فقاد مطابق دمآن خجتہ حرمیم
 کر اگر ادب نکشیدی عنان من قدش
 بوسہ گاه ہی کرد پر یہم تقدیم
 شہزادہ سلیم اس کے ساتھ خاص لطف دکرم کے ساتھ پیش آیا جس کے بعد وہ آد
 شاہی بجا لایا،

مرا چو دوش بدوش ادب بہ دیا استاد
 بطف خاص پہل کرد اتفاقات عیم
 زمزد کرنش و تسلیم را او اکرم
 بدارم دانا و بذریعہ نہیم
 شہزادہ سلیم نے وقار و تکفت میں عرفی کی طرف نگاہیں اٹھائیں لیکن جب وہ
 عرفی سے مخاطب ہوا تو مغز و خود ہیں شاعر نے محسوس کیا کہ اس کا سامو کو ترکی موجود نہیں دو بتے
 بگفت و من بشنو دم اپنے گفت دشت کہ دیا بگش کرو بزرگ زبان تقدیم

پنبد گرم داده بودی از کفت خوش ترا ز جود زیانے چین هزار افتاب
 چور و شدم کافت پر خم از ہوا بر بود بگرمی گز با غم بزینہ را فتاو
 یکے مقابل خوشید و اشت آمینہ ام پیغام کز عرض موح بر عز اران فتاو
 چ پیش مشعل مر بر شب چراغ مر را بچره گونه بکھریش شمع دا فتاو
 ازیں نشا طا مگر دست آسان لرزیم کباز در کفت خافت ان کامگار افتاب
 کنوں پرشته اهرش بد ار کرد قفت دیر دوبار در کفت این در شا ہمو را فتاو
نظمیری نیٹ پری کو جبی جانگیر نے شاہزاد الطافت دا کرام سے سرفراز کیا، اس کے باعث
 میں ترک چانگیری میں لکھتا ہے:

"در فن شروعی اند مقدم قرار داده بود" (ص ۹۲)

شہ عباس شاہی میں چانگیر نے اس کا شہرہ سنکر دبای میں طلب کیا، نظیری نے
دوڑی کے اس قصیدہ پر

باند این چہ جوانی و جمال ست جماں دا

ایک قصبہ، فلکھر پیش کیا۔ چانگیر نے اس کے عدل میں هزار روپی، گھوڑا اور خدعت
 عطا کی ہے۔

چانگیر نے ایک دفعہ نظیری سے ایک عمارت کے کتبہ کی فرمایش کی، اس نے ایک
 غزل لکھ کر پیش کی جس کا مطلع یعنی،

ای خاک دوت مدنل هر گئتم سران لا با وہ مژہ جار و ب رہست تا جوان را

لے منقول ای شریا بھم حصہ سوم ص ۸۹، ۱۴۰۔ سلہ ترک چانگیری (ص ۹۲)، شریا بھم حصہ سوم ص ۱۳۹ ج ۲

نظیری کا قصیدہ ملاحظہ ہے۔

دیانت خان کو بڑی تدرست ہوئی مگر طالب گھر پر آئت، و شعروں کا ایک قطعہ فی الہیم لکھ کر دیانت خان کے پاس بیٹھوئے تھا جو، اس کے بعد اعتماد الدویلہ نے اس کو دربار میں پیش کیا، جہاں گیر بہت لطفِ محبت سے پیش آیا رفتہ رفتہ سخن سخن اور سخن فہم بادشاہ طالب کی شاعری کی تیشمات کی تدرست اور استعارات کی لطافت و نزاکت سے دیں تماز ہوا کہ اس کو دربار کا نمک انشرا بنا یا، جس کے بعد اس نے بڑی خوشحالی سے زندگی اپسہ کی، اس کا معاصر عبد البغی فخر الزمانی قزوینی مؤلف میخانہ قحط از ہے کہ

وزیر اعظم دارالامان دارالمهماں فرانز واسے ہندوستان اعتماد الدویلہ العلیہ (العلیہ

..... بیدا تو ندک دیا می خود باعث از دیا درشد طالب گردید و اور او اقل بساط

بوسان محل علقت و شرکت با دشاد جہاں پناہ آسان باد، سلیمان دستگاہ دشاد فور الدین

محمد جہاں گیر دشاد گروائیں، آن تخت بخت سپاں دندک زمانی جو ہر خوش بر فرمان روایی داد

ہندوستان دشہ را بھانجئیں جہاں ستان ظاہر ساخت تا در سنتان عشرين و افت ان

شنتاہ گرد دل آساس دیں با دشاد جو ہر شناس طالب باز امثال و اتزان پر گزیدہ

بخطاب نمک اشعری مختصر و سفرزادگر (نیہاد) محال پد دست اس خرد غریب دوستہ

سکیں فواز دین خور سشید ذرہ پر دداز ہمچیز بے تیاز سرآمد گنبدان دبر گزیدہ نکتہ

پورا ن است ۲۰۸۴

جہاں گیر ایک موقع پر طالب سے ناراضی ہو گی، طالب چند روز شر فیابی سے گروم کر دیا گی، اس کا قصور صافت پوتو اس واقعہ کو ایک قصیدہ میں خاص شاعراً نظریات و بلاغت کے ساتھ داکرتا ہے، جہاں گیر کے ساتھ طالب کو جو قلبی لگا و تھا، اس کا بھی اندازہ جب ذیل اشاعت سے ہو گا،

اس بہائی کو سکرچ جانگیر خوش ہوا، پھر مولانا شیخی سے کہا کہ آپ کی ایک اور رباعی محکوم بہت پسند آئی ہے جو میں نے اپنی بیانیں میں اپنے ہاتھ سے لکھی ہے۔

زرویت جہان کر برداشت باختن است ززادی آن بد او کم ساختن است

دینا بیشل کیتیں و زروا است پرداختش برا سے انداختن است

جانانگیر نے از راہ قدر دانی مولانا کو دہنی کی عمارت پر فائز کیا، اور اسی شہر میں ہنوز عزیز رہے، شیخی رفت (۱۳۲۷ء) تاریخ وفات ہے، چار ہزار بیت کے ایک دیوان کے علاوہ ایک
ثنوی خسر و شیریں بھی رہا، بچوڑی، (متinanہ ۱۳۲۷ء)

ملاطنی تبریزی ہندوستان آئے تو جانانگیر کے کلام کی لطافت، و آویزی اور رنگی
سے مخلوق ہوا، اور موizon الملک کے خطاب سے سرفراز کیا، اور نیدم غاص بنایا، کچھ دنون کے
بعد ان کو ٹھنڈے کے علاقے میں بندہ تبریزی کی حکومت تفویض کی، وہاں تین سال رہ کر آگرہ والپیں
ہوئے، دوسری بار جانانگیر نے ان کو ہجرات کے دارالاعزب کا داروغہ بنایا کہ بھی اس سے
میں وفات پائی، ان کے کلام کا نوٹ یہ ہے:-

ہنوز جام شرابے بنو گئے زر دیم ۱۱، نو اے تعمیدہ بصوت بلیے زر دیم

ہر افضل گل آرزو رسید و گذشت ۱۲، ہنوز برس رکیک آرزو گئے زر دیم

ہمین نکارین از روزگار تلحظ شدہ است ۱۳، کر زندگانیم از بھریا ر تلحظ شدہ است

ز روز گار بود تلکھا ہی ہم کس ز تلحظ کا می من فرز کار تلحظ شدہ است

کچنے پے گردش افلاک شدیم ۱۴، کچنے پے داش واد را ک شدیم

اًه ام و فت خود ہی فہیم دیم ۱۵، خاک بر آدمیم و در خاک شدیم

جانگیر نے اس کے صدر میں تین ہزار یکمہ زین انعام دیا۔

جانانگیر کے دبار سے منڈاک رہا، اس کا ذکر گذشتہ باب میں آچکا ہے۔
آخر عمر تک جانانگیر کے وجود و کرم سے بیضا ب ہوتا رہا، جانانگیر اس کو سماشہ سفر و حضر میں ساتھ رکھتا
تھا، بست ہی پر گوشہ عطا، مات ہزار شر اس کی طرف منوب کئے جاتے ہیں، خسر و دشمن
کی بھر میں قصہ سیمان و باعثیں لکھ کر جانانگیر کی خدمت میں پیش کی، جانانگیر نے خوش ہو کر اس کو سونے
میں تلوار کر سونا انعام دیا۔

مولانا شمسکبی صفاہانی، یہ اپنے شیرین و دلگیں کلام کے لیے مشور تھے، بندستان آئے
 تو کچھ دنوں بعد ایم غانم خانان کے دبار میں رہے، پھر مابت نان کی وساطت سے جانانگیر کے
 دبار میں پہنچے، اور ایک قصیدہ پیش کیا جس کے تین شریں ہیں:-

فَقَادِ سَرْحَمْ أَزْهَجَمْ نَقْشَ جَاهْ بَرَاستَانْ جَانَانْگِيرْ شَاهْ أَكْبرَ شَاهْ

ضَرْفَقْتَ نَتَالِ اللَّهَ أَسْتَانْشَ رَا كَرْأَبَنْدَهُ سَيَّدِ آنْ پَرْبَرْخَتْ مَرْغَنْخَاهْ

زَبَكْ نَاصِيَهُ خَوَيْشَ سَوَدَهُ اَنْدَهَكْ نَگَارَخَادَهُ چَنْ گَشَتَهَ خَاکْ آنْ دَگَاهْ

جانانگیر اس قصیدہ سے مخطوط ہو کر مولانا شمسکبی سے لطف و کرم کے ساتھ پیش آیا، مولانا شمسکبی

کو توقع ہوئی کہ جانانگیر کے حضور میں ان کی اونڈ باریابی ہو گئی گرسی و بھکر توقع پوری ہیں جوئی ایسے کہیں

ایران و اپس جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جانانگیر کو جب ان کی اس کیمیگی کی خبر ہی تو طلب کر کے کہا

مولانا شمسکبی ہائیتی کا ازر دن سے چند بوجب تخصص خود میں کیمیہ فنا فی کیمیہ۔

مولانا نے اس لطف خردانہ کو ایک رہائی میں قلعہ کر کے بطور صدرست پیش کیا،

گھنی بیکبی کہ زماں کیمیہ دی یعنی کر ز قبلہ و عاکیمیہ دی

صرفیت مرا کو گویم ایں بستان گویند بگ کر از وفا کیمیہ دی

تمہارا ادا داد
بھائی نہیں ہے
۱۵۳۶ء

ہو کر جونپور میں کچھ جائیگر محنت کی جس کے بعد منوی نے خوشحالی سے زندگی بسر کی، اس کی ایک
باعثی ہے:-

سودا بسرم تجوہ پنگ اند روہ غم برس غم بدل چونگ اند روہ
 دور از وطن خویش بخاری گرم چو شیر بدریا و ننگ اند روہ
 حسن بیگ خان کی، جما گایہ اس کی ذہانت اور وقت نظر کا مترفت تھا، شہزاد فراز
 سے سرفراز کر کے اس کو صوبہ بہار کا دیوان بنایا، جہاں اس نے ایک تاریخ عالم بھی لکھی، شہزادہ
 یہ وفات یافت،

عشق خبان و فاکیش ندا رد موی سر آن بار بگردم کر جنا کیش بود
 حکیم عارف ایگی، نام سراج الدین حسن، تخلص عارف، اپنے وطن ریگ سے کرہا
 یزد، کرک اور سیستان ہوتا ہوا ہندوستان پہنچا تو شہزادہ حکیم کی آستان پوسی کی، اور اس کی
 شان میں متعدد قصیدے کئے، پھر شہزادہ دانیال کے مدبار سے والیتہ ہو گیا، جہاں اس کے
 اچھے نہیں گزارے، اکبر کا بھی پانچ سال تک وظیفہ خواردہ، پھر وطن چلا گیا، وہاں سے پانچ
 سال کے بعد وہاں ہم تو کچھ دونوں ہندوستان کے مختلف شہروں کی سیاحت کے بعد عتماد الدین
 کے دلیل سے بھر جا یا گئی خدمت میں حاضر ہوا، جما گایہ تشاہزادہ لطف و کرم سے فراز، اور
 صوبہ بہار میں پانچ سو گہڑیں گذران اوقات کے لیے عطا کی، عارف نے جذبہ تکریں دیک
 تطمہ کہا جس کے دو شریعہ ہیں:-

خدا یا توین شاہ درویش دوست کام سایش خلق در ظل دوست

بڑا رش بر اور ننگ شاہی دیجہ پرانا وج فلک تابودھ روماہ

لہ میخانہ ۲۵۰، ۳۰ ریاضی اشڑا،

مولانا عسکر احمد رشانی کا ذکر پہلے آچکا ہے، یہ صاحب فن، صاحب سخن اور صاحب
بھی تھے، ایک بار جانگیر کے حضور میں محل ساعت گر تھی کہ ایک مطلب نے یہ بیت ڈھونی
ہر قوم راست رہے: یہ قید گا ہے من قبل راست کر دم بر سمت بکھلا ہے
جانگیر نے حاضرین سے اس بیت کا مطلب پوچھا، مولانا شفیق پر ایک وجد کی یقینت طاری
تھی، اسی عالم میں رقص کرتے اوتا یاں بیجا تے ہوئے شاہی تخت کے پاس پہنچ، اور کھنے لگے۔
کہ ایک روز جنما کے کن رے ہند و غور تیں اور مرد غسل کر رہے تھے، کہ حضرت خواجہ نظام الدین
اویا، اپنی خانقاہ سے امیر خسرو کے ساتھ ٹکھے، دریا کے کن رے نظر اٹھائی تو یہ مصرع زبان
مبارک سے نکلا۔

ہر قوم راست رہے دینے و قید گا ہے
امیر خسرو نے یہ مصرع سنا تو مدد سے فی البدیہ عرض کی کہ
من قبل راست کر دم بر سمت بکھلا ہی
حضرت خواجہ نظام الدین اویا کے سر مبارک پر اس وقت طافیہ تھی، وہ تھوڑی سی کم
تھی، مولانا شفیق نے اس بیت کی تشریح کرنے میں اپنی کلامہ کو کچ کیا، اور وجد کی حالت میں
بسکی طرح رقص کرتے ہوئے فرش پر گر پہنچے، حاضرین کو حیال ہوا کہ مولانا بیویوں ہو گئے ہیں
جس انگیر اپنے استاد کی یکیفیت دیکھ رہے چین ہو گیا، غایت اضطراب میں تخت سے اتر کر
مولانے کے سر کو اپنے زانوں پر رکھی۔ سی سکر میں مولانا کی روح لاک حقیقی سے جاتی ہے
عطانی معنوی جو پوری۔ شیخ عبد الکریم عطانی نام اور معنوی تخلص عطا، انشاد شعر میں اس کی
قابلیت سلم تھی، بعض اور انسے اس کو جانگیر کے دربار میں پیش کیا۔ اس کی شاعری سے جانگیر خوفزدہ

کیا، اور نمایاں جگہ پر بجا کر اس سے تازہ کلام من نے کی فرمائیں کی، شید انسے یہ شعر پڑھا،
صیت دانی بادہ مگلوں مصفا جو ہے حسن را پروردگار عشق را پسخیر
شیخ فیروز نے کہا یہ تو روڈ کی کے شعر سے سرقة ہے،
عشق را پسخیر دلیکن حسن را آفرید گا ر توئی

شیدا کچھ برہم ہوا لیکن اس نے ایک دوسرا شعر سنایا،
ذبیک کرد غفت بتہ بیر جو گنا خن چو پشت ما سیم از پاسے تا بزر ناخن
شیخ فیروز نے اعتراض کیا کہ یہ غیاثی علوانی کا چہہ ہے،
از بسکہ سینہ کندم ناخن در دنشت چو پشت ما هیست مرالپے سینہ ام

شیدا اور محجی زیادہ چین بھین ہوا، مگر ایک اور شعر پڑھ کر داد چاہی،
ب صحراء موافق نی دشت پر سبل شود در بدرا یار و بشوی خارماہی گل شود
گر شیخ فیروز بولا کر یہ تو ملا کاتبی کے شعر سے توارد ہے،

گر بدرا یا افت از علکس جمال او فروع غارماہی اور دو قصر میا با رگل
شیدا نے چڑھ کر کہا کہ اگر یہ تم ظرفی ہے تو اس کے مقابلہ کا شعر نہ اور
ذات تو بود صیفہ کون کر کرو از روی ادب هر قدر ابو پشت
شیخ فیروز نے فوراً ہی ہاتھی کا شعر پیش کیا.

نبوت را توی آن نامہ درشت کہ اذ تیمیش آیہ صحر پر پشت
عاشرین نے تمہیہ لگایا، شیدا نے زیج ہو کر بدکلامی شروع کر دی لیکن اس علیقی
پھر صحر پر پشتے تو اس سے یہ شعر پڑھا،
ذلف اور ارشتمہ پان گفتگو و گشتم بخل ز انکھ این معنی چوز لغتش میں افتدہ ا

وہ ایک کتاب اندر زندگانی کا مصنف بھی تھا، جس میں شاہنامہ کی بھرپور دوہرائیں سو اشارتے، ایک ساقی نامہ میں منقول ہے، اس کے ایک تصدیدہ کا ذکر ہے اچھا تو، شیدا۔ تبیدہ تخلو سے تعقیل رکھتا تھا، اس میں شیدا سے تخلو کے نام سے مشورہ ہوا، اس کا غافلہ ان شہد سے ہندوستان آیا، شیدا کی پیدائش فتح پور (اگر) میں ہوئی۔ سینے ایرانی شر، اس کو ہندوستانی بھجتے تھے، جانانگر کے نکریں احمدی کی حیثیت سے امور ہوا، اور دستور کے مطابق اس کو جانانگر اور علوقہ ملتا تھا، دکن کی تنجیر کے سلسلہ میں اس نے عبد الرحمن غافلہ کی شان میں بھی اوری کے طرز پر تصدیدہ کیا جو امشیر حجی جلد سوم (۱۸۹۱) میں مطالعہ کیا جاتا ہے، کچھ دنوں پھر اس کی ملازمت یعنی بھی رہا اور آخر میں شاہ جہان کے دبار سے وابستہ ہوا، بہت ہی ذہن پر گو اور ذی علم شارع تھا، مگر تمام شروا، اس کی خودہ گیری، عیوب جوئی اور جو گوئی سے عاجز تھے، حتیٰ کہ ملک الشعرا، طالب آملی کو بھی اپنے طنز و استہزا سے پھریریا۔

شب دروز مخدوم، طالباً پُر حیفہ دنیوی دلگ است

مگر قول پنیر آد بج کر دنیا است مردار طالب است

امرا ب سخن شیدا کو زیر کرنے کی نکریں رہتے، مگر شاید ایک ہی موقع ایسا آیا جب کہ وہ ان سے پسپا ہوا، اس کی دلچسپی سے تم ناظرین کو بھی مخلوق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لستہ میں جانانگر اعمیر گی، نکر کے ساتھ شاہی جلویں شرار بھی تھے، ایک دوسری شیخ فروذ کی قیاسگاہ پر تمام اصحاب سخن مثلاً طالب آملی، ملا عطاء جو نبوی، اور لاہوری، ضمی فتحوری وغیرہ جمع ہوتے شیخ فروذ کو مقبولیت اس میں حاصل تھی کہ اس کو استاذہ کے پھرڑو اشناوار بانی یاد تھے، محبس چاری بھی دشیدا بھی آپنچا، ہام شوارنے گرم جوشی سے اس کا پفرقدم

بڑا قدر دن بھا، شہزادگی کے نام میں اس کو معلوم ہوا کہ صدر جہان متروک ہیں، تو اس نے دعده کیا کہ تخت دیاج کا نالک ہوا تو وہ دن کا سارا قرعہ دوا کر دیجگا، اور ان کی خواہش کے مطابق نصب پیش کر دیگا، چنانچہ اپنا ہی کیا، چار ہزاری منصب دے کر قلعہ کا علاقہ تختواہ میں عطا کیا، صدر جہان نے جہانگیر کی توازشوں سے فائدہ اٹھا کر خلقت اللہ کی بڑی خدمت کی، اور ان کی مدد معاش کے صد میں بڑی فیضی دکھائی، چنانچہ اصفت خان جہڑنے جہانگیر سے عرض کیا کہ عرش آشیانی (یعنی اکبر) نے جو بخشش پچاس سال میں کی تھی، جہاں نے پانچ سال کی صدارت میں کی دمازلا مہرا،

جلد سوم ص ۲۵۰، دمازلا مکرام جد دوم ص ۹۲)

مولانا فراشکر اللہ سیفی رازی۔ شیراز، قزوین، عراق اور عرب سے علوم متداول عمل حکم ہندوستان آئے، فتح، تعلیق اور علم سیاق میں ہمارت تامہر رکھتے تھے، پسے بعد ارجمند غانم خان نان کی فیضیوں سے محنت ہوئے، پھر جہانگیر کی ملازمت میں آئے، جہانگیر نے اپنی شہزادہ خرم کی تھی میں عہدہ دیوانی پر مأمور کیا، اپنے فرزنش بنی بست کا میاب ہے، پھر اور دوسرے پور کی فرم میں کچھ منفرد خدمات انجام دینے پر جہانگیر نے ۱۶۲۷ء میں اپنی افضل خان کے خطاب سے مشرف کیا، اور ارجمند کا ناظم بنا کر عصیا،

مولانا نقیای شوستری۔ شیراز سے تعلیم کی تکمیل کر کے ہندوستان آئے، ان کے بارے میں دمازلا رحیم کا اصناف لکھتا ہے،

"مولانا نقیای شوستری طاہب ملے بے مشاں و قریں و منشی و شاعر سخن اُفریں"

درقاں منظومات بخوبی تخلص می فرماید"

جہانگیر نے اپنی صدارت کے منصب سے سفر راز کیا،

لہ مأثر حمی صد سوم ص ۲۰۰، تہ ایضاً ص ۴۰۰

شیخ فیروز نے کہا کہ جہان کی دلائری مراد نہیں، لیکن اس مضمون کا ایک شرپہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

کس نیا بد صرف عجیبیدہ زینت کجھت گرچہ این مضمون ترا دیش پا، افتادہ
اسی طرح شیدا نے کچھ اور شعر سنائے، تو شیخ فیروز اس کے ہر شعر کا، مذہب تاتا گیا، بالآخر شیدا
پر صدر سکوت لگ گئی، اور با وجد و صرار کے اس نے کوئی اور شعر پڑھنے کی ہمت نہ کی، اور پھر کبھی
ایسی مجلس میں شرکیک نہ ہوا جس میں شیخ فیروز بھی موتا، مگر شیخ فیروز کا بیان ہے کہ کشمیر میں ایک روز
شیدا اس کے گھر پر آیا، اور پوچھا کہ میرا کوئی شعر بھی قبل سماں ہے تو فیروز نے کہا ہاں اور وہ شعر یہ ہے:
اے بروے تو کزو آئیںہ راحشمنیاں شاد رادست و عاد شب زلفت تو دار
شیدا نے ہاتھ پھیلا کر دعا کی عمرت دراز بادا، شیدا کا ذکر شاہ جہان کے سلسلہ میں بھی آتے گا،
فضلہ، جانانگر کی قدر دانیوں کے بدب اس کے دربار میں علی بھی بکثرت تھے، ان میں سے دو چار کا
ذکر کرتے ہیں،

میران صدر جہان پہاںی۔ پہلے ذکر آچکا ہے کہ جانانگر نے شنزدگی کے زمانہ میں ان
سے چل حدیث پڑھی، نافرالامر (جلد سوم (ص ۳۸۰) میں ہے،
”مرد فاضل خوش طبع بود“

اکبر کے زمانہ میں مالک مرودس کے صدر تھے، علیم ہرام کے ساتھ عبداللہ غان اور زبک
والی قوران کے پاس یاٹھی بنا کر بھی بھیج گئے، وہاں مل رہے بڑے سور کے ہوئے، ہر فن میں مدد جہا
ان پر غالب رہے، جس سے وہاں کے ارباب علم کو بڑی حرمت ہوئی، وہاں سے واپس ہوئے تو
کچھ دنوں کیلئے صدارت بھل کی خدمت تفویض کی گئی، اور منصب دو ہزاری بھی عطا ہوا، جانانگر نے

۱۰۷) مخت بیار کشید، و خوب پروردی ساخته و جیس نعمت را از اشعار علمی، قداست شد او را

درین فن کن بے مثل ایں نمی باشد۔

مولانا شلی جانچیر کی اس رائے کی نسبت لکھتے ہیں کہ فارسی کا ایک محقق اس کتاب کی
نسبت اس سے بڑھ کر کی رائے دے سکتا ہے، فارسی لغت میں جس قدر کت میں اس وقت
لکھی گئی تھیں، کسی میں قدما کے اشارے سند لانے کا التزام نہ تھا، اور فرنگ جانچیر کا
یہی امتیازی و صفت ہے۔

وہ ہند و پنڈ توں اور درویشوں سے اسی فراغدنی اور عقیدتمندی سے ملتا، جس طرح
علماء اسلام سے پیش آتا تھا، سالہ جلوس میں جب اوجین گیا، تو اسے معلوم ہوا کہ سیاسی
مرتضیٰ جہروپ نامی دنیا سے کن رکش ہو کر ایک دشوار گزار بحث میں رہتا ہے جس کا طول
ساری سے پانچ گھنٹے تین گھنٹے تھا، اس قدر تنگ تھا کہ اس میں شکل سے ایک
شیرخوار پچ سا سکت تھا، جانچیر کو اس سے ملنے کا شوق پیدا ہوا، وہاں تک سواری پنج ہفت
تھی، مگر وہ تین میل پاپا وہ چل کر وہاں بینجا، اور چھ گھنٹی اس کی صحبت میں رہا، اس ملاقات
کی نسبت لکھتا ہے:

۱۰۸) کرو جو دش بناست مختنم است، و مجلس او مخنوذ و مستیند می تو ان شد علم بید

را کر علم تصرف ہا شد، غلب دزدیده، تا شش گھنٹی یا واجب داشتم، سخنان خوب نکلست

چنانچہ خیلے د من اثر کرد۔

اس ملاقات سے وہ سیر نہیں ہوا، پھر گی، چنانچہ لکھتا ہے:

پا ز خاطر ا بلا مقات اگا ایں پدر و پ و عب افزو د، بے تخلاف بجهی ا وفا ذی محبت

مولانا فراحمد قائم گیلانی۔ حدیث اور فقہ کے متحرک لم تھے، قرآن اور اعینان میں کچھ دنون، ہنسنے کے بعد ہندوستان آئے، تو پہلے یا پورا شنید بار عادل شاہی سے وابستہ رہے، ۱۹۷۲ء میں بر بانپور خانمیں میں شہزادہ پروری سے طے ہے، جس نے ان کی بڑی پذیرائی کی، بعد ازاں خانم خانم ننانے نے بھی اپنے مدبار میں ان کا پروجش خیر مقام کیا، اور نقد جواہرات کے علاوہ بست سی اور چیزیں بھی ان کی خدمت میں پیش کیں، اور اسی کی وساطت سے جانانجھر کے مدبار میں ملازم ہوئے جانانجھر ان کا سرپرست اور قدر دان، ہے۔

جانانجھر کے عمد کے دو سرے عمل کے نام جو صفت اقبال نامہ جانانجھری لے بتاتے ہیں، ایہ ہیں

طاؤ روز بجان شیرازی، اعمی اغمی، طا فر تک شیری، طا با قر شمشی، طا مقصود
علی تبرزی، قاضی نور الدین، طافاعل کابلی، طا عبد الگیم سیالکوئی، طا عبد المطلب سلطان پوری،
طا عبد الرحمن بوہر و گجراتی، طاسن فرانی گجراتی، خواجہ نہمان حصاری، اور طا محمد جونپوری،
جانانجھر ہدہب و ملت کے عمل، سے بست بے تحفی کے ساتھ ملتا تھا، اور ان کے تعلق جو
راستہ ظاہر کرتا تھا، وہ بڑی محتفہ ہوتی تھی، شیخ عبدالحق دہلوی سے ملا، تو کہتا ہے:

"مدت ہاست کر دگوشنہ دہنی یہ دشی توکل و تحریر بسری برو، مددگرامی سمت صحیش
بے ذوق نیست، یہ انواع مرحم دلنوازی کرو، و دحضرت فرمودم"

ان کی تصنیفت تذکرہ اولیاء ہند کے بارے میں راست ظاہر کرتا ہے:-

کتنے بے تصنیفت نہود بود، مشل بر احوال مثناخ ہند بنظرہ امداد خیلے ہجت کشید تھے

میر عضد الدوڑ نے جب فہنگ جانانجھری پیش کی، تو اس کے تعلق جانانجھر لکھا ہے:-

لہٰ مأثر حجی حصہ ۳۹، ص ۳۹، تہ اقبال نامہ جانانجھری ص ۳۰۰، تہ تذکرہ جانانجھر ص ۲۰۰،

روزانہ مغرب کے بعد جماں تک حضرت شیخ مجدد الافت ثانیؒ سے ملاقات کرتا، ان ملاقاتوں میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے سرچشمہ علم و فضل سے اس کے قلب کی جس طرح تطہیر ہوئی ذ خود ان کے مکتوب میں سننے کے قابل ہے۔ وہ اپنے سائبزادوں خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد کو تحریر فرماتے ہیں:

الحمد لله رب العالمين عباده الدين اصطفى، اس ٹرد کے احوال اور از مناع حمد کے لائق ہیں، بادشاہ کے ساتھ عجیب و غریب صحیحیں گزر رہی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان حشمتگاروں سے امور دینیہ اور اصول اسلامیہ میں سرگستی اور مدعاہست و فلسفہ میں پاتی، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان مخلوقوں میں بھی وہی باتیں ہوتی ہیں جو خاص خلوتوں اور مجلسوں میں بیان ہوا کرتی ہیں، اگر ایک مجلس کا حوال لکھا جائے تو فخر ہو جائے، خا صکراج ماہ رمضان کی ستر ہوئیں رات کو ابنا ملیم اصلوۃ الاسلام کی بیعت اور عقل کے عدم استعمال اور آخرت کے ایمان اور اس کے خذاب و ثواب اور روایت و دویار کے ثبات اور حضرت نافع ارسل کی نبوت کی فاتیت اور ہر صدی کے مجدد اور علماء راشدین رہیں حقیقی اعتماد کی اقتداء اور تراویح کے منہت اور تنازع کے باطل ہونے اور جن اور جنیوں کے حوال اور ان کے عذاب و ثواب کی بہت بہت کچھ مدد کو رہوا، اور (بادشاہ) یعنی خوشی سے نہ رہتا اس اثنائیں اور بھی بہت سی چیزوں کا ذکر ہوا، اور اقتداء، اقتداء، ابدال کے احوال اور ان کی خصوصیتوں دغیرہ کا ذکر ہوا، اللہ تعالیٰ کا احسان سے کر دیا، سب کچھ قبول کرتے رہتے، اور کوئی ایسا تغیر طاقت ہر ہنہ ہوا جو بہر سمجھی پر دلالت گرے، بادشاہ، سب کچھ قبول کرتے رہتے، اور کوئی ایسا تغیر طاقت ہر ہنہ ہوا جو بہر سمجھی پر دلالت گرے، ان ملاقات اور ملاقاتوں میں شاید اللہ تعالیٰ کی پرشیادہ حکمت اور راز خفیہ ہو گا، حمد لله تعالیٰ هدانا نہذ او ما کنال نہم تدی لولا ان هدانا اللہ نقد جاءت

داشتند، سخنان بلند و میان آمد حقیقی مل و علی غریب تو فتح کرامت فرموده فهم عالی نظر

بلند و عالی کرند، ابادا فتن خداداد بجه و ول آزاد ساخت پاشت پا بر عالم و مایمیزاده در گوشه

تجھیز مستغفی و بینیاز رشتند

او چین سے رخصت ہوتے وقت اس کے پاس پھر بلا تھات کو گیا، ابو داعی طلاقا تھات اس پر
شاق گذرا، لکھتا ہے:

باز بحلاقات گئیں رفتار و دادع شدم، بے محنت جدا فی الرحمت او بر غاطر

حیثت گزیں گزی نمودیں

ا خزم میں جان گیر کو حضرت شیخ احمد سہنی مجدد الفتن شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عجت کیمیا اور
سے غیر معمولی رو عالی اور نہ ہی فیوض و برکات مال ہوئے، پس تو بعض درباری امر کی فقدانی
اور شر انگیزیوں سے حضرت مجدد علیم سے بحث رہا، حقیقت کو منسل ہو کر ان کو گوایدیں محسوس کرو
مگر عاشق شریعت رسول کی قید و بند کے زمانیں ایک روز جان گیر نے خواب میں دیکھا کہ حضور
رسوی کا ناتھ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرمابے ہیں کہ تم نے ایک بیسے آدمی کو قید کر دیا ہے،
جان گیر نے منسل ہو کر حضرت شیخ احمد قدس سرہ کی رہائی کو حکم خادر کی، اور اپنے پاس بلا کر مغفرت
کی، اور لطف و کرم سے پیش آیا، ان کی ذات اقدس سے جان گیر کی شفیقی اور عقیدت اتنی بڑی
کہ اپنے کو زیادہ تر ان ہی کی صدمت بایک رکت ہیں دیکھنے پاہستا تھا، خزینہ لا اصنی میں ہے:

”بادشاہ (جان گیر)، از عباں شیخ نشد، مجید کی گاہی آنکناب را از خود جدا نہی کرد، دشہنڈ“

خرم را وصل حق مرید ان شیخ نمود، چنانچہ آحمد شاہ بھان و عالم گیر بادشاہ پاں باہم علما، د

دشہ، داخل سلار مجید و می شند“ (حضراء ول عتسی)

شاہ جہان

شاہ جہان کی نادرہ کا تعمیری یادگاریں اس کے ذوق کی نفاست اور لطافت کی بین
دلیل ہیں، اس کی تمام تکوینی قوتیں فونِ لطیفہ کی اسی شاخ پر صرف ہوئیں، اگر ہم باہر کی ذہنی
نقش آرائیاں اس کی تزکب باہری ہیں، ہمایوں کی تخلیل آرائیاں اس کے شروع شاعری میں اکبر کی
می فیاصیان اس کے مبارکہ ہنر پر رفتائیں اور جہانگیر کی زندگی زندگیان اس کی تزکب جہانگیری میں
پاتے ہیں، تو شاہ جہان کے ذہن کی پر کاریاں اس کے نجت طاؤس، قلعہ علی اور وہمہ تاج
کے نقش و نگارست عیان ہیں، اس لیے یہ ام موجب تجھب نہیں گہرے اس نے اپنے باپ یا اپنے
لڑکوں دادا اور ادربگ زیب کی طرح کوئی علمی یادگار نہیں چھوڑی، اس کے دماغ کی گئی نشان
ہاں نہ کے صفات کے بجا سے دیوان ناص اور دیوان عام کی دیواروں پر ہوئی، اس کا حسن ذوق
علم و ادب کے بجا سے جامع مسجد دبی کی تعمیری تدریت و نفاست میں ظاہر ہوا، اس نے محبت
کا تراوہ شروع میں نہیں بلکہ تاج میں منظوم کیا،

اس کو باہر ہمایوں اور جہانگیر کی طرح علمی انہاک نہ تھا، اس لیے ان کی طرح کوئی علمی
تصینیف نہیں چھوڑی، لیکن بھر بھی اسکی کتاب زندگی کا کوئی صنعتی تحریک ہبھی ہے غافلی نہیں، اس کے
دبار کی علمی فضنا اور اہل علم و حکم کی ساتھ اس کی عدمی امثل فیاصیان اور زر پاشیان، پھر وارثکوہ
جان آرنا، مراد، اور اورنگ زیب کی اعلیٰ قلمی و قریبیت اس کے ذوق سیم کی شہادت ہے،
وجہ چار برس، چار تینت اور چار روز کا ہوا، تو غاندھی اور ایات کے مطابق پڑھئے

رُسُلِ ربنا الحن، دوسرے یہ کہ قرآن مجید کو (بادشاہ سے) سورہ حکیمت تک ختم کراچکا ہوں،

جب رات کو اس مجلس (یعنی شاہی مجلس) سے اچھے کرہا ہوں تو رات ویعین میں مشغول پڑا ہوں،
ہون، خط قرآن مجید کی یہ اعلیٰ دولت اس پاگندہ حاملی میں جو عین جیست عاصل ہوئی

ہے الحمد لله رب العالمین، (مکتبات امام ربانی، دفتر سوم، نمبر ۳۳)

جان گیر کے اس تذکیرہ باطنی کے بعد حضرت مجدد عظام نے اسلامی شریعت کی فلاح و یسود کے لئے جو چاہا اس سے کرایا،

مشورہ ہے کہ جان گیر اکثر کہتا تھا کہ میرے پاس ایک دست و زینبات ہے، اور وہ حضرت شیخ
کا ارشاد و مبادرک ہے کہ اگر اندھہ تعالیٰ ہم کو جنت میں لے جائے گا تو ہم تیرے بغیر جائیں گے،
جان گیر اور کتب ناز داریں جان گیر ایک شاندار کتب خانہ کا الک تھا، کتابخان اس کا مقصود تھا،
جب وہ سفر میں پاتا تو بھی ایک کتب خانہ ساختیجی را تھا جان گیر کی میں ہے کہ جب وہ گجرات پہنچا
تو وہاں کے شاعر کو اپنے کتب خانے سے تفسیر حسینی، تفسیر کاشنی اور وضفۃ الاجاب نذر کیں،
اس نے مدارس کی تعمیر کیا، اہتمام رکھا تھا، کہ جب کوئی ایسی یا متمول سافر لادارث مر جاتا،
تو اس کے مال و متساع سے مدارس اور خانقاہیں بنوائی تھیں، تاریخ خان جہان میں ہے کہ اس
نے ان تمام مدارس کو از سر فروٹ آباد کیا، جو گذشتہ تیمسون میں سے ہے ندوں اور چوبیوں کے
مکن بنے ہوئے تھے،

لہ منتخب اللباب خانی خان لہ تاریخ خان جہان بخواہ پر دموشن آف محمدن رنڈ، ص ۵،

شکل بے لیکن شاہ جہان نام میں اس کا ایک رقعت مقول ہے، جو اس نے تخت نشینی کے بعد دست
خاص سے لکھ کر آصفت خان یعنی الدولہ کے پاس بھجا، رفع حسب ذیل ہے:-

لے باشنا فاص
از علیجہ سہہ ہ چوری
جس اصل

"وانما سے روزہ سلطنت غلطی، واقف، اسرار خلافت کبری، سرخیل کیز نگران و قادر،
سلاطین کیتائیں حق گزار، کار فرما سیفت قلم، مدیر امور علم، نبیدہ خوانین مالیشان، قدوة
امر اے بلند مکان، عصدا الخلافت یعنی الدولہ، عمری دانا آصفت خان، درمان
حضرت ملک مثان بود و بداند، کرد چارم گھڑی روز مبارک در شبیت و پیغم، وہ بھیں
موافق، مشتمم جادوی اشائی ستر ہار دی، ہفت ہجری بسوار کی دفتر دزی دردار الخلافت
اکبر، بادھیوس سیمت، اوس یہ تخت سلطنت و سریغ، فت واقع شد، و بدستوری
کمر و پض داشت بودند، لقب را شہاب الدین قرار دادیم، چنانچہ نام مبارک، را بلند
ات بالستان صحراء شاہی شاہ جہان باوشاہ غازی در خطبہ کردیں روز بلند آوازہ
گروہ ایندند، درج نو دنہ سکریم اسمین نام مبارک توه شد،

لیلہ الحمد کہ آن نقش کرنا طریخواست

آمد آخر ز پس پر دہ نقصانی یہ یروں

ایم داریم کافر تعالیٰ یعنی باشاؤ یہی کل بلندان بیشتر را کی بحق کرم خود باعیالت نزوہ بر
بر ما دشما کر شرکیں تالیب دین دولت اید، مبارک گردانہ، روز بروز فتوحات
مازہ و نصرت ہے بے امدادہ نصیب ما شود دشما ہم بکری سیدہ از دولت ادو
عظیم یا بید، خدمت پرستیان آخر دز جمیر سید و عزیز داشت شارا گذرا نیم، و بہریض

تھے شاہ جہان نامہ از محمد صالح کیون ۲۷، و باوشاہ نامہ طبلادول از عبدالجیاد لامبری ۲۸، شاہ جہان کے بھن
اور رقات بھی نظرے گز رے، لیکن ملی چشتیت سے وہ بلند نہیں ہیں۔

کے یہ بھایا گی، قائم بیگ تبرزی حکیم دوائی گیلانی، شیخ ابوالحیر (بادر علامی ابوالحسن)، اور حمزہ
گجراتی تعلیم کے یہ مقرر ہوتے۔ ان بالکمال استادون کو زیر نگرانی شہزادہ خرم نے علوم و فنون
کی تکمیل کی، رخطاطی میں اس کو پڑی مہارت تھی، محمد صاحب کتبہ لاموری شاہ جہان کی تعلیم و تربیت
کے سلسلہ میں لکھتا ہے:-

”بے بر نیاد کو تفصیل حیصل فضول اہماب دانش نو وہ دیجیع فنون فضائل و فناں نکتہ
فہی رہ باعثی رہ جات کمال رسائید، در عرض اندک مایہ دستے بے آنکہ کار بیطل کشد، ہیو لاے
خط نیز صورت درست پذیر فرم تختہ مشق اور نیختہ قلم ٹکین روش چون صفحہ رخسار نو خطاں
زینت گرفت۔“

ان استادوں میں دوائی گیلانی کی سی و محنت زیادہ بار اور تھی، چنانچہ شاہ جہان کما
گرتا تھا:-

”فی اعیینت حکیم دوائی آموزگار ما ست، و حی تعلیم او بر ما زاد استادان و یگریش است۔“
تاتار خان جس کو ترکی نفت کی، اتفاقیت میں علی کمال حامل تھا، شہزادہ کی ترکی زبان کیم
کے یہ مامور تھا، یون تو اس نے شروع ہی سے اگر کسی سب سے پہلی بیوی غیر بھت از رہانی رویہ سلطان
یگئی بنت ہند اول مرزا کی نگرانی میں پیش پائی، جو غاصب ترکی زبان بولا کر تھی، مگر شاہ جہان کو ترکی
بدنسے کی کبھی مشق نہیں ہوئی، جانگلیکر کما کرتا تھا، کہ اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ خرم میں کی عیب ہے
تو میں کوئی نگاہ رکھ رہا ترکی زبان نہیں جانتا ہے۔“ وہ ہندوستانی زبان سے بھی واقف تھا،
شاہ جہان نے کوئی تصنیعت اور ترقیات کا جھوپ عچھوڑا، اس لیے اس کی علی بیعت کا مذہب
کرنا

لے عمل صاف، سو سوم بہ شاہ جہان نامہ از محمد صاحب کتبہ علیہ خلد اول صدر کے ایضاً عذر سے اینا مقصے،

”دشادا ز عبد العزیز لاموری ملک عذر“ شہزادہ نے اس کی جانگلی

اُردو کہ ان افادات و افاضیت مرتبہ را دین مسائل مختصر جامع مغید سے کو صحیح کلمات
کلماتِ حکیم و تاویلات علی رووجہ تکفیر اسلامیں و اقوال میں، و مباحثات و مناظرات
و شکوک و شبہات و ازالات و اخراجات و اسول و اجوبہ و غایت تذییقات و نہایت
تحقیقات و اصل کلام درس باب و اساس سخن دہر جواب و آن چہ دن ان ظفریافت باشد
و بربان بران فائدہ شدہ باشد، و احاطہ مسائل متعلقة بطلب علم از حصوی و حضوری
بود و علم دین عالم دین معلوم است، یا غیر، و لعل آن بجهالت بوجگلی است یا بوج
جزئی، و تحریر آنکہ کھیر و جزئی معلوم تابع درک و یا تابع درک است و نہایۃ الوجہ جزئی
ست یا ز، و بیان آنکہ ادراک تعلقی است، نہ حاسی..... ۱۷۲

ایک صاحب نظر کا خیال ہے کہ یہ جنے شاہجمان کے بتائے ہوئے تھے، چنانچہ عبارت ہے
پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شاہجمان کی علمی قابلیت کا یہ نوودہ ہے کہ اس نے اس مسئلہ میں
جن امور پر رسالہ کھونا چاہا ہے، اس کو چند جملوں میں ادا کر دیا، آگے جل کر پھر لکھتے ہیں کہ "سعد اللہ
خان کی علمی استعداد تو مشورہ ہی ہے، بلکن شاہجمان کی علمی فضیلت بھی اس فرمان سے ظاہر ہوتا
ہے، کر کچھ کم نہ تھی، ظاہر ہے کہ جو شخص کسی علم و فن سے واقعہ نہ ہو وہ کیا اس کو سمجھ سکتا ہے؟"
شاہجمان کی علمی یہ قوت کا حال ان حکیما نہ اور عالماء باقون سے بھی معلوم ہوتا ہے، جو وہ

اپنے دہاریوں سے کہا کرتا تھا، عمل صارعہ جلد اول (ص ۱۵-۱۶) میں ہے:

ماہ آذر کی چوتھی تاریخ کو بادشاہ کی خلیل میں ہر لک کے ملماہ جی تھے، اور شرکا،
اپنے اپنے بنیٹ علم کے مطابق ہر فن کے تمام مسائل کے تعلق گفتگو کرتے تھے، بادشاہ چہ
نایت حکیم، و محقق تھا، ہر مسئلہ میں وغل دیتا تھا، اور ہر قسم کی گفتگو کرتا تھا، یہاں تک کہ
مسئلہ سخن، ان بادشاہوں در حکما تک اپنیا جو بادشاہ بھی تھے اور حکیم بھی تھے، اسی

رسانید که مقرر نموده آمد، که روز خوشبزیست و یک ماه بین اذان نجار و اذن شوید و روز خصم
چهار و هم ماه استنداد می‌لازمت باشرفت گردید، این معنی چون دلالت پر ان جی نمود که
زمان دریافت لازمت نزدیک بشد، رسید غشمال شدیم، قرداد این معنی که پادشاهی زد داشت
کامگی برخورد اور ابراهیم بیان درید، و خواجه ابوالحسن را در لامهود گذاشت، سرمهای
که روز مبارک عیوس سنت ما فوس پرشیده بودیم بپرسی آن عصنه اخلاق افرستادیم
هر چند که هر چه بآن عموم عنایت فرمائیم زیاده از آن گنجایش دارد، اما بالفعل فحیث
هزاری ذات و هشت هزار سوار و دوازده سه اسپه عنایت نمودیم، و مداد آن بزرگتر
را بطرق انعام محبت فرمودیم، این عنایت ہے بایرشماریک یا شد،

اس عبارت میں زجاج ملکی تذکر کی ریکسی اور روانی ہے، زجاج عالیکر کے رفاقت کی ساخت
و بستگی نیکن پھر عجی اس کا کتاب کوئی معمونی استفاده کا آدمی نہیں معلوم ہوتا،
ایک اور فرمان سے اس کی علمی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے، ایک بار کا ذکر ہے کہ شاہ جہانی
سفر اعراق گئے، تو دہان کے ایک قریبے نے ان سے دریافت کی کہ امام غزالی نے تناول افلاطون
میں قدر علم اور فقیر علم واجب تعالیٰ کے مسئلہ میں شیخ ابوالنصر فراشبی اور بوعلی سینا کی تحریر کی ہے،
اس کا جواب کیا ہے؟ شاہ جہانی سفر اہن وستان اور سلطنت تیموریہ کے علی ... وقار
کو فاعل رکھنا ضروری بحث تھے، اس یہی انہوں نے شاہ جہان کو اعلام کی شاہ جہان نے اسے
وزیر تو اب سعدا اللہ خان کو حکم دیا کہ ملا عبد الحکیم سیاکوٹی کو کھو کر اس کے متعلق دس پندرہ
دن میں ایک رسالہ لکھ کر پیش کریں تاکہ اعراق بیجا جائے، چنانچہ سعدا اللہ خان نے ایک فرمان
صادیک، حس میں لکھا کہ

”مکتوبین مردان عجم مکتبان فضائل و مکالات دستگاہ سطرے چن بزگار و در آن

ہو گی دو رکاں میں فتنہ و فاد پھیل جائے گا، جیسا کہ حضرت علی کرم ائمہ زہر کے بعد خلا
میں ہوا، کہ وہ اگرچہ خلیفہ برحق اور دام مطلق تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حق
کے قول کے موافق حق و صداقت کے ساتھ کام کرتے تھے تاہم کوئی کام ان کی مرثی کے
مطابق نہیں ہوا، کیونکہ وہ دین اور دنیا کے کسی کام میں سلسلہ بخاری اور رورو رعايت سے
کام نہیں لیتے تھے، اس یہ دنیا کے لوگ جو دین و آخوت کے بالکل مخالف بکر سڑا
باطل ہیں، اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فتنہ و فاد پاک کرنا شروع کیا عمل صالح عدد دوم (۲۳۴)۔
اسی اشاعت میں سید جلال بخاری نے شہزادیان کے ایک ارشاد عامی کا حوالہ دیا کہ دنیا و دباؤ و
پرقائم ہے، ایک حق دوسرا باطل، لیکن سید جلال بخاری نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حق پر قائم ہو.
شہزادیان نے کہا کہ حق و باطل ہر زمان میں رہا، اور اس سلسلہ میں یہ تقریر کی:-

رسول اللہ علی ائمہ علیہ وسلم کے زمان میں تمام کاموں کی بینا و حق پر تھی، اور تمام ترقیات
اس یہ ہوتی تھیں کہ آپ کے وجود کی برکت سے اس زمانے کے لوگ حق و صداقت پر تھے،
اور سبکے ول نظری پاکیزگی اور صفائی کے علاوہ آپکے مباحثہ و فضائیت پاک و صاف
ہو گئے تھے، اس یہ حق و صداقت کے سوا کسی چیز کا نقش ان پر قائم نہیں ہو سکتا تھا،
اور باطل کے لیے ان میں کوئی جگہ نہ تھی، اس یہ تمام امور و اقدام کے مطابق حق و صداقت
کے ساتھ انجام پاتے تھے یعنی عالی خلافات و اندیشیں کے زمانے کا تھا، کہ جس طرح سورج
کے ڈوبنے کے بعد بھی کچھ دیر تک رoshni قائم رہتی ہے، اسی طرح افتاب بیوت کے ڈوبنے
کے بعد بھی خلافات و اندیشیں کے زمانے کے لوگوں کے دونوں پر جی غسلت کا زنگ لگنے نے
پایا، لیکن جب رفتہ رفتہ لوگوں کے حالات بدلتے گئے تو رسول اللہ علیہ وسلم کے
ہاتھ سے بالکل بعد ہو گیا اور لوگوں کے دل زنگ خوردہ ہو گئے، نوبت یہاں تک

اشارہ میں الدو ر سکنے کی تعریف اس حد تک کی کہ تھی طویل مدت میں عقلمند و
کے کسی فرد نے اس بادشاہ کے کسی قول فعل سے گرفت نہیں کی، بادشاہ نے فرمایا کہ چونکہ
سکندر فیلسوس رو می کی نبوت ثبوت کے درج تک نہیں پہنچی ہے، اور محض یعنی ائمہ
تامیع کے قول کے مطابق اسکندر ذوالقرینین دوسرے شخص ہے، اس لیے مجھکو ادب
کے ساتھ اس کے قول فعل پر دواعتراف نہ استہیں پہلا یہ کہ دایا کے قادر کے جواب میں
جب اس نے سونے کے وہ اندھے انگلے تھے جن کو اس کا باپ فیلسوس ہر سال بطور
خارج دیتا تھا تو اس نے کہا کہ

شد آن مرغ کو غایب زدین نہاد

اس قسم کی بات اپنے باپ کے متعلق کہنا نہایت بے ادبی ہے، کیونکہ بغایان نہایت حیر
جانور ہیں اور اسی کے ساتھ اندھو دیانا ان کی نشوونیت کو مستلزم ہے، دوسرے اعتراض یہ
ہے کہ دس قادر کے بساں میں نو شاہ کی مجلس میں جانا دیدا نہیں اور احتیاط کے خلاف
تحا اور یہ طریقہ عقلمندان کے طریقہ سے الگ ہے، کیونکہ عقلمند ایسا کام نہیں کرتے
جس سے ان کو پسپائی ہو، حاضرین مجلس نے ان باتوں سے اتفاق کی،
ایک دوسری مجلس کا تذکرہ ۵ بھی ملاحظہ ہو:-

یہینے کی انیسویں تاریخ کو جب تک تمام حکماء و شرداروں میں عاشر تھے، ہر قسم کی گفتگویں
شر ورع ہوتیں اور اسی سلسلے میں ایک تقریب سے صوبیات کے ایک دو افراد کے عہد و
کاڑ کرایا کر دے کا رہا اور تمام معاملات میں نہایت سخت گیری سے کام میتا ہے، ہمی
حضرت نے فرمایا کہ کام کا گزاری کا یہ مناسب طریقہ ہیں، کیونکہ کام میں سخت گیری، اور
اس کے دائرے میں تنگی کرنے کا بخمام یہ ہو گا کہ کاموں کے کرنے میں سستی اور کامی نظر

سے حلوم ہوگا، جو اس نے اپنی بیان خاص میں لکھ کر کی تھیں۔

روندادون برمدم بد، زنجیدن بدم حصول متعدد، زنجانیدن مردم خوب مراجع اور
خواستن کمال احتیاج صحبت و اشتن باہل معاو و ستو کرون قابلان باستورا و بازار
پیش خود برمجم جان دادون بارا باب احتراق بقدر توفیق پیش از سوال، مکرم و اشتن اہل فضل
مصرد ندوون مراجع بدل میں بکردن با قوال غیر عقادہ بے خبر ندوون از احوال توکلان بے
سچا کر، غیثت: اشتن وجہ دیگان گجان کر بیگناز از خلق باشد، پیش دشتن حسک مصالح امور دینا

و عصیٰ بوفند

یہ نکات علمی اور عملی حیثیت سے کس قدر سبق آموز ہیں، عالمگیر نے ان کو شاہ جان کی بیان سے
نقش کر کے اپنے فرزند عالیجاه شاہزادہ منظہم کو بطور نصیحت لکھ کر بھیجا تھا،
شروع اکبر اور جہانگیر نے شرا، کی سر پرستی میں جو شاہزادی یا صیان کیں، ان کے غلبلہ سے ہندوستان
اور ایران گردی رہا تھا، ایران سے شرا، ہندوستان اڑیٹے چلے آ رہے تھے، اور بقول ہولانا بشیلی^۱
ایران اور ہندوستان ایک مکان کے و مجنون بن گئے تھے، چنانچہ شاہ جان کے دربار میں بھی شرا،
کی تعداد کثیر رہی، وہ اپنی فیاضی و قدر داتی میں اکبر اور جہانگیر دنوں سے بازی لے گیا،
اس نے شرا، و فضلا، کے ساتھ جو داد و دہش اور انعام و اکرام کا ثبوت دیا ہے اس کی زیرین خدا
شاید ہی کسی بھرمان قائدان میں پائی جائے گی،
لطف اللہ ہندوستان نے جو دارالشکوہ کے مقربان خاص میں تھا، شاہ جانی شرا، کے نام
مندرجہ ذیل اشعار میں نظم کئے ہیں:-

لله و قائم عالمگیری مرتبہ چودھری بنی احمد نہ بیوی، لطف اللہ ہندوستان کے حالات کے لیے دیکھو مخفون
تماج محل اور لال قلمہ کے مہار، از علامہ سید سلیمان صاحب ندوی، صادر فروری دار العین، اپریل شمسی

پہنچی کریے کا رنگ ملوں نے حضرت عثمان ذی النورین کی شیع زندگی کو بھیجا دیا، دور اس
حالت میں دینا حق و صداقت پر قائم نہ رہ سکی، اسی بنابر حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اقامات
تیں جوان کا مقصود تھا کامیابی نہ ہو سکی۔ (عمل صالح بلطفہ دوم ص ۲۳۷)

شایخان شاعر قونہ تھا، مگر شروٹ شاہی سے اس کو غیر معمولی منصبت تھی، جیسا کہ آئندہ عنفیت
سے اندازہ ہو گا، جب ہم شروٹ کے ساتھ اس کی تدریافی کی تفصیل بیان کریں گے، مگر ایک بارہ سو
شہزادہ اور نگ زیب کو ایک ربائی لکھ رکھا ہی پڑراز محبت کا جو شہوت دیا تھا، اس کا یہاں پر ذکر
کرنا مشتمل ہے جائز ہو گا، اور نگ زیب کی شادی کی تقریب انعام پانے والی تھی، اور نگ زیب والی
سے چل کر وہی آیا تو فور میزیل یعنی مقیم ہوا، شایخان اس سرت و انساط کے بیش کے موقع پر غایت
اشتیاق میں بیٹے سے جلد از جلد ملن جا رہا تھا، اس یہ کلیم کی ربائی اپنے ہاتھ سے لکھ بھیجی:

بامڑوہ اگر زود در آئی چہ شود	بامختہ پیش از خیر آئی چہ شود
زد و آمد نظر بشوق دیر است	از رو و اگر زود تر آئی چہ شود

شایخان اپنے گونگون مشاغل کے باوجود روزانہ کتابوں کا مطالعہ جاری رکھتا تھا، جب
تکام کا موس سے فارغ ہو کر رات کو سونے جاتا، تو اس کے مقرر بان خاص پر وہ کچھ سے کتابیں
پڑھتے تھے، جو زیادہ تر اپنی احوالی، اسلامی طبقیں کی سوچھم بیان اور تاریخیں ہوتیں، وہ نظر نامہ اور
وادعات پاپری کو بہت پسند کرتا تھا۔^{۲۳۸}

اس کا گھر خود علم و ادب کا گوارہ تھا، اس کے دربار میں علمی شان و شوکت، دیرینہ
روایات کے ساتھ قائم رہی، وہ اہل علم و حضن کو کون نظر ہوں سے دیکھا کرتا تھا، ذیل کے پنڈ و نصائح
لئے عمل صالح بلطفہ دوم ص ۲۳۷ میں بادشاہ نامہ اول ص ۱۵۰، سہ شایخان کی اولاد کی علم توڑی کا عالی
حکم تیموری شہزادوں اور شہزادیوں کے علمی ذوق کے سلسلے میں لکھیں گے۔

قدسی کو انعام میں دیدیں۔ سنتہ میں قدسی شاہ جہان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک تھیڈہ کھا جس کے پتوں اشماری ہیں:

اسے قلم برخوبیاں ارشادی و بشاشیاں
در شناختی قبلہ، قبائل ناقان زنان
چور اول شہاب الدین محمد کرازی
اوپر لے غدش زوج رخ دامن بربیاں
اختر بر ج کرامت مظہر لطف آمد
جو ہر تینغ شجاعت مصادر امن و امان
آنکھ از آغاز نظرت بستہ شبای از ظفر
چھ عطاب تیر پر شاخ کما نش آشیاں
گر نخاعت و رموافی ازو لایش و مرنند
سازگاریمای ملش چون خوشید گرم فریا
سازگاریم غزالان ساز دا ز داغ پتک
شہرت آثار عدش زود بر خواہ گرفت
ربع سکون گو گر بیش بیش با ودا
خوش نشت از نقش پائیں نقش بنت طلب
از زدن حضرت صاحفہ ران تائیں زمان
آفتابی اینہیں طالع نہ شد در سبع قرن
چن ادولت کر بیند با تو خود اور کاب
مرجان فخرت کہ باشد با تو دا یم عہتان لہ

مراء انجیال کے مؤلف کی روایت ہے کہ اس تھیڈہ کے صدر میں شاہ جہان نے
قدسی کے منزکو سات د فہر جواہرات سے بھرا، ہم عبارت کا لفظی ترجمہ یہ ہے:

”چند روز کے بعد (یعنی عبد اللہ خان سے انعام پانے کے چند دن کے بعد) محمد بن
نے صاحفہ ران تائی کی درج میں اور بھی زیادہ زیگیں تھیں کہ کھرنا یا با وشا و عبد اللہ خان کی
بنخش کا عال سن چکا تھا، اس نے کہا کہ حاجی عبد اللہ خان نے قلم کر جو انعام دیا ہے وہ
کوئی اور نہیں دے سکتے ہے بلکن اس نے جواہرات کی فحافت قسمیں طلب کیں،

دیجید دهرا مانی بن تابات نان
 دلے نجوان زان است شهه دهرا
 دگر یکناد طفر خان تخلص احسن
 ربو و گو سه سخن از سخنواران دین
 دگر و حیدر زم آشنا غایت خان
 بو و بحر سخن آشنا غایت خان
 دگر و حیدر زم شادمان نم پرور
 بیان شادی و غم در کلام او منصر
 دگر سخنوار کشمیر عمن فانی است
 بعای نام نسے از دولت سخن زان است
 مه پسر بیادت یگانه میر عاد
 بیب عصر محمد حسین آشوب است
 دگر و حیدر زمان است طا باب کلیم
 دگر فریض چنان قدسی محمد خان
 یهد شاہ چنان گوری و ده از اقران
 الی یهدانی است در سخن اساد
 بیب از منه امی خواندیزی کتاب
 دگر و حیدر زم با قیاس ارز او
 خوشست چون یزد امامی عاشقانه او
 فرج از منه فتحا کر چون زل می گفت
 که بود دغزل در مرح و مثنوی است

اس چنستان شوار کا گل سر بد عاجی محمد چان قدسی تھا جس کو تمام انواع سخن پرقدت
 مصل تھی، مشهد کار بستے والا تھا، کم مظہر اور مدینہ منورہ میں تخلیم پا کر ہند وستان آیا، خواجہ عیاذ اللہ
 چان زنجی کی درج میں، چو ہفت ہزاری منصب کہشا پھلائی ایم تھا، ایک قصیدہ کہا، عبد اللہ
 سفر میں تھا، قدسی نے قصیدہ پڑھا، تو غمہ اور رخان اس تدریس اثر اور محظوظ ہوا کہ اپنی مند سے
 اٹھ گیا، اور قدسی کو اپنی چکر پر بجا یا، بھر بہر لکھ کر پانچ مراد اس کے تمام تعلقات اور لکھ کی تھا میز
 لند کی مخصوصون ہدا و ندرست کتب خانہ شاہ اودہ از دلکش اپنے نگر صلی

کے دربار میں ملک اشعر اور طالب آفی کے مقابلہ میں اگرچہ کو فوج غ عاصل نہ ہو سکا : لیکن شاہ جہان کے عہد میں کیمیم کا کلام شعلہ طور بن کر جھپکا، اس کے اشعار کے حسن تفصیل، خیال بندی، ترکیبیں سے جگہ روزگار کی عنفانی، عجایبات کی بربجی، شنگی اور روانی سے اس عہد کی شاعری جگہ کا اٹھی، اسی یہ شاہ جہان کے دربار سے اس کو ملک الشرا کا خطاب ملا، سلطنت میں جب شاہ جہان نے ایک کرور روپی کی لگت سے تخت طاؤس تیار کرایا، اور اگرہ میں جشن نوروز کے موقع پر پر جلوس کی رسم ادا کی تو دربار کے شرفا نہیں اس تقریب میں قائم کر کر اپنی یقوت و ذہانت کا ثبوت دیا، کیمیم نے بھی ایک تصیدہ کما جس کے جستہ جستہ اشعار ملاحظہ ہوں،

فنا نہ انڈگل عیش پر سرمه و سال	نجستہ مقدمہ نوروز و غزوہ شوال
غبار موبک شاہ جہان جمال جلال	بچشم مردم دار الحلا فعید نویت
کرباد شاه نشینہ پر تخت استقلال	شرف پنیر و نوروز چینین عیدی
خدا نصیب کند عمر خضر و طول مقام	بصف تخت مرصع گرفشان گشتم
برونخانی گزنس است تامنود جمال	ہزار سیلان یا قوت مصل بخشن علی
کرنے زباد مدد افتخار ترزا ب زال	تو ان زانش یا قوت آن جراغ افزو
چنانچہ عکس بجز افغان فتد در آب زال	فدا و پرتو یا قوت و محل برالس
کر جماع نیعین راشم رده محال	زم کوشش تازہ تر ز سبزه نو
اگر ز قطرو فنا نی شدی ز لال لال	طلاء تخت شدی آن زانش یا تو
بمانہ ارد و دیگر ہر انچ خواہی سہت	ز شان و شوکت فر و خلکو و کن جان

شاہ جہان کو تصدیدہ اس تقدیر پڑی ایسا کیمیم کو اس کے صدیں روپے کے برابر تلوایا اجو ۵۵۰۰

دن میں آئے، اور اس کو عطا کے لئے میں جشن اور ز شمسی کے موقع پر شاہی خزانہ سے کیمیم کو کچھ

لے بودتہ در حضورت
عمر صالح ح مس۔ ۹۰۷

اور حکم دیا کہ اس کا (یعنی قدسی کا) سنت سات بار ان مویہوں سے پر کیا جائے، سانتے
سوئے پھٹشت رکھا ہوا تھا، قدسی کامنہ بھر جاتا تو اس طشت میں مویہوں کو گرا دیتا تھا۔
اس قصیدہ کے بعد شاہ بھان نے قدسی کو اپنے دربار سے مناک کر لیا، جہاں سے اس
کو روزانہ نظریفہ ملتا تھا، اور جب اس نے دربار میں اپنی شاعری و نکتہ بخی کا سکر
بھاوا دیا، تو ملک الشراہ کے خطاب سے سرفراز کی گی، شستہ میں اس نے جشن نوروز کے
موقع پر ایک قصیدہ لکھا جس کو شاہ بھان نے بہت پسند کی، انعام میں اس کو رد پے میں تھا،
جو وزن میں پانچ ہزار پانچ سو تعلیہ شستہ میں قدسی کو کچھ اشارہ کے بعد میں سواتر فی ان
مرحمت ہوئیں، جہاں اڑاکم کی صحت یا لی کے موقع پر قدسی نے ایک قصیدہ کہا تو شاہ بھان
نے دو ہزار روپے عطا کئے تھے، جہاں اڑاکم کے جلنے کے موقع پر قدسی نے ایک رباعی بگیر
گذرا تھی، اس کی آخری بیت یہ ہے (کلامات الشراہ)
ناصر زدہ از شمع چینی بے ادبی پروانہ ز عشق شمع و اسونه است

قدسی کا انتقال شستہ میں ہوا ب طالبِ علمیم نے ایک مرثیہ لکھا جس کے ایک کنشہ
سے تاریخ نہ تھی ہے، ۴ دور از ان میں قدسی چشم زندان شد،

قدسی نے ایک شنوی ترقیت کشیر ہمربت راہ بھی لکھی، دکھلت اشراہ قلبی نخوا بھجات ایشہ کسی
قدسی کا مقابل ابو طالب کلیم تھا، کلیم کا شان کار ہے والا تھا، جما نگیر کے بعد
حکومت میں ہندوستان آیا، لیکن شش تھا میں وطن والیں چلا گی، پھر ہندوستان آیا، جما نگیر
لہ بادشاہ نامہ جلد اول حصہ دوم ص ۱۳۲، ۷۶۷ عمل صاحب حصہ دوم ص ۱۳۳، سروانہ اول حصہ ۱۳۷
یہ ہے کہ قدسی بادشاہ نامہ صاحب قرانی ب نظم اور وہ، تذکرہ سرخوش میں ہے کہ تظفہ نامہ شاہ بھان باحسن و چوہ
و طرز دخوانہ ب فضاحت و بلاعثت تمام ادا کر دے

میں صرف کرتا تھا، مگر بقول مولانا شبلی حکیم کا صلی کیاں غزل گوئی ہے، اس کا خاص رنگِ مصنون یہ ہے اور خیالِ افریقی ہے، اس کا ہر شعروت تخلیل کا ایک منظر ہے، جب اس کا استغفال ہوا تو غنی کشیری نے تاریخِ وفات یہ کی

گفت تاریخ وفات او غنی طور محنی پور روشن از کلیم کیم
کیم نے بہت سی مشنیاں بھی لکھیں، تقریباً اکابر آباد، خطاطوں، صوبوں دکن کے علاوہ بک شنوی بادشاہ نام بھی لکھنے کی جس میں عدشا بھائی کے شہنشاہی کے عالات ہیں، شاید ہی کی مشنی طفرا نام شاہ بھائی کے تھیں میں لکھی گئی جس میں شہنشاہی کے واقعات ہیں،

(بیرونی عاشق) بعد عدل او دا پس ستاند چن از غاک ز رہا سے خزان را

کفس پرداخت کان گوہر وزر فاک بر چید اخراجیں دکان را

در دن شیشہ افلاک بین بان سے فضائے آسان را

(حاشیہ غنیمہ) لہ مرادہ المیال ص ۲۵-۲۶ میں حکیم کی بیچ تھنہ غزلیں منتول ہیں، ان میں سے ایک سہ بھی ناظرین کی صفت کے بیچ پیش کرتے ہیں۔

ضفت تن از محل ہل گران گذشت پیری رسید و سی طیں جوان گذشت

و پس زمانہ قابل دیدن و بارہ نیست دو پس سکوہم کرہ زین خاک دان گذشت

صد بادا زکن زس میں کار دوان گذشت مدد اپنے گریہ تابع اثر نداشت

لبی بہر سان کرب بازی بمالی باعی کر دیں سالم نہ ن گذشت

دکشیں با تجد عنتا تمام نیست د قید نام انہم گه اذث ان گذشت

بن نامی حیات د و دوزی نبود پیش ۹ مگریم حکیم؛ تو کہ آنہم جس دن گذشت

دو دو گر بکند دل زین جان گذشت سکر دوز صرفت بستن دل شبابیں ۱۰

اشارے کے عمل میں ایک ہزار روپے ملے، شستہ میں کلیم شاہ جمان کے ساتھ کشیدگی، اس جگہ کی دلاؤ دیزیوں اور نگینوں کو دیکھ کر فریضتہ ہو گی، بادشاہ سے دہان قیام کی اجازت چاہی، جو منظر ہوئی، یہیں مشکل شاہی فتوحات منظوم کرتا تھا، جس کے لیے کلیم کو سالانہ وظیفہ ملتا تھا، شستہ میں شاہ جمان پھر کشیدگی، تو کلیم نے تہنیت کا قصیدہ لکھ کر پیش کی، جس کے انعام میں خدمت اور دوسرا شر فیان پائیں، شاہ جمان جب والپس ہونے لگا، تو کلیم نے پھر ایک قصیدہ لکھا، اور دوسرا شر فیان پھر، نام میں لیئے، گلات اشواہ، مؤلف سرخوش میں ہے کہ قیصر درم نے شاہ جمان کو خط لکھ کر یہ اعتراف کی کہ صرف ہندوستان کا بادشاہ پھوکر شاہ جمان کا لقب اختیار کرنا صحیح نہیں، اس اعتراف پر شاہ جمان بھی کچھ پریشان ہوا، اور میں الدوار سے اپنے لقب کو بدلتے کے لیے مشورہ کرنے والا تھا، کلیم نے ایک قصیدہ لکھ کر پیش کیا، جس میں لقب کی یہ توجیہ کی،

ہندو جہان زردی عدد ہر دو چون میکے است شہ راخ طاب شاہ جہانی میرزا است

شاہ جہان نے خوش ہو کر روپے میں اس کو تھوا دیا،

کلیم نے بت سے قصائد کے، ان قصائد میں طبیعت کا اصلی زور تشبیح خصوصاً بدایہ سے

لہ بادشاہ نامہ جلد دو میں، نیز شوالیم حصر سوم نازل کرام ذرتانی مفت، یہ شواہ طرح بھی نقش کی گیا ہے

ہندو جہان نہ دے عدد چون بربر است پر شرط طاب شاہ جمان زان مقتول است

تھے مولانا شوالی شوالیم حصر سوم (۱۷۲۷) میں اس کے ایک قصیدہ کا کچھ حصہ نقل کرتے ہیں، جو شاہ شاہ جمان ہی کی شا

میں کہا گیا تھا، اس کی جدت آفرینیان ملاحظہ ہوں

بجد شاہ جمان دخواب امن است کہ باید پا سبانے پا سبان رہ

بلکش راه زن مانشد جادہ بنzel سیر ساند کار روان رہ
(باتق۔ شیر صفحہ ۱۸۳)

بھی اس کا بڑا قدر داں تھا، اربابِ علم کے ساتھ اس کی فیاضی مشور بھی، مائنرا لامہ رجید ۷
(ص ۱۹۶)، میں ہے۔

”نظر غان ایرانیوں کو بکثرت روپے دیتا تھا، خصوصاً شعراً کے ساتھ خوب
باز و کرم کرتا، صاحب استاد اد شعراء پہنچنے سے دل پرداشتہ اس کی بارگاہ ہے
پہنچنے، اور جن احسانات کی ترقیات کے ساتھ آتے، وہ پوری ہوتیں، افضل امانت
مزاد صائب تبریزی ایران سے کابل آتا تو اس کی دینی نظر غان کی، اگر مجوہ شی او، فیاضی
سے اس کی صحبت ہے اس کی دلستگی یہی ہوئی کہ مدتوں نظر غان کے ساتھ ہندوستان
میں بہا، چنانچہ کہتا ہے ۱

غان غان را بزم و زم صائب یہاں

و سنی در شجاعت چون نظر غان نویت

نظر غان کے ذوق شاعری کا اندماز ۱۹۶ اس سے بھی ہو گا کہ وہ اپنے عہد کے تمام شعراً اشنا
صاحب، حکیم، قدسی، سعیداً یا زرگری، سالک قزوینی، داشت اور میر عصی
وغیرہ کے کلام کو ایک بیاض میں ہر ایک کے دست خاص سے لکھوا یا تھا، اور ہر ایک کی
تصویر اس کے ساتھ منلاک کرائی تھی، وہ خوب بھی صاحب دیوان تھا، میر غلام علی آزاد ملکہ
نے اس کے دیوان سے مائیں ملکہ امجد دوم (ص ۹۷) میں حسب ذیل اشعار منتخب کئے ہیں:

و لم بکوسے تو ایسے دار می آید نگاہ دار کر روزے بھا رمی آید

و رگو شرہ میخاذ ہمین گفت و شنید است بیاران بر سانید و مانے شب عید است

و دیسان ہند چون او لم بخود کام ضیت دام رام غرچہ می گوید دیکن رام ضیت

لکھم کو شاہ جہان کی فرمائش پر شرکت کی قدرت اتنی عالی تھی کہ اس نے شاہی تخت مرصع
شاہی پر شاہی شکریہ اور شاہی طلبان پر اشارہ کیے، شاہ جہان نے اپنی ہر چیز پر اس کے اشعار کرنے
کرایے تھے، (کھات، اشوا، قلمی، فتح، بھگال، ایشیا، سوسائٹی)

ظفر خان احسن کو شاہ جہانی عہد کا عبد الرحیم خانخانان سمجھتا جا ہے، مجمع انفاسیں ہیں
”بعد از عبد الرحیم خانخانان مش او زام آئندہ نیشن خارہ“

نام اصلی اسن اللہ، شخص احسن اور ظفر خان خطاب تھا، اس کا باپ خواجه ابوجون تربی
خراسان سے اکبر کے زمانہ میں ہندوستان آیا تو ہر زادہ دانیاں کا وزیر اور وکن کا دیوان
مقبرہ ہوا، جناح شیر کے زمانہ میں پہلے میرنشی پیر دیوان بھل کے عہدہ پر مأمور ہوا، اور پنج ہزاری منصب
سے سرفراز کی لگی، کابل کا حاکم بھی مقرر ہوا، شاہ جہان کے زمانہ میں شش ہزاری وشش ہزار سو اد کا
منصب اور کشمیر کا علاقہ دعطا ہوا، اس کے مرنسے کے بعد اسن اللہ شاہ نہ عنایت سے
مستینص ہوا، جناح شیر کے زمانہ ہی میں وہ باپ کی جگہ کامل کا حاکم اور ظفر خان کے خطاب سے
سرفراز کی بچکا تھا، شاہ جہان نے خواجه ابوجون کی زندگی میں یعنی ظفر خان کو کشمیر کی حکومت
تعزیین کی، جہان سے اس نے بہت پر فوج کشی کی، کچھ دنوں ٹھٹھے کا بھی حاکم رہا، وہ ایک
بلند پایہ شاعر بھی تھا، مرزاصاًب سے مشت سخن کرتا، ... رفتہ رفتہ اس کا ذوق اتنا بڑھا
کہ خود مرزاصاًب اس کی سخنہ اپنی کامداح ہو گیا، وجب صاحب کے کلام پر کہہ صنی کرتا تو خود
صاحب اس کی داد دیتا، چنانچہ صاحب ظفر خان کو میا طب کر کے ایک قصیدہ میں لکھا ہے:

تو جان ز دخل بجا مصرع مرادی تو از فضاحت وادی خطاب سجنم
صاحب کو ظفر خان کی مداجی پر فخر تھا، اس کی شان میں بہت سے تصاویر کے، ظفر خان

لہ مجمع انفاسی، قلمی، فتح، بھگال، ایشیا، سوسائٹی،

بڑی قدرت تھی، اس نے شخص کرتا تھا، نہ ہے کہ دو سال ہوئے اسکا انتقال ہو گیا ہے۔
یہ لکھکار شنا کی ربانی اور اشعار بھی نقل کئے ہیں، مثلاً شاہی آئینہ خانہ کی تعریف
یہ وہ کہتا ہے:

جس نے این نشیمنِ والا کہ بود رشک عالم بالا

دل زکھت بردا حسن دلچویش طاق آئینہ پشم و ابرویش

کردا بنے این بخوبی منزل اذیک آئینہ اش تمام چو دل

ایک بُرُول کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

چشم آن لحظہ کہ دھیر تو بیمار شود خاریت مردہ ام غیرت گلزار شود

عقل ناچار کشید جست زالایش نفس دایپ پر بیز کن طفل چوبیار شود

ایک ربائی بھی سننے کے قابل ہے:

کم نظرت ز عشق خرمن ہستی سوتخت پر حوصلہ نور زندگانی افراد خست

کا ہید خرد ز عشق و افراد جنون اذ باد پر ارع مرد و ائش افراد خست

کشیر پر ایک شنوی بھی لکھی ہے، ایک ساقی نامہ بھی اس کی طرف منسوب ہے، وہ جب

شہی کتب خانہ میں نگران تھا، تو عبد الحمید لاہوری اور محمد امین قزوینی کی تاریخون کا ایک
ملحق تیار کیا، جس میں شاہ جہانی ہمدرد کے پہلے تیس سال کے حالات تھے، ایسے شاہ جہان

کے نام سے اس کے اقتباسات جلد ختم ہیں دیے ہیں،

چانگیری ہمدرد کے جلیل العقد امیر اور شاہ جہان کے مریض ہمابت خان پر سالار کا لذکرا

ملہ ذکرہ نصراء بدی ۵۰-۵۱ ۲۷ فرست کتبخانہ شاہزادہ ص ۳۴۹ سے برٹش میوزیم کیشلاک، فارسی

شادم پل شکستگی خود کر پیش من قد دل شکسته چوز لف شکسته است
 گو شرست پی اگر ساقی بنا دارد بجاست عمر ناد گو شرست مینخانه خدمت کرده ام
 ظفرخان نے دو شنویان بھی تکھین ایک لا جو، پنجاب، کشمیر اور آگرہ وغیرہ کی تعریف
 میں تھی، دوسری شنوی کا نام میخانہ زار تھا،
 مرزا محمد طاہ آشتہ نا، ظفرخان کا اتر تھا، اس کی ماں بزرگ خانم و مژمل کی بڑی بن
 مکد بانو کی رڑکی تھی، شاہ جہان نے اس کو بہت ہی کم عمری میں زینی جب وہ صرف سات سال
 کا تھا منصب عطا کیا، اور جب سن شعور کو پہنچا تو ہر اور پانصدی کے منصب پر مأمور ہوا،
 اور اسی کے ساتھ داروغہ حضور بنا یا گیا، یہ عمدہ صرف خاندان کے معتمد ادا کیں کیلئے مخصوص
 ہوتا تھا، شاہ بھانی عحد کے آخر میں دہشا ہی کتب خانہ کا داروغہ مقرر ہوا، شاہ بھان نے اس کو
 پہنچانے کی خواص بتا کر کھا، آشنانے اپنی عمر کا آخری حصہ کشمیر میں گذرا، عالمگیر کے زمانہ میں اس کو
 چوبیس ہزار روپے سالانہ کا وظیفہ ملتا تھا، باپس شعرو شاعری کا ذوق و راشت میں پایا تھا،
 مائندر الامر ایں ہے:

”د مخفی بندی و سخن سخنی است د است، اس حاصب شنوی د دیوان؟“
 تذکرہ نصر ابادی کا مولف رقمطر از ہے:

”بڑا سمجھدار جوان تھا، لیکن طیعت میں شو خی تھی، اپنے دوستون مثلاً بلوط اب
 کلم اور دوسرے شعر، کو اپنے گھر میں بلاتا، اور کافی کی چیزوں میں نشہ اور چیزوں میں مادرتا،
 صحیح پر بھی وہ تمہارا تھا، اور اس سے غائبانہ ملاقات تھی، کئی بار خط بھی لکھا، اپنے
 دیوان، خسر و کی نغمیات اور دوسری کتیں بھی میرے پاس بھیجیں، شاعری میں اس کو

لئے فرمات کتب خانہ شاہ اور دو حصے ۲۲۶۔ سلہ مائندر الامر اور جلد دوم حصہ ۶۶۷،

سے مالاں کرتا رہتا تھا، جب تخت طاؤس تیا ہوا تو قدسی، کیم اور دوسرے دباری شمرا کے ساتھ شانماں نے بھی ایک تصیدہ کما جو پنڈ کی گی، اور وہ یہ ہے:

صحمد کرنفیض شتم ہنسین آفات	نقش نام شاہ دیدم در گلکن آفات
شاہ دین پرور شاہاب الدین محمد بن اشنا	شانی صاحب قران مدقرین آفات
تاقرین آفتا بش گفتہ ام بستم خجل	زانک باشد سایر حق برترین آفات
مجنون صفت سریش بین کریمکارم بن وق	تغم غلامے مدحش در زین آفات
تحنث شاہنشاہ ما ز آب گھر بد اکند	مون دریاۓ خجالت بر جین آفات
صفو اشعار من ازو صفت تحنث بادشا	چون یہ بیضا بود در آستین آفات
روے اورنگ شاہنشہ زبانی تابل دو	خیرگی بخشش بشم دو رہیں آفات
خوبی اعجائز دفع شاہ رانام کر راحت	از بلندی معنی من دلنشین آفات
شاو مان حل شہنشہ بر جمان پائند باد	تابود رخش فلک در زیر زین آفات
شیخ محمد عمن فانی کشیری ملا طاہر غنی کشیری کے استاد تھے، جو ان کے علمی کیلات کی بہت	

بری دلیل ہے، مراد انجیال ہیں ہے

تارک مالک نکتہ دان شیخ محسن فانی فاضل مجھ و صاحب جاہ دیا کیزہ روزگار

و خوش گو خوش صحبت بودہ۔ (ص ۵۲۷)

یہ بیضا میں آزاد بگرامی لکھتے ہیں

از ہانی کشیر است، در دشی صوفی مشرف صاحب ذوق بود، اعنی کشیری بندت

لئے مراد انجیال میں ہے شانماں بادجہ، کنست زبان طبی بناست، چالاک داشت و صاحب قران فانی با انگریز

ہمودہ صرخوش بودہ مور دانہا مات خافرہ سیگر داند۔ ۳۷، یعنی ۲۵۱

هر قرآن ایں اندھی صاحبِ علم اور صاحبِ سخن تھا، اما فی تخلص کرتے تھے، جنگلگیر کے روانہ ہیں اس کو سہرا دی نصب اور خانہ زاد فقان کا خطاب ملا، شاہزادان نے اس کو پختہ اوسوار کا منصب اور خانہ زمان کا خطاب عنیت کیا، مختلف اوقات میں وہ کابل، بیکار، مالوہ اور دکن کا صفوٰ رہا، شجاعت و پیغمبری کے علاوہ علوم و فنون کی سرپرستی کے لیے بھی مشہور تھا، اس کی کمی ثابت تھیں، تاریخ سلاطین عالم، تجویز عربی گنج پاد آور د، اور ایک دیوان تھا، اس کی سخن سمجھی کی داد دنگاروں نے دی ہے تذکرہ نصر آبادی میں ہے (ص ۵۹)

”شرش خانی از طفی نیست۔“

اُز د ملگرامی ید بھائیں لکھتے ہیں:

”دروادی شربنایت خوش سلیقه است۔“

مرزا محمد طاہر نصر آبادی نے اس کے جو اشعار پڑکئے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

بر دور جام مانوی سید نام او تا نام ماء در باندز جام ما

دور ان اگر بجام نگر دید گو نگرد ابن میں کر دور جام مگر بجام ما

ہر نفس از گری ہی شویم دل افسرہ ما شست شوا راب حیوان بی کم این مڑوا

بیگا د خو شم آشنا می خوا ہم در پلوی خذلیب جا می خوا ہم

چون غنچہ جیا می شلگفت شدہ ام تحریک نہی از صبا می خوا ہم

سطین شاد مان بخاب اور سن ابدال کے در میان بنتے والی قوم گھر کے ہکران خدا ن

کی نسل سے تھا، مراد اینیں کا صفت اس کو ایک عالی فطرت اور نیکو بیان "شاعر کہتا ہے،

اس کی زبان ہیں لکھتے تھی، مگر شاہزادان کو اس کا کلام بہت بند تھا، اسی وجہ سے اس کو انہیں

چنینه می گیرد چون رگ دست چلچین را بزد
 لارمی بند حنا چون رگ بپایاغنا
 گل زشم هار چنی بگردن انگشت
 تا تو اند شد حرایت شاهد هندوستان
 یان و محرا سبز شد از فیض ابر نوبهار
 شد عه صحن زمین هرگیب با م آهان
 چشم زگس از سواد هند روشن می شود
 همگلتان لار از سرمه پر شد سرمه دان
 گرد چکها هم غزالها خوانده در وقت بیان
 یک بندو دچون چون بزه کس طلبان
 بسکه سون می کند با و زبان وصف چمن
 دود بندو گرز حیرت غنچه را و اشد دهان
 تاب جو سبز شد از فیض ابر نوبهار
 بعد ول زنگوار دار و صخور آب رو دان
 زگس از بره شارثانی صاحقران
 گوشه باع جهان شد شک گلزار بستان
 با دشاد قدر دان شاه هجان گرفتیں او
 از هوا س کرم در هندوست فرش باشیت
 پرسش هایی بال همان شد سایر بان
 نیست تهنا با بردار و قرار و ز مین
 بسته گردون هم کمر دند منش از ککشان
 جزئی از که فرگفتیں پیش او چون فرض یو
 شد ز دو بطنخش کیا د چندین دود دان
 می کشد چشم دشمن سرمه از میل تان
 در زمان دو لش بندو دهم پیش
 شیخ فانی نے ایک شنوی مصدر الارجعی لکھی اس کا آغاز اس شعر س کی:
 بسم اللہ الرحمن الرحيم تازه نسلے است ز باغ قدیم

محمد حسین آشوب کے باده میں غلام ملی آزاد بلگرای صرف آتنا لکھتے ہیں کہ ماڑندان
 سے آگر ظفر غان احسن کے دربار سے واپسہ ہجو، مگر لطف اللہ منس کی نظم سے پتچاہ ہے کہ

کب مکالات کر دہ۔"

صحیح گلشن (ص ۳۰۰) میں ہے :

"وی دا کتر علوم علم یکتی ہی افراشت"

دارالشکوہ کے بھی نیم خاص رہے، اور اس کے یہاں پڑی ثروت و علمت حاصل کی، شاہ جہان نے الہ آباد کی تعدادت تقدیم کی، یہاں حضرت شیخ شب اندر الہ آبادی قدس سرہ سے سلوک کی تعلیم پائی، اور تصفیہ دل اور تزکیہ باطن کی نعمت سے سرفراز ہوتے، مگر جب نند محمد نے وائی بخش و بخارا کوش ہی فوجوں سے نجست ہوئی تو اس کے مال دا باب میں شیخ فانی کا ایک دیوان بھی پایا گیا جس میں اس کی شان میں ایک قصیدہ بھی تھا، شاہ جہان کو یہ بات ناگوار ہوئی، اور شیخ فانی کو صداقت کے عمدہ سے مزول کرویا، لیکن ان کے علم و فضل کی قدر کی، اور سالانہ فطیم مقرر کر دیا، فانی نے تعمیر کٹھر میرین گزاری، ان سے فیضیاب ہونے کے لیے ان کے یہاں امداد اور تلاذہ کا بھرم رہتا تھا، ان کے کلام میں پڑی بگئی، روایتی اور لطافت ہوتی تھی، مثال کے طور پر ہم ایک قصیدہ پیش کرتے ہیں، جو انہوں نے شاہ جہان کی درج میں کہا تھا، اس میں نہ انہا نہ اس طرح استعمال کئے گئے ہیں کہ ان کی وجہ سے قصیدہ میں تفعیل کے بجائے حسن پیدا ہو گیا ہے، شاہ جہان کی فیضی، کرم گستربی اور ندبیاشی کے ساتھ ہندوستان کی جو تعریف کی گئی ہے، وہ بھی لائق توجہ ہے،

ذببار امداد بسیر گلشن ہندوستان زیدار طوطی بجا سے پر بیدار در گلستان

پشم مردم از سوا دہندروشن جی شود کو نیار دکس متاع سرمه را از رامن

نیست طوطی با بحر کلیان پچیں سربان دمپن ہر صبح میا جی کندر گ بنت

بکدا در درجن میل گرفتاری برد زیدار قمری ز طوق خوش بندان

تمادلم در صفت حسن غزل خوان شدہ است و صفت ابروئے تو مطلع دیوان شدہ است

باقیا نئی شاد جہانی دربار کا ایک مقبول شاعر تھا، نام باتی، اور دلن نایں تھا، عراق میں حکیم شفائی، اور خراسان میں مزرا فصیحی کی صحبت سے فضیاب ہو کر ہندوستان آیا، طلبی کی وساطت سے مزارعیاث بیگ اعتماد الدولہ کے دربار میں پہنچا، اور ایک قصیدہ پیش کئے تقرب حاصل کیا، پھر شہزادہ خرم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور جب شہزادہ سر بردارے سلطنت ہوا تو اس کو اپنی شہزادہ نوازش سے برابر سرفراز کرایا، چنانچہ لٹھے میں جشن فوز کے موقع پر باقیانے ایک قصیدہ کہا تو شاد جہان نے قدسی اور حکیم کی طرح اس کو محی روپے سے تکوایا جو وزن میں پانچ ہزار..... ہوتے، شاعری کے ساتھ ساتھ موسيقی کا بھی باہر تھا، چنانچہ معاصر مورخین ان فنون لطیفہ میں اس کے کمال کے مدائح اور معترف ہیں، عبدالگنید لاہوری کا بیان ہے:

باقیا نئی را دشتر طبیعت روان و تھانیت فارسی اواد میزش نعمت ہندوت

با شیر دار دی

عمل صالح (حصہ دوم ص ۲۳۰، ۲۴۰) میں ہے:

سخنور طبع روان دار دیور تھیت و تالیف نعمت بروش موسيقا سے یعنی
و فاء بس بے نہیت ماہراست و تھانیت خود را کہ برونق ریختہ، طرز ایر خسرد و بندز ہنز
ہند بر آئندہ لہذا مغوب و مطبوع صالح و طالع اقتاد و

(قصیدہ عاشیر ص ۶۹۲) یہ، منلاست، لیکن کامن لکر بجاءه خوشی لی می گذشت، و بعد شاہ جہان باڈشاہ بُش جہان

آباد رسیدہ، قصیدہ فصیح بخنور شاہی گذرائیں دیکھو، از مرتبہ متن گشتہ بطن خرد بانگر دید، (ص ۶۱)

دو اشیٰ صفحہ نما): لہ سخنوار ص ۵۵۵، لہ مائز اکرام جلد دوم ص ۹،

وہ شاہی بھائی دربار کے شفراں میں سے تھا، آزاد بگرامی اس کے حسب ذیل و شعر نقل کرتے ہیں، مگر
یہ بھی لکھتے ہیں کہ دونوں شرمن بیگ رفیع کی طرف بھی منسوب ہیں،
 سبزہ از فرگان نیز مشت شادابی گزت بگ از پشم تتمیم بے خوابی گرفت
 نقد اشکم را بزور از مردم پشم کر بود گرد او گرد مر کر باج اندر ملہی گرفت
 میر الہی بہانی - سہان کے علاوہ اسدا بار کے سادات ہیں سے تھا، اصفہان میں عکیم صفائی
 اور آفارضی کی صحبت سے فیضیاب ہو کر مہند و سان آیا، اور شاہی بھائی دربار میں ملازم ہوا،

آزاد بگرامی اس کے کلام کے بہت دار ہیں، لکھتے ہیں:

کلامش نظرتے دندوبتے دارد، دنہ اتمارا لذتے خاص می بخشد ۲۶

غنج کشیری بھی اس کے شاعر اذکول کا مفترف تھا، چنانچہ الہی کی دفات پر یہ تاریخ کی، ع
یرد اعلیٰ رہمان گو سخن

کلام کا نونزی ہے:

زمانہ بسک مر اخاکار مردم کرد ز آب دیدہ من می تو ان تمام کرد
مر باعی

از دوست اسے تازہ گل باغ مراد چون غچہ چیدہ خنده ام رفتہ زیاد
 گریان چوپالا پرم درکفت سرت نالان چو بسوی خلیم درہ بادہ
 اجمی شیرازی - نوشت و خواند سے بے بہرہ تھا، مگر شرگوئی میں کافی شہرت حاصل
 کی، شاہ جہان کے جود و سخا کی شہرت سنکر شیراز سے شاہ جہان کیا دیا، اور شاہی دربار میں
 کئی قصائد پیش کئے، فخام دا کراما بکر وطن لوٹ گیا، اس کا یہ شعرو در وشن ہیں منقول ہے:

لہی بینا کا! سدا اڑا لکرام بعد وہم مٹت گھے ایضاً، لئے دوز دش میں ہے: امی شیرازی اگرچہ در وشن خود
 (دہقان شاعریں ۳۴۳ پر)

سے ملاقات ہوئی، پھر دو فن ایسے شیر و ٹکڑی بوجے گا بھی دونوں کا نام ساتھ ساتھ لیا جاتا ہے۔

ظفر خان کشیر کا صوبہ دار مقرر ہوا تو مرزا صائب کو سانحہ لے گی، ظفر خان کو مرزا صائب کی مبارکباد پر اور مرزا صائب کو ظفر خان کی شاگردی پر ناز خواہ، سال ۱۸۹۰ء میں صائبؒ مشہد اقدس کی نیارت کو چنانچہ ساتھ تھا تو شاہ جہان نے زاد سفر کے لیے پانچ زار روپے عنایت کے، صائبؒ کے پاپ کو اس سے ایسی محبت تھی کہ اس کی جداگانی زیادہ دفعوں تک گورنمنٹ کی، اور خود ہندوستان کا ہر اس کو اپنے ساتھ دطندا پس لے گی، ایران میں شاہ عباس ثانی نے اس کی بڑی قدر و اونی کی، اور ملک اشعراء کا خطاب دیا، لیکن صائبؒ کو ہندوستان کی فیاضیاں رہ رہ کر یاد آئی تھیں جب تو اب جعفر خان عالمگیر کے عہد میں وزیر اعظم مقرر ہوا تو مرزا نے یہ شعر لکھ کر بھیجا،

دور دستان دبا حسان یاد کرو ان ہوتے درہ ہر نخلے پائے خود شمری افلان

جعفر خان نے پانچ زار روپے اور، ایک دوسری روایت کے مطابق پانچ زار اشعر فیان بیھیں، سال ۱۸۹۰ء میں وفات پائی، اس کے مزاد پر اس کی ایک غزل کندہ ہے جس کا مطلع یہ ہے:

دریچ پر دہ میت نباشد نہ اے تو عالم پر است از تر دعا میت بخانز

ایک صاحب سخن نے اس کو مزاد کر دیا کہ ایک پر فضاظ قائم پر دیکھ کر شعر بھی لکھ دیا ہے:

اسے صبا آہستہ پا پر گلے غمہ نہ پاسند نہ لگا صبا با خوابیدہ است لہ

مولانا تسلی شرعاً عالم حصہ سوم (ص ۱۸۹۰ء) میں لکھتے ہیں کہ ایران میں شاعری روڈ کی سے شروع ہوئی اور مرزا صائب پر ختم ہو گئی، اس دیتی رائے کے بعد کسی مزید تبصرہ کی گنجائش نہیں، مولانا تسلی کھاتا ہے اس کے حوالے سے یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا کی زندگی ہی میں اس کے کلام مکویں حسن قبول ہاصل ہو چکا تھا کہ سلطین اور امرا و شاہ ایران سے اس کے کلام کی استعداد کرتے لئے کھاتا اشعار، ذکر مرزا صائبؒ

میخانہ کا مؤلف رقم طراز ہے (ص ۵۶۰)

رسارو علم موسیقی ترتیب دادہ کتا ہے کے بین روشن ترتیب نہ خذ

مذکورہ نصریہ ادی کا مصنف بھی اس کی سخن بھی کا معرفت ہے، اور اس کے تین شعر

اپنے تذکرہ میں نقل کئے ہیں (ص ۳۰، ۳۱)

زان زخم کو س توکل کامان از بهن می رساند زندے دچرخ دگر ہم ہی زند

ہمہ حاصل جہا زا پر نہ طصرملکن بر کافر و مسلمان پشین و ملح کل کن

رفته بنز لگہ مقصود عزیزان با قیست کر دامنہ درین مرحلہ تبا

کچور زمی کوستی کے اشعار بھی سنتے:

تو بکر دیم کرتا بادہ نہاشد نخزیم تاکہ ساقی پسر سادہ نباشد نخوریم

بادہ تا میکدہ مکوہ نباشد نکشیم روزہ تارو زی اما دہ نباشد نخزیم لہ

اطف اللہ کے گنے ہر سخوار کے ملا دہ بست سے اور بھی ارباب سخن بارگاہ شایخی

سے منکر تھے، ان میں سبک پلے مرزا صائب پندرہ بیتی ہے، صائب کی ولادت تبریز

میں ہوئی، لیکن تعلیم اماغناں میں پائی، شاعری میں حکیم رکن سعی کافی اور حکیم شفافی کا شاگرد ہوا

جہان یگر کے زمانہ میں تجارت کے سلسلہ سے ہندوستان آیا، جہان یگر کے دہار میں اس کی رسمی

ہوئی، لیکن اس کی شاعریہ صلاحیت و وجود ہر شاہ جہان کے زمانہ میں چکا، شاہ جہان جب

تخت پر بیٹھا تو اس ایک تاریخی قسطہ لکھا جس کے صفحے میں شاہ جہان نے اس کو بارہ ہزار روپے

دیے، کچھ دلوں کے بعد منصب ہزاری اور مستعد غان کا خطاب بھی عطا کیا، تھا میں شاہ جہا

نے دکن کا رخ کیا، ترمذ اصحاب اس کے ہر کا بحث اسی دہاری میں نظر فان حن

اشعار دلپذیرش، بنیت رنگین داعنات سخن پیش بے نایت میں است۔ (۲۷)
علام علی آزاد ملکرامی سے بھی خزانہ عامرہ میں اس کے اشعار کی فضاحت و بلاغت کی بڑی

قریبیت کی ہے،

سرخوش کلمات الشعرا میں رقمطراز ہے:

"و سخن یا بی یہ بمعنا داشت، ببیار خوش نکلاست"

یہ لکھ کر طرز کلام کا یہ نونمپیش کیا ہے:

ہن آئخنة ز تو اتر پیدا نیست ہمشیر است دین کا شکر پیدا نیست

آپخان با قریے گشت و جروم اکدو کرتا بے تو تو ان دین و پیمن توک

تمام عمرم باشا ہو و سار لگدشت جاب دار مراغہ مدپیالہ لگدشت

روز اول کاندرین ویرا نہ بہادم قدم بازی بایست گشت دہر دیواری نداشت

چھوٹن نگین کہ بہرنگین دان شدت خلق اور اخدا برائے کنار ا فریہ است

سخانہ میں اس کا ایک ساقی نامہ اور دوسرے اشعار بھی درج ہیں۔ مخزن المزارب

میں بھی اس کے دیوان کے طویل انجام بارت میں، ہو خرا لذ کر تذکرہ کے مطابق سے پتہ چلتا ہے

کہ جانگیر کے زمانہ میں حکیم رکن کاشی اس کی فیاضی کی پولت ایک بڑی دولت حاصل کر کے

وطن بوٹ گیا تھا، اور دہان سے پھر آیا تو ایک سو پانچ سال کی عمر میں وطن واپس گی، یہم

رکن کاشی کے دو بھائی حکیم قطباء اور حکیم فضیر اکفان میں رحمت خان بھی شاہی وجود سے فیضا ب ہوتا

ہے، حکیم قطباء کا لڑکا صفت، والدین رحمت خان شاہجہان اور بالکلگیر کے منصب اور امراء میں

سے تھا، اور ابو طالب حکیم کی لڑکی اس کے جو راعظہ میں تھی، (ویکھو ماٹر الام بعد، ق۲۵)

حکیم رکن کاشی نے مشید اکے وقت سخن کی داد دی ہے۔

کرتے تھے اور تختہ اور سو نعمات کی طرح اس کی غزلیں صحی جاتی تھیں،
 ابھی ذکر کیا گیا ہے کہ مزا صائب شعرو شاعری میں حکیم رکنا میخ کاشی سے قلیم بانی،
 اس کا پورا نام رکن الدین مسعود اور مخصوص تیکھ کجھی سیخا اور بھی سیخی تھا، ابا واحد دشیراز کے
 نہتے والے تھے لیکن کاشان میں توطن اختیار کر دیا تھا، طبابت خاندانی پیش تھا، اس یے حکیم
 رکن کاشی کے نام سے بھی شریت پائی، ایران میں شاہ عباس صفوی کا نزدیم خاص تھا، مگر کسی سبب
 سے کمد خاطر ہو کر اس نے شاہ ایران کے دربار سے قطع تعلق کر دیا، اور یہ مطلع لکھا:
 گر نلک یک بھیم بمن گران باشد شر شام بیرون ی ردم چون آفتاب کشوش
 اس کے بعد ہندوستان چلا آیا، اور اکبر و جانشیر کے خوان کرم کی زر ربانی کی، کچھ دنوں ہابت
 خان اور اس کے رٹ کے امان اللہ کی خدمت میں بھی رہا، شاہ جہان جب تخت پر بیٹھا تو حسب فیلی
 قطعہ لکھ کر بارہ ہزار روپے انعام میں حاصل کئے،

باد شاه زمان شاہ جہان خرم دشاد کامران باشد

بہ سال جلوس او گفتہ در جہان بادتا جہان باشد

سالستہ میں مسند اقدس کی زیارت کی اجازت شاہ جہان سے می تو خزانہ عامہ سے
 زاد سفر کے لیے پانچ سالہ روپے غایت کئے گئے، زیارت کے بعد وطن کی طرف مراجعت کی،
 اور دہیں ۱۰۷۴ دفات پانی، شاہ جہان غاباً نہ طور پر بھی اس کو بیاد کیا کرتا تھا، اور وفا توفی
 تھیں بمحاجہ رہتا تھا، ایک دیوان چھوڑا جس میں ایک لاکھ اشارہ تھے، مزا صائب نے اس کے
 دیوان کا انتخاب کر کے حق شاگردی ادا کیا، سیخا کامولیف اس کے حاصل شاعر کا اعزاز
 کرتے ہوئے لکھتا ہے:

زین طب دیابی کہ پودر کلام تو گردنکر کلام اپنی شوم رو است
 قدسی نے ایک قصیدہ کہا تھا، جس کا مطلع یہ ہے
 عالم از نازم بے توچان تنگ ٹھنا کہ شنید از سر آتش نتو اندر خاست
 شیدا نے اس قصیدہ کے ہر شعر پر اعتراض کیا، اور ان اعتراضات کو منظوم کیا ہے جن میں
 سے کچھ اشعار یہ ہیں:

اے خون بخی ہنز مند باندیشہ بسخ
 نقدم ہر رف بمیرزان خرد یے کھو کاست
 نالہ در سینہ ہوا میست کربے قصد رو
 چونکہ از سینہ ہوا گیر شند از جنس ہواست
 عالم از دوی نشو و تنگ ولیکن ملاں
 خود گرفتم کہ جہان تنگ شداد ناز تو
 کہ زنگی نظر از حشمت نیارد برخاست
 نیست ترتیب دو مصارع بھم ربط پذیر
 کہ سیاق سخن از ہر دو باندیشہ چداست
 تنگی عالم از نار بکیفت اوست
 میانگی جاز کجا تنسگی اندوہ کجبا
 بیشتر از تن و جان تفریڈ ہم پیدا است
 اسی طرح کی اور بھی ابیات ہیں، مراد اینیں کے مولف کا بیان ہے کہ شیدا کے یہ فرمائی
 پست شنور ہوئے، مگر مرزا محمد ظاہر نصر آبادی اپنے ذکرہ میں لکھتا ہے کہ شیدا نے اپنے اعتراض
 میں نا انصافی سے کام لیا ہے، دص ۲۴۳ ص

ٹنادہ جہان بھی فیدا کی گتائی اور بے باکی سے کئی بار بخییدہ ہوا، ایک بار شاہ جہان نے
 اس سے پوچھا کہ "تم شعر اچا کہتے ہو یا حکیم ماذق گیلانی"۔ شیدا نے بادشاہ کے اس سوال کو
 تماہن کی، کیونکہ وہ حکیم ماذق گیلانی کو اپنے مقابلہ نہیں سمجھتا تھا، اور اس کی ہجو کہہ چکا تھا،

میجا را بیشید یا ان عالم الفقی باشد بجز شید انگویہ شوگر کس در زمین من
 اور یہ داد و موب جب تھب ہے کیونکہ تمام ایرانی شوارا شید سے نالان اور آنزوہ خاطر ہے
 شید اکو ایرانی شوارا کے احس برتری سے چڑھتی کشمیر پاس نے نہ زمین ایک کتاب لکھی سے اس
 کے فاتحہ میں لکھتا ہے۔

"اہل ایران ہندی نزاد ہونے کی وجہ سے میری کوئی حقیقت نہیں بکھتے ہیں، وہاں کوئی
 بھول گئے ہیں، کجب حضرت آدم علیہ السلام بہت سے دنیا میں اُسے تو سر اندیش
 کی زمین کو اپنی ذات سے نشرت فرایا، اور اس پر تمام مردمیں کا اتفاق ہے، اس لیے حضرت
 آدم علیہ السلام ہندی ہیں، اور جن لوگوں نے ہندی میں لشودہ مغلبی ہے ان میں آدمیت زیاد
 ہے، اصلی بات یہ ہے کہ ایرانی اور ہندی ہڈنا خفر کی سند نہیں ہے، آدمی کی ہوت اس کی ذاتی
 عزت سے ہوتی ہے، اگر ایرانی طنز کریں گے کہ فارسی ہما، ی زبان ہے، تو اپنی زبان کو اپنے
 تابویں زبانیں گے، اور اگر زبان ان کے تابوں ہو جگی تو مذاق شاعری سے اہانتہ ہوں گے،
 چونکہ شاعری کی مقدرت نہیں رکھتے ہیں، مجبوراً ہاتھ ماڈن مارتے ہیں، ظاہر میں لوگ جو صورت
 کو دیکھ کر معافی کا پتہ نہیں پاسکتے ہیں، میری ظاہری حالت کو دیکھتے ہیں، میرے زمین معافی
 ان کے غصت کی طرح خوبصورت ہیں، اور ان کے اشارے میرے پڑے کی طرح بد صورت
 میرے کہوں پر نظر رکھتے ہیں اور میں ان کے سامنے زمین معافی پیش کرتا ہوں، جو کچھ کر
 بے تخفی سے کہا گیا وہ پسکتے ہے، اور پس سے رنجید، ہونا احتلنے دن کا کام نہیں (امانی مغلبی)
 ان ہی جذبات کی بنابر اس نے ایرانی شوارا کی بھوکھی طالب اُٹی کی نہست کا ذکر میں اچکا
 ہے، اُنہی ہدایت پر ایک تقطیع لکھا۔

اسے میرمن کر کر دادہ اُنہی تخلصی
 ازم دلاہی از چہ اُنہی شدن خطا

موسوم پر دولت بیدار اور ایک دیوان بھی چھوڑا، دیوان ہن ایک لاکھ اشارتے، میرا محمد طاہر نظر آبادی اپنے سذ کرہے ہیں اس کے کلام کی تعریف کرتا ہوا لکھتا ہے:

”خیالش غریب دافکارش لطیف است، شربیاری گفتہ (ص ۲۷۳)

غلام علی آزاد بگرامی آئش اکرام جدد و م (ص ۲۷) ہن تحریر فرماتے ہیں:

”حاجب ذہن رساؤ نکر آسان پسابود ذشور ابرعت نام ہی گفت، بچشم زدن

جو اہر فرادان ہی سخت؟“

مگر خود شیدا کے معاصر تنہ لاموری نے اس کے کلام کی تجویز کی ہے۔

شیدا گوید کہ شمن لک بیت است ہر نقطہ من بصفویے شک بیت است

لک بیت درست نیست در دیوانش از جنت بر و ت صاحب لکست است

یہ بچوشیدا سی افرات فری کا نتیجہ ہے جس میں خود شیدا بھی مبتلا تھا، مراد آنکھیں کے جو لفظ

کا بیان ہے کہ شیدا بہت ہی ذہنی استعداد اور شاعر تھا، علم عروض میں اس کی حمارت کا مذہب بدلش

تھی، وہ ایسے شوار کو خاطر میں نہیں لاتا تھا، جو مقبول خاص و عام مہوتے تھے مگر فن شاعری سے

بیکھڑاتے، ان کے کلام کے عیوب و نقصان کو بستے بے باہا ہی تھے آشکارا کرتا تھا، اسی یہ اس کی بھی تجویز گئی۔

شاہ جہانی دربار کے شوار، میں حکیم حافظ گیلانی کی رونت اور خود پسندی مشهور تھی،

وہ حکیم ہمام گیلانی کا رہنا کا تھا، اس میں دراثت میں طبابت اور دادرست کے ملادہ علم و ادب

کا بھی ذوق پایا، شاہ جہان نے پتی تخت نشینی کے موقع پر اس کو منصب ہمراہ پانصداری شش عدد

سو اربعطا کیا، اور اسی سال والی توران کے پاس سیفیر پناک کی چو جوا، وہاں سے واپسی کے بعد اس کو

اس یے جل کر پولتا، ہم دونوں سے رائے پائے داس بتر کرتا ہے، رائے پائے داس شاہی
دبار کا اوپنی ملازم تھا، جو منحک اشمار کی کرتا تھا، شاہ جان اس جواب سے بہت کبیدہ خاطر
ہوا، اور شیدا کو دربار سے نکلنے کا حکم دیا، ایک موقع پر شیدا کا یہ مشور شرست ہجھان کو نیا گیا
پیٹت دانی با وہ گلگون مصباح ہبہ حسن پار و دگار روشنی رائے پیغمبر
شاہ جان نے ام انجام سرثرب کی یہ تو قیرا پڑھ دین پسند نہیں کی، اور فوراً شیدا
کو شرپر کرنے کا حکم چارہ کیا، شیدا نے اپنی برات کے لیے پہنچ جائی کامندر جہذیل شعر
استشاد میں پیش کیا،

از صراحتی دو بار طفلن سے پیش جائی باز چار قل است

بھر ایک طویل قطعہ معذرت میں لکھا جس کے کچھ اشعار یہ ہیں:

بجان پناہا شاہا بعد رجاء و جلال	تیا فرید خدا چون ترا عدل و نظر
بوضعتے زده سرہمن این صدر خوش	کر گشتہ و دوز بان بد صغیر و کبیر
اگرچہ نظر عالم استینش خاص	بنخاص و عام بود شرہ بچو بدمیسر
چنین کر مکش اسرا نلوی جانی	کہ بست گفتہ اودورا زد تقصیر
بوضعتے زصرای دو بارہ طفلن سے	پا ز چار طفلن گفت و قارغ اذ تکنیر
مرا بکفرچے نسبت بود کہ پر نستے	سخن چنین کند و پیچ نایش بعضیمر
مرا چ شاہ بر اند کجا قوہ نم رفت	بلجہ راند ان از کفت کیا رود شریش لہ
اس قطعہ کو ملکر شاہ جان نے شیدا کو معاف کر دیا، آخر عمر میں وہ کشیر میں گرفتار شدیں	
بوجگا تھا، جمان اس کو شاہ جان کی طرف سے وظیفہ ملتا تھا، اپنی علی یادگار میں ایک منو	

اور دو نہ طاؤں کے درمیان ایک درخت نصب کیا گیا تھا، چل۔ الماس، زمرہ اور مراد ریس سے مرصع تھا، تخت پر چڑھنے کے لیے تین پائے کی ایک سیری بنا فیگئی تھی جو جواہر سے آرائی تھی تخت کے گرد مکینہ لگانے کے لیے گیارہ مرصع تختے ہے جن میں سے درمیان کا تختہ جس پر بادشاہ ہاتھ رکھ کر تکمیل لگا کے بیٹھتا تھا وہ لامکھا روپے کی قیمت کا تھا، اور ان میں ایک محل تھا جس کو تھاں عبس صنوی نے تختہ چہار گلگیر کی خدمت میں بیجا تھا، اس پر پسے امیر تمیور مرزا شاہ رخ، مرزا اننگیز کے نام کندہ تھے، شاہ عباس نے بھی اس پر اپنا نام لکھا ہوا، پھر جانگیر نے اپنا اور اکبر کا نام لکھ دیا، اس بعد شاہ جہان نے اپنا نام کندہ کر دیا، عالمگیر کے اوائل دور حکومت میں اس تخت کی بریسی و ترتیب میں اور اضافو کی گئی، بے بدل خان نے جب اس کو تیار کی تو شاہ جہان نے خوش ہو کر یہ پل خان کو روپے میں تلوایا، اور حب آشونیں سال جلوس کے جشن میں شاہ جہان، اس پر جلوہ افزود ہوا تو تمام شہزادے تھیدے، لطفیں اور مشیان پیش کیں، حاجی محمد جہان قدسی نے اس کی تائیج اور بگٹ شہنشاہی مادل نکالی، قدسی کی اس شنوی کے کچھ اشعار ہیں

زہے فرخندہ تخت پاد شاہی	کرشمہ سماں بتائید الہی
فلک روزے کلینکر دش محل	زر خود شید را بگداخت اول
بینا کا ریش میساے انداک	بھکم کا ر فراہوت شد پاک
بیا تو شش کو در قید با نیست	بجز این تخت از زر د گو ہر پیغام
ب ب محل بیاز اول بجا نیست	وجود بخود کان را حکمت این پر د
بڑا نئے پاری اش عمرے کی شدہ	بینا کا ریش میساے انداک
بجز جش عالم از زر شد چنان بنا	گمراہ سے بسر غائم پریدہ

عرض کمر کی خدمت تفویض کی گئی، اور سہ ہزار دی منصب دیا گی، کچھ دنوں کے بعد گو شہنشہ نی
اختیار کر لی، مگر اس زمانہ میں بھی شاہی خزانہ سے بیس ہزار اور پھر بعد میں چالیس ہزار دوپتے سالا
وظیفہ ملت تھا، کچھ دنوں ہی یاری مورخون کے ساتھ اس عمد کی تاریخ لکھنے میں بھی شرک کیا، اس کے
اشمار صاف اور پاکیزہ ضرور ہوتے تھے، مگر اپنی خود میں کی بن پڑائی کو اندر سے بھی بتر تصور کرتا
تھا، اپنے دیوان کو پڑھی زینت و آرائش کے ساتھ لکھوا کر ایک مرخص طشت پر رکھتا تھا، اور جب
کسی مجلس میں جاتا اور عاملین سلطنت اس کی تضمیں کے یہ نہ تھے تو برہمی کا اظہار کرتا
دیوان کو ایک مظہار حل پر کوکر اپنا کلام سناتا تھا، اس کے اس شکر کی داد تقدیح بھی دی جاتی
لے دلمبجع تسلی نبی شود ساذن ببارو دم وگل دیدم دخزان دیدم
کچھ اور بھی نہیں

بُوكِ حَلْ اَشْبَ زَوْ دَشْعَ مَيْ اَيْدِيْ مَكْرَ بَيلِ اَنْكَ بَرْ سَرْ فَا كَتَرِيْ دَهْرِيْ نَكْتَ
نَيْدِ تَسْعِ دَسْلَمْ عَارِ دَارِد كَسْكَوْ پَرْ سِيَانْ زَنَارِ دَارِد
مَنْ آنْ تَسْعِ دَابِ دَسْتِ گَيرَم كَاوَذَا كَرْ بُودْ گَرْنِ مَبِيسِمْ
سَعِيدَانِيْ گِيلَانِيْ شَاءِ بَحِيْ تَحَا، دَرِ عَالِيْ قَسْمَ كَاصْنَاعِ بَحِيْ، اسْ كَوَزْرَ گَرِيْ مَيْنِ غَيْرِ مَعْوَنِيْ لَكَا
حَاصِلَ تَحَا، اسِيْ يَيْ شَاءِ بَحِيْ تَحَا، اسْ كَوَزْرَ گَرِيْ خَانَ دَادِ دَغَ مَقْرَرِيْ، اور بَيْ بَدلَ خَانَ كَاخْطَا
دِيَا، شَاءِ بَحِيْ عَنْدَ كَاسْبَيْ بَرِاصْفَتِيْ كَارِنَجَتَ طَاؤُسْ اسِيْ كَهَ تَخُونْ، بَنجَامِ بَأْيَا، ایک کَرْ گَرْ
روپے کی لگت سے سات سال میں تیار ہوا، اس کا طول سو اتنی گز، عرض ڈھانی گز بندی باری
تھی، اس تخت کے اذر قبیل حصہ میں زیادہ تر میں کاری کا کام اور کچھ جرمیں تھا جبکہ دوسری حصہ میں لٹھنے والے جوڑے ہوتے
تھے، اوس کو زمرد کے بارہ سوون مرقاٹ کی گئی تھا، جھیت کے اوپر دو مرخص طاؤس بناتے گئے تھے۔

بسوی ہند عمان زد و تاب شد با جاه
 جماندہ بر ق نما بر شے چو باد وزان
 فلک بدوار رکاب و ملک بُدر عمان
 بداد و جود بدوار الخلاف آمد باز
 پهارا شکر بیغز و دباز حسن جمان
 بہر زین کہ ازاں سای فتا و ظلک
 بادا تبا بید و سنجگاہ پایہ کان
 جمال و رنگ ر او رنگ باد شاه زن
 خدیو ملک و مل باد شاه دین دل
 جمان پناہ شہنشی د دیا دل
 محظی از کرم وجود یکت پایان
 شود ہزیر زین چورگ جمند طبان
 ازان بود سرد شمن بزگ یا
 کہ از بارے حامت بود دام فان
 عبد الحمید لاہوری نے باد شاه تامر (جلد اول حصہ دوم ص ۲۵۶) میں سید ای گیلانی کی
 شاعری کی بڑی ستائیش کی ہے، لکھتا ہے:

از رسائی طبع و روافی نگرا کثری نظم معافی می پردازد، غافل ہموارہ دلشیں
 است، و معنایں نوائیں،

اور مثال کے طور پر بہت سے اشارات کئے ہیں، ان میں سے یک عزل کے
 شرسم بھی ہے ناظرین کرتے ہیں:

سوارہ آن سر زین رکاب می آید
 بچہ رہ اشک ہزار آفتاب می آید
 چوتھے کو سوی آب از سلب می آید
 کند عق رخت اے نازین زتاب نگاہ

رساند گر نلک خود را پایش	د بد خور شید و مرد از وہ انش
سر افزایی که سر بر پایش شود	ز گردون پایی بر تخت افزود
اثر با قیست تا کون و مکان را	بود بر تخت جاشا هجوان را
بود تمحی سین هر روز جایش	خراب یفت کشور زیر پایش
چو تاریخ زبان پر سیدا زول	گفت او رنگ شاپنگ عادل

اس جن میں ابو طالب کیم، سلطان شادمان اور دوسرے شعراء نے بھی فصیدے کے بیان کیے تھے ذکر آجکا ہے خود حیدای گیلانی نے ۳۷ شعر دیا تھا یعنی فصیدہ کہ کہاں کے مختلف واقعات سلطنت کی تاریخ نگتی تھیں اسکے کچھ حصے یہ ہیں:-

غایے واحد یہ چون جهان نمی یان	برائے شاہ جهان بادشاہ کل جهان
بلاد وجود ہی حسان شہنشاہ افتاق	علمیم و مالی و دانواز و ملکستان
ہزار سال بہانا دانگ کے سردم ازو	بود بدو رجوان صدر ہزار جان شادان
بمح شاه جهان طبع این و داز و دست	ر قسمت ازل اور دار دلم بزیان
ازان و وادوده ہر مصر عی نگاه نگار	کند تولد شاه جهان پناہ پتان
با کبر باد از جمد کا مران بسریعہ	جلوس کروز تائیں سید عالم بیان
ہزار بود و حیں و سر بمال نمیرت	کشدی یہ بادشاہی و په گران
بنو بنا بساید گفشن سرہند	گل بہاد آید با ہوا چو گل خندان
ز کام افی فرود ن عزم کرده ندو	سوی مدینہ لاہور بر جوان شادان
ہزار گون بود گل کوہ هر مت دش	ہزار چشمہ دی ز حشمه حیوان

لے سرمه: قص صوم ہوتا ہے، مگر اسی ہڑائی متدل ہے۔

ربا، جیسا کہ آگے ذکر ہے گا، کچھ دونوں شاہزادہ شجاع کے دبار میں ملازمت کی، اور عبد اللہ طبا
وابی حیدر آباد کن کے خوان کرم کا بھی میرزا ہمچین ہوا۔
مزاں بیگ رفیع قزوینی کچھ دونوں شہد مقدس میں حصول سعادت کے لئے مقیم
اس میں نام کے ساتھ شہدی بھی لکھا جاتا ہے، مذکور محمد خان وابی بخ کے دبار میں ملازم رہنے
کے بعد ۱۸۷۲ء میں ہندوستان آیا، شاہزادہ کی خدمت میں باریاب ہوا تو خلعت اور میں ہزار
روپے ملے، اور شاہی ملازموں میں داخل کریا گی، ۱۸۷۴ء کے جشن جلوس پر ایک شمندی کی توبہ
ہزار روپے انعام پایا، شاہزادہ نے اس کو منصب پانصداری بھی عطا کیا، غالباً لکھر کے زمانہ میں
کشیر کا دیوان، بومات مقرر، ہوا تھا، اس کو شہرو شاہزادی میں بڑی شہرت حاصل تھی، اپنے اس
شرپ فخر کرتا تھا،

عمرگر خوش گذر، ذہنندگی خضر کم است و دنبا خوش گذر، و خیم نفس بیار است شی
میر موزوں سوی خان نے اعراض کیا کہ ناخوش صحیح نہیں یا تو ناخوش ہونا چاہیے اما خوش
مزا رفیع نے باول ناخواستہ ہلکی گذر، و بنادیا، مگر غود کتا تھا کہ شرکا مزہ جاتا ہے، کلمات انتغادر
میں ہے کہ اس نے شاہزادہ آباد پر ایک شمندی بھی لکھی، تخت مرصع کی تعریف میں کہتا ہے:
اگر پاسانش شود مدت خواب بردیں فتنہ نہ زیا قوت آب
شاہزادی عمارت کی تعریف کرتا ہے:

خدا رفتہش را بجاوی رساند کہ آتش زہرا ہی سنگ ماں
میر صیدی طرافی، اصفہان سے ہندوستان آیا، اور ۱۸۷۵ء میں شاہزادہ کی طاز
میں داخل ہوا، تو ایک قصیدہ شاہزادی خدمت میں پیش کیا جس کا مطلع یہ ہے
لهم اعز لکرام حصد و مص ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ایضاً تھے کلمات امشراقی فرنڈ بھائیں بیش ایک سو سالی،

توستہ نہے دن است عشق بیت جا چین وہ سنتی کے اذ شراب می آیدی
شوار کے ساتھ شاہ جہان کی زر پائیون کی مشایین بکثرت ملین گی، میر بھی کاشی نے
شاہ جہان آباد کی تغیر کی حسب ذیل تایخ لکھی،

شد شاہ جہان آباد از شاہ جہان آباد

تو شاہ جہان نے پانچ ہزار روپے انعام دئے، ۱۰۵۹ء میں ایک موقع پر شاہ جہان نے اسکو
ایک سوا شرفیان عنایت کیں ہیں، کلمات اشروا میں بے کہ اس نے شاہ جہان کے حکم سے
بادشاہ نامہ کو منظوم کرنا شروع کیا، اس میں ایک شعر کہا کہ

سرد اچوتان جگت سنگہ ڈ کہ بریشہ نہ فلک سنگ ڈ

شاہ جہان نے اعلٹا عن کیا کہ جگت سنگہ کو اسکی حیثیت کے لحاظ سے سرد اچوتان کہنا
صحیح نہیں، پھر سنگ اور سنگ کا قافیہ بھی درست نہیں، بھی نے جواب دیا کہ ہم مغل، اس قسم کے
الفاظ کی تغیریں نہیں کر سکتے۔

مزارضی والش مشدی ہندوستان کے بادشاہوں کی فیاضی عکر وطن سے چلا تو
اس ملک کے اشتیاق میں اس نے یہ شعر کہا:

داؤ دو دہند پا بست دطن داؤ دهرا چو خا شب بیان وقت ہندوستان غوشی
اس کے کلام کی عصافی، شیرنی اور دلاؤ نیزی مشہور تھی، شاہ جہان کے دبار سے دوستہ
ہوا تو اس نے ۱۰۷۰ء میں ایک تصدید ہیں کیا جس کا ایک شعر یہ ہے:

بخوان بلند کرنفسیر آیہ کرم است سخت کر کفت درست بارکش پداست

شاہ جہان نے اس پر دہنڑا دروپے عنایت کے دار بھی، اس کا سر پرست اور مرتبی

لے اٹڑا مرو جلد سوم ۱۰۷۰ء، تھے ماڑا گرام بددم قلعہ، تھے بھرات، قلعہ فتح نہ کمال، بیش بھکر سوائی۔

لکھر شاہی خدمت میں پیش کی،

شاہ بے کم مطیع اود و عالم گردد ہر جا کسر سیست پیش او حم گردد
 از بسکے بد و ش آدمی یافت شتر خواہ ک شرف نیر ۶ دم گردد
 شاہ جہان نے اس کو وفات نویسی کے عمدہ پر مقرر کیا، اس عمدہ پر بہن خفر کرتا تھا، کیونکہ
 دو روز انہ بارگاہ شاہی میں حاضر ہو کر ہر روز کے واقعات و حالات سناتا تھا، شاہ جہان نے
 بھی اس کے ذرا پھر منصبی سے خوش ہو کر ایک ہاتھی انعام میں عطا کیا تھا، بعض سیاسی اخراج عن
 کی سکیل کے لیے اودے پور کے رانا کے پاس بھی بھجا گیا، اسی زمانہ میں چار ہن لکھر نو روز کے
 موقع پر سرہند میں باوشاہ کی خدمت میں گذر اپنی، اس میں بہن کے ذاتی احوال و کوافٹ
 کے علاوہ شاہی دربار کے مختلف جشنوں، اس کی شان و شوکت، باوشاہ کے روزانہ معمولات
 اور شاہ بہان آپا دا درود سر سے شروع اور صوبوں کا ذکر ہے، دارالشکوہ بہن کی نظم و نثر و قو
 کا درج تھا، اس لیے اس کو اپنا سیر منتشر کیا، واراجب قندھار کی تھم پر گی تو بہن بھی
 اس کے ساتھ تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ علامی سعد الدین غانم کی وفات کے بعد بہن پھر
 دوبار شاہی سے مناک ہوا اور دفتر شاہی کا یہ منتشر مقرر ہوا، اور راستے کے خطاب سے بھی
 سرفراز کیا گیا، عالمگیر تخت پر علوہ افروز ہوا تو اس کی تخت نشینی پر یہ رباعی کی،

شاہ عالم مطیع فرمان تو باد بہن زادے شکر احسان تو باد
 چون ذات توطنی رانگیان ہا ہر جا بائی قدر انگماں تو باد
 پر بہن دارا کا عالمی تھا، اس لیے ایک خط میں بہن نے اور نگاہ نیز سے یہ شعر لکھا ہے:
 تصور دن کی معافی مانگی،

شیم پیر بحسیان حشم آن دام کر جنم اب جنان پار سانجشہ

زبے جہاں خدا را پس معدل و کرم بزری سایہ قدر تو نیر اخشم

شاہ جہاں نے اس کے صلم میں ہزار روپے دیے، اس نے شاہ جہاں کی شان میں بت سے قصائد کے، سر خوش نے کمات الشعرا میں اس کو نازک خیال بلند فکر، استاد فن او کامل
خن کہا، دیوان کے علاوہ کشیر پر ایک ثنوی بھی لکھی ہے، کلام کا نوزدی ہے:

ما رہ برگ سبز کبی یاد می کند آن مگل کر من بوی خود از باوی کند

صیاد مانی تازہ کر دہ است مرغی کر پرستہ شد آزاد می کند

سوخت ریٹک شدہ شمع کر دردہ طلب از نظر گردہ ہمنان جادہ پسودہ را

ہبزم او مجال نشستن نیافتیم چون نرگس ایستادہ کشیدہ کم جام را

غباری وارد از خطماهہ حساش کر گئی بھی مصور جمع سازد و صورت غالمی بھی گرد

عاد، فتحا، عکری کا شانی، کتفی نو مسلمان، اور ادھم مرزا وغیرہ نے بھی شاہ جہاں کے جو دُجی سے منتج ہوئے بیان کی تفصیل بیان کرنے سے اس پر گز کرتے ہیں کہ تم تیموری دربار کے شرفا، کا کوئی تذکرہ لکھنا نہیں چاہتے۔ بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ تیموریون کی بزم میں اور باب سخن کی کیا تقدیم اور حوصلہ افزائی ہوئی، اور اس شاہزادہ سر پرستی میں ان کا انداز کلام کیا رہا،

ہندو شرو، شاہ جہانی عدد کا رسے متاز ہند و شاعر اور دیوبندی بزرگ جہاں برہمن تھا، لاہور میں

سیدا ہوا، شروع میں میر عبد الکریم میر عمارت لاہور کے یہاں طاہریت کی، پھر اسیراں اور افضل غا

دیوان کل کے دربار میں طازم ہوا، شاید اس کی سرکار، کادیوان مقرر ہوا، افضل خان کی وفات کے

کے بعد شاہ جہاں کے ایک امیر عاقل خان کی وساطت سے دربار میں پہنچا، اور خلائق کے ایک باغی

لئے اسلام کا پکوچ پریستہ، اس مضمون میں چار چین کا ایک اقتیاس دکریہ تباہی ہو کر چڑھا، جہاں برہمن مالا عبد اللہ کیم ساکوٹی کا شاہزاد

اکبر د جان بھر کی طرح شاہ جہان بھی ہندوں کاں کی باری سر پرستی کرتا رہا، اتنا نہ میں ایک
ہندی شاعر نے اس کے نام پر ایک بکت کی تو اس کو دو ہزار روپے اور ایک ہاتھی مرحت کیا۔
ہندی شاعر میں سند اس کے دربار کا علاج اشرا، تھا، اس کی تصاویر نہ ستر نگار، اور انکے
بیتیں برق جاشا میں مشور ہیں، ہندی کے مشور شعر چنان منی اور مدراج شمعونا تھے سنگھ بھی اس کے
دربار سے ملک رہے، چنانی سہتا ہی نی ترکیب نظم کا استاد تھا، راج شمعونا تھے نے شاہ جہان کی
فرمائیں پکونڈا لکب ت لکھی، اس کتاب میں شاہ جہان، واہا شکوہ اور جہان آڑا پر مدھیظین ہیں
ایک بار میں الدو لمبے ترہت کے دو ہزار ہنون کو دو بار میں پیش کر کے عرض کیا کہ ۷ دو ہنون
دوس ہندی کتبیں جو دشائیوں نے تازہ کی ہوں اور کسی نے نہ سنبھالا ہوں ایک بار سکریا و
کر لیتے ہیں اور اسی وزن اور مضمون میں دشائیں البدیمہ کہہ دیتے ہیں، امتحان ہوا تو پچ
ثابت ہوا، شاہ جہان نے دو ہنون کو غصت اور ہزار ہزار روپے انعام دیے،
امار امراء حب کی عمدہ بیل پر مادر کے جاتے تو اس کا خال رکھا جاتا تھا، کروہ صرف
یا سی نقطہ نظر سے پختہ کا راویہ از مغز ہوں بلکہ مختلف علوم و فنون میں بھی ان کو امتیاز دیتے
ہیں ہوش اجاتا کے خسر میں الدو ل رخانخان آصف خان پر سالار کو ہر قسم کے علوم حصہ
معقولات میں بڑی ادگ حاصل تھا، اس کے القاب کا جز "شعلہ افرون، فطرت اشرافیان"
و افسش آموز طبیعت مثیان "تھاد خوش بیان، خوش نویں اور اعلیٰ قسم کا سیاق داں بھی تھا،
شاہ جہان کے دیوان کل افضل خان علای شکرانہ شیرازی کا شاہزادہ علی رین
کیا گیا ہے، جب وہ دیوان کل کے عمدہ برقائز ہوا، تو کسی نے تاریخ کی عشد فلاطین وزیر اسکنڈ
لہ نافی خان (۱۵۴۹ء)، تھے کسی بستری آئت ہندی لڑیجہ، تھے باو شاہ نامہ حصلہ دل ص ۲۴۹

کے نامہ لامرا جلد اول ص ۱۵۶،
لہ نافی خان (۱۵۴۹ء)، تھے کسی بستری آئت ہندی لڑیجہ، تھے باو شاہ نامہ حصلہ دل ص ۲۴۹

علمگیر کے زمانہ میں وہ جما گیر کے مقبرہ کی نجگانی کے لیے ماموری کی گئی تھا، برہمن صدیوں
بھی تھا، اور دارالسے اپنی شاعری کا نزاج تحسین پر اپر حاصل کرتا۔ مہا، شاہی دبار کی حوصلہ افزائی
کی بنا پر برہمن نے اپنا دیوان ایران فتح کروہان کے ارباب فن سے بھی واد طلب کرنے کی کوشش
کی، چنانچہ اپنے دیوان کے کچھ نشانے بھی دہان بھجوائے، مگر ایرانی جمہر ہندستان کے بڑے بڑے ارباب
کمال کی ستایش کرنا اپنے لیے کسر شان سمجھتے تھے تو برہمن کو کب خاطر میں لا سکتے تھے یہ کوئی نجگانی
نے کلمات انشروا میں اس کی تعریف کی ہے،

طبعی درست داشت، شرطیو، قدم اشتہر، صاف می گفت دلیق افشا، پردہ ازی
نیز داشت، دہشت دان غیبت بود۔

علام علی آزاد ملگر امی نے سردار آزاد اور یہ بھائی میں اس کا ذکر کریں گے کیا ہے، مراد اینیال کے
دلاعنت برہمن کے لیے اچھے اندازا استھان نہیں کئے ہیں، مگر اس کی یہ غزل پنڈ کی ہے:

کنم ز ساده دلی بند دیده هر فرگان را	پشت خ نتوان بست دا طون
چھر فشان شد ام باز طبے آن دارد	ک دا لار کنم دامن و گریبان را
ہمیشہ لغت ترا افطر اب کار دست	چگوچ جمع کند خاطر پریشان را
شبے خیال تو اند بخواب دا سو دیم	د گریم مکھ دیم چشم گریان را
برہمن اذ تو سخن بے دلیل می خواہم	ک اعلیٰ دنباس د دلیل بربان را

مشت برہمن جو چند دیوان کے روایات کا جو عہد ہے، ہر صد دنیا تک مدارس میں تپر دوسرا دیتی
اد دی اس کی نشریخانہ کی مقبولیت کی دلیل تھی، اس کی اور تصانیفت کے نام یہیں سمجھ دست تھے:

الاغفار، کارنامہ، تمحثہ، الفضوار، مجمع الفقراء، اور تحقیق الوداد،

له اسلامک پھر اپیل شکریہ

اقبال پڑھا گی، بادشاہ کی نظر غایت نے اس کی ذاتی استعداد کی مدد کی، اور اس کی سعادت
کا سر رہ قابلیت اور اقبال کے مشرق سے کمال کے مطلع پہنچا، فتح رفتہ بادشاہ کی زندگی
حرابی سے اس نے اس تدریجی کی گود سر سال تین ہزار شب، دو ہزار سو اور ٹان
کی خدمت سے سرمبنہ پوکر بخوبی میں سبھم و دساز و رفوت میں غرم و ہزار ہو گی، اور چوتھے
سال بادشاہ کے فیض تربیت سے اس کے اقبال کا درخت طوبی کی طرح بڑھ کر ہندوستان
کی وزارت کے باغ کا زینت ہوا، اور ساتویں سال سخت ہزار سی ہفت سو اپنہزار
دو اس پر اپنے کا منصب اوس کو در دام کا انعام، اور علای و خلائی کا خطاب ٹلا۔

(جلد دوم ص ۳۴۶۔ ترجمہ آزاد ہے)

غمرا میں ہیر جلبہ شہرتی شاعری تھا، امیر الامر ارکلی مردان خان کے دربار کی علم پر وہ شہنشاہی، نواب قائم خان، نظیر خان حسن، غایت خان، اکشنا، اور ممتازان اللہ اماني کا ذکر پڑے
آج کا ہے،

فتنہ، لَا عَدْلَكُمْ سِيَّلَكُونِي. ان کے بارہ میں آزاد بگرامی، قطر از میں:
اپنے زماں کے بست بڑے عالم اور اس زمانے کے لوگوں کے لیے موجب انتہا ہیں
یقیناً تمام درسی علوم میں بندوستان کی سہی میں سے ان کا ہر سر نہیں پیدا ہوا، اور یہ
کیتھی جس نبول میں استعدی بیاگھریں، انکی طبع کی نہ دنیا میں تھوڑیں، سیا کلکٹ جو لا ہو
کے ملتا ہیں، ان کا مولہ ہے اور دین ان کی نشوونما ہوئی، جب ان کے سن شور
کا آنکھ ہوا تو طائب اعلیٰ شروع کی، اور زیادہ تر طاکیں الدین کشیری سے جویں کلکٹ
ہیں رہتے تھے فیض حامل کی، اور تھوڑی سی مدت میں بدر کامل ہو گرچے اور دنیا کو شے
علمی فیوض و برکات سے بھر دیا، جانگلیں کے زبانے میں مزدوری معاشر پر قناعت کر کے ہے:

محقولات، منقولات، ہیئت، ہند سا اور حساب میں اس کی اعلیٰ قابلیت مشورتی، فحاحت
میں حسان وقت کھلاتا تھا، شاہ جہان کما کرتا تھا کہ افضل خان کی زبان سے کسی نے کوئی برا
کر نہیں سکتا۔

سعد الدین خان کو عبد الجبیر لاہوری باوشاہ نام میں علامۃ الہوری اور فمامۃ العصافی کا تابع
وہ محقولات و منقولات کا حصہ ز عالم ہونے کے علاوہ حافظ قرآن بھی تھا، اس کی تقریر کی خاطر
اور تحریر کی باغت کی بھی یہی شریت تھی، دربار میں ہنچکہ اس نے جس طرح رسوخ و اقتدار حاصل
کی، اس کا ذکر عمل صالح میں اس طرح ہے،

رضاخان نشانہ میں سوی خان صدر محل کی سفارش سے بادشاہ کے حضور میں دعا و اثر
خان نے، شرمنیابی حاصل کی، پہلی مجلس ہی زین بادشاہ کی کمال شنسی اور قددوانی کی وجہ سے
اس کی استعداد کا مترقبہ نیایاں ہو گیا، اور بادشاہ کی دیقتوں کی باعث، اس کا کمال ظاہر ہوا،
اس کی (یعنی سعد الدین خان کی) وقت بیج، جدت فهم، کثرت فراست، استنباط و دقائق، دریافت
خانق، اتحدیل ملم مہربی و کبی وغیرہ کا عال، اہل علم پڑفاہر ہو گی، چونکہ بادشاہ شریعت کی ترویج،
اکابر میں کی تقویت، علم، صلح، کی تعلیم و تکریم، طبری کی تربیت و اہتمام میں ہمیشہ رغبت
ظاہر ہوتا ہے، اس لیے اس کی غاصہ ہنزا فی کی وجہ سے جس میں آبی حیات کی نہیں ہے،
اس نے یعنی سعد الدین خان نے، حیات جاوداں بانی، مناسب روزینہ غلت اور گھوڑے
سے سرفراز ہو کر خاذمان شاہی کے نہروں میں منکب ہوا، اور بادشاہ کے حسن تربیت اور
اس کی محربانی کی برکت سے ایک سال میں یک ہزار دو سو سوار کا منصب خان کا
خطاب، عومن کمرد کی خدمت اور خشن غذہ کی دار و نگی کا ہمدردہ عطا ہوا، روزہ یہ روزہ کا

بزرگ مولانا خواجہ کو ہی کی نسل سے تھے، جہانگیر کے عہد میں لاہور آئے، اور یہاں شیخ
 ببلوں کے خلقدار دس میں شریک ہوئے، پھر اکبر اباد پہنچا، پہنچے عزیز مولانا میر کملان محدث
 (میر مولانا خواجہ کا بھی) کی وساطت سے جہانگیر کے دربار میں پاریابی حاصل کی، جہانگیر نے ان کی
 دین داری اور پرہیزگاری سے متاثر ہو کر، کابل کا منصب قضاۃ تغفیض کیا، اس کے بعد جہانگیر
 ہی کے عہد میں شاہی لشکر کے تاخی ہوئے، شاہ جہان نے ان کو پہنچے زمانہ میں بھی اسی عمدہ پر
 مأمور رکھا، اور منصب ہزاری عطا کیا، اس خدمت کو عده ۱۰۵ سال تک انجام دیتے رہے،
 شاہ جہان ان کی بڑی قدر کرتا تھا، اس نے اپنا امام خاص بھی بنایا تھا ۱۰۵ سال میں ان کو، و پہنچے
 تلوایا، جو وزن میں ساڑھے چھوٹے ہزار رہتھا، ایک بار گھوڑے سے گرنے، تو چار بینے
 صاحب فراش رہے، شفایاں تو کابل گئے، شاہ جہان نے دس ہزار روپے انعام میں دیے
 لشکر میں وفات پائی، مزار لاہور میں واقع ہے، ان کے رُڑ کے میر محمد را پڑھی جید عالم
 تھے، شاہ جہان نے کابل میں واقع نویں کے عمدہ پر مأمور کیا، عالمگیر کے زمانہ میں شاہی لشکر
 کے محکتب رہے، پھر کابل کی صدارت تغفیض کی گئی، سو ۱۱۰۰ میں کابل میں عالم جاؤ دیا
 کو سدھا رے، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح تذییب ملامہ دوائی، حاشیہ تصور و تصدیق
 ماقطب الدین رازی، اور حاشیہ شرح بیانیں ان کی تصانیفت ہیں، ان کی ایک اور تالیف
 رسالہ میرزا پردھن محتولات ہیں دس نظمی کی اپنی کتاب بھی جاتی ہے، (مائر الکرام عبد الدلیل ص ۶۴)

و باہ شاه ناصر جلد اول حصہ دو مص ۳۷۸)

فاعنی محمد سعید کہرودی، کچھ دفعوں تک وار و فروغ رہے، پھر عرض کرہ کی خدمت
 انجام دی، آخر میں یوتات کے دیوان تھے، ہزاری منصب برقرار رہتے،
 مامیر ک شیخ ہرودی، ہرات سے ہندوستان آئے پھر کہنگلہ گئے، وہاں حدیث

وطن ہی میں نندگی بہر کی لیکن جب شاہ جہان کا زمانہ آیا اور علار و شعلہ، کی گم بازاری ہوئی تو وہ

اس کے دربار میں عاضر ہوئے، اور جب جب دربار میں باریابی حاصل کرتے ہے صد اگر ان

پائے تھے، دو مرتبہ روپے میں قریب گئے اور دو دن میں جس قدر روپیہ حاصل کوں گیا،

اور چند گاؤں، بطور جاگیر کے خاتم میں پائے۔ اب وہ نمایت اطین ان وقاریخ اربابی کے تھے

اپنے وطن میں تعمیر کر دیں وہ مدیں اور تصنیفات تاییت کے ذریعے علم کی اشاعت کرنے

گئے، اول کی تصنیفات مربوط و جمع تحریکی ہوئی ہیں، اور دو یہ ہیں، عاشیہ تفسیر بھیاوی، عاشیہ تقدیم

تموزخ، عاشیہ مطہوں، عاشیہ شریفیہ، عاشیہ شرح حوالقفت، عاشیہ شرح عقائد تفتیزادی، عاشیہ

ماشیہ خانی، عاشیہ شرح شمسیہ، عاشیہ عاشیہ عبد العزیز، تکملہ عاشیہ عبد العزیز، عاشیہ شرح عقائد

طبلال دواعی، درہ شیشہ در اشات واجب تعالیٰ، عاشیہ دکن رحلتہ ایں، حواشی دکن،

شرب بداری حکمت، حواشی دکن رہماج الدار دواعی، اور دیسیں الاول سلطنت میں وفات پائی۔

ادرسیا لکوٹ میں مذکون ہیں، (مختصر اکرم و فتوحات ص)

محمد فاصل بد خشان کے رہنے والے تھے، کابل، توران، اور تیزراز سے علم معقول و

منقول حاصل کر کے ہندوستان آئے تفسیر اور اصول کی تکمیل ملا جمال لاہوری سے حاصل کی، پس

یافت کے سبب عدالت اردو کے گہمان سے وابستہ ہوئے، آنحضرت میں درس و مدرس کا سلسہ

بخاری، الحکی، شاہ جہان کی طرف سے وظیفہ مقرر تھا، بادشاہ نامہ، علیحدہ جمیل لاہوری (پنجم حصہ دوم)

عبد السلام دیوبی، محقق مقول، فقہ اور اصول فہرست میں ہمارت تامہ رکھتے تھے، شاہ فوج

گیا تھا نشانک تھے،

تمدنی محمد اکرم، ہرات میں پیدا ہوئے، مگر کابل میں مکونت اختیار کی، خراسان کے مشورہ

میر محمد صالح شیخن قلم، میر عبد اللہ زین قلم کا لڑکا تھا، ایک کتاب ماقب تضوی
لکھ کر شاہ جہان کو گذرانی شاہ جہان نے چند درج دیئے تو بہت پسند کی، پائچ ہزار روپے اور
ایک ہاتھی انعام میں دیا۔

اس عہد کے اوپر دوسرے علم روشنخ کے نام یہیں، شیخ عبدالحق وہلوی، ملایوسف
ملعبد السلام لاہوری، مولانا محب ملی، سید محمد صنوی، میان میر، سید جلال خواجہ خاوند محمود،
خواجہ اسحق وہ بیب، سی بیان، ملا شاہ بدشتی، ملا غراجم، شیخ بلاول قادری، شیخ پیر، میر حسام الدین
بدشتی، شیخ ابوالعلی اور شیخ ناظر، ان کے فیوض و برکات کا ذکر عبد احمد لاہوری کی تاریخ باشناہ
چلداؤں حمدہ دوم میں لئے گا،

مورثین | شاہان مغلیہ کو تاریخ سے غاص و ق صتا اس یہ ہر حکمران کے دور حکومت میں
تاریخ نویسی کا باعث طبقہ حکمکہ فائم تھا، شاہ جہان نے اپنے عہد کی تاریخ نویسی کے لیے متعدد اہل فلم
کی خدمات حاصل کیں، چنانچہ اس کی فرمائش سے جو تاریخین مرتب ہوئے وہ مندرجہ ذیل ہیں،

۱۔ بادشاہ نامہ از محمد ایمن قزوینی،

۲۔ بادشاہ نامہ از عبد الحمید لاہوری،

۳۔ بادشاہ نامہ از محمدوارث،

۴۔ شاہ جہان نامہ از مزرا جلال الدین طباطبائی،

محمد ایمن قزوینی، محمد ایمن بن ابو الحسین قزوینی ایران سے اگر پانچ سو سنبھلوں میں
شاہ جہانی دربار میں نشی کے عہدہ پر مقرر ہوا، شاہ جہان اپنے دربار کے تاریخ نویسون کے کام
سے خوش نہیں تھا، وہ ایک لائق اہل قلم کی تلاش میں تھا، اتفاق سے قزوینی نے بندیر کی جگتے

کی تعلیم مصل کر کے ہندوستان آئے، تو شاہ جہان نے دارالشکو اور دو عجیش کی تعلیم کے لیے مقرر کیا۔
 ڈاکٹر عبداللطیف سلطانپوری، تقریر و تحریر اور علمی تحقیق میں بھگاڑ روزگار تھے، دارالشکو،
 اور دارنگ زیر کی تعلیم کے لیے تصریح تھے، میخون کی بعادرت جاتی رہی، تو شاہ جہان نے چند
 مکانات ان کو بطور اغام دیے، اور اجازت دی کہ وطن جا کر علوم دینیہ کا درس دین،
 میر محمد ہاشم گیلانی، معقولات، منقولات، طب اور ریاضتی کے عالم تھے بارہ سال ہر
 شریشین میں رہ کر تعلیم پائی، منقولات میں شیخ محمد عربی محدث، شیخ عبد الرحیم حانی اور مطہری
 ملا عاصم الدین کے شاگرد تھے، اور معقولات میں میر نصیر الدین حسین اور میر ابراهیم ہدایتی سے
 تحصیل علم کی، طب علی گیلانی سے پڑھی، شاہ جہان نے ان کی بیانات کو دیکھ کر تمام ملک کی
 صدارت و طبابت کی خدمت پر مأمور کیا، پھر اورنگزیب کی تعلیم انہی کے سروکی گئی، قصیر
 پیضاوی پر جا شیہ نکھنر شاہ جہان کے نام منون کیا،

شیخ محمد اکبری ہدایت کے مشہور طبیب حکیم الملک کے پوتے تھے، کہ منظر میں پیدا ہوئے
 وہاں تک تعلیم حاصل کیے ہندوستان آئے، پہنچ گئی، نیک کرواری اور دوسرا فضائل سے
 متصف تھے، شاہ جہان نے انہیں دارالسلطنت کا میر محل مقرر کیا،

ملا فرمیدہ ہوئی یہیں الد ولہ اصف خان کے حسن اہتمام سے ملا فرمیدہ ہوئی نے اور
 میخون کی مد سے ایک زیر پختار کی جس کا نام زیر کشاہ جہانی رکھا، اس میں زیر کے لئے بیگ
 کے بعض مسامحات بھی دکھائے گئے ہیں، شاہ جہان کے سامنے جب زیر کے پیش کی گئی،
 تو اس نے عام استفادہ کی خاطر ہندوستان کی زبان میں ترجیح کے لیے حکم دیا،

لطف کوہہ بالا ملک اس کے علاوات کے لیے دیکھو باشا نامہ، از عہد طیبیہ لاہوری ص ۳۴۹-۳۴۰،

بہمان، واپر دو اختہ درستور و پیشہ بڑے اور یہ تہذیبی، ویسغور بے نوابی درستاخذہ است، و دو شاخن
پردازی و طراز، اشت طرازی شیخ ابو الفضل نیک فراگرفت، الگز بخارش معانی و مکارم این
دولت والا و گذارش عاد و ماترزاں سلطنت دست بلا بید و باز گذشتہ آئی، آئینہ این ہے
و دین تصنیف شیرمعین بنجی کو در غاطر دو دین صواب گزین مرکوز است نگاشتہ بود،
تصنیف شاہ جہان کی بیس سال کی حکومت کی تاریخ ہر عمل صاحب کا مصنف لکھتا ہے
کرشاہ جہان اس کی خدمت سے وحدت رخوش تاکہ اس نے دو مرتبہ اس کو دو پے میں
تکوا کر انعام عطا کی ہے

محمدوارث، آخرین کبر سنی اور صفت کے بہب علیہ السلام کو بجا نہیں دے
سکتا تھا، اسی ایسے شاگرد محمدوارث کے ذریعہ خدمت پردازی کی گئی، جس نے بقیدِ سال
کی تاریخ کو مکمل کی، وارث لکھتا تھا اور علامی فہمی سعدالله خان دیکھتے تھے چھ ملا المدک
طوفی الحنفی طلب، فاضل خان جو شاہ جہانی عہد میں خان اُن کے عمدہ پر ممتاز تھا اور اونچی نسب
کے زمان میں وزیر ہوا، اس پر نظر ثانی کرتا تھا، آخر کا کچھ حصہ اس نے خود لکھا،
یہ مراجلا اللہ طباطبائی، اصفہان سے ہندوستان ۱۶۲۸ء میں آیا، شاہ جہان کے ڈ
موڑیں میں واہل ہوا، پانچ برس کی تاریخ لکھنے پایا تھا، کہ شمندون نے اس کے غلات مارٹی
کی، اور وہ اس خدمت سے محروم کرو یا گیا، بیشش فتح کا مکرہ، اسی کے رشحات قلم کا نتیجہ
ہے، اس میں شاہ جہان کی شاندار فتح کا حال لکھا ہے، اور کمال یہ کیا ہے کہ ایک ہی واقع
کی تحریر میں چھ قسم کا طرز اقتدار کیا ہے،

لے باشد، نہادہ ۱۷، اصل ۱۰۔ تھے عمل صاحب ۱۷، ریشم، ص ۱۲۱، کتبہ س عالم و محبی شہر تاریخیں ہیں
شہ محبی صاحب کی عمل صاحب و مجدد میں اور محمد صاحب ذوق خان کی شاہ جہان نامہ، مگر ان مورخوں کا بیان ہر کوئی تلقی شاہی
و بارے نہیں معلوم ہوتا ہے، اس میں اس کتاب میں ان کا ذکر صفر، یہ نہیں ممکن ہے،

حالات لکھر پش کئے، شاہ جہان اس کی بیانت سے خوش ہوا، ^{۵۳۷} فرنگی سندھ بلوں میں
فرنگی سے فرمائیں کی کہ وہ اس کی پیدائش سے لیکر اس عمدہ تک کی ایک مفصل تاریخ نکلے، فرنگی
نے ابتدائی دو سال کے احوال قلبینہ کئے، دوسرے دو سال کی تاریخ لکھنا چاہتا تھا لیکن
بعض باصلاح اباب کی بنا پر نکلے کہا، عمل صلح میں اسکی حصہ و تعلق و قابلیت کا ذکر ان الفاظ میں ہے:-

مُرزا میرزا صلطان حاصلت از بان فارسی ہمارت تمام داد و قائدہ فن انش را بقدر فون

ی شناسد شاہ بخش از بس صحبت برداشت و محبت طبع و فہم تعمیم و فکر رسا،
سابق خدمت نگارش با اشادہ نامہ بد و متعلق بود و بعد از ان خدمت جمع و تائی می پرداز

درد سے خوش ظاہر و خوش محاورہ بود۔

عبد الحمید لاہوری، عبد الحمید کا نولد اور سکن لاہور تھا، علمی اور لفظ کا شاگرد تھا،
اس میں اسی کے طرز انش میں لکھنے کی ہمارت پیدا کی، لیکن زمانی کی ناصاعدت سے ٹھیکیں
اکبر عزلت نہیں ہو گی تھا، اس کے ادب و انش کی خبر شاہ جہان کو ملی، تو اس نے اس کو دربار
میں طلب کیا، شاہ جہان چاہتا تھا کہ اپنے لفظ کی اکبر نامہ کے طرز پر اس کی حکومت کی محی تاریخ
لکھی جائے، چنانچہ اسی خواہش کو ملحوظ رکھتے ہوئے عبد الحمید کو تاریخ فرمی کے لیے مأمور کی،
عبد الحمید خود لکھتا ہے:-

بُوسِیلہ بیعنی از میرزاں بساط تقرب بعرض شرف اقدس رسید کہ عبد الحمید لاہوری

المولود والمنش رکو دل رسیدہ را از خلا طاوین دان و خاطر شوریدہ را از اقبال خلافان و

پڑے ایش بیج دھنڈ برش میغمد کیلاگ ^{۲۵۹} گہ ایش بڑہ کے بیجے پڑنے لکھتا ہے ایش نک سرماٹی
کے مطہور فرنگیں بھی پڑنے لگا ہے، لیکن اور میں لاہوری پڑنے کے دھن کیلاگ کرنے صاف طور سے بتایا ہے کہ
پڑنے تھیں ہے بلکہ بڑھتے ہے، پڑنے کت بتا اور پڑھنے کی مطلبی ہے، ملاحظہ ہو کنلاگ بچ، عذر

نے صرف کہاں کو بھی فرمان رہے دی، بلکہ اپنی فروع دینے کی کوشش کی، ان کے علاوہ
جامع سجدہ دہلی کے جوار میں اس نے یک مدرسہ دارالبتعانی فارم کی، جس میں طلبہ معمول
و منقول کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

اس مدرسہ کا فیض عرصہ تک جاری رہا، کچھ عرصہ کے بعد اس کی عدم قبولی مدت طلب
ہو گئیں تو صد الدین خان بنا و صدرالصلوٰۃ و شاہجہان آباد نے یک کیشر قم خربج کر کے
از سر فتوحیہ کر لئیں اور وہاں کے طلبہ کے کھانے اور کپڑے کے اخراجات خود ہی برداشت

لہ آثار الصنایع از سید احمد خان باب تیراص ۱۷



خوشنویں تصور یون نے اپنے درمیان فن خطاطی کو بھی بڑی ترقی دی۔ اکبر ہی عہد کے خطاطوں

کا ذکر کیا جا چکا ہے، جان گیر کو مصوری کے ساتھ اس فن سے بھی گمراہی پڑی تھی اور اس نے اپنے تمام لڑکوں کو اس کی خاص طور پر تعلیم دلاتی، شہزادہ خسرو کی خوش خطی مشہور تھی، سلطان بروز کلام اللہ کی کتبت میں اکثر مشغول رہتا، خود شہزادہ جهان خط نستعلیق کا بڑا ماہر تھا، اس کی سریعہ میں سید علی خان افسوسی جواہر قلم، عبدالبابی خدا دیا قوت قلم، محمد مراد شیرین قلم، میر صاحب دل دعید، ششکین قلم، ملاباقر کشیری، محمد حسین کشیری، مقصود علی، میر محمد کاشی، حافظ عبد الرحمن رشید افی، عبد اللہ، شکر اللہ، محمد عسیم، محمد حبیر، کفایت خان، درائیت خان، محمد اکبر اور محمد موسیٰ نستعلیق تعلیق، رخ و رشکستہ لکھنے میں بڑا کمال پیدا کیا، شاہ جہان میر عادل حسینی و قوینی کی خطاطی کا بڑا دلدادہ تھا، میر عادل ہندوستان نہیں آیا، لیکن شاہ جہان کی خدمت میں جب کوئی اس کی خطاطی کا کوئی نمونہ نذر کرتا، تو شاہ جہان اس کو انعام میں یکصد ہی نصب عطا کرتا تھا، بعد ازاں میر عادل کا بجا بجا اور شاگرد بھی تھا، وہ ہندوستان آیا تو وہ اراکا استاد مقرر ہوا، جس کے بعد اس نے دربار میں بڑا سو خ مالک کیا، تذکرہ خوشنویں کے مولف نے اس کو بخت طی کا پسندیدہ کہا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ فن اسی کے ساتھ ختم ہو گیا، اس کے وقت زشاگر دوں میں دارالشکوه کے علاوہ، محمد اسراف خاجہ سر، سید ای اشرف، عبدالرحمن اور میر حاجی غیرہ تھے،

کتب خانہ | شاہی کتب خانہ کا دار و فرم بعض اوقات خوشنویں ہی میں سے متعدد تھا، چنانچہ ۱۷۵۰ء تک اس خدمت کو عبد الرحمن رشید افی نے بخوبی دیا تھا، اس کے بعد میر صاحب دل دعید عبداللہ ششکین رقم اس عہد پر متعین ہوا۔

درستگاہ | ان درستگاہ ہوں کو جو اکبر و جہانگیر اور ان کے امراء نے قائم کیے تھے،

یہ اتفاق نہ اور نگزیب کے اس سوچ ٹھکار کے ہیں جس نے اس کے خلاف تنصیب
اور عداوتوں کا، حکما کرنا اپنی زندگی کا واحد اور معنی خیز مقصد قرار دیا ہے، مگر اور نگزیب کے ملی
کمالات کے لیے نہ کوہہ بالا تعریفی کلامات بادل نافعا تھے شاید اس لیے لکھ دیے گئے ہیں کہ اس
عظیم المبتہت اور طیل القدر فرمائروں کے قابِ علم پر فکار ڈالنے کی کوشش ہے سود ہوتی ہے،
اور نگزیب کی تعلیمِ لائق اور قابلِ استانہ کی تحریکی ہیں ہوتی ہیں اربابِ علم دکال سے
اس نے فیضِ حاصل کیا، ان کے نام یہ ہیں :-

مولانا عبد اللطیف سلطان پوری، مولانا ہاشم گیلانی، علامی سعد الدین، ماموہن بھاری،
مولانا سید محمد قنوجی، ملا شیخ احمد مسرووف، ملا حسینون، شیخ عبدالغفرانی، و انشمشاد عمان،
مولانا عبدالحید اللطیف سلطان پوری، مولانا ہاشم گیلانی، اور علامی سعد کاذکر بچھے آجھا،
مولانا عبداللطیف کے بارے میں اور نگزیب کے کارکرداشت کو میرے تمام اس تادون میں ان کا
حق تزايد ہے، کیونکہ وہ میری تعلیم میں کسی قسم کی مدراستہ و در تسلیم کو رواہ نہ دیتے تھے،
ماموہن کا اصلی نام مجھی الدین تھا، قصبه بہار شریعت کے درہنے والے تھے، نوسال کی عمر
میں کلام پاک حفظ کیا، حضرت شاہ حیدر بیڑہ شیخ دیوبندی (جگرانی) سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔
شہرِ ہیجان کے وہ بارے منلاک ہوئے تو اور نگزیب کی تعلیم کی بھی خدمت ان کے سپرد
ہوتی ہے، میں ۸۷ سال کی عمر میں وطن ہی میں وفات پائی،

لئے اور نگزیب کی تعلیم و تربیت اور اثر و ادب پر جذب سید بحیب اشرفت صاحب تدوی اور
سابق رفیق دار المصنیف (حال پر فیض رسماعیل بائیجی سبی) نے مقدمہ تھات عالمگیر (سلطان دارین)
میں نہایت فاضلانہ بحث کی ہے، رقم الجمود نے اس سے بھی استفادہ کیا ہے،

عامگیر

جمانی بہت اور بحکمت کے علاوہ، اس نے اور مل زندگی ہی سے باوشاہت کی
شقوں اور خلوٰن کو رپا شدہ بنا لیا تھا، اور اس عظیم اثر ان عمدہ کے لیے احترام ذات،
صرف ذات اور بعین نفس سے اپنے کو تیار کیا، باوشاہون کے لذکون سے بالکل مختلف
اہنگ زیب ایک دین انظر و سلام، انعطافات عالم تھا، اور زندگی کی ہموئی سافن تک پران
سے بہت کرتا رہا، اگرچہ قرآن شریعت کے ان تعدد نخون کو نظر انداز بھی کر دین، جن کو اس نے
اپنے ہاتھوں سے ایک عابد کی سرگرمی ریاضت کے ساتھ لکھا، تو بھی ہم اس کو فروشن نہیں
کر سکتے، کہ وہ ایک شفعتی حکمران ہونے کے باہم جو دیجئی تسلی فرضت کو عربی کی فتحی اور
زمیں کو بون کے مطابع میں شوق سے گذاشت، اور پرانے اور نادھنوطات مثلاً نہیں،
احیا، العلوم اور دیوان صائب کو کوتا بون کے ایک کامل عاشق کی ہوس سے ڈھونڈتا،
اس کے کثیر رقصات اس کی فارسی شاعری اور عربی ادب پر قدرت کی دلیل ہے، کیونکہ
وہ ہمیشہ اپنے ایک خط کو مناسب اشاروں اور تعبیات سے زین کرتا ہے، عربی اور فارسی
کے علاوہ ترکی اور ہندی بھی آزادی کے ساتھ بول سکتا تھا، یہ اسی کی جودت بمعنی اور سرپری
کا نتیجہ ہے کہ آج ہمارے پاس ہندوستان میں سماں تون کے قانون کا سب سے بڑا خواص
قادی ہالگیری ہے، جو نایت سب طور پر اسی کے نام کیں تو منسوب ہے اور جس نے
جس کے عہد میں ہندوستان ہیں، سلامی نظم صد کو واضح طور پر اسان کر دیا ہے۔

اللہ اہنگ زیست
ہبہ ذہن اس سرکار
فہم

طاعت گزاری کے قصے اور لطفے آج بھی مجلسوں میں بیان کئے جاتے ہیں، ملا صاحب کی پوری عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں گزاری، حرمیں شرپین کی زیارت کو گئے تو مدینہ میں بیع الاول ۱۳۰۷ھ میں مثار کی شرح نور الانوار کے نام سے تکمیل شروع کی۔ حجاج دوی اول ۱۳۰۸ھ کو شرح ختم کی اور کسی کتاب سے مدد نہیں، ان کی تفسیر احمدی وجہ شہود ہے، ۱۳۱۰ھ میں دہلی میں وفات پائی، مگر ایسی میں وفات ہے۔

شیخ عبدالقوی بہان پوری اپنے علم و فضل، سچائی اور سلامت روایت کے لیے مشهور ہے، اس یہ اور نگز زیب کے استاد مقرر ہوتے۔ اور نگز زیب کے جب زمام سلطنت بجا تھے، تو ان کو ہزار روپا نصفہ ہی کا منصب عطا کیا، اور اس کے مقابلہ خاص رہے، وہ ان کو خوند کہا کرتا تھا، اور خلوت میں بلکہ ان کے مشوروں سے مستغیرہ ہوتا تھا، اسی سے جوں کے چوتھے سال اعتماد خان کا بھی خطاب دیا، تفسیر کے عالم ہونے کے علاوہ شرعی احکام بیٹھنے کی بھی بڑا بخاطر کرتے تھے، احتساب میں بھی بست سخت تھے، حضرت سرہد کی برٹنگی کا سوال، اتحاد مالگیرنے انہی کو حضرت سرہد سے باز پرس کرنے کا حکم دیا، اور جب وہ ان کے سامنے لائے گئے، تو اپنی برٹنگی کی وجدیہ بتانی کر شیطان تری سے اور پھر بے باعی پڑی۔

خوش بالائے کرد چینی پست مر
چشمے پڑے بام بردہ ازہست مر
او در بغل من است و من در طلبش
شیخ عبدالقوی مطمئن نہیں ہو، مندرجہ حضرت سرہد کی حسب ذیل ربعی سے ان کو
انکار میں کا بھی مجرم قرار دیا،

لئے تذکرہ ملدا ہے بندی ملت۔ گہرہ امداد اعلم میں ہے کہ دو ہزار روپا نصفہ ہا (درست ۲۱۶)

مولانا یہ محدث قنوجی ریاضی اور ادب کے ماہر تھے عالمگیر نے امام عزیزی کی اکثر کتابیں خصوصاً احیاء العلوم ان ہی سے پڑھی، تخت پر علوبہ افروز ہونے کے بعد بھی عالمگیر نے ان سے استفادہ جاری رکھا، اور ہفتہ میں تین روز اس کے یہاں علمی مجلس ہوتی تھیں مولانا محمد قنوجی ضرور شرکت کرتے، فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں بھی وہ شریک رہے، لہٰ رشتہ وہ احمد علی علیہ السلام کا نام ہے سے ملتھے، اس کا ذکر ماتر عالمگیری کا مؤلف اس طرح کرتا ہے:-

”بیس محروم کو یاد ملک دلات میر محمد قنوجی تختگاہ سے آستہ ز شاہی پر حاضر ہوئے، اور شرف یابی سے شاد کام پر کراکیہ ہزار، پسی و دو خوان میودہ کے عطیات سے فرزد ہوئے“

عالمگیر اپنے بیٹن اہم خانگی کا مام ان ہی کی نجگرانی میں انجام دلاتا تھا، شلاش ہجان کی بھیزرو شاہی غسل خاذ میں ہوتی، تو وہ بھی موجود رہے، شاہزادہ محمد عظیم کا تکالیح ان ہی کی دکالت میں انجام پایا، ان کے رذکے سید احمد نان کو عالمگیر نتکے بحمدہ پر امور کیا تھا۔

ملائے ہوں کا اصلی تمام شیخ احمد تھا، صدیقی تھے، میتھی مطلع لکھنؤ میں پیدا ہوئے، کلام باک خٹک کر کے اپنے عدد کے تمام ممتاز ملادر سے تعلیم پائی، ملاحظت افسوس کوڑہ ہجان ابادی سرفراز تھے فرانچ پڑھا، عافظہ برا توی رکھتے تھے، یا کیا بار کوئی تصدیہ سن لیتے تو وہ پورا یاد ہو جاتا وہ س کی کتابیوں کی عبارت بغیرہ یکھے پڑستے، عالمگیر کے دربار سے والبرت ہوئے تو اس نے ان سے بہت سی کتابیں پڑھیں، اور پھر زندگی بھر ان کا احترام کرنا رہا، ان سے اسی طرح ادب پیش آئی، جس طرح بچے باب سے پیش آتے ہیں، ملا صاحبؑ کے سحبوئے پن اور عالمگیر کی سعادت منداز

لئے تذکرہ ملائے ہند ص ۲۱۶، ۲۵۷ متر عالمگیری ص ۱۴۵ اور در ترجمہ عالم عثمانیہ ۲۵۷ میں ۵۸۔

سے سرفراز کئے گئے، شاہ جہان کے آخری زمان حکومت میں کسی بدبے گوشہ نہیں ہو گئے تھے جب اورنگ زیب تنخوت پر جلوہ افروز ہوا، تو پھر شاہی لطف و کرم سے دوازے گئے، میر عنتی اور تنخوت عمدہون کی خدمت ان کے سپرد ہوتی رہی، پنجابی اور منصب بھی عطا ہوا، فرمہ ان طریقہ میں ہے کہ عالمگیر بادشاہ ہوتے کے بعد بھی ان سے ناس خاص کت میں پڑھا کرتا تھا، امام عزیزی کی احیاء والعلوم ان ہی سے آخذ تک پڑھی، دانشمند غن کے باہمے میں مائنرا الامر، میں ہے:

"ایم موصوف بپنے زمان کے پڑھ نصاریں سے تھے، نیک نفسی اور نیک اندھی
میں مشهور تھے، ان کے بعد اب تکنے لوگوں میں جنہوں نے فضیلت اور امانت
کو ایک ساتھ جمع کر لیا تھا، کوئی ان کے درمیان میں پیدا ہوا۔
مشتملہ میں وفات پائی،

اورنگ زیب کو علوم دینی سے فطری بیعت تھی، لائق اور فاضل اسائد کی نگرانی
میں ان علوم سے اس کا شرافت اور بھی زیادہ پڑھا، عالمگیر نامہ میں ہے:-
از کی ذات کبیدہ انحضرت کی زینت بخش حالات قدیمه و میریہ گشته، تیجع معلوم و میزداج
حدیث و تفسیر عربیہ و فتنہ شریعت حنفیہ است، اذ میں مبارست مراتب شرعیہ و اسکاف
عقلائیہ صلیلہ و مسلم شرعیہ و اشتقاق و رزیدہ اندیختہ و افاظہ اشرف، محضن این حقائق
شده و بیاری اذ کتب طریقت و سنوک و اخلاق چون احیاء والعلوم و کیمیہ و ساد
و دیگر تصنیفت عقائد و اکابر وسائل و معرفات علمیے باطن، ظاہری بسط العده ہائیں

لئے مائنرا الامر، جلد دوم ص ۳۲-۳۳ میر دیکھو دراہ، عالم قطبی ورق ۲۹۶، و اقتباس فرمہ، اندھیں

ان کو سر حقیقت یا درشد خود ہیں تراز پسپر بناو شد
 ملا گوید کہ پرشد احمد بن علیک سرمد گوید فلک با حمد درشد
 اور اس کے بعد دوسرے فتحائی، اے لیکر حضرت سرہ کے قتل کا حکم صاد کیا
 شیخ عبد القوی ایک جاسوس کے جرم کی تفییش کے مسلمانین قتل ہوتے تو ملکیہ اپنے مجبو
 اس تاد کی موت پڑ رہا تھا اور ملکیہ مولا، ان کی اولاد کو رہنی نواز شون سے سرفراز کرتا ہے۔
 و اُنہمند خان خطاب، نام ملا شفیعیانی اور وطن یزد تھا، ایران میں معقولات
 پسندیدن کی تعلیم پا کر تجارت کے مسلمان سے ہندوستان آئے، مگر تجارت کرنے کے بجائے
 شاہی فوج سے منڈک ہو گئے لیکن اس طلاق سے بدول ہو کر وطن واپس جانے کے
 شاہی ہمہ کے مقررین نے ان کی استعداد و لیاقت کا ذکر اس سے کیا، تو اس نے فرمایا
 شاہی فرمان بھیجا رہا کو دربار میں طلب کیا، وہ سورت پنج چکے تھے، لیکن شاہی حکم پا کر
 لوٹے، دربار میں پنج توشہ ہمہ نے ان کی یا قوت کو جانچنا چاہا، ایک روز علیٰ مجلسِ عقد
 کرایا، جس میں ملکیم سیاکوئی خاص طور پر مدعو کئے گئے، شاہی ہمہ کی فرماںی سے
 ملا شفیعیانی نے دی اور ملکیم سیاکوئی میں علیٰ مذکورہ شروع ہوا، باہ شاہی ملکیم اور ما
 سعد اللہ کو حکم مقرر کیا، بحث ایا ایک نعبد و ایا ایک نستین کی تفسیر پر تھی، ملا عبد الحکیم اور ما
 شفیعیانی نے اہم نکتے بیان کئے، اور جب بحث ختم ہوئی تو علیٰ مسعود الدین کے لیے یہ فیصلہ کرنا
 مشکل تھا کہ دونوں میں سے کس کا علم زیادہ گمراہ اور وسیع ہے، شاہی ہمہ ملا شفیعیانی کی نسبت
 گفتار سے خوش ہوا اور شاہی ملکیم کے زمرہ میں کے زمرہ میں دخل کر دیا، وہ رفتہ رفتہ ترقی کر کے میزبان
 کے عنده پر مامور ہوئے، اور اُنہمند خان کے خطاب اور سہرا رسی ہشت مددوار کے نصب

یاد رکھا، اور اس امر میں بے حد اہتمام فرماتے تھے کہ کلام الٰہی کو نہیت محنت کے ساتھ
یاد رکھیں، قصہ مالم کے شروع حفظ کی تاریخ خود قرآن کریم کی ذات مسُنْقِیْلُك فَلَا
تُشْنَىْ ہے، اور تم کلام مجید کا سند ذُوحِ محفوظ کے اعداد سے بڑا ہوتا ہے، (قصہ)
اور نگز زیب فن خطاطی یعنی یہ طوفی رکھتا تھا، یعنی اس نے سید علی فان عینی جواہر قلم
اور عبد الباقی صادق (عبد الصدق) سے یہی، چنانچہ اسکو خط نسخ اور خاتمیتیں لکھنے میں کامل تماری
تھی، فرشی کاظم مصنعت مالکیگر نام لکھتا ہے:-

از بیرون خداون حسن تحریر آن شمشتاد فاطرون نظرت سکنے رفیع کر صفات، وزگار وادا
د فاتحین نہاد، ان زیست پیغمبر است خارجکتہ پرواز جادو فن را پہ بارے و مژده بقدرت
کاک بدرنہ دنار منی استادی و سحرخواری راجحان پر کرسی نشانیده اند کردست، استادون قائم
سبعد خط پدان تو اند رسید و پر کر فضل نماں، دبارہ نہال موزون قلم ما در خوشبوی شاخ دبی خیز
کر کیتیاں صفت خط از هستیع آن شیوه جو خوبیت شیری تو بالهمچید خط نسخ آن حضرت کر، قلم نسخ
خطیاً قوت و صیرتی تو اند بود، در غایت پنجگانی دمہ دستانت و اسلوب است و کمال تقدیت
در نوشتن آن دارند، اکثر اوقات توفیق ثواب اندوزی کت پ کلام اللہ از صنایع خود،
و کرامگم عادات آن شمشتاد وین پناہ است..... خاتمیتیں، نظرت بے شایب اعلیٰ
محظ طرازی و اغراق نکتہ پر داری دیاں، تبہ است کر قدم بارے کو دیسیں ایام و دق و سرگزی
شق قلم پیغمبر خاصہ اشرف گئے، بعضی اس خوب استادون کو علی گرانی صرف تحصیل آن سرمایہ
ساختہ بخیل امرے دیگر نہ راختمد و نظر خاطشناسان بصر شریفی شود، و نکر شریفی
در غایت مفرزاداری و صفاتانت پنجگانی تو زینہ کے

رید مل..... عظالت و کشت اسرار آن فرموده اند و بالفضل نیز بعد فراخ اذ قلم مام سلطنت
دسروری تهید مراعم دین پروردی و عدالت گستری باین شرائعت اشناز پیشگوی دارند یعنی
اسی جزیر کو مازن عالمگیری کا مصنف ان خصوص افاظ این پیش کرتا ہے،

تبدیل عالم کے کلاات کبیہ عظیم اثاثان کا رتامہ معلوم دینے سنجی ندو و تفسیر و حدیث کی
تحصیل ہے، جان پنہ کو حضرت امام غزالی کی تصنیفات، شیخ شرف الدین بخشی سیہری کے
منظومات اور شیخ زین الدین و طیب الدین مجی الدین شیرازی کے، سائل سے خاص شوق
تحا، اور سکت میں اکثر حل نہیں میں رہتی تھیں یعنی یہ

اور نگز نیب حافظ قرآن بھی تھا، اور یہ سعادت تجوہ، ہی باوشا ہون یعنی صرف اسی کو
حاصل تھی، اور سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس نے کلام پاک اس وقت خدا کی
جب وہ اپنی عمر کے میتا لیسوں سال میں تھا، اور یہ دولت صرف ایک سال کے اندر جمع کی
اسٹھان میں حفظ کرنا شروع کی، اور اسٹھان میں ختم کی، سُقْرِ مُدَثْ فَلَّسَنْتی سے ابتداء کی
اور نوجہ تخفیظ سے افتادم کی تاریخ نکلتی ہے، اور نگز نیب کے ایک دباری شاعر نے
اس وقت پر یہ شعر کہا:

تو حامیٰ شرع و عالمیٰ تو شادع تو حافظ قرآن و حسدا حافظ تو
مازن عالمگیری میں ہے :-

حضرت کے نھان میں سب سے اہم عظیم اثاث ان ام حفظ قرآن مجید کی سعادت ہے۔
اگرچہ ابتداء ہی سے قبل عالم کو کہڑ سو، تین قرآن مجید کی حفظ تھیں، لیکن تمام دکال
کلام پاک کے حفظ سے بعد جلوس بہرہ اندوز ہوئے، حضرت کو قرآن پاک بست اچھا

لہ عالمگیر نام داشت، تھا مازن عالمگیری تھا۔ تھا عالمگیر نہ داشت، و مراد اعلام علمی نہیں۔

اور دونوں نئے مدینہ منورہ میں حرم نبوی سلی اللہ علیہ وسلم کے انہ بیان نہ رکھا گیتے۔ (ص)

اور نجیب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کلام پاک کے نئے آج بھی ہندوستان کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں، ایک نیز اعلیٰ حضرت حضور نظام و کن کی لکھتی ہیں یہ کہ دو کتاب مذکوری سید خوشیہ علی صاحب: ناظم دیوانی حیدر آباد کے پاس ہے، تیسرا ذوب صاحب مانگروں کے پاس ہے، جس کا عکس جنا بخواجہ حسن نظامی صاحب نے شائع بھی کر دیا ہے، مگر یہ نیو ملکہ ک ہے، ایک پنج سورہ کی تحریر میوری ملکتہ میں ہے،

او، عبرت کی بات یہ ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے ملک اور سب سے بڑی ملکت کے شہنشاہ نے کلام پاک کے انہی نہجتوں کے ہدیہ کی رفعت کو اپنی آخرت کی نجات کا ذریعہ سمجھا،

چنانچہ اپنے وصیت نامہ میں لکھتا ہے:-

چار و پیسہ و دو آنڈے از و بی کلاہ دوزی نزد ای پیغمبر مختار است بگریند، و صرف کمن نہ
زمچارہ نمایند، و سر صد و بھر و پیسہ از و بی کت بیت قرآن درست فاص است، و مدد نہ
کے،
بغفران از بہ نہ،

مالگیری سلوک و طریقت کی بھی تعلیم پائی، اس مسلمین وہ حضرت مجید است ثانی،^۶
کی تعلیمات سے متاثر تھا، اسی یہے ان کے فرزند ارجمند حضرت محمد مصوم قدس سرہ کے شددہ
کے سنتینہ ہوتا رہا، محمد اکبری میں بعض علماء سور کی فتنہ سامانیوں کی وجہ سے عالمگیری سلطانی

لے مراہ اسلام میں بھی ہجر، وہ قرآن مجید بخط اقدس صورت ترتیب پذیر فڑ، و بنی ہفت ہزار و پیسہ بر لوع دجدول
آن صرف شدہ باماکن شرمنیہ ترسیل یافت، کہ تعلیمات کے یہ دیکھو مقدمہ رفاقت عالمگیری از سید عبید شریف
ندوی دیکھتے، تھے سر کار، حکم عالمگیری تھے، بیع ثانی، بحوالہ مقدمہ رفاقت عالمگیری سید عبید شریف ندوی
لکھ خزمۃ، لاصفیا ص ۷۴،

مازٹا ملکیری میں ہے۔

قبلہ عالم خط نستعلیق دشکستہ بھی بہت خوب لکھتے تھے ان خطوط میں حضرت کریمہ صلی اللہ علیہ وسلم

بمحاذ فغان هراء العالم میں لکھتا ہے،

”در دشمن اقام خطوط مبارت اند وخت“

اور نگ زیب نے خطاطی کا فن محض ذاتی زیب و زینت کے لیے نہیں سمجھا تھا بلکہ اس کے ذریعے سے حصول سعادت دین کے ساتھ ساتھ کسب معاش دنیا بھی کیا کرتا تھا وہ فرمائے کے ذاتی میں عموماً صبح کو باپن بجے سے سات بجے تک اور سپر کو ٹھنڈے بجے سے پہنچ کر تمام جمیڈ کے منے اپنے ہے تو سے لکھتا تھا جس کا سلسلہ اس نے ریام شہزادی سے لے کر آخر عمر تک یاری رکھا ، والکلیز نامہ میں ہے (۱۹۶)

”شہزادگی کے زمان میں بہت سے تحذین اور رقم خیر کے ساتھ ایک صحت کو کر

بیجا کو دہان اس کی تلاوت ہو تجھت شایدی پر مجھے کے بعد شہزاد شغل کی کفرست کے باعث

صحت کی کتبت اور عبادت و دنالافت کے لیے جی وقت لگا کر لکھا تھا چنانچہ

تمور ہے ہی عرصہ میں ایک اور صحن کی گئی کی ان میں صحن کے علاوہ پنج سورہ اور دوسری

قرآنی سورتیں بھی لکھیں، (عبارت اصل کی پیش ہے)

مازٹا ملکیری میں ہے کر والکلیر نے دو حصت، پہنچ میور و بیجے

قبلہ عالم خط نخ نایت خوب تحریر فرمائے تھے اور اس کی کتبت پر حضرت

کو خاص قدرست عامل تھی، جہاں پناہ نے دو قرآن بھی اپنے قلم خاص سے تحریر کر کر

بلیخ سات ہزار دبے ان کی جلد بندی اور جعل کی زیب و زینت میں عرف فرا

احوال مصلح ہون تو وہ اس کے حق میں استدراج ہے، احوال یا طبق کا احکام شرعی سے آزاد
ہونا ضروری ہے، اگر علوم دینیہ کی مطابقت صریح علوم شرعی سے نہیں تو ایسے تمام علوم کو حا
کرتا الحاد اور بے دینی ہے، طریقہ سنت سے ہٹ کر جو ریاضتیں اور مجاہد ہوگ کرتے
ہیں، ان کا کچھ دزن دامتیار نہیں ایسی ریاضتیں تو یہاں کے فضی اور ہندوستان کے بڑن اور
جو گنجی کرتے ہیں، لیکن ان کو گمراہی اور حصارہ کے سوا کچھ مصلح نہیں ہوتا، نامشروع طریقوں
سے جو احوال و کیفیات مترب ہوں وہ استدراج ہیں، احکام شرعی کے اثبات میں صرف کتاب
سنت کا اعتبار ہے، اور قیاس و اجماع امت بھی ثبت احکام ہیں، ان چار ادلة شرعی کے
بعد کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے احکام ثابت ہوں گے

عہد حضرت محمد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا بست سرسری خاک پیش کی ہے، مدد
نے ان تعلیمات کی تمام جزئیات کا خود بھی بسط العکس تھا، پھر حضرت خواجہ محمد مصوص قدس سرہ کی
مجھت اس کے حق میں سے دو آتشہ بن گئی اور مالم دین اور حافظ قرآن ترپتے ہی سے تھا پھر عالمی
دین اور بانہ شریعت بنتے ہیں اس کو کیا دیر گل سکتی تھی، ہندوستان کے اس سلطان باشا
کی وجہی تصویر ستر عالمگیری کے مولف نے پیش کی ہے اس کو ہم ہو بوجہ یہ ناظرین کرتے ہیں،

حضرت خدا مکان اپنی فطری سعادت انہوں کی وجہ سے نہیں احکام شرعاً کے

بے حد پابند تھے، قبلہ عالم حنفی المذہب سنی تھے، اور اسلامی فرقہ خسرو کی پابندی اور

نیزان کے اجراء میں بے حد کوشان ہتھی تھے، حضرت ہمیشہ باوضور رہتے، اور کل طبیعت

نیزد یعنی اور اد دو ظائف ہر وقت زمان پر جاری رہتے تھے، نہ اول وقت مسجد میں

جماعت کے ساتھ اور فرمائتے، اور تمام سنن و فوائل کریے حد مخصوص و حسن و ندب سے

سے بیکار ہو کر کفر و مصلالت کی طرف مائل ہو گئے تھے، ان کی زندگی پہ بعد، شرک اور زندگی
سے ملوث ہو گئی تھی، بعض صوفیہ نے اپنے کو نبی دا ان دین لگکر طائفت و رفت کے نام سے
تصوف کی ایسی تعلیم دی تھی جس سے شریعت کے تمام قوانین نظر انداز کر دیے گئے تھے۔
حضرت مجید و عفت ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم جادو باندھ کر کے اسلام اور بیرون ایں اسلام کی زندگی
کو شر کا نزد سوم، مخداد عقائد، اور غیر شرعی رحمانات سے پاک و صاف کیا، اور دیکھ بار پھر
کتاب و سنت کے احکام کی تجدید کی، ان کی تعلیم تھی کہ ہر مسلم خواہ وہ با دشہ ہو یا ادنیٰ ہایا،
علم ہو یا جاہل، سیمیر ہو یا غریب، عارف ہو یا سالک، اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے مطابق
صحیح کر لے، اور کتاب و سنت سے جو معلوم متناہی ہیں ان میں سے وہی سبتر ہیں جن کو بزرگوں
نے سمجھا اور اخذ کیا ہے، ورنہ ہر بُعدی اور ہر گمراہ اپنے عقائد فاسدہ کی بنیاد کتب و سنت ہی پر
لکھتا ہے، پس قرآن و حدیث سے جو شخص جو منے سمجھے وہ سب سبتر نہیں ہیں، اعتماد صحیح رہی
ہے جس کو مسلمانے اہل سنت نے کتاب و سنت اور آثار سلف سے سمجھا ہوا، اگر باللغہ فرض
کشت والہام سے جہود علما رکے خلاف کسی نص کے متنے معلوم ہون تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ
اس سے پناہ مانگنا جائیے، نجات ابھی اور فلاح سرمدی اسی یہی ہے کہ ان ہی علم کا تفعیل
کیا جائے جبکہ نے صحابہ کرام اور اسلاف صالحین کے سرخپہ ہمایت سے فیض اٹھایا ہے،
بعض عارف شرعی احکام کی باندھی کو عذر و ری نہیں سمجھتے ہیں، مگر جو عارف ایسا سمجھتا ہے وہ
جاہل ہے، عبادت کی جتنقدار ضرورت مادر فون کو ہے جنہیں یون کو اس کے دسویں حصہ کی
بھی حاجت نہیں، شریعت کی باندھی کے بغیر اعمال ہی اعمال ہو تدبی کی سلامتی ملکن ہے۔
جو شخص ہامل کو درست کرتا ہے اور ظاہر کو یونی چھوڑ دیتا ہے وہ ملد ہے، اگر اس کو کچھ باطنی

کے زائرین و مجاہدین کے لیے قم کثیر دسال فیضاتے۔ اور جام کا ایک گروہ کشیر پادشاہ کی خیانت

یعنی طرف حج و سلام و سانی وغیرہ خدمات عبادت یں ہمیشہ معروف رہتا.....

حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی ذات پاک تمام مقامات حسن کی جام تھی، قبلہ عالم نے ابتداء

سن تیز سے تمام کروپات و محبات سے شدید پہنچ فراہیا، اور منکوہ عورتوں کے سوا
کسی غیر جوہم کی طرف نظر انکار نہیں دیکھا۔

بادگاہ شاہی یعنی نفر و سرود کے کامل استاد ہر وقت موجود رہتے اور بالکل سازند

اور اہل نٹ طاہ کا ایک گروہ دربار یعنی ہر وقت ظاہر رہتا تھا، لیکن قبلہ عالم اس طرف بہت

کم توجہ فرماتے تھے، ابتداء سے عمدت یں تو کبھی کبھی نفر و سرود سن بھی لیتے تھے، لیکن

آخرین اس سے بالکل ہائی ہو گئے تھے، اب باب نٹ طاہ کے گروہ یعنی سے جو شخص ہمیشہ

سرود سے توبہ کرتیا، حضرت اس کو مد و معاش کے طور پر کچھ جاگیر عطا فرماتے تھے، مژا

کوم غان معموی نے جون موسیقی کا بتریں ماہر تھا، قبلہ عالم سے سوال کیا کہ نفر و سرود کی

ایت حضرت کی کیا رائے ہے قبلہ عالم نے فرمایا کہ جو اس کے اہل یعنی ان کیے حلال ہے،

مز انس عرض کیا کہ پھر حضرت اہل ہونے کے باوجود کیون اس سے پہنچ فرماتے ہیں،

قبلہ عالم نے جواب دیا کہ تمام ڈاگ انگیان فیر مز امیر اور خصوص سچھا دج کے فروہ نہیں دیتے۔

اور مز امیر بلا تقاض حرام ہیں، حرمت مز امیر کی وجہ سے یعنی نے نفس سرود سے بھی

کن رہ کشی اختیار کر لی۔

حضرت نے بھی غیر مرشد و بس زریب تن نیں فرمایا، اور جاندی اور سو

کے برخون کے استعمال سے ہمیشہ پہنچ فرماتے رہے،

باوشاہ دین ہنا کی جیس میں کبھی غشیت و کذب کا چرچا نہیں ہوا اور عاضر نہیں

ادا فراتے تھے، ایام بیعنی کے دوزوں کے بے حد پہنچتے، اور ہنسنے میں و شنبہ بخشنیدہ اور
جمد کو صائم رہتے تھے، جمعی کی نماز بھی مسجد میں تمام مسلمانوں کے ساتھ ادا فرماتے تھے کیونکہ
شب ہائے اسلامی میں یہ ادائی و عبادت میں بسراز تھے، اور انوار فرضیں الہی سے چڑھتے
دین و دولت ہو کر ربانی دینی شاعر سے اہل علم کو منور فرماتے تھے،

قیل عالم حق طلبی کے خیالی تھے، حضرت کا معمول تھا کہ دولت خانے کی مسجد میں
تمام رات اہل المٹک کے ساتھ مرگم نشگو و ذکر ہوتے، اور غلوت میں کنجی تکیر و سند پر بلوغ
ذفراتے تھے،

زکوٰۃ شرعی ادا کرنے میں خاص اہتمام فرماتے اور قبل جلوس جو زکوٰۃ اپنی ضروریات
زنگی کے حساب میں سے ادا فرماتے، اس کے علاوہ عند حکومت میں مصادر ذاتی
کے لیے جو چند مواضع خاص فرماتے تھے، ان کی زکوٰۃ بھی فرمادا فرماتے، اور اولاد
امجاد کو محی تاکید فرماتے کافی ثابت زکوٰۃ کامل طبق پروافنا ہی،

رمضان کا مقدس جیدت ادا سے صوم و پابندی سنن و تراویح وغیرہ عبادت دینی
میں بسراز تھا، ماہ صیام میں دو ہر رات گذرنے پر بیدار اور علمدار والیا کے ساتھ ڈکر
و عبادت میں مشغول رہتے تھے،

رمضان کے آخر عششے میں بھی میں اعتماد فرماتے، رج بیت اللہ حکیم کے
ادا کرنے کے بے حد شائق و گردیدہ تھے، اگرچہ بطن ہر توادہ فرمائے کے، میکن اس کا کافی تدارک
فرماتے اور بھائی کے ساتھ جو فحص رہائیں کی جاتی تھیں، ان کو بھائی میں رکھنے کے بعد
یہ امر تسلیم ہے کہ خلد مکان ہر سال جگہ کبریٰ کا قواطع حاصل فرمائیتے تھے،
آپ نے محمدؐؒ حمد و حمدت میں ہر سال اور کنجی کجی و دسرے اور تیسرے سال کے بھروسیں

میں پھیلے ہوئے ہیں، کہیں ایک جگہ قوم نہیں، اور کوئی عاصی کتاب جو تمام سائل پر
حاوی ہو، موجود نہیں، ایسے جب کوئی فتحی مسئلہ دیپش ہوتا تھا تو اس پر فتویٰ دینے کے لیے
تام کتابون کی چھان بین کرنی پڑتی تھی، جو ایک و شوار طلب اور صبر آنکھا متحا، انھی شکران
کا لحاظ کر کے والیگر تھام ہندوستان کے متاز علماء کے ایک گروہ سے فراہیش کی کہ
فتح کی تام کتابون سے فتحی پر سائل کا انتخاب کر کے ایک کتاب تیار کریں، والیگر نامہ کا
مولف اس کتاب کی تیاری کے سلسلہ میں لکھتا ہے:

چونکہ باشدہ سلامت کو اس کا عاصی خیال ہے کہ تام سلطان ان دینی سائل پر
کریں جن کو ختنی نہیں کے علماء داکا بردا جب العمل صحیح ہیں، لیکن یہ سائل فتح اور
فتاوے کی کتابوں میں فتحی اور علماء کے اختلاف کی وجہ سے روایات مختلف اور اقوال
مختلف سے مل جائے ہیں، اور اسی کے ساتھ وہ کسی ایک کتاب میں موجود بھی نہیں ہیں
اور جب تک یہ سوالات کی جمع کی جائیں اور ایک شخص کو احکام علم فتح میں کامل
تماریت حاصل تھو، وہ فتحی پر مسئلہ کروان سے اخذ نہیں کر سکتا، اس لیے باشدہ سلامت
کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ تخت کے علماء کی ایک جماعت شاہی کی تبلیغ
کی اُن فتحی کتابوں کو جو ایک دست میں تام اطاعت عالم سے جمع کی گئی ہیں ساتھ
رکھ کر بنایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ ان سائل کو ایک کتاب میں جمع کریں تاکہ ہر
شخص اس کتاب سے مسئلہ فتحی پاک رسانی سے معلوم کر سکے اور سلام کے فاعلی اور ضعی
بت سی کتابوں کے جمع کرنے اور پڑھنے سے بے نیاز ہو جائیں، اس کام کی ذمہ داری
اور اس کا اہتمام شیخ قاسم کے پردیگی ایگی کہ تمام علماء کے اتفاق رائے سے ان سائل
کو ایک کتاب میں جمع کریں، علماء و فضلا، کا ایک گروہ جو پایہ تخت میں موجود تھا،

دبار کو حکم تھا کہ اگر کسی شخص کا عیب بیان کرنے والا گزیر موجا سے تو اس کو ایسے
من سب الفاظ میں بیان کریں کوئی گنگوہ عیب جوئی میں نہ داخل ہونے پاتے
بادشاہ دعیت نواز نے کبھی کوئی ایسا حکم صادر نہیں فرمایا جو رفاه نام کے منافی ہو اور کبھی
ایسے فعل کے ترکیب نہیں ہے جو خلوق تھا کی پریشانی کا باعث ہو اپنے زمان بادشاہی اور دوسرے
نو انش کے شہادتی دار حکومت سے خارج کر دیے گئے تھے، اور تمام حاکم حروف سرین
اسی قسم کے احکام جاری تھے، وضاب کا مکمل قائم تھا، اور عالمان امتا بہ شخص سے
باز پرس کرتے تھے، اور تمام حاکم حروف سرین سلطنت کی دست کے باوصن احکام
شرعی جاری و نافذ تھے،

قبلہ عالم نے کبھی اپنے نفس سے مغلوب ہو کر شخص ذاتی بغض و عناد کی وجہ سے
کسی فرد کو قتل نہیں کر دیا، اور نہ کسی غیر کو اس علیگین جرم کے ارتکاب کی ہفت ہوئی،
جان بناہ اپنی قدر دانتی و پایہ شناہی سے سادات علماء و ادیاء کی تقطیم و تکریم کرتے
تھے، اور اس طرح اپنے فیض باطن سے بترین طریقے پر اہل عالم کی رہنمائی
کا فریضہ ادا فرماتے تھے،

خون کی حضرت کے محمد مدد دست میں دین تین کا آوازہ بلند ہوا، اور جس طرح
مکہ ہند وستان میں شریعت اسلامی کا کامل خاندار کھاگیا، اس کی نظر فراز دیوان
سابق کے کارناموں میں قطعاً محدود ہے،” (۸۵-۳۸۲)

کتاب دستت کے احکام کو احیاء و ترویج کے لیے عالمگیر نے فتاویٰ عالمگیری
کی تدوین کرائی، جس کو اس کے حریقی متوحہات ہی کی طرح ایک عظیم اشان کا زانہ کہا جا سکتا
ہے، اس نے اپنے زمانہ حکومت میں محسوس کی کہ ختنی ذہبیکے فقی مسائل مخلوط طور پر تمام کی تدوین

عالمگیر کے دل میں ان کے تحریکی کی وجہ سے انکی بڑی عزت اور وقعت تھی، وہ خلوت
 میں بلا کر ان سے احیاء الحلوم پر بندگ کرے کرتا تھا، شاہزادہ سلطان کا عقد راجہ کشتو را بادی کی
 لڑکی سے ان ہی نے پڑھایا، اور جب شاہزادہ کا انتقال ہوا تو شہی حکم کے بوجب ان ہی
 نے شاہزادہ کو حضرت قطب الاوی خواجہ قطب الدین جنحتیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے جوار
 میں بیونڈ خاک کیا، دوبار میں ان کے لیے کورنٹ و تسلیم کی کوئی پابندی نہ تھی، فاؤنڈیشن
 عالمگیری کی ترتیب و جس کے زمانہ میں ان کا معمول یہ تھا کہ بہتے ہیں تین روز کچھ حصہ عالمگیر کو یہی کر
 ساتھ تھے، عالمگیر کی نظر میں جب کوئی سلسلہ کھلتا تو اس پر شیخ صاحب سے بحث و تمعص کرتا
 فاؤنڈیشن عالمگیری کی تدوین اور دوسری خدمات کے سلسلہ میں عالمگیر نے شیخ صاحب کو غیر معمولی
 شامانہ اطاعت و اکرام سے فراز، ماشر عالمگیری کے مولعہ کا بیان ہے کہ ۱۷۹۴ء میں قبلہ
 نے شیخ نظام کو متبرہ غان سے سفر فراز فرما کر شش ہزاری پنج ہزار سوار کا منصب عطا فرمایا
 اور خدمت خاص و شمشیر و خچھ مروارید، پس منص و ملم و فقارہ اور ایک لاکھ روپرے نقد اور تین گینی
 و عراقی گھوڑے اور وہ بھی بھی محنت کئے، (ص ۹۰)۔ عالمگیر شیخ صاحب کے درمیان
 کو بھی اپنی نواز شون سے سفر فراز کر تارہ، شیخ داؤد، شیخ ملک منور اور شیخ عبد اللہ کو
 خطابات اور جاہزادگاری میں منصب عطا کئے، (ص ۹۰)۔ اور شیخ ابوالظہر کو داروغہ جائے نماز
 مقرر کیا (ص ۹۰)، شیخ عبد اللہ کچھ دوقن داروغہ دو افغانستانی بھی رہتے (ص ۹۰)

اور نگز نوبت کے ات و مولانا میر محمد قزوینی بھی فاؤنڈیشن کی ترتیب میں شریک رہے،
 ان کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، تقریباً پیاس علمنے اس عظیم اشان کو اختتام تک بخواہا
 لے، ماشر عالمگیری ص ۹۰، ۱۰۰۔ تھے مرادہ اعلام ورق، ۲۹، تھے مرادہ اعلام ورق، ۲۹، و انہیں لیار
 مرتبہ شاہزادہ (ص ۹۰) میں ہے کہ شیخ صاحب اس کام کیتے، وہ زادہ عالمگیر کی خدمت میں جاتے تھے،

اس کام میں شفول ہوا، اور ہندوستان کے اڑادھ میں جو شخص مل مفتیں شہرت
اور کل رکتا تھا ہی فرمان کے روست طلب کر کے ان کا شرپک کار بنا یا گیا، اور
یہ تمام مل، و فضلاً محتول وظیفہ کے ساتھ اس کام میں شفول ہو گئے، اور اس کام کیلئے
جن کتابوں کی ضرورت تھی وہ شاہی کتب خانہ سے ان لوگوں کے حوالے کی گئیں، اور
ہر سال اس کام کے اٹاف کے لیے ایک بست بڑی رقم خزانہ شاہی سے مرن کی
جاتی تھی لہ جب یہ کتاب کمل ہو جائے گی تو دنیا تمام فقی کتابوں سے بے نیاز ہو جائیگی
اور اس کا ثواب بادشاہ سلامت کے نامہ احتمال میں درج ہو گا، (ص ۱۰۸)

فتاویٰ عالمگیری صرمن چھ جلد و نین چھپ گئی ہے، ہر جلد میں تقریباً پانچ صفحے
ہوں گے، اس میں فقی مسائل کے استبانات کے مسئلے میں جن کتابوں اور انکے مأخذ سے مد نظر
گئی ہے، ان کے نام اتنے کثیر ہیں کہ ان کو گایا نہیں جا سکتا ہے، اور یہ تمام کتابیں شاہی
کتب خانہ میں موجود تھیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتب خانہ میں مذہبی علوم و فنون کا
ذخیرہ کس تعداد و سمع تھا، علماء کے وظائف میں بھی کثیر رقم خرچ ہوئی، کوئی سال کی مدت
میں جب یہ کتاب تیار ہوئی تو اس پر دولاٹہ روپے صرف ہوئے، آٹھ عالمگیری کے موٹ
کا یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ اس کتاب نے علماء و طلبہ کو تمام کتب فقہ سے بے نیاز کر دیا،
اور آج بھی اسلامی فقہ پر اس سے زیادہ مفصل، واضح، اور مبسوط کتاب کوئی اور نہیں ہے
فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و ترتیب کا نظام بست ہی با ضابطہ تھا، تمام فقی ابوب
محملت حصوں میں تقریم کردیے گئے تھے اور ہر حصہ کے لیے ایک صدر اور اس کے معاونین
ہوتے تھے، تمام ملار کے گروہ کی صدارت شیخ نظام بہان پوری کو تفویض کی گئی،
شیخ صاحب عالمگیری کی شہزادگی ہی کے زمانے سے چالیس سال تک اس کے ساتھ رہے،

فناوی عالمگیری کی ترتیب و تایت میں شرکیں رہے، (درق ۳۰۱) شاہ ولی اللہ صاحب کے والد بزرگوار شاہ عبد الرحمن صاحب فناوی کی تصحیح میں ملائم کے سادہ نین میں تھے، شاہ خدا اپنے علم و فضل، عیادت، ریاضت، زہد، تقویٰ اور تورع کے لحاظ سے ہندوستان کے ایوان ناز عمار میں سے گذرے ہیں، انہی کے خاندان سے علیٰ درود حامی فیوض و برکات کا سر شکر چھوٹا ہے، جس سے آج تک ہندوستان کے ارباب علم اور صاحب دل سیراب ہو رہے ہیں، شاہزاد شاہ صاحب کے ہمدرس رہ پکھتے، اس لیے فناوی کی تدوین میں ان کی معاونت بھی چاہی، اونالی معاونت کی بھی امید والائی، شاہ صاحب شاہی دربار سے کی قسم کی دستیگی پسند نہیں کرتے تھے، مگر انہی والدہ کے اصرار پر فناوی کی ترتیب میں شرکیں ملے گئے لیکن، شاہ صاحب کے مشہد حضرت خلیفہ ابو الفتح کے نام سے یقین کی حالت میں بھی پسند نہیں کیا، اور جب شاہ صاحب کا دربار سے قطع تعلق ہو گیا تو عالمگیر نے کچھ زمین دینی چاہی، لیکن اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کروایا، عالمگیر ان سے ملتے کا بارہ ششماہی رہتا، مگر شاہ صاحب یاد شاہ ہون اور امر اکے گھر جاتا اپنے روحانی بزرگوں کے ملک کے خلاف بحث کرتے تھے، کہتے عالمگیر نے شاہ صاحب کے ایک مخصوص کے ذریعہ شوق ملاقات کا پیام بھیجا، مگر وہ عالمگیر نے پڑھنے کا فتنہ پڑھا، بلکہ ایک معمولی کاغذ پر چھپیں ان کا جوتا اپنی ہوار کی تھا، عجیب تک کہ شاہ ہندوستان کے پاس میحمدی،

اہل اللہ کا اس پر اجماع ہے کہ وہ نقیر بہت براہے جو میر کے اہل زبر ہو، حق بجا
تحالی فرماتا ہے دنیا میخواہ الدنیا لا کافیں میخی دنیا دی زندگی کا سر ما بر بہت بی
تمیل ہے تم کو تمیل ترین جنم طالب، اگر با غرض مجھے دو گے تو وہ جنم لاراجز ہی ہو گا، اس
مکمل کے لیے جو بھر کر کر راز ہو کے گا، میں اپنے نام کو خدا تعالیٰ کے وفتر سے کیدن لمحیٰ

ان میں سے بعض شاہیر کا ہم ابھائی طور پر ذکر کرتے ہیں ہے

مل محمد جمیل، جون پورین ۱۹۵۵ء میں پیدا ہوئے ان کے دادا ملائس نور اور والد
ملا عبد الجمیل اور دوچھا ملا صادق اور ملا جمیل اپنے عہد کے شاہیر فضلا میں سے تھے، ملا جمیل
یعنی اپنے عورتی فضائل اور باطنی کی لاست کی وجہ سے اپنے زمانہ میں بہت مشور ہوئے، وہی
کے تمام علماء، ان کے علم و استعداد کے معترض تھے، اسی لیے فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب میں
شرک کیا گئے، مطہول شرح بہی کے ایک باب عطف، اور دوسری کتابوں پر حاشیے کئے
فہرست پر ایک رسالہ تحریر کیا، تصوفت میں تسمیات کے نام سے انکی ایک تصنیف ہے،
فاضلی محمد حسین جنپوری، شاہجہان کے زمانہ میں جنپور کے قاضی تھے، عالمگیر نے
ان کو منصب عطا کر کے الہبادہ کا فاضل مقرر کیا، ساتویں سنه جلوس میں شاہی فوج کے محتب
کے عہدہ پر مأمور ہوئے، مرادہ العالم کے مولف کا بیان ہے کہ ان کی وجہ سے حکام و مفہیم کی
بہت ترویج ہوئی، عالمگیر ان کے علم و فضل سے متاثر تھا، اسی لیے فتاویٰ عالمگیری کی تدوین
میں ان کا حصہ بھی رہا، مرادہ العالم میں ہے، (دوق ۲۰)

بی اذنا وی عالمگیر بہی باہتمام او زینت انتام پافت،

عالمگیر کے یتروین سنه جلوس میں وفات پائی،

ملا حامد جنپوری، میر محمد زاہد اور دانشمند خان کے شاگرد تھے، عالمگیر کے دربار میں
شہزادہ اکبر کی تعلیم و تربیت انہی کے ذمہ تھی، مرادہ العالم کے مولف کا بیان ہے کہ
لہ ہمارے ادارہ کے فتنہ عاظمو لوی حبیب اللہ عنہ ندوی نے معارف شرکہ، شرکہ اور شرکہ کے مستودعہ
مولیفین فتاویٰ عالمگیری کے عنوان سے کچھ مبڑا اور مفہید مقابلاً لکھا ہے، اس مسلمان مک کے اور اہل قلم
بی بعض مفہید معلومات فراہم کے ہیں، یعنی ان سے مددی ہے۔

کے محترب قاضی محمد حسین رمتب دلگاہ سکی بخدا ورخان نے ان کے کلات
و ہمدرگیر قابلیت سے قبید عالم کو آگاہ کیا، باہ شادہ ہنر پر مدد اُن کو ایک صدیقی مفتی
مقرر فرمایا، رفتہ رفتہ حسین ملی خان کی اعانت و امداد اور پی سید قدم شاری سے رتبہ داد
و عافی پر فائز ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے؟ (ص)

اور دوسرا سے علما، جو فتاویٰ کی ترتیب تمدین اور تصحیح میں عالمگیری دیوار سے
وابستہ رہے، ان میں سے بعض کے ساتھ گراجی یہ ہیں، سید علی اکبر سعد اللہ خان، سید
نظام الدین تھٹھلوی، جلال الدین محمد، مولانا محمد شفیع، ملا وجہ الدین رب، مولانا محمد فائق
ملا محمد اکرم، ملا محمد عزوث، امیر میران ملا سر ابو الفرج معروف برسید مدن، ملا غلام محمد
قاضی القضاۃ لاہور، اور قاضی سید عذیت اللہ مونجیری وغیرہ۔
عالمگیر نے فتاویٰ کافاری ترجیحی بھی کرایا، اور یہ کام مولانا چپی عبداللہ روڈی نے
اجام دیا، ان کے پڑھنے مرامہ العالم میں ہے:-

”چپی عبداللہ روڈی علوم ظاہری اور صادرات باطنی سے بہرہ دوہیں، صوفیہ کی
مصلحتیات سے پوری واقعیت رکھتے ہیں، عربی، فارسی اور ترکی عبارت خوب لکھتے
ہیں، اور انکفر فنوں میں بیکھڑا دربے شن ہیں، نسخوت اور حکمت میں ان کی چھپی
ہیں، فردوس اشیائی کے عمد میں روم سے ہند وستان اُتے، فیقراء زندگی کے
عادی تھے، علامی سعد اللہ خان ان کی ضروریات پوری کرتا تھا، اس عمد (یعنی عمد
عالمگیری) میں ان کو دروزہ نظریہ لتا ہے، ان کے لیے لوگوں کی مدد کر دی گئی ہے،

فاتویٰ عالمگیر شاہی کے ترجیح پر محدود ہیں، (ورق ۱۰۰)

یہ فارسی ترجیح شاید مقبول نہیں ہواد، اسی لیے اس کا کوئی نتیجہ پایا نہیں جاتا،

چشت کے بعض مظہروں کا ذکر ہے کہ جس کا نام بادشاہ کے دفتر میں لگا ہے۔

حق تعالیٰ کے دفتر سے اس کا نام کٹ جاتا ہے (انفاس اللہ رفین ص ۲۷)

شاد و بی اللہ صاحب اس خط کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ عالمگیر کو جب یہ رقمہ ملا، تو اس نے اپنی حیب یعنی رکھ لیا، وہ جب کپڑے پہن تجوہ پر اس کو اپنی حیب یعنی رکھ لیتا ہے کے وقت اس کو پڑھ کر روتا تھا۔

شیخ وجہہ الدین گوپا مسوی اپنی تحریر کی دلکشی، تقریر کی دلاؤیزی، ذہانت کی تیزی اور ضمیر کی صفائی کے لحاظ سے منتظر عالم بھجے جاتے تھے، پہلے وارثگوہ کے ساتھ رہے، وارثگوہ کی موت کے بعد عزلت فیضی اختیار کرنی، مگر عجمہ شناس عالمگیر نے ان کو دوبار میں بلآخر عطا کی، فتاویٰ کا رب حصہ ان ہی کی تحریر میں تالیف کیا گی، وس فضلا، ان کی مدعاہانت کے لیے مامور تھے، مرادہ اعلیٰ کے مولف نے اس سلسلہ میں ان کی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

در ترتیب ذاتیت ربیع از فنا دی عالمگیر شاہی مامور شد، وہ کس دیگر از خدا بد د

دواہانت او مقرر شدند او وہ ان کا ارسائی بھیجا بخوبی برداہ (ورق ۱۰۳)۔

عالمگیر کے چودہ ہوئیں سنتہ جلوس میں وفات پائی،

شیخ رضی الدین، نائز عالمگیری میں ہے:-

شیخ رضی الدین عالمگیر بہار کے شرفاء میں تھے، یہ ناضل مویین فتاویٰ عالمگیری میں شامل تھے، اور تین روپیہ بید میہ ان کی تنخواہ عورت تھی، شیخ رضی الدین علاوہ ایک فاضل تجوہ ہونے کے فن پاہ گری میں کامل تھے، اور عذری و تدبی وغیرہ کی لالات میں بھی ان کو کافی و مستکاہ تھی، حصہ پر

نعم و گرم گنگو سے کبیدہ نہیں ہوتے تھے، ان کا معاصر مراد اسلام کا مولعہ قحطاز ہے کہ
کفر و دن اور غریبی کی درخواستون کو پڑی تو یہ سے سنتے ہیں، اور داروغی کی خدمت
کو حسن و خوبی سے بجا لاتے ہیں، کثرت مشاغل کے باوجود رات کو طلبہ کو درس بھی دیتے ہیں
شیخ عبد العزیز کبر آبادی، مراد اسلام کے صنف کا بیان ہے کہ وہ عقلی و نقی مسلم
کے کل، ذکاء و ذہانت، اصابت رائے، فضاحت اور خوش بیانی ہیں اپنے
تمام معاصرین میں متاز تھے، اپنے والد مولانا عبدالرشید سے جو اپنے زماں کے اکابر علماء
میں تھے تحصیل علم کی، اور غفاران شاہب ہی میں درس و تدریس میں مشنوں سے تھے یہ تو
سنسنے جلوس میں عالمگیر اکبر آبادگی، تو وہ بارہ میں شیخ عبد العزیز کا ذکر کرو آیا، اور ان کی بعض
تحمریں اس کی نگاہ سے گزریں، اس نے بڑے اشتیاق اور لطف سے شیخ صاحب کو دبایا
ہیں بلایا، اور اطلاع خسروانی سے عرض مکر کے منصب پر مأمور کیا، شاہی دربار میں شرمناک
کم اور امکنیں کے جو خطوط آتے تھے ان کے جواب کی عذرست ان کے سپرد تھی،
عربی فارسی انشا میں یکجا ڈھندر کجھے جانتے تھے، متداول کتابوں پر حوشی بھی لکھے، جس سے
اہل علم ان کی قوت نکل اور جو دست طبع کے معرفت ہوئے، عربی، فارسی اور ہندی میں شعر
بھی کتے تھے، ان کے اشعار آباد کی رنگینی اور معنوں آفرینی کی تعریف مراد اسلام میں کی
گئی ہے۔ (دوق ۰۰۳)

ملقطب افس، ملستان کے نواحی کے رہنے والے اور شیخ عبد اللطیعت برہان پوری
کے مخصوص مددوں میں سے تھے، عالمگیر کی شہزادگی کے زمانہ میں برہان پور میں اس سے مے
اد اسی وقت سے گھرے تعلقات قائم ہوئے، عالمگیر جب تخت پر جلوہ افراد ز ہوا تو اس
نے ملا صاحب کی خدمت میں بار لا کہ دام پیش کئے اور ایک گاؤں بھی ان کے نام

فتاویٰ عالمگیری کی جامیت اس بات کا بہوت ہے کہ عالمگیر کا عہدہ اکل اور دوسرے علی، علماء و فضلا کے لحاظ سے نہایت ممتاز تھا، ان مولفین فتاویٰ کے علاوہ علوم و فنون کے اور سند شیئون نے بھی شاہی دربار کو زیست بخشی، جن میں سے کچھ اور کاذک بیان پر درج کی جاتا ہے،

دیوبندی عقوب، اپنے علم و فضل، ذہانت و ذکاوت اور فطرت عالیٰ کی وجہ سے عزت و تقدیم کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، درس و تدریس کے سالہ میں بہت سی کتابوں پر حواشی لکھے، تفسیر بیضاوی پر بھی خاصی تحریر کی، اس خاصیت کے متعلق مراد العالیٰ کا مولف لکھتا ہے:-

درین اوقات بر تفسیر قاضی بیضاوی خاشم قوم نبود کہ اہل استعداد و ارباب فهم را از حواشی دیکھ سکتے گردانیده و تحقیقات اور جمیع و تدقیقات بلند در آن مندرجہ ساختہ، (ویق .. س)،

ان کے علم و فضل اور ذہانت و راستبازی سے متاثر ہو کر عالمگیر نے ان کو میر علیٰ مقرر کیا تھا،

شیخ سیدمان میرزا، محتوالات و منقولات کے جیدہ عالم تھے، عالمگیر کی شہزادگی کی زمانہ سے عزت و حرمت کے ساتھ اس کے دربار سے واپس رہے، اپنی بادشاہی کے عہد میں عالمگیر نے ان کو داروغہ اور دوست مملکی کے عہد پر فائز کی، ورنہ میں دو مرتبہ ملک کے لائقہ اور مستفیضوں اور داد خواہوں کو شاہی خدمت میں پیش کر کے ان کے حالات و عرض کرتے، اور مظلوموں کے حقوق والات، دیانت و ارشادوں کے علاوہ نہایت بروار خلیق اور خندہ جبین سے فریادوں کے بھوم، داد خواہوں کے اڑو حاصل، ان کے شور و اور

مولعت کا بیان ہے کہ علاوہ عالم و فاضل ہو کر حب عرفان بھی تھے، اور اپنے اخلاق و عمل میں اسلام کا بہترین نمونہ سمجھے جاتے تھے، مالکیر نے ان کے اوصاف سے تو ان سے ملنے کا شکر ہوا، چنانچہ لشٹتہ میں حسن ابدال سے پیام شوق طاقت کو بھیجا، اور حب عالمگیر لا ہو دی پتھر تو طاعب دلشد بھی لا ہو دی تشریف لائے، مالکیر ان سے مل کر بہت محظوظ ہوا، خلقت دوسرا شر فیان اور ایک ہاتھی دے کر وطن رخصت کیا، آخوند میں ملا صاحب فتح و فاقہ کی زندگی بس رکنے لگے تھے، ۱۸۹۳ء میں عالمگیر کو ابھیر کے قیام کے زمان میں ملا صاحب کی عمرت کی خبری، تو اس نے ملا صاحب کو عمدہ صدارت پر مامور کرنا چاہا، مگر اس نے تیز عرف نے یہ کلمائی بھیجا کہ اب زمان فراق ہے، ذکر وقت تحصیل شہر، آفاق، عالمگیر کو ملا مان کا جواب بے حد پسند کیا، ابھیر میں ملا صاحب عالمگیر سے ملنے آئے، اور پھر وطن جا کر حصت فرمائی، نائز عالمگیری کے مولعت کا لکھتا ہے کہ شیریار فاضل نواز اور صادرت پر در کو ملام جنم کی وفات کی خبری، تو ان کے چار لاکون اور سوی کی یہ نعمت تعریت ارسال کیا اور ان کے وظائف میں بھی اضافہ کیا، ملائکہ اللہ نے ہدایہ پر عاشیہ لکھا جربت مقبول ہوا، فاضنی بعد الہاب، شیخ محمد علی ہر بیرون کے پرستے تھے، شاہ جہان کے زمان میں اپنے بولدین میں منحصر مقرر ہوئے، پھر اور زگ زیب کی دکن کی صوبہ دادی کے زمان میں اس سے وابستہ ہوئے، جب اور نگ زیب تخت پر بیٹھا تو ان کو قاضی عکر بنایا، پھر قضیٰ القضاۃ کے ماثر الامراء میں ہے کہ

در قم تقدیم اصول صادرت تمام داشت (جلد اول حصہ)۔

وہ اپنے فرائض کو بڑی دینداری اور پیاسی سے، نجاح دیتے تھے، مالکیر کو خود بھی شرعی

سے موسم کیا، اس کا دن کا نام قطب آباد کیا گیا ہے

شیخ قطب برہان پوری، متولد عادہ اور زادہ ہونے کے ملا وہ حافظ قرآن تھے، مالکیہ مصان المبارک یعنی ان ہی کی امامت یعنی تراویح پڑھا کرتا تھا، ان کو عربی اشعار بھی بست زیادہ یاد تھے، کچھ دنوں شرزا وہ محمد عظیم کے استاد بھی رہے ہیں۔
ملا عوض وجیہ، ماشر عالمگیری یعنی ہے:-

ملا عوض اپنی پیٹ کے باشنسے تھے، وہ تمام مصنفات کو قرآن یعنی داعل ہے،
ملا عوض وجیہ میر عوض تاشکندی کے محقق دروس کے بہترین طالب الحکم تھے جو اپنے ہم
ہم سبق طلب پر سبقت سے گئے، ملائے مردم نے ایک دست سیک بخ غمین درس دیا،
اور حضرت فردوس آشیانی کے بعد محدث یعنی سائلہ جوں شایحانی یعنی الی
حضرت کی فیضیت پناہ بارگاہ یعنی تاضی پڑھے، حضرت فردوس آشیانی نے ملا
عوض وجیہ کو منصب نظر کے عہدہ پر مقرر فرمایا، عہد مبارک عالمگیری میں ملا عوض عن
نظر قدر فرمائے گئے، اس یعنی شبہ نین کو ملا عوض نے یہ حدائقی دوسرے ہمیز گاری کے
ساتھ حکام شرع کی پابندی کی، اور علام کو اس راہ پر تاکم رکھنے دیز بدر مات کا
تلخ قیع کرنے میں پوری سی دکوشش سے کام لیا، اور یہ کہتا قطعاً ماشر نین ہے
کہ ملائے مردم کے ایسا محتسب کوئی دوسرا نین ہوا، ملائے خدمت احتساب سے
علیحدہ ہونے کے بعد تھیہ عمر دروس و تدریس میں بسرا کی، اور ان کے فیض کیا ہے
ہر صحبہ علم کو اعزاز ہے۔ (ص ۱۰۹)، شہزادہ یعنی وفات پانی،

ملا عبد اللہ سیاکوٹی، ملا عبد الجیم سیاکوٹی کے صاحبزادے تھے، ماشر عالمگیری کے

میں کسی طرح تبادلی نہ کی، بادشاہ نے عجور ہو کر غود قاضی صاحب کی رات سے سید ابوبکر
کو جعلی نسب میداد تا مخفی عید الوباب کے داماد تھے، بعدہ خدمت حست فرمایا، سید ابوبکر
دارالخلافت سے بادشاہ کے حضور میں دحمد شیر، عاضر ہوتے، او خلدت، شیخ زہد کے
عطیہ و اقامہ سے خوش اور مہرز کشے گئے، (ص ۱۶۰)

قاضی ابو سید نے شہزادہ میرزا الدین کا تکالع سیدۃ النساء میں دختر مزادرت کے پڑھا یا
تو عالمگیر نے ان کو خلدت اور ایک ہزار روپے نقد محتست کیے، شیخ الاسلام کے رہنگار کا
کو عالمگیر نے احمد آباد کی مدارت دیکر شیخ الاسلام کا خطاب عطا کیا ہے،
مولانا سید محمد بن جاپوری، حضرت عوت الاظم قدس سرہ الفائزہ کی اولاد اور بجا پور کے
برگزیدہ عالم اور زیرگ تھے، مہنتہ میں عالمگیر سے مٹ تواس نے ان کو چھ ہزار روپے
سالانہ کے ذیفیہ سے مطہن خاطر کیا ہے

لہ مختار کے واقعات کے مسلمانین، عالمگیری کا مولت لکھتا ہے، "مجت خدادوی و شفت
بند، فوازی کے گانڈھی شیخ الاسلام کے نام ایک اشتیاق آیز فرمان ان کے برادر فوزان فی
کے ہمراہ ارسال ہوا، فرمان مبارک کا مضمون یہ تھا کہ شغل قضاۓ مستثنی ہونے اور
سفر جاہز سے وہ پس ہونے کے بعد ایک بار بھی حضور میں نہیں آئے، اگر اس طرف
تو بھکریں تو مناسب ہے، شیخ الاسلام اس وقت احمد آباد میں تعمیم تھے، حضرت کامشیہ تھا کہ شیخ
ذکر حضور میں آجائیں اور مدارت کی خدمت اختیار کریں تو وہ عددہ جیلیں ان کو تعزیض فی دیا جائے
شیخ کا ارادہ تھا کہ طواف کہہ کا، حرم باندھیں کر دفنہ اور من لئے شدت، اختیار کی اور در حرم کو شرکت
لئے کرنے پڑا، اللہ مغفرت کرتے، (ص ۲۸۲)، لہ بائز عالمگیری ص ۲۷۵، دماڑزادہ مرا عبدول

امور کا لحاظ اڑتے تھا، اس یہ قاضی عبد الوہاب نے بھی شرعی احکام کے نفع و نیکی پڑھی سختی کی جس سے بعض امراء ان سے بظن ہو کر طرح طرح کے اذایات حاد کرتے تھے۔ مگر عالمگیر کو ان کے زہد و تقویٰ پر برا براغتا درہ، مائتہ لالام اور کموف کا بیان ہے کہ قاضی عبد الوہاب کے عہد قضا آئین فلتم و فتن میں شریعت کی اتنی پابندی رہی کہ پچھے نہیں ہو سکی تھی، عالمگیر کو مدبار یون نے ان سے بظن کرنے کی کوشش کی، مگر اس نے اپنے احترام میں فرق نظر اڑ ہونے تھیں دیا، شاہزادہ محمد علیم، شاہزادہ محمد اکبر، سلطان ایزجخش، ولد سلطان هراؤ بخش اور شرزاڈ سلطان کا نکاح ان ہی نے پڑھایا، شاہی الطافت و اکرام اور ذاتی حسن اہتمام کی وجہ سے ان کے پاس بہت بڑی دولت جنم ہو گئی تھی، ایک بار ایک حاصلہ امیر نے ان کے تین لاکہ روپے راستے میں لوٹادیے تھے، اس بیوادی پر صبر کیا، پھر جب تک ان کے چاروں لاکون کو دودو لاکھ روپے ملے۔

قاضی عبد الوہاب کے انتقال کے بعد ان کے صاحزوں پر شیخ الاسلام اسی عہدہ پر مادر کئے گئے، وہ اپنے تقویٰ و پیریزگاری کے لیے مشور تھے، مگر کچھ دونوں کے بعد اس عہدہ سے کنارہ کش ہو گئے، باہر عالمگیری میں ہے:-

تامنی شیخ الاسلام پر قاضی عبد الوہاب اپنی ذاتی استعداد و فضل سلیمان کے قاضی
سے خوبی بھت اپنی زین بے قرار ہوئے، اور دنیا سے قطعہ تملیک کرنے پر مجبور
ہو گئے، ہر جنہے جان پتا ہے نے ان پر خاتم فرمائیں اور ترک خدمت سے
انفیں منع کیا اور عہدہ تھنا، کوچھ دیسے ہی مقدس و بارکی، خوس کے لیے
حست، اپنی کی ذات سے دا بست رکھتا ہا، میکن قاضی صاحب نے اپنے ارادوں

ملائکہ اکرم لاہوری، مراد العالم میں ہے کہ پڑتے لایت سلم تھے، صلاح، علم، برداشت، تقویٰ اور پرہیزگاری ان کے نمایاں اوصاف تھے، اس لیے جانشینی نے ان کو شاہزاد، کامگار محمد کی تعلیم کے لیے مادر کی شانزہ عالمگیری میں ہے کہ موروثی شفیقی تھے، قاضی عبد الرحمٰن کے انتقال کے بعد اور ووٹے ملنی کے قاضی مقرر ہوتے ہیں۔

حافظ ابراهیم عالمگیر نے قرأت و تجوید ان ہی سے سیکھی، شہزادہ محمد سلطان کی تعلیم ان ہی کے ذریعہ، وہ اس کو کلام پاک بھی پڑھایا کرتے تھے،

لَا شرُفَ الْدِينِ لَا هُورِيٌّ، مَرَادُ الْعَالَمِ كَامُولُتُ الْكَهْنَاتِ

فضیلت درست داشت، و بفاحش و طلاقت لان جن من موصوبو

لاہور کے شفیقی کے عمدہ پرہیزگاری صوری اور
پاطنی خوبیوں سے آراستہ تھے، عالمگیر ان سے بھی خسر و اذ نزا و شون سے پیش آتا تھا،
لما عبد الباقی جونپوری ملائکہ اکرم کے مصنف شمس بازنہ کے واقع شاگرد تھے،
ان کے علی فضلہ مکمل کی ستائیں ان الفاظ میں کی گئی ہے،

در اکثر عموم میں، شخصی در منقولات یا گذبہ دو دو بقت نکرو غور مطابعہ از فضلا رخ

گوئے مبالغت اسی روپوں

ایک بار عالمگیر کے دربار میں آئے تراس نے فرمانہ امدادی کو ایک گاؤں
ان کو عطا کیا، اس کے بعد ظمین رہ کر تماہیں وطن بھی میں درس و تدریس میں گزار دیا ہے،
قاضی سید عنایت اللہ منجھری کو ان کے والد بزرگوار سید عبد الفتی کی جگہ پر عالمگیر
لے مراد العالم ورق ۳۰۱، کہ شانزہ عالمگیری ص ۲۸۰، تئے مراد العالم ورق ۳۰۳، کہ ایسا مذہب

لے ایسا ورق ۳۰۲

حاجی احمد سعید، قصہ بار کے رہتے والے تھے، اپنے والد بزرگوار مولانا محمد سعید اور اس محمد کے دوسرے، داکا بر علما سے تحصیل علم کی، مرادہ العالم میں ہے:-

"در علم فتح جارت کامل درد"

شہ ہمایان کے زمانہ میں شاہی شکر کے مفتی رہے، پھر عزیز شریعتن کی زیارت کر گئے، وہاں سے واپس ہوئے تو عالمگیر نے ان کو ہزار دینا نصیب عطا کیا، اور شاہی ہرم کی سرکاریں دیوان کی خدمت تفویض کی گئی ہے۔

فاضی غیسل الرحمن، فدائی خان المنطب، عظیم خان فوجدار گور کھپور کے زمانہ میں اس شہر کے فاضی تھے، عظیم خان نے عالمگیر سے ان کے علم، صلاح، تقویٰ، دوست اور بزرگی کی تعریف کی، تو اس نے ان کو گور کھپور کا فوجدار مقرر کیا ہے۔

سید علی اکبر سعدا اللہ خانی، ملا می سعدا اللہ خان کے ہم جلیں وندیم تھے، اس یہ نہ کے ساتھ سعدا اللہ خانی کا جز عجی لکھا جاتا تھا، مرادہ العالم میں ہے:-

اکثر فتن و انش و رزیہ و رغماں و دعائیں علوم آگھی داشت، در علم فتح
نیک محضر است"

ملا می سعدا اللہ خان کے رڑکے لطف اللہ کے مسلم بھی رہے، ان کے مکارم اخلاق سے قاتر ہو کر عالمگیر نے شزادہ محمد عظیم کو نسلیم بھی، ان کے سپردی، پھر لا ہوئے کے فاضی، فتح المنظرین میں ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں میں بھی شرکیاں رہے، مگر مرادہ العالم میں ان کی شرکت کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

لهم مرادہ العالم ورق ۲۹۹۔ تھے مرادہ العالم ورق ۳۰۰، فتح المنظرین میں ان کا نام تھا عباد الرحمن

مرقوم ہے، تھے مرادہ العالم ورق ۳۰۱،

عالیگیر کو جب ان کے فضل و مکال کا حال معلوم ہوا، تو ان کی مدعاش کے لیے ایک مکان
خانقاہ کے لیے اور دو گاؤں جس کی امدانی سات آٹھ بہزار روپے سالانہ تھی نذر کے نگہب
کر ان کی ذات سے بڑی عحیدت تھی، دست خاص سے ان کو خط لکھا کرتا تھا، سید صاحب
محض خلق اللہ کی فتح رسانی کی فاطمہ ہر خاص و عام کی سفارش شاہی بادگاہوں کرتے تھے،
عالیگیر نے ان کو لکھا کروہ صرف درویشوں، عالمون اور دینداروں کے لیے سفارش
کیا کریں مگر انھوں نے بادشاہ کی بات نہیں لے۔

عالیگیر کو ایسے تمام شائخ کے ساتھ جو شریعت کے پابند تھے بڑا وہ مہاذ گاؤں رہا، کن
کی صوبہ داری کے زمانہ میں اس نے حضرت عبد اللطیف بریانپوری کی خدمت میں پہنچ کر
کچھ گاؤں پیش کیے، مگر انھوں نے یہ گاؤں قبول کرنے سے انکھار کیا، اور یہ شرپڑا،
شاہ مارادوہ وہ مدت نہ رازق مارزق بے منت دہ

اور نگزیب اس شرکو نکر تباہ ہوا، مگر اس نے عرض کیا کہ ہم فقراء اور اہل اللہ کی
خدمت خیر و نیوی اور برکت اخزوی کے لیے کرتے ہیں، گاؤں پیش کر کے احسان کرنا چاہو
نہیں حضرت عبد اللطیف نے فرمایا کہ اگر خیر و برکت شامل کرنا ہے تو گوئے نہیں اور تو کوئی
کے لیے وفا اُت سفر کرو بنظیموں کو ظالمون سے بچاؤ، مکروہوں کو ان کے حقوق دو، غیر
وغیرہ، اور نگزیب نے ان باقون کو اچھی طرح ذہن نہیں کر لیا، اور اس فصیحت پہل کرنے
کی کوشش کی، یہی کام نے اپنے ایک رقمہ میں اس کا ذکر کیا ہے، بادشاہت کے
زمانہ میں بھی عالیگیر نے حضرت عبد اللطیف سے بہت ہی نیازمند از تعلقات قائم کیے،

لئے منتخب الباب از خانی... خان مجدد و م عن ۴۰۵۔ سید محمد مرحقات عالیگیر مرتبہ سید

نے سورج گزدھا اور جگرا (منیجیر)، کافاضی مقرر کی تو اس نے محکمہ تضاد کی سند عطا کرتے وقت
اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی دو حامل اور چالیس بیگز میں عنایت کی ہے۔
قاضی مک محب اللہ بخاری، موضع کرا، علاقہ بخار شریعت (پشاں) کے رہنے والے
تھے، ملا قطب الدین شمس آبادی اور دوسرے علماء روزگار سے تعلیم پا کر کر کن گئے،
چنان عالمگیر نے ملابی مازمت میں ملک کر لیا، لکھنؤ اور حیدر آباد میں قاضی رہے پھر
عالمگیر نے اپنے پوتے رفیع الدین شاہ عالم کی تعلیم کے لیے مامور کیا، شاہ عالم کے زمانہ میں
قاضی القضاۃ کا عہدہ تفویض ہوا، اور فاضل خان کا خطاب ملا، ۱۷۹۸ء میں وفات پائی۔
اور محلہ جاند پورہ بخار شریعت میں دفن ہوئے، منطق میں سلم، علم، فدادت، اصول فتویں
 وسلم اثبوت، جز، لار تجزی کے بیان میں الجواہر الفود رسانہ معالظہ عامۃ الورود ان کی
تصانیف ہیں، ان کی استعداد و قابلیت ہمنف تذکرہ علی سے ہند کے صرف ایک جملہ
سے ظاہر ہوگی۔

بحرس بود از بکار علوم دید رسے بیویں (نجوم، ص ۱۵)

یہ سعد الدین شیخ پیر محمد سلوانی کے نواسے تھے، پنتیس سال تک اپنے نامے
دس سیتے، ہے، علم و ریاضی کے ساتھ ساتھ محققات و مقولات کی بھی تعلیم پائی، راہ سلو
کی گاہن ہو کر بیت اللہ کی زیارت کو گئے، جان بارہ سال تک تعلیم و تعلم کا سلسہ بخاری رکھا،
قریبیت مکہ بھی ان کی بزرگی کا مترفت تھا، اور ان سے اعزاز و اکرام سے پیش آتا تھا، عصرِ معاشر
مکہ مجاہد عجم اور ہند کے ملک ان کی تعلیم عرفان سے متعلق ہوتے ہے، مگر بعض ناخوشگو
و اتفاقات کی بنا پر ہند و کستان واپس آگئے، اور ہند سو درت میں قیام پذیر ہوئے،

لے شاہی فرمان سکیے دیکھو معاشرت ماہ اکتوبر ۱۹۴۹ء

رکھ کیوں ہیں بعض ناکمی کیوں ہیں؟ یہ پڑھ کر ملکیت کی خاطر کا وعظ کہا، عالمگیر نے ان کی نصیحتون کو خاکوشی سے نہیں، میرم نصیحت وعظ ملتی کو اس نے اسی یہ پند کیا کہ وہ شرعی اور مذہبی امور میں حق گئی سے کام لیتے تھے، اسی یہی ان کو شہزادہ کام بخش کی، صلاح و تزکیت کے لیے ما مور کیا۔ حضرت میر نصیر الدین ہر دی جملے صلاح، تقدیری اور عارفانہ فضیلت سے متاثر ہوا، اس نے ان کی خدمت میں بھی کچھ گاؤں پیش کئے، مگر اخضون نے جاگیر قبول کرنے پنہ نہیں کیا۔

مالکیت کا ذوقِ ادب مالکیت کے چار زبانیں سیکھیں، عربی، فارسی، ترکی اور ہندوستانی، وہ ترکوں ترکی بھی میں باتیں کرتا تھا، عالمگیر نامہ کا مولف لکھتا ہے کہ

ترکی چلتی رہنی یہ خوبی ہے اند۔ (۱۰۹۵)

اور ہندوستان کے ایسے باشد وون سے جو فارسی نہیں بول سکتے تھے، وہ ضرورت کے وقت ان ہی کی زبان میں گلخانوں کر لیتا تھا۔ مگر اس کا انشا پردازانہ جو ہزار سی شرکتے ہیں جو کہا بابر اور جامنگیر کی طرح اس کے علم میں بھی غیر معمولی قوت تھی، اور اگر جملکارانی کرنے کے بجائے کوئی انتہا تو بلا شک و شبد ایک سمجھنگاہ اور سحرپرداز ادیب ہوتا، سلطنت کے کاروبار کی مشغولیت میں ہی میں وہ شہزادہ اور عاص خاص لوگوں کو رتے رکھتے، جو ظاہر ہے کہ منظر عام پر لانے کے لیے نہیں لکھے گئے، مگر یہی رقعت جب اکٹھ کر لیے گئے تو اس کے ادب و انشاء کی وادہ ہزار کے اہل کمال نے دل کھوں کر دی، جو ظاہر ہے احادیث نبوی اور سنتی، عقائد، فقیری اور نظایی کے اشعار اس جستگی اور غربی سے اپنے رقعت میں نقل کرتا ہے، کروہ سبک سب ادبی شرپارے بن گئے ہیں جن کو پڑھنے میں

ہر چیز اور ہر ہفتہ ان کو دست خاص سے رقد تحریر کرتا تھا۔

جنگ جانشی کے لیے رخصت ہوتے وقت اور نگاہ زیب حضرت شیخ برہان کی خدمت ہیں برہان پور حاضر ہوا، شیخ برہان پادشاہ اور امرا سے ملنا اپنے ملک کے خلاف بجھتے تھے، اس لیے اور نگاہ زیب محیں بد کران کی محیں میں شریک ہوا، ایک نزواد کو دیکھ کر شیخ برہان نے نام پوچھا۔ اور نگاہ زیب نے جب اپنا نام بتایا تو وہ اس کی طرف مخاطب نہیں ہوتے، اور لوگوں کی طرح اس کو کوئی تہرك دیا، اور نگاہ زیب دوسرے دن بھراں کی خانقاہ میں پہنچا، شیخ برہان نے اپنی آنزوں کی کاظماں کرتے ہوئے اوس سے کہا کہ اپنے مکان تم کو پہنچے، تو لے لو تم کمین اور جگہ پڑھ جائیں گے مگر تیر سے دن اور نگاہ زیب بھراں کے پاس گیا، وہ نماز کے لیے خانقاہ سے باہر نکل رہے تھے، کہ اور نگاہ زیب مودباہانہ ان کے سامنے کھڑا ہو گیا، اور عرض کی کہ دارانے شریعت کو نظر انداز کر کھا ہے، اگر نجکو حکومت ملی تو دین بیوی کے احکام کے ساتھ رعیت پر بودھی بھی کرو ٹھاکا، اپنی توجہ فرمائیں، شیخ برہان نے فوراً کماکہ بھارے جیسے کم اعتبار فقر درون کی دعا سے کی ہوتا ہے، تجمباڈشاہ ہونیکی، عدل پر بودھی، رعیت نوازی کی نیت کے ساتھ دعا کرو، عدم جمی دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ہیں، اسی وقت اور نگاہ زیب کے ساتھی شیخ نظام نے اور نگاہ سے کہا پادشاہی مبارک ہوئے۔

اویں، اللہ کی بے رنجی سے عالمگیر کمی دل گز نہ ہوتا، ملا قطب الدین شرید سالوی سے کئی بار ملنے کی خواہش ظاہر ہے، مگر ہر بار ملا مصطفیٰ اس سے ملنے سے انکار کیا، حضرت شیخ بازیمی نے ایک روز جامع مسجد میں تمام لوگوں کے سامنے عالمگیر سے پوچھا کہ اس کی

مولانا آزاد بادل ناخواستہ لکھتے ہیں اک

عامگیر نے ول متدل اور زبان قاد دلبیان بانی تھی اسیے پنوفدن اور خطوط آپ
لکھتے تھا یا ساتھ لکھتا تھا کافی تھا اس کی تحریر نہ کر تھب آتا ہے وہ بچاں بس سلطنت کر کے
شہر میں فوت ہوا اس کی تحریر نہ کر تھب آتا ہے کہ جس طرح اور نگ
سلطنت نزیر مقدم رکھت تھا اسی طرح کشور سخن بھی نزیر نکم دیکھو اس کے جھوٹے پھوٹے
فقرے بھی ملک رانی کے پھوٹے میں اٹھے ہوئے ہیں مگر عمارت صامت ہے اور لفظ
لطفاً میں چادرے کا نگاہ دیا ہوا ہے تمام انتظامی ہدایتیں اور کثر اعلانی فصیحتیں ہیں اتنا
کہ آخر میں دوبی ہوئی ہیں اس کی تحریر کو گفت ان سے تمثیل و دن تر معاشر نہیں اتنا
فرق ہو گا کہ گفت ان کے خیالی مصنایں اور اس کے مانی عبارت اسی صحتی پڑھنے ہیں
سل ہے اتنے ہی لکھنے میں دشوار ہے

عامگیر کے خطوط کی ہمہ گیری کے متعلق یہ تحریر اشرف صاحب ندوی مرتب رحمات ملکی
کی رائے ہے کہ

اور نگزیب کے خطوط گھماں زنجابیگ کے بترن ہجوم ہیں کہیں ذلتی
حالت کے سلسلہ نہ مار خیال ہے تو کہیں سیاسی و معاشرتی و اقتصادی ترقید کہیں تو
خیال بے صین کئے ہوئے ہے تو کبھی در فراق نے مضر کر رکھا ہے کبھی جاگ کی شادی
یا اولادت کی خوشی ہے تو کہیں کبھی کی موت کا رام کبھی جاگ کی افسر کی ستارش ہے تو
کہیں تنبیہ، اگر ایک خط عمار تون اور قلعوں کے مصلح حالت سے مکوہ ہے تو دوڑا
با غون اور جتوں کی رائیں بیانی سے پر کہیں عقاب ہے تو کہیں غایمت کبھی گرموجی

لے زیر نگاہ خیال

پڑی گلاداٹ اور اطافت محسوس ہوتی ہے، عالمگیر نامہ کا مولف اس کے انشا کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہے:-

سکھت دانی ہمی خشائی، ربط اور مناسبت فطری وس پایہ کی ہے کہ نشووناٹ، کے
سمنی طراز، سخن سخن اور نکتہ پرداز صاحت پیش کوگ ان کی قلم و ارشاد کے فیض سے
ستفیدہ ہوتے ہیں، کسی بینے منشی سے جب کوئی منتشر لکھواتے ہیں تو مقصد کی تین، اس
سن و خوبی سے فرماتے ہیں کہ اگر یہ منشی ان باتوں کو ذہن ہیں، کہ کہ منتشر لکھتے ہیں تو
غور و دکھر سے ستغافی رہتے ہیں، منتشر کا سودہ جب اپکے مطالعہ میں آتا ہے تو قلم پر ایسے رقم
ہی اصلاحوں سے زین کر دیتا ہے، کہ ایسے دیکھتے ہی اپنے عجز و فحشو کا ستر
ہو کر ان سے سخن طرازی اور سلوب و قواعد سمجھتا ہے؟ (ص ۹۵)

ماز ماگیری میں ہے:-

فن خوشنویسی کے علاوہ جان پہ کوفن انشا، میں بھی خاص مدارت تھی، اور نثر نگاری
وانش اور دادی ہیں یہ طوفی حاصل تھا، جان بناہ نثر نایت تو بحر فرمائے تھے (۹۳)
یہ تو درباری مورخین کے بیانات ہیں، لیکن جیسوں صدی کے ممتاز انشا پرواز اور
نکتہ سخن اور بھی ایک ادب کی تعریف اسی گرم جوشی کے ساتھ کرتے ہیں، مولانا شبلی رقمطراز،
عالمگیر سخن و قلم دفتر کا، ایک تھا، اس کی انشا پردازی کی دو محاذوں تک نے
دی ہے، اس کے متعلقہ باوجوہ اس کے کرواقفات کا ذمہ، قصہ طلب حوالوں کا جوہ
اور خبر فیاض، اعلاء عوں کی یاد داشت ہیں، ہم ادائے مطلب کی قدرت، عبادت کی
سادگی، نقوش کی مجوادی، مطالب کا اختصار، پہلوہ پہلو جملے، دلشیں ترکیں نایت
حیرت انگیز ہیں، (مظاہن عالمگیر ص ۱۳۲)

سیر گشتن سیر گوید نے ہنسنڈ این است اتنی ازیت باش ازیت نہ

حق قدم پر دے نہد از لامکان انگو او سکن شودا از کن نکان

چونکه جزو دوزخ است این فصل طبع کل دار و ہمیشہ حبند دہا

این قدم حق را بود کو را کشد غیر حق خود کے کمان اور اکشد

وقتے خواہم زحق دریا شکاف تابوزن بر کنم این کروه قافت

او تعلیٰ تو فتحی کرمت کند اذین نیزه دوزه رہا بی بخشد بحتر تجوہ وال محمد علیم اصلاح و اسلام

ایک بار شہزادہ میدار بخت (طفعت اکبر محمد علیم) نے اپنی بھوپالیں عکس افسا صیدہ میدار

خان کو خضر کی عالت میں پاہی کی لڑائی کہا، خود دار سکم نے شہزادہ سے بون پھوڑ دیا، مالکیں

کو خبر ہوئی، تو میدار بخت کو اس دلچسپ اند ازین خطا لکھا.

محمد مرغ چمن بالگل زفارت گفت نازم کن کر دین با غبیبے چون دت

گل بخندید کہ اندراست زخم لیکن زیچ عاشق سخن تلمع بستون گفت

ہاں فردا الاصدار دامخ باوک دیام جوانی کر اصطلاح پوراج مصالحان شاجران دیوا

می گویند ماہم داں دیام این تلمع با شخیکہ تہایت تجنہ داشت بزم رمیدہ بودہ تایات بخت

اور بانجام رسانیدم دگاہے، از دوہ نکریدم دیگر آن کرباس دات فخط پاہی گفت مخفی پاہی

گریت، کے اگر مید را پاہی گھویہ البتہ پاہی نخواهد شد، اگر از فرشتہ محمدار و ناظر رشامندی

آن مید فشو دیتاب بلکہ عتاب گرفتا رخواہید شد، جزاً بسا کانوا یعملون یہ

شناہزادہ محمد علیم کو ایک موقع پر تنبیہ کرتا ہے۔

محب زان فرزند کو محبت مایچ اشریہ کر دہ، از اصیا طود و دوبنی ہم ارم عل دود فاؤ

لہ و قائن مالگیر رتہہ چوہڑی نبی احرسند طبری ص ۹۰-۹۱، ۳۷ ریضا ص ۰۰۰۔

ہے، تو کبھی سرہ مہری، کبھی از ماں کی صفائی ہے، تو کہیں دوسرے کے غلاف نہ کاہیت، غرض کم
وہ کوئی بیڑے جو اس بھومن میں نہیں ہے، پھر وہ کوئی شے ہے جس میں حقیقت نہ کری
کے ساتھ کمال ادب کو بلکہ تین دیگری ہے۔

مالکیر کا ذوق شعری | مالکیر کے دربار میں کوئی ملک اشوا نہیں تھا، اس سے عام طور سے یہ سمجھا جاتا
ہے، کہ مالکیر کو شعرو شاعری سے فترت تھی، اس لیے اس عمدہ کو اپنے دربار سے ختم کر دیا،
مگر اہل نظریہ کیونکہ تین کر سکتے ہیں، جب کہ اس کے اکثر خطوط اشعار اور بھی لمبی نظموں سے
فرمیں نظر آتے ہیں، مثال کے طور پر بعض نوٹے ملاحظہ ہوں، ایک خطیں لکھتا ہے:-

خان جہان بادا مگذشت، اتا اللہ و اتا الیہ راحُون، بمحاجَنَ اللہ اُوی پر تدریغِ عالمت؛
نفس تا کجا بردا خالب؟ دین ایام صوبہ داری دکھنی خواست دیکھ دلگری آندو دے آن کو؟

اُرے کا نفس بدتر ازین است، ۷

کشتن دین کا عقل دہوش نیست	شیر پاٹن سخنہ خیگوش نیست
مالے را لفڑ کر دو در کشید	سدہ، اش نمرہ زنان ہل من فریز
دُنخ است، یعنی نفس دُرخ اڑ دہست	کو بدیریا ہاٹھ گرد و کم دکاست
ہفت دلیار ادماستا مدہنوز	کم نگردو سوزش دین ملن سوز
سنگلاڈ کافران سنگ دل	اندر آئند اندر ان خوار و خجل
ہم نگردو ساکن این چندین خدا	تازقی آیید مراد را این ندا

سلہ تعدادِ قفات مالکیر از بحیث اشتافت نہ ہے یا ص ۵۴-۵۵، ہم نہ نہ کے یہ، ورنگر یہ کے رفاقت کوئی
پیش کرنا نہ ہو دی نہیں سمجھتے، کیونکہ بولت ہے اسے او زنگزی کے خطوط پر ادبی حقیقت سے نہایت ہی مسروط
نہ قادا اور فاصلنا نہ بحث کی ہے، ملاحظہ ہو مقدمہ، قفات مالکیر ص ۵۵ تا ۶۰

یو شعر اس کو پڑاتے تھے ان کو غزوہ بیش جن کو لیتا تھا، اور اکثر اوقات اپنے رُکون
کی بیاض میں بھی بالآخر تم نکھوا تھا، ایک رقصہ میں لکھتا ہے،
بہادیت اللہ زرین رقم بکوئیہ، کہ این بیانی درجیا گئے کہ بپادشاہزادہ کو مخفیہ محنت
می شود، بخنا خود بتویں ۵

آتش بد دوست خوش در من خوش من خوش من خود زدہ ام ہن نامم از شمن خوش
کس شمن من نیست نم دشمن خوش لے دلے من دوست من دشمن خوش ۷
علاالت اور حقیقت کو بترمگ پر بھی عالمگیر کی زبان پر شعر ہوتے تھے، اللہ میں ایک با
بخار پڑا، تو صفت کی حالت میں یہ شعر ترجمہ کے ساتھ پڑھ رہا تھا،
بشتاد و نو و چون در سیدی بس بخنی کہ از دور ان کشیدی
در ان جا چون بصد منزل سامی بود مرگے بصورت زندگانی
امیرخان نے جو اس وقت اس کے ساتھ تھا، عالمگیر کو شعر پڑھتے تو موعظ کی کرنا فی
گنجی نے ان بیات کی تمهید میں یہ بیت کہی ہے،
پس آن بتر کر خود راشد و اری در ان شادی خدا رایا دواری
عالمگیر نے اس شعر کو کئی بار سن، بھرا پنی بیاض جن نکھوا یا، اور مت تک یاد کئے
بترمگ پری شراکڑ اس کے دروزبان رہتا تھا،
بیک لخ بیک ساعت بیک نم دگر گوں می شود احوال عالم
یقعب سے سجا گا وہ خود بھی کبھی کبھی طبع آزمائی کرتا تھا لیکن ہم کو سکا صرف ایک شر
مل سکا۔

الختر سوء العفن بخار نیا و دود و رزارت کلکٹوایدی کرائی المهمکة بره نیافتہ

مرغے کر زیر کی است دین بوتان با
گل راخیاں جکل شہبازی کند

خونی چکد زخم غیان ز خندش
لکھ کر بے ملاحظہ پرواز می کند

ردے و تھوڑی و بے باکی نیت بلکہ خود شکنی است

کمال مردی و فرمگی است خود شکنی است
بہوس دست کے اکر این کائن شکنہ

ایک دوسرے رقمن لکھتا ہے :-

بنوز نہ عالمجاہ عرض اشت کنہ کر ایش ان استشاع تقصیر اقتبا رفان کر دہ اند، حتمان

قوی کم سید سدا نہ د دیش فوشنہ باشد بنویہ ک عبد القادر بیہل دین م تمام د دھڑا

دیپ گفتہ

ہر س اڑاہ سظلومان کہ ہنگام دعا کر دن

اجابت از د حق بہ استقبال می آیہ

سدی، عاقفا، نظافی، نظری، صائب، ملا شاہ اور فانی کشیری کے دوا، وین عالمگیری میں

طور سے پڑھتا تھا اور ان کے اشعار نہ بانی یا درکھاتا تھا بخشی الماک غص غان نے ایک بازیوان

پیش کی جس میں ایک لاکھ اشنا تھے، عالمگیر صائب کے ایسے شعرا پڑھ کر بہت محظوظ

ہوا، جو معرفت و نقوف میں ڈوبے تھے، اور اس دیوان کو محبوب رکھنے لگا، اس کی

مندر جہاڑیل غزل ایک دست تک اپنی محفل میں بار بار پڑھ کر سنتا تھا،

ختم چ گردید قدا فرا ختہ می باید رفت
یہل برین اب چو شد ساختہ می باید رفت

ہر چو د کار برو ساختش خو سازیت
گوششو کار جان ساختہ می باید رفت

این سفر چو سفر ہائے د گر صائب نیت
بخت سئی ز خود اندرا ختہ می باید رفت

بلہ و قات عالمگیری
ص ۱۲۲
سکھ نائز عالمگیری
ص ۲۶۲

قد تو در خرام بگلگشت بوستان
 صدیع پخم ز شرم بسر و پان ده
 آنجا که اوست ناز شاشن کی رسد
 گربال جرسیل مبرغ غفتان ده
 اذ شکم جانت اش چو خواه کم حیات فو
 مگان جواب هن زیان سان و
 گردن سانداز شکم عشوه آفرین
 صدول عرض ز طره بخت قشان ده
 چون شیشه شراب که باخته بند
 کس و پچا بدست تو ناصریان ده
 نازم بکسره که بهنگام می عکس
 هر چیز را نجا صیته آفریده اند
 کے سرمه در گلو شرخ گفزان ده
 من خود بدرویار خشم در روزگار
 کیز قدر الم پیل ش دمان ده
 چخش با برداش د مرد گشت عالمی
 زمش مردیست کمن ا عبار او
 مضمون دلشیش که رسداز بمان و
 یاد از طراوت سخن پاستان ده
 مردان بود که گرمه عالم بدو دهند
 ایمان ب فقد هر دو قا و اوه ایم و ب
 شاید هر ادم که تخدخا هم نامان
 دل کم در برشادی غنم تا کر جان ده
 دیوان خستیم که جانی نیسان ده
 شاهه که از راست سر دشمنان و
 ایمان بقدحه که نیش پس گزیز
 گردن عنان خود بده بکشان و
 تارض بر سکون و سعادت محک است
 زینه باد بر سر اورنگ سلطنت
 تایم و هم راتب در باو کان و
 با وجودیکه اورنگ زیب اپنی درج سرا ای مطلق بسته که تا تھا اور شاعری کی تصمیده

غم عالم فرداں سنت من یک غچہ ولادم چاں ہی شیر ساعت کنگریگ بیان
ان شواپنگ کی موجودگی یعنی کہنا کہاں تک دست ہے کہ عالمگیر کو شروع مخن سے
وچھی نہیں تھی بلکہ پچ تو یہ کہ وہ اگلی اور کار فرما دل و دماغ لیکر ایسا تھا، وہ آفریجی مشاصل کا
شیدا تھا، اس کی سنجیدہ اور تین طبیعت شرار کی مبالغہ ازیون، خوشابانہ ماحیون، اور
بھوٹی بناوی باقون کو نہیں پند کرتی تھی، چنانچہ مرادہ عالم میں ہے:

و در اتاب نشوافث روستہ تمام داشت و در جارت نظم ہم بہرہ تمام اما بوداری تشنہد
صادق کریمہ والشعلہ و بتبعہ در لفاؤن متنک گشہ تو جبا سماع شردارند تابشید
اشوار پھر سدا شرکر ماضن مرغعت باشد

کروہ بہر رضائے خلات عزہ جل چشم سوے غزال و دگوش سے غزل
ماڑ عالمگیری کا صنفت لکھتا ہے،

جان پناہ اگرچہ نظم و نثر کے سمجھنے اور لکھنے یعنی کمال قدرت رکھتے تھے لیکن بنائے
اشوار اور خوصا کا ذب مرح سرائی کے سنتے سے پہنچ زمانے تھے نصیحت امیر شاعر
سے البتہ حدود تھا،

ایک بار سلطان شادمان نے اسکی مرح میں مندرجہ ذیل تصدیق اس کے سنتے پڑا۔

آن کیست کرز حلقہ، نہل نہ نہ	و خواب اگر دہ طرقی کیاں دہ
آب حیات حضر کر عمریست جادو ان	تلکے سرست بیل تو جان دہ
ملک رخن ہلاز کر خنزیرست نی لش	خوبی عدم رد دچون نشان ان بیادہ
ای قلم کر اب سیری چکڑا دہ	زمگ بخن ز دھن لب بگ رخان دہ

کا فائل رہتا، اور قص شاعری کو فردیہ معاشر شہر ناپسند کرتا تھا، یہی میدب بے کہ اس نے دوبار کے شعروں کو بھی ان کی استندا دوں وقت کے مطابق ملکی منصب دیجئے وہی کمانے کا ذریعہ فراہم کیا، اس نے نفس شاعری نے صب قائم رکھنا پسند نہیں کیا، دربار کے متولیین شعر اور کی تعداد تو زیادہ ہے، مگر ہم یہاں پر صرف تجوڑے سے ارباب سخن کا ذکر کرتے ہیں

غمت خان عالیٰ، عالیٰ تخلص تھا، اور مرتضیٰ محمد علی نام حکیم فتح الدین شیرازی کا رکھا تھا، مرتضیٰ محمد بنہد وستان ہی ہیں پیدا ہوا، لیکن صغر سنی ہیں باپ کے ساتھ شیراز چلا گیا، اور وہ تعلیم پائی، بت دستان آیا تو طاشغینا نیز روی کے سامنے بھی زانوں سے تلیہ تکیا، یہاں طب کا کیاں پیشہ اختیار کی، پھر اونگ نگزیب نے اپنے طازان خاص ہیں داغل کر دیا، اور نگزیب نے جب حیدر آباد فتح کیا، تو اس نے یہ تاریخ لکھی،

از نصرتِ پادشاہ غازی گردید دل جانیاں شاد
ہڈ تعلم حساب تاریخ شد فتح بونگ حیدر آباد
او رنگزیب نے خوش ہو کر اس کو خلعت و انعام عطا کیا۔

اس کو غمت خان کا خطاب ٹا، اور باور پی خانہ کا دار و نعمتمند ہوا، ستر عدیں اونگزیب نے اسے مقرب خان کے خطاب سرفراز کیا، اور جواہر خانہ نگین دوست کا وار و نعمتمنا، شاہ عالم کے زمانہ میں و نعمت خان ہوا، اور بہادر شاہ نام لکھ، ہاتھا کرنے والی کو شیراز بادو کی، اس کی مختلف تصانیف کا ذکر آگئے ہے لیکن یہ کتاب جب ہو گا کہ اس کی کتاب و قیمت خان میں عالمگیر کی ہجومیں بھی ہے، محمد علی سندھیوی تھون انفریب ہیں لکھتے ہیں:

خوانی کر فعل عبشت بمحبتا تھا، جن پچ شادان کو ائمہ مدح مسلمی سے منع کر دیا، لیکن قصیدہ کے
بعن بعض اشارہ کوشش اور نظر سے بت پڑے کی، اور بار بار پڑھا کرتا۔ ^{بِمَرْأَةِ الْجَنَّالِ} این ہے۔
سلطان شادان قصیدہ ششتم بدم غفترہ سمع مبارک رسانید و بعض ایسا قش پڑے
غایری عن اقتاد و بیکار، استماع فرمودند۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باوجود اس ذوق شعری کے ملک اشوا کا محمد ہ عالمگیر
نے کیون تخفیف کر دیا، ویکھنے یہ ہے کہ اس کے دربار کے ممتازین شہزادوں کوں تھے، خاتون عالیٰ
عافل قان، رازی، ملا اشرف، اثر زدرا فی اور موسوی قان وغیرہ وغیرہ کیا ان میں کوئی ایس تھا فیضی
طاب اُمی، تھسی اور دیوبالاب کلیم کا مقابل ہو سکتا تھا، اگر ان میں کسی کو ملک اشوا کے خطاب
سے سرفراز کر کے ان نادرہ روزگار شہزادوں کی صفت میں کھڑا کر دیا جاتا، تو کیا عالمگیر کے علم و ادب
کے بندے اور عالیٰ ذوق پر حرمت نہ ہتا۔ ان میں سے کسی یک میں بھی فیضی کا جوش بیان
اور استمارات کی شوئی، یا عاب اُمی کی تشبیہات کی ندرست یا قدسی کا جوش خروش یا کلیم
کی مضمون آفریقی اور جنایاں بندی بانی جاتی ہے، مولانا شبی قطراز ہن کہ مزاح اصحاب کے بعد
بھی لوگوں نے طبع آزمائیں لیکن وہ شمارے کے قابل نہیں، وہ تو یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایران میں
شاعری مزن اصحاب پر ختم ہو گئی، ہندوستان میں بھی کتنا صحیح ہے، کہ شاعرانی وور میں فارسی
شاعری اور حکیم کمال پر بنیگلز دہل کی طرف مائل ہوتی گئی، بعد کے شہزادوں اپنے شہزادوں کو صرف
تھی بر تلوں ہیں اونڈھتے ہیں۔

^{شہزادوں} کی بھی صحیح نہیں کہ عالمگیر کا دربار شہزادوں سے خانی ہو گی تھا، اس کے دربار میں بھی شہزادوں تھے
وہ ان کے اشعار مفت، اور موقع بموقع اپنے جو دو سناسے ان کو فیضیا کرتا تھا، مگر وہ مفت خوری

خاتمی فتنہ اور فربود و بیان ملکم تکا نہ..... مرزا محمد دلفم ذریقت دست عالی وارد

خصوص دادوی فتنہ طلبم چرت می بندو"

مازلا اعلما، کا صفت اس کو ہمہ سارے بھی کے نام سے یاد کرتا ہے۔ اور لکھتا ہے،

"پچ سیکے ارز باش زستہ"

مالکیر نے فتح خان عالی کے رہنگے حکیم ماذق کو حکیم الملک کا خطاب دیا، میر شاہ کے بعد
یعنی خطاب حکیم الملک ہو گیا، اور پختہ زادی منصب بھی طلب۔

عقل خان زادی، میر علکری نام، خوات کا بنے والا تھا۔ تاجیمان کے عہدین بندت کیا، اور شہزادہ اور نگزیب کے ساتھ دکن میں قلعہ دار صدر ہوا، ایام شاہزادی ہیں اور نگزیب کی ایک کیزیز دیکے اپرست ن خاص، کہ انتقال ہو گیا اس سے اور نگزیب روز نہ ازدبار اور فہرست کا نئک مخلوق ہوا کرتا تھا، اس کے انتقال پر طالب پر اور نگزیب بست ہی غلیٹ ہوا۔ غم غطا کرنے کے لیے دوسرے روز شکلہ رین پڑا گیا، میر علکری بھی ساتھ تھا، تہائی ہیں میر علکری پوچ کہ اندوہ و طالب کی شدت میں خیکار کیسے کے کی سنی، اور نگزیب نے جواب میں
یہ شعر پڑھا:-

تالدے ناگی دل اتھی بخش نیت
دہ بیان می تو ان فریاد خاطر خواہ کرد

میر علکری نے یہ شعر سنکری عنض کیا، کہ

عشق چہ آسان نموداہ چہ دشوار بود
ہجھڑ دشوار بود دیار چہ آسان گرفت

لہ ماشلا اعلما، سوم ص ۱۹۵، اس کے بہاچی کے نزدے فخر، المذاہب میں ملاحظہ ہون گیا
فتح خان عالی کتب خانہ، آمینہ حیدر آباد دکن میں ہے، کلام کے کچھ نوٹے ماشلا مکرام ذریقتی مفت
ہی بھی مفت ہیں۔ لہ ماشلا مکرام ص ۳۰۰

بے مد شوخ بے باک، ماضِ جواب اور لطفہ گو خا، محی الدین اور نگز زیب مالگیر
با دشاد کی ملازمت سے سفر از مہوا، با دشاد تقابل دوست اور جو ہر شناس تھا، اس پر کا دل
کا خصب دیز نہت خان کا خطاب دیا، مگر اس نے اپنے ولی قوت رکھتی نگز کا خجال ہیں
دکا، اور بچوں میچ لکھی

نگز سودہ اس شہزاد است بم ہرگز این را بخلا خود و گریان بیز
آخوندی نہن سب اور ناشایسترا قون سے روگون کی تظروں سے گرگی، اس کی غزو
کے اشارہ ہیں تو کوئی لطف نہیں، بلکہ بے ذہاد نہ سے غالی ہیں، مگر اس کی مشنی بچوں اور
بڑیں بندید ہے،

اوہ نگز زیب نہت خان عالی کی دردیدہ وہنی سے واقع تھا، لیکن اس سے وہ قصد انتہا
کرتا تھا، ایک بار کامگار خان نامی ایک امیر کی شادی کے موقع پر نہت خان عالی نے ایک
بچوں کی جگہ تو امیر نے اوہ نگز زیب سے اس کو تنبیہ کرنے کی درخواست کی لیکن اوہ نگز زیب نے کھا،
خانہ زاد سادہ لوح (کامگار خان) می خواہ کر اڑا ہم در دین رسائی فخر ک سازد کار او
ہر چھوپہ در باب ایگرید، و شورید، و شہرہ نالم سازد، و شترہ نیاب، متصدر بیو، طافی
باعفہ و فلام شدہ کر دیگر ار تکاب نہن، با وجود این خود کی بخودہ زبان پر مین و گردن زد
مقدار نہست، باید ساخت، و باید ساخت، صرفی کاریں افتات دکا یغاس فلت

میرظام علی آزاد اس کے بارے ہیں لکھتے ہیں، کہ

لہ مفریں، زب قلی نخوا طکر کو در ہصین ٹھکن گزد، تھے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کر فتح دکن کے
موقع پر اخیر جوئی تو صحن، مواسنے اوہ نگز زیب سے وہیں جانے کی درخواست کی، اوہ نگز زیب و اپنے جنے کے خلاف تھا،
اس سجنی درخواست خان عالی نے فڑھ کر کہا، بنشدست پنجان توی کر برداشتنش بخ کارس و گرس نیست خدا باردا،
مالگیر پہنچ بڑا، کله قفائن ما تھیں، ۶۶۶

کا قصہ ہے، ہر وہ میں دیکھ بند و ستانی صد منظوم ہے، مصنف ناشر عالمگیری کا بیان ہے کہ منظو
 مولانا درود کے دفاتر کو حل کرنے میں وہ اپنے کو کیتا ہیں اس کرتا تھا، اس کے تعلز لہر کے
 خشک کنم ز سوز دل دیده دشکب را چند را اب، نلکتم آئینہ بخوار را
 منتظر ان پار را جلوہ ہر صورت کوست سرمد بود خبار را دیده انتظار را
 قدہ مست می کند خانے سے فروش را سائک بکھیری برد سالک ہوشیار را
 پائے طلب برادہ ن شرط ادب بخچا ہڈا چونکہ تو کروی اختیار تحت اختیار را
 چند عنی جہان خوری دل بھنی بین پا باو خزان چود پے است یبلوہ این بیارا
 بت گڑہ زخون دل ناف آہو سے بنہ ایکش و آن غزال طرہ مشکار دا
 ساقی مست راز یا ساغر بیشی وہ دیں مے اگر نبی پیشی بس کو کشی خوار را
 مامحمد سید اشرف ماہندرانی، مامحمد صالح ماہندرانی کے رٹکے اور مامحمد تقی محلی کے
 نواسے تھے، عالمگیر کے اوائل حکومت میں ہندوستان آئے، ان کی استحدا و قابیت کو
 دیکھ کر عالمگیر نے ان کو زیب اللہ را تائیں مقرر کی، ۱۸۹۳ء میں زیب اللہ سے اجازت
 لے کر اصفہان واپس گئے، پھر واپس آئے تو شہزادہ ظیم اشان بن شاہ عالم کے ساتھ ظیم آباد
 میں رہے، شہزادہ اخین میں بست ہی محبوب رکھتا تھا، باوجود کہ سنی کے اخین اپنے پاس برابر
 بھائے رہتا تھا، آنحضرت میں بست اشنا کی زیارت کو جاری ہے تھے کہ موٹکر بیکاراں ک حقیقی سے
 جائے، یہیں ان کی قبریجی ہے، ان کے دیوان میں تصاصد، قطبات، غربیات کے ملائیں
 متفویان بھی ہیں، ان کی بعض غزلوں کے پسندیدہ اشعار یہ ہیں،

بمنا چون در آیدا دمی یہ بخت می گردو ہوا چون در میان بھکر یہ بخت می گردو

لہ ہمیشہ بہادر کش چند خاص بجو ارفہ مختطفات کتب خا ذ شاہ اودعمر تیرا پہنگر، ص ۴۴۳-۴۴۴
 نامہ عالمگیری ص ۲۴۔ تکہ مراد اینان ص ۹۲۳۔

اور نگزیب ن شہرت تو اس پر رقت طاری ہو گئی، اور اس کو بار بار پڑھا رہا،
 یعنی عکری حضرت بریان الدین رازی کا مستقده تھا، اس نے رازی شخص کرتا تھا، جب
 اور نگزیب دکن سے واراست لائے چلا، تو عقدہ دولت آباد میں اپنے اہل دعیال کر چھوڑا، یعنی عکری
 اس خبر کا نجیاب ہوا، اور نگزیب جب سریر آزاد سلطنت ہوا تو اس کو عاقل خان کا
 خطاب دیا، اور دادا کا فوجدار مقرر کیا لیکن چند ہی منٹ کے بعد یعنی عکری صحت کی خوبی کی وجہ سے خارج شد،
 اس مدت یعنی اس کو ۵۰، روپے یا ہواستہ رہے، ۱۷۴۰ء میں پھر ملازمت شاہی میں منتظر
 ہوا، اور دادا غیر حرم خاص مقرر ہوا، جس پر بست ہی صندامیر رامور ہوتا تھا، اس زمانہ میں اور نگزیب
 کے عنایات واکرا میں سے برابر فیضیاب ہوتا رہا، ۱۷۴۳ء میں اس کو ایک شاہی خدمت عطا
 کی گیا، اور ڈاک چرکی کا دار و خرمقرر ہوا، لیکن اس عمدہ سمعنی ہو گی، ۱۷۴۸ء میں اس کا
 ایک ہزار روپے وظیفہ مقرر ہوا، ۱۷۵۰ء میں بھی دوم کے عمدہ برا ممور ہوا، ۱۷۵۴ء میں اسکے
 دوپتی کی صورت داری پروگری کی، اس حدودہ بدلیا پڑا، اپنی وفات تک فائز رہا، آخر میں لگیری کے صفت
 کو بیان ہے کہ عائل خان کی خدمات، دیانت داری اور خلاص کی وجہ سے عالمگیر اسکی
 خود رانی و خود میتی و خود داؤتی سے ختم پوشی کرے گئے، اور ان خدمات اسکے پھر دکن تھا،
 نظر ثانی عالمگیری، ایک دیوان، مرتع تصنیفت رازی، اور چند مشویں، نعمات لشک،
 نفر تماز عالمگیری، فتح و پرداز، اور تحریرواد اس کی بادگاری ہیں، نظر ثانی عالمگیری میں عہد عالمگیر کے
 واقعات، جنگ یحیا پور سے میر جلد کی دنات تک درج ہیں، مرتع تصنیفت رازی میں
 مولانا عبدال الدین روپی کے ظاہر پر ایک منوی ہے، نظر ثانی عالمگیر اس کے مرشد شیخ بریان لکھ
 رازی کی تصنیفت ہے، اس نے اس کو ترتیب دیا ہی شیخ پر دانیں سن رکن میں، اور پیداوارت
 لکھ رہا عالمگیری میں، لکھ رہا عالمگیری میں،

وہ لکھتا ہے :-

مزاد و شن مفہیر آسان فضل و کمال کے پڑھنیرتے۔ بڑے صاحب، استعداد و بمنہ
نظرت تھے۔ بٹالٹ حسردی کو عربی اور فارسی میں رائج کیا۔ اور ہندی کے ملین اس
فن کے استادوں سے آگے بڑھ گئے تھے، ہندی کے اکثر اساتذہ ان کے سنتے تعمیم
بیکھاتے تھے، فن موسیقی میں استدر کمال مالکی کیا تھا، کرٹے بڑے ماہرین ان کی
شگردی پر فخر کرتے تھے، چودہ ہزار راگینوں سے ہل صحبت کو محظوظ کرتے تھے،
عربی فارسی اور ہندی گیت بن کر طرح طرح سے گاتے تھے۔ (ص ۶۸)

فہمے اور رقص پر ہندی زبان میں بار باتک ایک مشورہ کتب ہے، مفہیر نے اس کا
ترجمہ فارسی زبان میں کیا ہے

ریفع خان باذل کاغذہ ان شہنشہ سے ہندوستان شاہیہ کے زمانہ میں آیا، اس کو چاہ مرزا
محمد طاہر، ذریغ اعلیٰ کے زمانہ میں برہان پورہ اکبر آباد اولہ کا صوبہ دار سما، ریفع خان باذل شاہیہ
ایسا ہیں پیدا ہوا، جو ان جو اتو عالمگیر کے دامن دولت سے وابستہ ہو کر سرکار بانش بریلی کا فوجدار مقرر ہوا،
پشاقدار الکلام شاعر تھا، فردوسی کے شاہنہام کی تخلیق میں غزوہ اوت نبوی پر ایک منوی حملہ جیدہ دی ملکی
جس میں ماثلاً امارت کے مؤلف سکھیان کے مطابق چالیس ہزار اور مائیں لاروم کے مصنف کے مطابق تو
ہزار اسخار تھے۔

۱۔ تفات خان تقدہ صفائی طاہر نام مرزا محمد طاہر تھا، صفائی کا رہنے والا تھا
عالیٰ کے عہدہ میں ہندوستان ریاست خاص خان کے ذریعہ سے شاہی ملازمت اور منصب
مالکی کیا۔ پسکے تفات خان پر مفتنت خان کے خطاب سے سرفراز کیا گیا، مصنفات اور اندکا
لہی بینا ظلمی فتحدار مصنفوں۔ ماثلاً امارت ملبد سوم نمبر ۹ و ماثلاً الکرام ملبد و ملبد ۱۰

ساقی ساغر بگوش اُرتکمین و الگزار کشتن دیا کنان رانگریز کافرست
 گشت متفنی ز محل شرف بیاد عارضش همچون آن حافظ کر مصحف اتمام از پروز
 در جوانی روشن حالت پیری دارم چون گلی زرد بیارم بخزان می‌ماید
 رفتہ رفتہ ابر و ابر طرف ساز غصب آب را چند لکھ جو شاند کتری شود
 روشن ضمیر ایران کا شور شاعر خواه، هند وستان آیا تو عالمگیر نے اس کی سر پرستی کی
 اور رفتہ رفتہ شاہی منصبداروں میں داخل ہو گیا، جب اور انگریز شہزادہ شجاع سے لڑا رہا تھا
 تو ضمیر نے مندرجہ ذیل تاریخ لکھ کر پیش کی۔

لے جزو سرہ تبارک بادا ہی ستراتاچ بارک بادا
 جنم ز پے مسکون فتحت تاریخ ول گفت شود فتح بارک بادا
 اور انگریز کو یہ تاریخ بہت پسند آئی، اس نے افعام میں پانچ زاروں پے محنت کئے
 عالمگیر نے جب کلام باک حظ کیا تو اس موقع پر روشن ضمیر نے یہ تاریخ لکھ لگز رانی
 می الدین و مصطفیٰ حافظ تو صاحب سیفی و مرتضی حافظ تو
 تو حاجی شرع و عای تو شارع تو حافظ قرآن و خدا حافظ تو
 عالمگیر خوش ہو کر اس کو افعام میں سات ہزاروں پے عطا کئے، وہ کچھ دنون تک
 بند سوت کا واقع نثار اور بخشی کے بعد پر عجی ماہور رہا۔

ضمیر ایرانی نژاد ہونے کی وجہ سے بجا شو سنکرت کے اتنا ناکا صحیح تلفظ نہیں کر سکتا تھا
 مگر اپنی ذہانت اور جودت سے ہندی کا بلند پایہ شاعر ہوا، ہندی میں اس کا مخلص پتھی تھا،
 فانی خان اس کو امیر خسر و نانی کہتا ہے، مراد اخیال کا مولت ضمیر کی مغلیون میں شرکیک رہے،
 شہ آتش طکر رامج ۱۹۸۰ء: ۲۰۷ء تخت باب از غافلی خان مدد و مدد، شہ مراد اخیال ۱۹۸۰ء

مادا بخداي خوشنام را بيهست
د نظمت تن فوشمنش بجي هست
چهك زدن ستاره بچشم نهست
د پرده غبرهن شب، هئي هست
تحسين، فلام علی نام تعا، عالمگير کے دبارے وابسته ہو کر اس کے رذک شزاده مخطوط
کاندھ خاص رہا، شسته میں شہزادہ لاهور سے عالمگیر کے پاس جا رہا تھا کہ راستے میں تحیث
سے ترشوفی کے ساتھ گنگوکی، جس کو وہ برداشت ذکر سکا، اور راستہ ہی میں جان بحق
ہو گی، اس کے کلام کا رنگ یہ ہے :-

تاب عزیس زم شد دل کمار	وان کشودگ را بنشتر خار
خندہ ازیاد لبیش چون گیند میتا ہن	آب حیوان رین و از هم قطہ صہبی ہن
ست بیا کم من دیارم بُش دیگر ہت	گردن میناست ختم از با رحیمان ہای ان
در ڈاک فرو بردہ خیال لب بیا دم	یاقوت بر آید چکنی شگ مرارم
صہبیانی، نام بجہ اب تی، مرأة العالم میں ہے کہ وہ شاہی ملازمون کے زم دین و تحا، مگر ملازمت کی نوعیت معلوم نہیں ہو سکی، خط استعفیں کا بھی ماہر تھا، مرأة العالم کے بیوں کے بیان کے مطابق اس کا کلام نہ طبعیش اور شور انگیز ہوتا ہے، اسکے دو شعر ہیں:-	غل
لب فوستم ایست و دہ موشی نیست	سخنی نیست کہ شرمند خاخوشی نیست
ز دست سرکشی شاذ سیند چاک شوم	ک کا کل تو دا خوش حمبو گیرد
مرزا محمد علی ماہر اکبر آبادی۔ اپنے عدد کے اساتذہ فن میں شمار کے جاتے تھے، تکیم، قدی او مریم بھی وغیرہ کی صحبت ہیں ان کے ذوقِ حسن کا نشوونما ہوا، کچھ دنوں داشت خان شنبیانہ دی کے کم سیس رس، پھر وہ اس نگکہ نے ان کو اپنے بیان طلب کریں، اور وہ فدا	ام
لہ فرخ ان فرین ص	راة العالم

میں پیر کا فوجدار مقرر ہوا، نظر لکھنے میں غیر معنوی ہمارت رکھتا تھا، اور ریکارڈ کی دقت میں تین کتابوں کو مختلف عبارت میں لکھوتا اور ربط و تحریر کو قائم رکھنا۔ بلکہ خود بھی کتابت کر رکھتا جاتا تھا، اس کے کلام کا نمونہ یہ ہے:-

مکن گو با بھرعن مدعا یارب زبانم را
بیند از موی بینی مادر قانون فنهم را
شید بکیم پوشیده ام بعد از قلای خود
برنگ مرده فیروزه نیلی در عزت خود
شهرت حسن تو شد از کشتہ دیدار تو
انسیم یاں مبلل بشلگند گلزار تو

حکیم محمد کاظم صاحب، عاملگیر کے خاص طیبون میں سے تھا، پانصدی منصب بھی شاہی دربار سے عطا ہوا تھا، اس نے متعدد مشتیات لکھیں، جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں،
آئینہ خانہ، پری خانہ، ملاحظت آحمدی، صبحت یوسفی، کل محمدی، بھیات کو انفات
سیجی کے نام سے ترتیب یاتھا، اس کو صحت شریعت کی طرح حل پر کو مطالعہ کیا کرتا تھا، اس
نے خود ستانی اور خود بینی میں خود ہی سیح ابیان کا خطاب اختیار کر لیا تھا، اس کے متعلق
سرخوش کے جستہ جستہ فقرے یہ ہیں:-

اکثر شرم بیڑ مودی ردمی گفت، دیوانے نیخم پر از طب دیاں ترتیب داد،
بر طبع داست وی خود منزور بود، از فایت بر خود قطبی اکثر شرپ پچ دیے معنی ی گفت
و از مردم حشم عسین می داست"

اس کی کچھ رباعیان ملاحظہ ہوں:-

بر لار خط کشید کا نشیل موست	مگل راجھا بشست کیں صفحہ روت
شار بارم اگشت نتوان گفتان	نامم جبرا دست یک تو ان گفتان

می کشد مشوق از پلوی عاشق ولی
 از پر خود شمع را پر و از نی سازد پری
 تا بدل گردیده ام خدمت عالم زدن است
 در قاعده مودار یکداز هنر خان است
 بسکد چهار تو چون تاں قلم کا همیشہ هم
 از تهم صد پیرین بالیده پری اهن است
 دوبار سوز و از از و غافل بلند کشد
 می دو آتش و در سوغت سپند کشد
 محمد حضن سرخوش، شاهزاده مین کشیرین پیدا ہوا، اس کا باب محمدزاده شاه جانی امیر
 عبدالله غان زخمی کی سر کار مین ملازد تھا، سرخوش بھی اس امیر کے ملازمون کے زمرہ مین داخل
 ہوا، پھر اس کی وفات کے بعد فراشبختی الائک روح اللہ غان کی وساطت سے عالمگیر
 کے دربار سے واپسی ہوا، وہاں سے اس کو منصب طا، او رشتہ مین حسن ابدال مین شرقی
 مدالت کے عنده نامود ہوا، سرخوش نے عالمگیر کے دربار سے اپنی دلبگی کو فخر و امتیاز کے ساتھ
 لکھا ہے :-

خادم دویشان بگرد کپے ایشان محمد حضن سرخوش از غانزاده ادان شاہ عالمگیر
 آخرین شاہ جہان آباد مین خوشحالی اور عزم لست تشنی کی زندگی بسر کی، چتر سال کی عمر مین
 وفات پائی، شاعری مین مرزا محمد علی ماہر کبر ابادی، منعم حکاک شیرازی اور سیر عزیز موسوی غان
 سے فیض حاصل کی، مرزا محمد علی ماہر اور موسوی غان اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کے بحید معرفت
 تھے، مرزا محمد علی کو اس کی شاگردی پر خفر تھا، موسوی غان نے ہندوستان کے صرف تین
 شاعر مکو تکمیل کی تھا، جن مین سے یک سرخوش تھا، بقیہ دوناصر علی اور غنی کشیری تھے،
 سرخوش نے بھی لائف شاگرد پیدا کئے، بند مین خونگو، حافظ محمد جمال تلاش، تغمیم پیر اگی،
 شیخ احمد گمش، عبدالرحمیم لکھ کشیری اور حکم چند ندرت وغیرہ اسی کے شاگردوں تھے، سرخوش
 اپنا دیوان خودی مرتب کیا تھا، اس میں تقریباً ۲۵ نیڑا اشعار تھے، اس کے علاوہ بیت سی

کا خطاب عطا کیا یہ معلوم ہو سکا کہ مالکیر کے دربار سے بھی وابستہ ہے یا نہیں، مگر اسکی مدح میں طور
کے تفعیل میں ایک رسالہ گل اور نگ لکھا جس کا انداز یہ ہے :-

د عمد صبی بستقنا عی سن اگر بیازی گنجند دست کشادی شیر سرو اکردی دن سرخ د
سید بحر ق دادی تا از کب ساز سر کارش نام سیاہی با داشم شیده با دام چو پست خذان
د پوست نگنجیده س

اڑ دا ز بہر سخت شاہ دام چشم غبان سیاہی با دام
د عمد خوش نویسی اش اڑ بیکریا قوت را من سبی بنت خوش نویسی نبی ایند، محربان د فڑ
ہایو فش یا قوت، قطع فتحی نویسند"

مرزا محمد علی ماہر کی طبیعت میں قناعت پسندی اور دوشی تھی، اس لیے ترک دنیا کر کے
عزالت نہیں ہو گئے بگلات الشرعا کا مواعظ حمد، فضل سرخوش ان کا محبوب شاگرد تھا، ایک
روز سرخوش نے اتنا دے عرض کیا کہ دشمن خان کخشی اور عہمت خان تن بخشی آپ پر ہربان ہیں،
ان کے ذریم سے کیون ہیں کسی نصب کی کوشش فرماتے ہیں، مرزا محمد علی ماہر نے جواب دیا کہ
اب شہور ہو چکا ہے کہ میں نے دینا چھوڑ کر فقیری لے لی ہے، اگر دنیا کی طرف رفت کروں گا تو میرا
حال اس ہندو عورت کی طرح ہو گا جو شوہر کے مرنے پر جلنے کو بھاتی ہے، بگاؤں یہ لکھ دیا گی جا، ہتھی
ہے تو بھی اس کے سر کو لکڑیوں سے پھل کراس کو جلا دیتے ہیں، چنانچہ آخر وقت تک صبر و قلت
ہی کے ساتھ زندگی بہر کی ائمکے دیوان کو سرخوش نے مرتب کیا تھا، مہر نے تصدیق مٹویان جسی کیجیں جن میں ایک
مٹوی جاسع نشأتیں ہے، یہ تجھے العراقین کی بھر میں ہے، سرخوش نے اپنے اتنا دے کے جن
اشعار کرنا خاص طور سے پسند کیا ہے، ان میں سے کچھ یہ ہے:-

چشم چکونہ دیدن رویت ہوس کن نقارہ بر جرا غزوہ آن کن

قانعات پندتی کی وجہ سے شاہی دربار سے بے نیاز رہے، اس دور کے اور وہ سرے شراء کے نام میں، عبدالعزیز رسول، امیر لاہوری، اصفت عمر، افسری، اعجاز اکبر آبادی، جعفر بن یوسف، احتشام، سید امداد لاہوری، صیار الدین خیر آبادی، عارف لاہوری، سید کبیر علوی، طاسعد، غریب، عبد الوہاب غنائی، فیض، عبد الطیف قیصر، احمد بیگ کامل، امیر لاہوری، شیخ ترمذی، مشتری، نسبتی، عبد الاحد وحدت وغیرہ۔

اول ایک سوریون کے دور حکومت میں علم پروردی و علم فوازی شان ادارت میں داخل تھی، اسکے بعد امراء ملکیت بھی پرانی مغلون کو علم و ادب اور شروعن سے پرورد فیق رکھا، اور انہیں بھی اور انشا پرداز، سخن سچ اور سخن فهم پیدا ہوتے۔

علام الدک ترنی فاضل خان مالکیر کا پہلو زیر ختم ہوا، وہ معقولات، منقولات، الہیات، طبیعت، ریاضیات اور نجوم وہیت کا جید عالم تھا، ادب و انتشار میں اس کو بڑی دمارت حاصل تھی، اور یونیورسٹی کے محمد و ارشت کی پادشاہ نامہ میں کچھ حصہ فاضل خان کا ورنہ تھا۔ عالمگیر کے عہد میں اعم شاہی فرمان دہی کیا کرتا تھا۔

محمد امیل ذوالقدر خان نصرت جنگ مالکیر کے آخری وزیر ختم اسد خان، اصفت خان، ایک دوسرے تھا، اصفت خان یعنی الدک کی رہنمائی میں ایک بیان کیا ہوا، عالمگیر نے اس کو منتشر کی وہ شاعری خدمات کے مطہر میں ذوالقدر خان اور نصرت خان کا خطاب اور پرچم اور منصب عطا کیا۔ وہ شاعری بھی تھا اور شعرو، کا سر برست بھی، اور اس سلسلہ میں اس کی فیضی

لئے آخر الامر ارجمند ص ۴۶۵ میں ہے "وَنَوْنَ حِمْتُ طَرْبَیٰ وَرِيَاضَیٰ اَزْكِيَّتَا يَانِ رَدْرَگَلَدَرْدَ، سِيَادَلَمْ بَیْتَ وَجْهَمَگَرَے سِيَقَتَتَ، اَذْهَرَةَ اَيْنَ مَنْ فَیَرِبُودَ، اَكْرَتَ خَلَ وَكَالَ سَایِرَا وَضَاعِشَ دَسَوَرَ لَعَلَ وَانْزَلَ"

شیخان بھی لکھیں، شاہِ منزی تور علی نور، شنی حسن و عشق، شنی افضل، شنی و رجح خصوصیات
ہندوستان، جنگ نادر محمد عظیم، شنی در تعریف خسخاخ، جامی کی وائع کے تبع میں ایک رسال
روائی بھی لکھا، نشر میں اس کی ایک کتاب جوش و خوش ہے، مگر اس کی سب سے بہم تصنیف
كلات الشواربے، جس میں جانچیر سے لے کر مالمگیر کے عدالت کے شوار سے متعلق بہت
مفید اور دلچسپ معلومات ہیں، اور اس زمانے کے مذاق کے مطابق ان کی شاعری پر ترقیت و تعمیر
بھی جو بعد کے تہم تذکرہ نگاروں نے اس کتبے استفادہ کیا ہے نعلم علی آزاد بلڑی نے اپنے مختلف تذکرہ نوں اسکا جو بھی
حوالہ دیا ہے جو اسی اہمیت کی دلیل ہے، سرخوش نے اپنے جو تجربہ نگاروں پیش کیے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں :-

ہوشیاری راجحاب یاری دلخیما۔ بخودی را بزمبے اعیناری دلخیما۔

تیری سازو نیقل عاشتنا شمشیردا۔ این قدر ہم رحم ازو بسیاری دلخیما۔

نظرے بر گل کشنبم زده افademra۔ آمد اوز حم نمک سود جگریا دهرا

زخم شوخ کردی تیرہ فرز لاد گلدا۔ بخاک سر مرکشی شعلہ آواز میں دا

غنجہ تر سکم بره ناز نیم بشکند۔ بگل دوزیر پایش کم ز لخت شیشیت

خواہی کر قدم بر اه حق یگذردی۔ باید کر گفت دا من پری آری

بے آئینہ پنہ دنگیرد ہر گز۔ یک عمر اگر در آغا بیش داری

اذبادہ مرا فزون شو عقل و شور۔ ساغر خضردہ نش طاست دسرور

ی روشنی طیب پود سرخوش را۔ دو غن ہم در جرائغ گرد دوز

ناصر علی سر تکہ غنی کشیری بھی اس عمد کے مشہور اور مقیول شاعریت، مگر دو نوں اپنی

سے اور نیل کاٹ لایہ دکی اور خیز مطبوعات کے ساتھ یہ کتاب بھی شائع ہو گئی ہے، مگر اتم احمدوف
نے زیادہ تر بھائی ایشیاٹ سوسائٹی کے کلی نسخہ سے استفادہ کیا ہے،

جنفر الہ و رہی خان۔ کچھ دن مکھرا گور کچور اورم او آباد کا فوجدار بہا۔ دسویں سال جلوس میں اس کو منصب چمارہزاری سے ہزار سوار دواپس سے اپسے طلا، اور ار آباد کا ناظم مقرر ہوا، یار ہوئن سندھ علوس میں وفات پائی، اپنی شجاعت اور سخاوت میں مشود ہونے کے علاوہ شعرو شاعری سے بھی ذوق رکھتا تھا، اور اپنا ایک دیوان بھی مرتب کیا، اس کا ایک شعر یہ ہے:

کتر زقا شقے نتوان پڑو طلب صد میشہ می خود کر ساند بے بیٹھ

مشعوم خان۔ اکبر آباد کے کوتوال سلطان لاس کا راجہ کا تھا، حضرت شیخ نکحہ اللہ سے تسلیم پائی، عالمگیر کے عہد میں مختلف ہمدردوں پر فائز رہا، آخر میں جگون کا فوجدار ہوا، مگر بیدار شاہ کے دور حکومت میں اپنی خدمات کی بنا پر ترقی کر کے پہ سالار کے عہد پر مامور ہوا، اور خانیہ نن کے خطاب سے سرفرازیکی گیا، اپنی تکوار کی جھنسکاردن میں شعرو سخن کے نفعے بھی بند کرتا تھا، کہتا ہے:-

بیل اذنا رگل از خن دل ایجا دکنم عالم نازو نیسا ز د گر آباد کنم
رفت بخون فراست بپایان جنون گرد باد د گرا زن ک خود ایجا دکنم

اس نے شیخ محمدی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف بیعت بھی حاصل کی تھا اسی کے اثر سے اسکی شاعری میں بادہ تصوف کی سرستیاں بھی آگئی تھیں، حقائق و معارف پر ایک رسالہ امدادات مبنی تحریر کیہے

اسلام خان میر ضیا الدین حسین بخشی، عالمگیر کی شہزادگی کے زمانے سے اس کے ساتھ رہا، جگ باشنسی میں وارثگوہ اور شجاع کے خلاف لڑائیوں میں بہت ہی مختصر خدمات انجام دیں، عالمگیر نے خوش ہو کر اس کو اچھے اچھے عہدے دیے، جو تھے سال جلوس میں دوسرے

کی بڑی شرست تھی ہا صر علی سرہندی جس کو سرخوش نے "ابروہنہ دوتان" لکھا ہے، پچھلے نون کے
دبار سے بھی دایتہ رہا، ناصر ایک غزل کے مطلع میں ذوق انفار کو مخاطب کر کے کہتا ہے:-
لے شانِ حیدری زیبین تو آشکار نام تودہ ببر کار ذوق انفار
ذوق انفار خان نے خوش ہو کر ایک بڑی قلم اور ایک ہاتھی انعام میں دیا، مگر ناصر علی نے
اسی وقت ہاتھی اور روپے لوگوں میں تنقیم کر دیئے وہ گھر خانی ہاتھ دا پس آیا۔ ذوق انفار خان نے
۱۰۳ میں کرنا بک پر فوج کشی کی، اس نواحیں حضرت شاہ حمید سے ملا تو ان کا گردیدہ
ہو گیا، ان کی مدح میں کہتا ہے:-

اینک اینک ساقی شیرین رسید	نوبت جام حمید الدین رسید
حلقة ادرگاه بچون جسام او	از زمین تما آسمان دردام او
جام او خورشید ربانی بود	اجمن افروز سبحانی بود
گرجال او بر اند از ذوقاب	روزن ہر خانہ گردو آفتاپ
در جلاش بر کشتن ازینام	غیر او باقی من نداسلام

سید خان، بن تربیت خان بخشی شاہ جہانی عالمگیر کے زمان میں پہنچ شیر او در پھر
از آباد کا صوبہ دار تھا، آثار لامرا جلد دوم (ص ۲۸۴) میں ہے:-
رند مشرب نیم وضع بود، اما قابلیت و مس شعروخن دارد۔
ناصر علی سرہندی کو اس سے بڑی شفیقی تھی، چنانچہ کہتا ہے:-
گفت و گوی طولی از آئینہ می خیزد علی گر بناشد سید خان مان افس در کشت
سید خان فنِ موسیقی کا بڑا مترجع، اس فن میں ایک سال داگ دین بکھائ جو حقیقت ایک تند
ہندی کتب مانک سوہل کا اضافہ کے ساتھ ترجمہ ہے،

لہ لکھ لام انج ۲۸۴
تے دم آزاد کوئی خاہ ہے

میرک میں الدین احمد امانت خان۔ کابل اور دکن کی دیوانی کی خدمت، نجام دی، ناڑا لامر، کے مولف کا بیان ہے کہ اس کی زندگی عام امرار کے طرز زندگی سے مختلف تھی، دنیا پر کے اوصاف اس میں نہ تھے، فضل و کمال سے متفضت تھا، ترجیح شرعاً للإسلام، اس کی خاص کتاب تھی، جس میں آداب شریعت کو واضح طور پر بیان کی گیا ہے، خط بحکمة و تسلیم، با کے ملاوہ صاحب ول اور صاحب عرفان بھی تھا، اس کا ایک لڑکا وزارت خان گرامی شاعر تھا۔ سید حسین امیاز خان غالص۔ اصفہان سے ہند کرستان آیا، عالمگیر نے اس کو صوبہ اٹکم آباد پہنچا کا دیوان مقرر کر کے امیاز خان کا خطاب دیا، آزاد بگرامی اس کے کلام کی صفائی کے معرفت ہیں، کچھ اشعار خلاطہ ہوں

رسیدفضل ببار وزماز پگھین است نیست بے لطفی جواب نامگز نہ نہست دو ساتی پیا کر فضل خزان ثروتی رسم لطف حق را کرد بر مخلت عصیان احمدیار خان یکتا۔ عُمَّه کا صوبہ دار تھا، مختلف قسم کے علوم و فنون شامل کے بخاطی میں	پیند ارش می شرم و قت نکین است از زبانِ غامر مارایا دن تو اشت کرد اسے تو ہم پرس کہ سفری کرنے بار اب مردا اشتبہ تاریک ارش می کند اس کو بڑی حمارت تھی، خط لمحہ میں ایک کلام پاک کہ کر میر عبد الجلیل بگرامی کی خدمت میں پیش گی، شروع شاعری میں اس آئندہ فن سے معور کارا ہوتا تھا، لاہور کے ایک شاہزادہ عقل کا شخص بھی سکت تھا، اس نے احمدیار خان سے اصرار کیا کہ وہ اس کے حق میں اپنے تخلص سے دستبردا ہو جائے، احمدیار خان نے کہا کہ ایک طرحی غزل ہم دونوں کیں، اور جس کی غزل بترا ہو جی اس تخلص کا مستحق ہو، چنانچہ دونوں نے غزل میں کہیں، «لہ دا سائندہ فن کے سامنے پڑھی گیں، لہ ناڑا لامر اور جلد اول ٹھٹھا۔ لہ ناڑا اکرام جید دوم ضمیم»
---	--

کا اور جھنے سال میں الاباد کا صوبہ دار مقود ہوا، اور پسخ ہزاری ہے ہزار سارے کے خطاب سے
سرفراز کی گئی، مگر سی سال وفات پائی، وہ تخلص کرتا تھا، ماتر الامرا رین ہے
اسلام خان خانی اذکار بنو، و اشعار آبدار از جو بار طبع نکتہ بارش ترا دش

ی کرد۔ (ج ۱ ص ۲۳۰)

اس تعریض کے بعد اس کے دو شور شرحی نقل کیے ہیں،
بے ترشام بروز شبیخون می زند مردم چشم زگری غوطہ درخون می زند
وستے پیدا کنے صحر کرہب غمث لکڑاہ من ازول خیر دن می زند
ہمت خان میری ۔ اسلام خان بخشی کا لڑکا تھا، عالمگیر نے دایم طفلی ہی سے اس کی تعلیم
و تربیت اپنی نیگرانی میں کی، ماتر الامرا کے مواعظ کا بیان ہے کہ وسی شاہزاد نوازش کی وجہ سے
میری جان نصل و کل ہوا جسونت شگون کے مخابر کے بعد عالمگیر نے اس کو منصب اوسمیت خا
کا خطاب دیا، مجنت عدوں پر رہنے کے بعد آخوند میں بھیر من بخشی اول کے عددہ پر ما مور ہوا
کافر الامرا رین ہے:

از مستدان روزگار بود، و در ہمسران سرما قوام، فصاحت و بلاغت از نظم و نثر

بر صحیح ادگار زنگنه مشتری۔ (جلد سوم ص ۹۴۵)

ہندی اور فارسی دو نون ہن طبع آزمائی کرتا تھا، ہندی میں اس کو تخلص میرن تھا، فارسی

میں اس کے دو شعر یہ ہیں:

بجز غایبے کر محزن داشت درد	بیان جنون خارے ندارے کے
من چ گویم کر چ متداریل نزوی	چشم بد و رکب سیار بد نزوی کے

لہٰ فوتان فریں ص ۱۰۰۔ ۳۷۶ ماتر الامرا، ج ۱ ص ۹۷۹ گلہات اندر، قمی نسخہ

نیش پیدا ہو گئی اور وہ مختوازے دونوں تک شاہی اتفاق سے خودم رہا، مگر وہ بھی اپنی خردواری کے باعث بے نیاز رہا جب لوگوں نے سمجھا ایک بادشاہ سے اپنی تصریح کی معانی بالگوا تو اس نے ایک صریح مذکوحا جس میں یہ شعر تھے۔

د طلب مابے زبان ان است پروا نیم
سو نتھ، از عرض مطلب پیش من آسان ترا

شد اغور غلامی زبان عرض چوش
مرا باده خط، این صور بہا نداخت

از موچ فیض بحر کرم را قرار نیست
اہل سوال بیموده ابرام می کند

مالگیرن اس درخواست کو پڑھاو یہ لکھا،
بے زبانی می کشاید بند بارے سخت را در پن طولی ز منخار خنگوئے خود است
لیکن :-

یچ مردے مر پے صلح چے خوش نیست
ہر کرا دیدم در آدائیش خوے خود است

”بوجیب صدیث السلطان ظل اللہ ہر گاہ سلطان عصہ با توکران خودا بجا مطلب
اوکند او جواب باین خوبی می دید، از افقا ق بسید است کہ اتفاقات بحال او نشود،“

مگر جو سوی خان کا اصلی جو ہر اس کی شاعری میں کھلتا ہے، شروع میں نظر تکفص کرتا تھا،
گر آخرين، اس کو موسوی سے یدل دیا، کلمات انتراء کا مولت محمد نصل سر خوش اس کے
شگرد او بھلیس تھا، سر خوش نے اس کی متنی افرینی، ستر فہمی اور انشار پردازی کی بہت تربیت
کی ہے، اور لکھا ہے کہ دیبا بکال اہل علم ایران میں بھی کم پیدا ہوا، شاید یہ تو صرفی کہتے
ایک شاگرد نے نایت محبت دا حترم میں کٹھ جوں موسوی خان بھی سر خوش کا بڑا ما ج تھا
اور کیا کرتا تھا کہ ہندوستان میں صفت تین ہی شاعر ہیں، غنی، ناصر می اور سر خوش، مگر اس ت-

امیر بارخان کی غزل سننے کے بعد محمد عاقل کے بہ پر مر سکوت الگ گئی، اور اپنی غزل پڑھنے سے
انکار کرو دیا پھر تمام حاضرین نے ایک محض پرد تھا کیا کہ
برین منی گواہیم افسرین، کہ احمد بارخان یقیناً مست یکت
امیر بارخان کی وہ طرحی غزل یہ تھی:-

ٹکر زنگ چودی بس روی گرفت	ٹکر زنگ چودی بس روی گرفت
بامیہ کر شود جلوہ گران سروردان	غاک شرجہ و در راه قدم پوی یخت
سرمه آلو دنگا ہی کہ بیبا دم آمد	کسر شک شستہ از مردہ ام طوی یخت
پر در بندہ از تازراز ایم ناقوس	ہم تن اشک سند و در بنا قوی یخت
شیع از اشک رخش بر تکون سخت بیم	جا س اشکش ہنغا کستر طاوی یخت

موسیٰ خان مزاع الدین محمد قظرت۔ نبآ، ام فضام نام موسیٰ ارض کی اولاد میں
سے تھا۔ اور سیر محمد زمان شہدی کا نواس تھا، میں شباب کے زمان میں پہنچا پاپ مزاع خواستہ خدا
ہو کر اصطفیان چلا آیا، جہاں ہتھیں حسین خوان ری سے علوم و فنون کی تعلیم کی، بہت بھی ذہین
فہم تھا، اس یہ علوم عقیدیہ ہیں بڑا درک حاصل کی، ۱۷۳۴ء میں ہندوستان آیا، تو اورنگزیب
نے اس ہیں ذاتی اور بھی جہاں دیکھ کر اپنے لطف و کرم سے بالا مال کیا، شاہ نواز خان کی لڑکی بنتی
شہزادہ محمد علیم کی خارسے، اس کی شادی ہوئی اور وہ عظیم آباد کا دیوان مقرر ہوا، لیکن وہاں
کے نظم سے اس کا اتفاق نہ ہوا، اس یہ داپس بلایا گیا، ۱۷۴۹ء میں موسیٰ خان کے خطاب
سے سرفراز ہوا، اور دیوان نئی مقرر ہوا، ایک سال کے بعد تمام وکن کا دیوان ہوا، ۱۷۵۱ء میں
وفات پائی، مزاع الدین بہت بھی خود دار اور ناگز کہزادہ تھا، ایک موقع پر عالمگیر کو اس سے

لہ مائن اکرام مجھ پڑتا، لہ مائن لا اذیر جست، دینز مائن اکرام دفتر شانی جست

اور چند قدم جنازہ کے ہمراہ تشریف لے گئے، جان پناہ نے مرحوم کے فاتح و نیزاں کے نام پر خیرات و بہرات جاری کرنے کے احکام صادر فرمائے، بخا و خان کی لاش بے حکم تخت گاہ کو روادہ اور خدمت عوام کی تیار کردہ قبرین پر یونڈنگاں کی گئی، بخا و خان مرحوم علیار و فقراء و شوہر، کو بھی عزیز رکھتا تھا، اور یہاں کا پیشتر ہڈ کو روہا، اہل ہبہ و بالکل حضرت کا سیشہ معاون و مددگار ہاڑت ہما، فن اٹھ رہا تاریخ دانی میں اپنی حمارت رکھتا تھا مرحوم کی تصنیفت قوایت میں نجفہ مرادہ العالم یادگار رہنما و مقبول خاص دعام ہے، یہ امیر تمدن اخلاق و خیر خواہی خلاائق میں عدیم الشال تھا، رحمہ اللہ، (ص ۱۴۹)

مرادہ العالم کا تاریخی نام آئینہ بخت (شکستہ) ہے، اس کے مختلف ابواب (آیاں) میں سنگیرہ مسلم کے علاوہ ظفرا، سلاطین، اندر، بہشخ، فلاستہ، علما، شرفا، خوشنویں وغیرہ وغیرہ کے اجتماعی حالات درج کئے گئے ہیں، آخرین سنگیر کے عمد حکومت کی دس سال تاریخ ہے، اس کے اوپر افات حمیدہ، اور اس کی سلطنت کے مختلف حصوں کا بھی ذکر ہے، چھ اکابر سے کر سنگیر کے عدید ک کے مشيخ مل، اور شرفا کے بھی حالات ہیں نیاں دو رکی احمد تاریخی کرتا ہے، یہ میں سے ہے، مرادہ العالم ہی میں مذکور ہے کہ بخا و خان نے کچھ اور کتابیں لکھیں دی، چھار آئینہ بس میں اور زنگ زیب کی جنگ جانشی کے سلسلہ میں جاری رائیوں کا ذکر ہے (۲۶)، ارض ارض الادی، جس میں مشیخ کے حالات ہیں (۳۲) سو اور عظیم جو شرکے مختلف کلام کا جمود ہے، (۲۷) بعض تاریخ الحنفی (۴۰) سند فی کی حدیث، فرید الدین عطار کی مطلع اطیفہ مولانا رومی کی شنوی، اور روضۃ الاحباب کا بھی ایک شخص تیار کیا، اپنی علم پروری کی وجہ سے شرفا اور فضلا، کو سبے حد عزیز رکھتا تھا، شوار بھی اس کی بڑی قدر کرتے تھے، مکالہ میں افسری نے اس کی معراج میں دس سال بعد اشارہ کے تھے، جن میں سنگیر کی فتوحات بھی ذکر تھا، علام علی تحسین اور عبد اللطیف تھیں

شک تین کروں سوی فان بھی اپنے عمد کا ممتاز اور بلند پایہ شائع تھا۔ مائز الامراء کے مؤلف نے بھی اسکی وقت افزی کی وادی بے، سرخوش نے اپنے مددوں کے جو ناص خاص اشعار پڑکے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں

شدم خاک شہزاد عشق اوتیش بیان دام درخوش گن بھی چوتپ راستخان دارم

ماط عشقیم و قفس بال و پراست چون بوی گل چیدہ وطن ہجفراست

چو سوز عشق را کامل کنی عیت ہنگرد شود با قوت ہر سکلی کر بربر شد رگرد

نماد و آفتی چون غنچہ از صرصوح دغ من بیگ لار در سرخوش باخ خفته دل غمن

آتشم دست پا بود دنے بچو سہند کام اول فهم سخت ازین راه میرس

مرد حق در صین و نیاداری از دنیا پریست ملک در دست سیمان فیت دلگشتریت

ایں سی سی مرا اذباده خود پر وریست شیش تامور ٹکستن می زندبال پریست

عشق در صرجنون لافت قدامی فی زند حن گرید سعف شود د کرس ت پنیریت

محما ورخان۔ عالمگیر کا بستہ ہی محوب طازم اور دربار کا بڑا ذی اثر اور ذی علم امیر

تحا، مائز عالمگیری کا مؤلف اس کا منشی اور دیوان تھا، جب اس کا انتقال ہوا، تو مائز عالمگیری میں لکھا ہے:-

۱۵ اربیع الاول ۱۰۹۵ عجماء و فان دار و فخر اصان نے حملت کی؛ بادشاہ

خدا نواز کو رحم طازم کے، جو صاحب، راز دان، اور سالک کا ممزوج دان ہوتے کے

علاءہ صاحب فهم و فراست و بزرگ فرش خادم بھی تھا، اور جس نے ۳۰ سال کا منصب نایابی

کے ساتھ خدمت کی تھی، انتقال سے بیجا فوس ہوا، فرمان بیک کے موافق بخوار فیض

کا جائزہ عدالت گاہ کی طرف لایا گی، اور خود قبلہ عالم نے ناز جائزہ کی امامت فرمائی،

رکھتا تھا لیکن مسلمان نے بھاشاہ بن پرچس قد اس کے زمانہ میں توجہ کی، پس نہیں کی،
عالمگیر کے مسلمان دبابر یون میں علاوہ دشمن ضمیر کے وہنا در عباد بدلیں بلگزی بھاشاہ کے
بہت ہی متاز شاعر تھے۔ اسی طرح ہندو دبابر یون میں فارسی کے بہت قابل تقدیر دیوب شاعر
اور سورخ تھے، جو عالمگیر کے اپنے دکرم سے برابر سر اب ہوتے رہے، ان میں سے چند کے
حوال ملاحظہ ہوں،

وامق کھتری۔ امراء عالمگیری میں سے ایک کٹکا کو کیل تھا، اس کے نظم و نثر اور
ادب فارسی کی یہ صورم تھی کہ اس کو سن کر شنستا، عالمگیر جو خود ایک بلند پایہ دیوب تھا، اس
فائزین کہتا تھا،

راے بندرا بن۔ رائے بندرا مل کا بیٹا تھا، بندرا مل نے سنتہ مدرس شاہجہان
میں حسن خدمات کے بعد میں رائے کا خطاب پایا تھا، دادا شکوہ نے اس کو اپنادبوب ان بھر
کی، اس کے بیٹے بندرا بن کو عالمگیر نے تربیت دی، اور رائے کا خطاب بختا، وہ بندرا شاہ
کی نشرزادگی کے زاد سے اس کی ملازمت میں رہا، اس نے بندرا بن بہادر شاہی کہلاتا تھا،
اب التواریخ کے نام سے ایک کتاب پہنچتی بھری یادگار رجھڑی ہے، اس میں شہاب الدین غوری
سے کر شاہ نہ سک کے مالات ہیں، اس میں کہیں کہیں عربی آمیز فارسی اس خوبی سے
لکھی گئی ہے کہ بعض اوقات صفت کے ایرانی ہونے کا دعو کا ہوتا ہے،

ایسر و اس، قوم کا ناگر اور میں کا باشندہ تھا، ۲۰۰ سال کی عمر تک قاضی شیخ الاسلام
بن عبد الوہاب کی خدمت میں تحصیل علم کرتا رہا، شاہی ملازمین میں منکر ہو کر جو دعوہ پورہ میں
مقرر ہوا، اس نے میدان جنگ میں مفید خدمات انجام دیں اور دوست دیوب صدی افرید
لئے مقاماتی حصہ دیوں میں، سے اسکی نسبت علام علی آزاد بلگزی دیوبیہ میں لکھتے ہیں کہ نظم ہندوی مبارکبوب

بھی اس کی شان میں لیے لیے تھا اس کے، ملا سید کبیر علوی بھی اس کی سرپستی میں رہے، یہ اپنے زاد کے جید عالم اور اچھے شاعر تھے بختاور خان نے دہلی میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا، اسی میں ملا سید کبیر علوی کو درس دیتے تھے، بختاور خان شیخ محمد تقیٰ بابائی کا بھی مردی رہا، شیخ صاحب شیخ دزادی میں ہو انا عبد الحق دہلوی کے شاگرد اور شیخ محمد مصہوم سریندی رحمۃ اللہ علیہ کے بریئتے، فتحار خان ہم خانہ مان کی وساطت سے شاہی دربار کے طازہ موں کے زمرہ میں داخل ہوئے، مگر شاہی نواز سے کی وجہ سے زیادہ تر وقت علی شاخی خلی میں گذارتے تھے، بختاور خان سے ان کے گھر سے مرام تھے، ان کی شہزادی اور احمد تصنیف مرآۃ جہان نے بھی جس کا موضوع عروۃ العالم سے تعلق رکھتا ہے، ان کی طرف ایسی کتابیں بھی منسوب ہیں جن کو بختاور خان کی تصنیف کہا جاتا ہے۔

ہندو فضلا و شری مالکیگر کی سرپستی : صرف مسلمان فضلا، و شرعاً تک محدود رہی، بلکہ اس نے ہندو اہل علم و کمال کو بھی اپنا رہیں منت بنا کیا، ہندی کا شہزادی شاعر سینی بیر دکس اور بھوشن کوئی کام بھائی چھٹا منی کوئی اور نگزیب ہی کے سایہ ماطفت میں بڑھا، چھٹا منی کے توسل سے بھوشن کوئی دہلی مغل دربار میں بینچا، اور دہلی عرصہ تک رہا، کئی اپنی ہمہری آنہ ہندی نگزیب ہیں لکھتے ہیں کہ سخت گیر اور نگزیب ہندو دن کے نزون اور علوم کا ولادوہ بختاور خان، لیکن ہندی کے ہندو (خوارہ بدار) کی اعانت اور سرپستی سے قطعاً محروم نہیں رہے، بہت سے شاعراً و نگزیب اور اس کے بیٹے بہادر شاہ کے دربار سے دامتہ رہے، اسی حقیقت کو مولانا: اس طرح واضح کرنے میں کہ عام خیال یہ ہے کہ ہندو دن کے طویں اور زبان سے نہایت نظرت لئے فرقہ ان نوین نتائج یہ ایک تنازعہ فیصلہ ہے کہ بختاور خان نے مرآۃ العالم عدوی ملکی یا شیخ عدوی تھا سے لکھا اُن دیکھو ایسٹ، وہم مرآۃ العالم کو مائن مالکیگر کے بیان کے مطابق بختاور خان بھی کی تصنیف تراویہ ہیں

وہ ہندوؤں کے پڑھنے کے لائق ہے، دوسرا کتاب رو المکفر ایک فوسلم کی کلچی ہوئی ہے جس
یعنی ہندوؤں کے عقائد پر تبصرہ کیا ہے،

مورخین | اور تاک زیبک درباری مورخین کی تعداد تیارہ نہیں، واقعہ وہجاں تو میون کے علاوہ
صرف ایک درباری مورخ فمشی محمد کاظم تھا، جس نے عالمگیر کی حکومت کے وہ سالرواقعات
عالمگیر نامیں لکھے ہیں، فمشی محمد کاظم، مزاج محمد امین فمشی صفت پادشاہ نامہ کا لائز کا تھا، اس کے
ادب و انشاء کے چن نتوون کو دیکھ کر عالمگیر نے اسے اپنے عہد کے حالات لکھنے کے لیے
ناہور کی، لیکن دس سال کے واقعات لکھنے پایا تھا، کہ عالمگیر نے دربار کے محلہ تاریخ فوجی
کو بالکل ختم کر دیا، اس کی خاک اطمیت پن تین کرتی تھی کہ اس کے معاخزو مکار ممکنی داتان گئی
کے لیے ایک سرکاری بزم قائم رہے، عالمگیر نامہ کے مقدمہ تین ہے:-

چونکہ بند گاں عالمی اپنے قدر قی علم اور بند عوسلی کی بیان پر ظاہری ہیزیوں کے بھاؤقیم
گوان کے فہم ہونے پر ترجیح نہیں دیتے تھے، اس یہے دو معافی خوبیوں کی تیاری کی طرف نہاد
توہہ کرتے تھے، اس یہے دس سال کے واقعات لکھنے کے بعد حکم دیا کہ عالمگیر نامہ کو صفت
محمد کاظم جوان کے معاخزو مکار ممکنی داستان بیان کرنا تھا، اس کے بعد کے واقعات
کو قید تحریر میں نہ لائے، اس یہے اس نے اسی پر اکتفا کیا۔

ہاشم عالمگیری کا صفت بھی اپنے دباص میں اسی باست کو ظاہر کرتا ہے۔

کتب عالمگیر نامہ صفت، مزاج محمد کاظم میں بادشاہ دین پناہ ابو المظفر محی الدین محمد بن نجیب
عالمگیر بادشاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ واسعۃ کے عہد من لست کے صرف وہ سالرواقعات

لہ، اس کتاب کا ایک قلمی فتحہ باحد میری لاہوری ہی اہلی میں موجود ہے، اس پر بلا مرید سبلان صاحب ندوی
کا ایک سخنون مدارت نمبر جلد ۲۳ میں ملاحظہ ہو، ۳۷ (یعنی)

ہوا، فتوحات عالمگیری اس کی ایک علی یادگار ہے، جس میں ۱۴۵۶ء سے ۱۴۹۹ء تک
کے وقایت ہیں،

بیکم مین کا یستھ۔ شاہی طازمت میں بندیا کے حاکم کے ساتھ منڈک تھا، وکن کی
لڑائیوں میں بست ہی کارہمنابت ہوا، تو عالمگیر نے راؤ کے خطاب کے ساتھ میں ہزار فوج کا
افسر پڑایا، چھ قلعے نال درگ کا قلعہ دار ہوا، اور لکھنا کے ہم سے عہد عالمگیری کی ایک تاریخ لکھی جو بہت
اچم کچھی جاتی ہے۔

سوجان سائے کھری بیان کار بنت والا معاشر استاد تواریخ کے نام سے ایک پرانے مجاہدات
تاریخ ابتداء سے عالم سے لیکر شفشاہ اور نگزیر کے بعد تک لکھی، اور عالمگیر کے نام سے محفوظ کی،
اس عہد میں بندوں کے علم و فنون کو فارسی زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی۔ وہ عالمگیر کے نام
کرنے والے اصحاب اور فون کے نسبت افراد بے، میر زاخان بن فخر الدین محمد نے شاہزادہ اعظم شاہ
کے مطالعہ کے لئے تحفۃ المتنابع تصنیف کی جس کا نوشیروں ہندوؤں کا فن بالاغت اور عرض و قافية وغیرہ ہے
ابوسید عجیبی ارجمندی ایشرازی نے شنبہ جلوس عالمگیری مطابق کتابہ عہد میں بندوں طوم سیاست و خوبیز
نظام انجام کے نام سے ایک کتاب لکھی، اس عہد کی دوادع عجیب کہ میں میں مت اچھا اور داکھل فون
ہندوؤں کے سوہم و عالمی پر ہیں، اپنی کتاب ایک ہندو کی لکھی ہے جس کا مقصود نکرت د جانے والا
ہندوؤں کو ان کے نامہ سے آگاہ کرنا ہے، اس کا لکھنے والا عالم بھاری ولد کا بیکنگ ہے، جو
یونیورسٹی شاہ عبدالقویج کا رہنے والا معاشر استاد تھا، اور اونگزیر کے درباری امیر العہد و روی کا متول تھا
علی بھاری نے اس کتاب کے دیباچہ میں عالمگیر کو جن افلاط اور طویں و عصیدت سے یاد کیا
ہے اس کتاب پر بولنا شبلی ہارغمون مقاولات شبلی اولی عہد و حکم میں ملاحظہ ہو۔ تھا اس کا ایک قلمی نسخہ
دار المفہیف انھم کوئی نہیں موجود ہے،

اس میں عالمگیر کی صحیح تصویر نظر آتی ہے۔

مدرس بزیر نے شزادوں کی ابتدائی تعلیم کے متعلق اور نگزیب کی زبانی ایک دلچسپ اور پرہنگز قریں قل کی ہے جس سے اور نگزیب کا تعلیمی نقطہ نظر معلوم ہوتا ہے لیکن بزیر کا بیان عموماً سمجھہ ادد و قین نہیں ہوتا، اس یہے ہم اس کو نظر انداز کرتے ہیں خصوصاً جب ہم دیکھتے ہیں کہ اور نگزیب کی اس تقریر کا خا طب اس کا ایک اساتذہ ملا محمد صالح ہے جس کا نام معاصر متعدد تاریخوں میں کہیں نہیں آتا،

عالمگیر کو عالم و ہر سے شافت تھا، اس کا تفصیلی تھا کہ ہدایتی سلطنت میں اس کی ترویج ہر ملک محدودت سے کرے چنانچہ اس نے تمام شہروں اور قصبوں میں مدرس و مکاتب قائم کئے، لائق اساتذہ مقرر کئے اور طلبہ کو وظائف دیے، عالمگیر نامہ کے مصنفوں کا بیان ہے، چونکہ علم و فضل کی تائیں در ترویج کا اعلیٰ حضرت کو بے حد شوق ہے، اس یہے اس

درست ملک کے تمام شہروں اور قصبات میں فضلاً اور مدد میں کر مناسب دلیلیت،

روز بیلکہ دو را ملک عطا فرمائ کر علوم کی تعلیم و تدریس میں شنول فراہ کھا ہے، اور طلبہ ملک کے یہی ہر ملاؤ میں ان کے حاصلت و رتبہ اور استعداد کے مطابق وجوہ پیشہ تھے

کرو یہیں، ہر سال اس صرفت پر حسان شاہی کی مد سے صحت بر قدم صرفت ہوتی اور شاہی فیاضی اور شہادت کے فیض سے طابن ملک و کال کی تعداد دوڑھ کی ہے، اور

وہ اطبین کے ساتھ علوم و فنون کے حاصل کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اور ان کی دعائیں کی بُرکت اس آسان شکوہ حکومت کے مغاذہ دوام کا سرچشمہ بھی ہوئی ہے،

لہ دکھوڈیانہ قائل بزیر ساخت اکردنہ تحریر جسے مجدد حسن فٹ، ۳۷ عالمگیر نہاد میں ۸۶۵-۸۶۶ عالمگیر مجدد خون نے بھی ایک نہاد دی ہو کر اور نگزیب نے راعت کر ترقی دی، باضافہ طبلہ سرکن بنوائیں، اور مشاہد مکاتب و مدارس تأمک کے (کین، ہوغل، بیان)

مندرجہ ہیں، جن کا خلاصہ سابق اور اسیں ہدایہ ناظرین ہو چکا ہے، اور اس کا علم عبد سلطان
کے پیشہ و اتفاق اس وجہ سے قلمبند نہ کر سکے کہ باشا دین پناہ باطنی اور ایش کے مقابلہ میں
ظاہری نام و نہاد کو قطعاً یقین تصور فرماتے تھے، اس یہ راقمِ موجود کو خدمت کے حوالہ
لکھنے سے مانع تھا فرمادی گئی،

گرگرازادہ اہل قلم جن ہیں ہند و اوسماں دہ نون شامل تھے اس عمدہ کی تاریخ برابر لکھتے
جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں، واقعات عالمگیری صنفہ ایم خان، عجیبہ غیرہ مولف شاہ طاش
(۱۰۴۷ھ)، واقعات عالمگیری مولف عاقل خان رازی، تاریخ شاہ شجاعی صنفہ میر محمد موصوم (۱۰۳۶ھ)
مراءۃ العالم مولف بخت اور خان، مراءۃ جہان نام صنفہ شیخ محمد بغا، ان دونوں کا ذکر پڑے آج ہے،
زینۃ المؤاریخ مولف غزالہ اللہ (۱۰۸۷ھ)، فتنہ نعمت خان عالی، جواہر اقبالیخ مولف سلیمان
قرزوی، فتوحات عالمگیری صنفہ ایسر داس، فتحہ دلکشا مولف بکھم سین (۱۰۳۴ھ)، منتخب تواریخ
مولفہ جگ جیون واس (۱۰۳۵ھ)، لب التواریخ ہند مولف رائے بندرا بی، خلاصہ التواریخ
مولف بخت اور (۱۰۶۷ھ)، مولخالذ کرد و نون کتابیں عالمگیر کے نام سے معنوں ہیں،
محمد ساقی مستند خان ساقی نے ماہر عالمگیری لکھر عالمگیر کی پھاس ساز حکومت کی کمل تاریخ پیش
کروی ہے، مستند خان ساقی کو عالمگیر نے دفاتر نگاہ کے عمدہ پر مأمور کیا تھا، جس کی وجہ سے
اس کو ہر وقت باشا دہ کا تقریب حاصل رہا، عالمگیر کی وفات کے بعد وہ بہادر شاہ کے صدر دیوان
وزارت غایت الدار کا فرشی مقرر ہوا، اور غایت الدار خان کی فرمائیں ہی سے اس نے ماہر عالمگیر
لکھنی شروع کی، جو سن ۱۰۴۱ھ نیتی عالمگیر کی وفات کے تین سال بعد ہی ختم ہوئی، اس کتباً کی
سبک پڑی خوبی یہ کہ طویل واقعات بہت ہی اختصار و جامیت کے ساتھ لکھنے گئے ہیں، اور
لہ پھیل کیلئے دیکھو مقدار واقعات عالمگیری از سید بحیب اشرف صاحب بندوی و معارف میں ۱۹۳۷ء

کے خلاف تھیں، حضرت شیخ محب اللہؒ کا وصال ہو چکا تھا، ان کے دو مرید پائی تھنست میں موجود تھے ایک تو اور نگزیر کے اتنے دمیر سید محمد قزوی، اور دوسرا شیخ محمدی جو یہ سے زادہ اور عابد صوفی تھے، میر سید محمد قزوی ان عبارتوں کی شرح نہ کر سکے، اور نگزیر نے شیخ محمدی کے پاس بٹایا جیسا کہ اگر اپنے شیخ محب اللہؒ کی مریدی کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان کے رسالہ کے مقدمات کو شرعی احکام کے مطابق بتائیں، وہ ان کی مریدی سے استفسار کریں اور کتاب کو آگ میں ڈال دین شیخ محمدی نے جواب دیا کہ جھوک حضرت شیخ کی مریدی سے استفسار کی ضرورت نہیں، لیکن جس مقام سے شیخ نے لکھا گئی ہے، مجھے وہاں تک رسائی حاصل نہیں، جس وقت ہیں اس تھے کو پہنچ جاؤں گا تو آپ کی درخواست کے بعد جب اس کی شرح لکھ بھیجن گا، اور اگر کسی نے اس رسالہ کو جلانے کا فیصلہ کر دیا ہے تو اس فیکر کے گھر سے کہیں زیادہ شایی مطلع ہیں آگ ہو جو ہے، عالمگیر اس جواب کو شکر خاموش ہو گیا۔

لہ نماز الامرا و ملبد سوم ص ۴۰۴

بُحْرَاتِ مِنْ جَوَادِ اسْ قَائِمْ هُوَتْ، اور وہاں کے طلب کو جو سہولتِ بُخْتَانی گئیں، اس کا حال
مرادِ احمدی میں اس طرح درج ہے۔

گرمت خان دیوان صوبہ کے نام حکم صادر ہوا، چونکہ ملک تحریر کے تابع مسوبون ہیں
یہ مقدمہ اور بلند فرمان نافذ ہو چکے ہے، کہ ہر صوبہ میں مدرسین مقرر کے جائیں اور میتوڑان سے
لے کر کشائیک کے طالبیلوں کو صدر صوبہ کے استضواب راستے سے اور مدرسون کی
تصدیق کرو کر کہ اس صوبہ کے خزانچی کی تحویل سے وہ معاش دی جائے، اس میں اقتضی
احمد آباد پیش اور درست میں تین دو زین کا اور صوبہ احمد آباد میں ۵۰ طالبان علم کے
اضافہ کیا گی۔

اسی عہد میں شیخ محمد اکرم الدین نے ایک لاکھ چوبیس ہزار روپے کے فرج سے ایک
مدرسہ کی عمارت بنوائی، حاصلگیر نے اس مدرسہ کے اخراجات کے لیے موضع سوتارہ پر گزہ ساقی
و مووضع سیدلہ پر گزہ کڑی و قفت کیا، اور شاہی ساتھ و درود پر یومیہ محتاج طلبہ کے لیے بھی مقرر کیا۔
حاصلگیر کو اس بات کا بے حد خیال رہتا تھا کہ جو کتنے بڑے عانی جائیں یا عام طور سے پڑھی جائیں
ان میں مسلمانوں کے عقائد کے خلاف کوئی چیز نہ ہو، خزانچہ حضرت شیخ حب اللہ ارا ابادی کے
رسالہ تسویہ میں اس کی نظر بیش ایسی عبارتوں پر پڑی جو اس کے خیال کے مطابق اسلامی عقائد
لئے مرادِ احمدی مصطفیٰ تاریخ فرج بخش صفتہ محمد فیض بخش دہڑہ جو ڈبلیو ہوئی سے زیند رنا تھا اسے نقش کیا ہے
کہ ازاد یونیورسٹی میں ان کے پڑھنے والے طلبہ کو رخصتی پڑھنے والے کو ہر شرط و قایم اور نقد پرستے والوں کو مردی زیندہ دیا کرتا تھا،
لئے مرادِ احمدی ت افکار، اور یونیورسٹی بُحْرَاتِ بُخْتَانی کی تعلیم کے لیے بھی اس نامہ مقرر کئے تھے کہ ان کی صحیح تعلیم ہو، ان کے
ہذا اتحان کے شاگرد راست اس کے پاس بیچھے جاتے تھے، (مرادِ احمدی ج ۱ ص ۳۴۸-۳۴۹) پیرنگ
بیان کے مطابق اونچگزی پر فرنگی محل مکنؤ میں بھی ایک مدرسہ قائم کیا تھا،

نصرت میدان جنگ میں فتوں پر گئی، دربار میں رموز حکمرانی اور قلم معلمانی کے اندر لکھنے پڑتے کی تعلیم دلاتا تھا، ملکہ ان کو مخفی سمجھتے رہتے سنئے، اور بولنے چانسے کے ادب خود سکھاتا تھا، مگر قدہست کوشاید منظور تھا کہ اس کی علمی اثاثان سلطنت کے بارگران کو اٹھانے کے لیے کوئی لائی جائزین پیدا ہو۔

بھی حال یہ اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ شاہ عالم بادشاہ نے ایام طفی میں حضیر کلام اللہ کی سعادت حاصل کی، اور آگے جل کر قرأت و تجوید کا ماہر ثابت ہوا، ماہر عالمگیری کے صفت کا بیان ہے کہ جب وہ قرآن پاک پڑھتا تو سامعین بہت محفوظ ہوتے تھے، علم حدیث پر وہ خاص و پیچی رکھتا تھا، اور اس کو اس میں اتنا درک تھا کہ علماء حدیث اس کو مردار محمدؐ کے نقاب سے یاد کرتے تھے، فتحی مسائل بلا تخفت قرآن و حدیث سے اتنی طاقت رکھتا تھا، اس کے زمان میں جہود کے خطبے میں حضرت علیؓ کے نام کے آگے لفظ "وصی" کے اضافو کے مسلمانین چو جھکڑا پیدا ہوا، اس میں علماء و فقہاء اس نے خود مناظرہ کیا، حدیث، فقہ، تفسیر و مذکور کی تائیں برادر مطاعین رکھتا تھا، صفت مذکور کا بیان ہے کہ عربی زبان میں "عرب عرباً" اور فارسی و ترکی زبانوں میں بہترین اہل زبان کے ہم پڑھتا تھا، فن خوشنوی میں بقول صفت ہذا یکتے سے زمان تھا، اور مختلف قسم کے خطوط میں کال ماضی کیا تھا، علامۃ التواریخ کا صفت بھی اس کی تائید ان الفاظ میں کرتا ہے:

اعلیٰ حضرت جو کریل و نہار کے صفتہ استحباب تھے، حضرت خلد مکان کی تربیت

لئے وفات عالمگیری مرتبہ نبی احمد بنی مٹا، سُلہ مالیگرنے شاہزادہ محمد سلطان بادشاہ کو جو شب وروز کا نظام اوقات کوکھیا تھا، وہ رقات عالمگیر متبھیجیب اشرفت نہ دی صندھ میں بلا خطر ہو، سُلہ فانی عالم جلد دوم تھا، سُلہ ماہر عالمگیری ذکر اور ماذکور

شاہ عالم بہادر شاہ

اور

دوسرے بادشاہ

اورنگزیب کی دو حصہ عصری سے پرداز ہوتے ہی تاریخ ہند کا ریخ بدل گی، جمالیہ سے
ناس کا ریتک پھیلی ہوئی سلطنت کے نظام کو تمام رکھنے کیسے عالمگیری کا دل و دماغ چاہیے تھا، مگر
حکومت بدست کے ساتھ زمانہ بدلنا، اور تاریخ بھی بدل آئی، حجت خاوس وہی تھا، لیکن اس کے
پروان کی خوشنامی باتی رہی تھی تیموری دیوار وہی تھا، لیکن اس کی روشنی سبھی تھی، اور با
عقل و دانش بھی موجود تھے، مگر ان کی جودت، نظرت اور سیاست سے فائدہ اٹھانے والا
کوئی نہ تھا، دیوان خاص کے کلکو روں سے حضرت دیاس برنسے گئی، دیوان عام کی دیر درون
افسردگی چاگئی دو قدم میں سو گاہ بڑگی، معلوم نہیں یہ کام کیا کہ ان قضا و قدر کی صلحت تھی یا عالمگیر کی
ادلاو کے اعمال کی پاداش، تیموری سلطنت اوج کا ل پڑتی، اس کے زوال کر دئے
کے یہ ایک آہنی قوت کی ضرورت تھی، مگر وہ قوت باتی نہ تھی، خضرت سرگرمکاہ بخارا وہ
تیموری سلطنت کا دہی انجام ہوا جوہ دم بایں اور دینوں کا ہو چکا تھا،

عالمگیر کی دوسری نیک ہیں اس نیتک بچنگی تھیں، یہی وجہ ہے کہ وہ ایک لایت جائیں
چھوڑنے کے لیے جس قدر ضطراب اور بے صین رہا، کوئی اور تیموری حکمران نہ سوچتا ہے وہ کوئی

نعت خان عالی کا ذکر پہلے آچکا ہے، بہادر شاہ نے اپنے زمانہ میں اس کو دانشمن خان کے خطاب سے سرفراز کیا، دانشمن خان اس عہد کی منظوم تاریخ بہادر شاہ نامہ لکھ رہا تھا، کرخود اس کی زندگی کا ورق المٹ گیا، اس میں بہادر شاہ کے صرف ابتدائی دو سال کے حالات ہیں نعت خان کی اور بھی تصانیف ہیں، شلادہ، وقارع نعت خان عالی، یہ وقارع حرس مدابادیا و اقتات حیدر آباد و گلکنڈہ کے نام سے بھی موسوم کی جاتی ہے، عالمگیر کے تیون سندھ بلوں میں حیدر آباد و گلکنڈہ کا جو محاصرہ کیا گیا تھا، اس کا ذکر اس کتاب میں ہجومیح کے ساتھ کیا گیا ہے، (۲)، رقصات (یافتات) نعت خان (۳)، حسن و عشق (یا ان کو حسن و عشق یا کتحدای حسن و عشق) یہ تین ایک قصہ ہے جس میں جایجا اشعار بھی ہیں (۴)، ایک منوی، جس میں اخلاق اور صوفیات کی تھیں (۵)، کلیات نعت خان عالی، اس میں صادم، پندت اور قطعات اور مختلف ہجروں میں شہزاد، ہجوم حکما، مناظر اطباء وغیرہ وغیرہ بھی ہیں،^۱
دربار کے و درست نامور شاعر ہیں،

هزار بارک اللہ مخاطب بارادہ فان تخلص: واضح خان عالم شاہ جہانی کا سیر
لڑکا تھا، اور تگزیب کے زمانہ میں ارادت خان کا خطاب پایا، ستائیہ میں پاکن کی فوجداری
پر ماورہ ہوا، چھترستائیہ میں اور نگاہ آباد کی فوجداری اور اس کے بعد بکھرگ کی قلعہ داری پر تعمیر
ہوا، شاہ عالم کے زمانہ میں منصب چمارہ ہزاری سے سرفراز ہوا، علم و فضل میں متاز تھا، صاحب
ماڑالا مرار کا بیان ہے:-

مذاق تصرف داشت، دو شعر بیار نازک خیال بود، واضح تخلص می کرد

صاحب دیوان است۔^۲

لئے فہرست اندیا اُس لابریری میں، تھے مائز الامر ارج ۱۰۰۲ء کے بعض انسار طاحظ ہوں۔
(باقی عاشیہ ۱۰۰۴ء)

اور اپنی فطری سعادت کی بدولت سن تکیز کے آغاز ہی سے شروع نہیں آئی اور کمالات

انہی کے ذخیرہ دار ہو گئے تھے جو ان کے یاد میں خون نے تحصیل علم میں صرف کیئے
علم کو عمل سے آمادت کیا، عربی، ترکی اور فارسی میں فرضی گفتگو کرتے تھے، تحریر و کتابت
کے فنون میں اسٹادی کا درجہ عالی کر دیا تھا، راقون کو اکثر فوز افضل، درود و غافل،
ملاوت قرآن اور حدیث، تفسیر، فقہ اور سلوک کی کتابیں مطالعہ کی کرتے تھے۔

بعض تذکرہ نگاروں نے شاہ عالم بیدار شاہ کا ذکر شاعر کی حیثیت سے جمعی کیا ہے۔

اوہ بعض رباعیان اس کی طرف مسوب کی ہیں، دیک ملاحظہ ہو،

اعلیٰ تراز آئی کہ ملی خواندست

والا تراز آئی کر دلی داندست

بڑی خود گواہی خواست خدا

بے مثل پا فریب دبے ماندست

یا تو عالمگیری دربار کے زوال کے باعث یا شاد عالمی محمد کے خصار کے سبب دربار میں
وہ فضایاں ہو گئی، جو اس کے اسلام کے زمانہ میں تھی، اس نے اس کا اصل علم دہنگی تھا
اوہ شعرو شاعری کا تفریج بنی سے خالی رہا، لگنہ شریعت میں ایران سے علم و ادب کا جو سرخی پہنچا
تھا، وہ یکاکی خشک ہو گیا، بلند پایہ شرار اور قابل تقدیر فضلاء تا پیدا ہو گئے، قابل ذکر شرار
میں صرف عبد القادر بیدل اور سنت خان عالی باقیات صاحبات میں رہ گئے تھے، مرتا
بیدل بیدار شاہ کے یاد میں اس کے متولیین میں نہ ہو گئے تھے، لیکن در بیک قصیدہ
خواہی کرنا نگہ وغار سمجھتے تھے، شہزادہ مظہم نے ایک بار قصیدہ و کنش کی فرمائیں کی، تو دل داشت
ہو کر ملاز مدت سے کن رہ کش ہو گئے، اوہ بقیہ عمر فخر و قول میں بسر کی تھے۔

سلہ خداستہ اتوایخ اذ بخان را، قلی خود رعنیں تھے روز روشن ۱۷ کمہ ایشیا کرام ۱۷ دیوان کے ملادہ مژہ
کی تصنیفات میں، ۱- محی الدین، ۲- علیم، ۳- طهم حیرت، ۴- گلائشت حیثت، ۵- طبریز فرد، ۶- عزیزان، ۷- بیان، ۸- نجات، ۹- رحمت

ہمچوں بیبل ہریشہ نا لایم این بوونصب ہزاری ما
 ایک فارسی ویوان چھوڑا، ریختہ میں بھی طبع آزمائی کرتا تھا، فنِ موسيقی کا بھی ماہر تھا،
 بندہ ماجد داس بہادر شاہی صنعت لب التواریخ کے علاوہ جگ جیون داس ولد منیر
 داس بھی بہادر شاہ اول کے درباری متولیین میں تھا، بجزرات کا باشندہ تھا، شمس الدین بہادر شاہ
 نے لاہور کے دربار میں باریابی بخشی، اور وقاریع نگاری کی خدمت پر مأمور کیا، شمس الدین میں اس نے
 تختہ التواریخ لکھ کر بارگاہ شاہی میں پیش کی جس کے صدر میں خطاب و خلعت اور انعام
 سرفراز ہوا، اس کتاب کا اہم حصہ اس کا آخری باب ہے، جس میں ہندوستان کے مختلف صوبوں
 کے حالت میں، ایک اور ہندو اہل قلم کا درج و لدن علیگھ نے شیرازہ محمد عظیم کی زبانی پر علم خود
 لکھی، اس میں اونٹنگزیب کے راکون کی جنگ جانشی کا اور محمد عظیم کی عارضی خدمت کا ذکر ہے
 صنعتِ بنایت اخلاص اور عقیدتِ مندی سے اپنے کوتین پشت سے یکموردی دربار کا نکتہ
 بتاتا ہے،

بہادر شاہ کے انتقال کے بعد مغلیہ سلطنت کے اقبال کا افتاب اور بھی تیزی سے ڈھنے
 لگا، تاہایک بادلوں سے۔ کبھی کبھی امید کی شاعریں بختی بھی تھیں، تو ان میں فور کے بجا سے

لہ ندیا، فس لائبریری کیلیاگ کج اص ۱۰۱۵، ۲۷ اپریل ۱۹۲۳ میں اس کے بعض اشارہ ملاحظہ ہوں۔

روشن شودہ پیش توجہ شمع میکن یک شب اگر تو ہم نہیں بروز من

خوش و تھے کہی بالیہ از جانان بروشم بنگ ماہ فوری شام پری گشتہ نہو شم

گشتہ و گردان نہیں آبادی از ویرا زم چون کان ملکہ بیرون شد و ہن غادم

خانا کر دہ اندوستہ پھاڑ دوستان بآ شینم گھنٹہ واری نصیب شمن بآ ش

ماہر لکام و فرشتہ فدا اس کے یعنی کے اشارتہ کرہ لگا، اب تک از مرزا علی مخصوص باظعت میں ملاحظہ ہو،

انتخاب کیا تھا اور اپنے (موجودہ انڈیا افس لائبریری) میں پچھلے منویان بھی ہیں جنہیں صوفیان
خیالات و مسائل منظوم کئے گئے ہیں۔ تاریخ ارادت خان کے نام سے ایک تاریخ بھی لکھی،
جو عالمگیر کی وفات سے کفرخ سیر کے عہد تک کے واقعات پر عمل ہے۔
مرزا سید حسین خالص، عالمگیر کے زمانہ میں ایران سے ہندوستان آیا، امیاز خان کے
خطاب سے سرفراز ہوا، بہادر شاہ کے زمانہ میں میر خود پادشاہی کے عہد پر محمود ہوا، ایران میں
جادہ تھا کہ راستہ میں منصب کے پاس کسی نے قتل کر دیا تھا، تاریخ وفات آہ امیاز خان سے تھی
ہے، ایک دیوان یا وکار پھردا جس میں قصائد، غزلیات، قطعات اور رباعیات ہیں، ایک
شذی بھی اس کے نام سے منوب ہے، اس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے،
قریب ش خان امیر، اصلی نام مرزا محمد رضا تھا، ہمدان کا ہے نہ والاتھا، بہادر شاہ کے
زمانہ میں ہندوستان آیا، اور اس کے دامن دولت سے والہتہ ہوا، قربی ش خان کا خطہ
اور ایک ہروردی منصب شہی دربار سے ملا، چنانچہ خود کہتا ہے۔

(ایقون شیر شفیع) یہ کاشت دلم نیست بجن غیش جب یافت یک ہن ہتی وان ہم کفن است
عارف اذ پرست ولی او بخ شود آئندہ رونما شود و رومنی شود
زمغروف فنا نلاست شیز زندگانی را بود اب دم شیر صندل سرگرانی نا
پر الفت است بزلف تو بیران را بے سیاہ پرست سوگواران دا
مریجم و حشت کند محروم از سائل هر دل پسیدن رفت از کفت دام تاں هر
گلزار عافت بر اذ عخد عبار آلو است
بمار وقت مبارگل بحکم گلین باو کماہ کنچ قعن طیح اشتیان کریم

لہ انڈیا افس لائبریری کینیاگ ۱۹۰۹ء، ۲۵ ایسٹ بچنگٹن مس ۳۲۴ تا ۳۴۸، سکہ نیست کنجماڑا اڈھار پر گرگس، ۱۹۰۹ء

لیکن اس کے امر، کی علم و دستی اور علم نوازی نہ اس کی کوپ را کرو یا **نظم الملک اصفیاہ**
ستولات و منقولات کے عالم ہرنے کے علاوہ بہت ہی تعداد کلام اور بندہ پایہ شاعری ساختے ذکا
ایک شخصیم دیوان جسم، صفحون پر مشتمل ہے تو یور طباعت سے آراستہ ہو کر حیدر آباد کنور شان
ہو گیا ہے تم اس میں سے دو غزلیں ناظرین کی صیافت بیچ کے لیے پیش کرتے ہیں۔

بیاوار شبے دل عنان خواب بیگر	بہت دامن حسن بائیت تاب بیگر	تو شنی کشی گرم سی اگر گردی	بزم و سرمه دعشرت خوش آگاہی	تو جہ تو سویم فستادہ مقصد من	چ خدا ہی ایکذہ بینہ کسی جمال ترا
چم ساروق بخویش آب بیگر	پیال خدا ہی اگر عبرت اذ شراب بیگر	بھر بار تو دامن اضطراب بیگر	سیامن بر کت یابی لے دل از حرکت	در آب کوچہ آن زلف لے لشیدا	چ گرم طبہ شود آن نگار در باغو
فروغ عمر توئی از ختن نقاب بیگر	چ مردی تو بہ سورہ صواب بیگر	ز شرم آب گشن میشو دگاب بیگر	بدست خویش تو این فرد تکاب بیگر	دلم یگاذ بود اے نگار در عشقت	بیچ دنکاب خود لے زلف یار ناپکن
بیا در دن دل مادیچ تاب بیگر	چستی کو کرد آئی رہ سشتا بیگر	وصال یار چ خدا ہی کمن دنگ اصف	وحشت ولار بآشد بامان دگر	در دل پر خون ما تنوخ جولانی کنہ	د بیان طلب خارسے کو دیا مغلیر
(۲)	می کند چون آہوان رم د بیان دگر	جلوہ گاہ یار بآشد گستاخ دگر	و دل پر خون ما تنوخ جولانی کنہ		
یاد فراہنگش پھو غاز میلان دگر					

نسلت ہی نظر آتی تھی اور یہ دباد کا شرک بکری، تبر و سیاست میں امتحا، ایک بیردی فتوحات کی بگرا ب صرف خان جگلیان رہ گئی تھیں، میدان جنگ کی خون آشامیوں کے بعد دبار قائم بھی ہوا تو اس میں نہ اسلام کی روایات تھیں، میدان کی میانت اور ان کا وقار پہاڑ شامکے بعد جاندار شاہ تخت نہیں ہوا، گواں کی حکومت کی دست صرف دس میٹھے رہی، لیکن اس کی بولائی اور ہوسناکی نے شاہی دبار کی عزت و ناموس کو ایسا صدمہ پہنچایا کہ آئندہ تمام تیموری سلاطین کی حکومت محض تزلیل و تخلیک کی داشت ان بن کر رہ گئی، اس خاتم بر بادی اور طوائف الملکی میں علم و فضل کی مند دبار میں بھتی توکیوں سکر، محمد شاہ، شاہ عالم اور بادشاہ طفر میں اسلام کی علم پروردی اور ادب فوادری کا غیر موجود تھا، مگر ان کی شیخ سحر میں ان کے اسلام کے افتاب نصف النہار کی صوفیانی کمان سے آتی، حکومت محض شام غربیان بن کر رہ گئی تھی، اس میں علم و فضل کی بہار کمان سے پیدا ہو سکتی تھی؟

فرخ سیر فرخ سیر کی دست حکومت سات سال رہی، اور یہ مختلف خاندان کا وہ زمانہ ہے جب شاہی دبار میں مدبر و ناد، مہوش و نون کا ایک قابل قدر اجتماع ہو گیا تھا، نظام الملک اُصنیعہ کی سیاست، امیر الامرا رسید حسین علی خان کی فراست، قطب الملک عبدالرشد کی فرزانگی اور میر جبل کی ہروانگی اگر ایک ساتھ تحد ہو جاتیں، تو کیا عجب تھا کہ ایک بار بھر اکبری دبدبہ اور شاہ جہانی شکت کی جگہ نظر جاتی، لیکن دبار کی ریشہ دوانیوں اور اپس کی فتنہ انگریزوں نے تباہی اور بربادی کی جگہ ریوں کو اس طرح مشتعل کیا کہ سلطنت محض ناکستہ ہو کر رہ گئی،

فرخ سیر حافظ قرآن تھا، مرادہ آفتاب نامیں اس کے کچھ اشعار بھی درج ہیں جو اس نے اپنی ایسیری کے زمانہ میں کئے تھے، فرخ سیر کے دبار میں تو علم و فضل کا چرچا زیادہ نہیں رہا، شہزادہ احمد سیری نظرت نہیں گزی، مگر ان کا انگریزی ترجمہ اور دن کی تاریخ لیش مغلز،

اور علامہ و شاعر نے اس قدر دانی کی شہرت سنی تو وہ دکن میں آئے اور پہنچت کے طبق

اس احسان عام سے بہرہ اندھہ ہوئے (ج ۲ ص ۱۵۰)

علم فوادی اور معارف پروردی کی جو شاندار روایات، صفحہ اسی خاندان کے بنی نے قائم کیں انکو اس خاندان کے اور فرمائیں داؤن نے اسی آب و تابک ساتھ پر قید کھا چکا پس دومن علیک بعثۃ رماز دا اعلیٰ حضرت رفیع المنزلت سلطان العلوم شاہ دکن میر عثمان علی خان بہادر حمد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے فیض عام سے آج بھی حیدر آباد کن علوم و فنون کا شمع ادھرخان ہے،

امیر الامر اور سید حسین علی خان کی شر فہمی اور تاریخ دانی مشهور تھی، اسے یہاں منمول تھا، فخر کی خاندان کے بعد ارباب کل اس کے پاس جمع ہو کر علمی گشتوں کرتے تھے، اس وقت کسی کو کسی اور کام کیلئے اسکے پاس آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی،

اصفیاء اور امیر الامر، و نون علامہ سید عبد الجلیل و اعلیٰ بلگرائی کو بہت محبوب اور عزیز رکھتے، علامہ موصوف فارسی، عربی، ترکی، سنسکرت اور بھاشنا کے فاضل اجل تھے، اور اپنے ذاتی تقدس، اوصافت عالیہ اور علی کی لاثت کے خاتمے سے اب تک خونت و وفت سے یاد کئے

بلہ، اذن الکرام، ج ۲ عل ۴۔ تھے علامہ سید عبد الجلیل و اعلیٰ بلگرائی کے حالات، اذن الکرام جلدیں میلگے، علامہ موصوف نے فتح سیر کے پیغمبر محبی اسٹاپ کیے، یعنی بھرپور اذن کو اپنے میٹھے تھے، علامہ بلگرائی نے یہاں لکھ کر فتح سیر کی خدمت میں کذا

فتح سیر ان شمشاد بابر کا ت

درستہ زین عدہ عشرت مددش

بادیہ صحاب ریزہ قد و نبات

فتح سیر کی جیب شادی راجحیت علگہ رانخرو سے ہوتی تو علامہ موصوف نے اس بخش پر ایک ثنوی کی گرفتاری شروع کی

فتح سیر کے پاس زبانچ سکی، اذن الکرام میں اس ثنوی کے کچھ اقتباسات میں گے،

پھر زندانی کے عاشق راست یومنہ زبانی
 بصل او سرگرم خون ریزی است از شیخنا
 خاکشیدن یار نادم ز خزریزی کند
 می خورد از بس طکب هر ماہ تان تازه
 هجد ای گرگری بان چاک کروم در تبا
 کامش یاد آمد و خلش دل با را بود
 حال خود را با طیبان جهان آصف گو

نظام الملک، صبحہ کی علم نوازی اور فیاضی کی شہرت چاند اگ عالم میں تھی، اور ہیرت
 سے علا، ان کے دربار میں کچھ چھے آتے تھے۔ آخر الکرام میں ہے،

عجیب فرشتہ صفت تھے، اور نیکی ان کی جبلت تھی، ان کی سرکار سے ہمیشہ فقرہر
 علما، صلحاء اور دوسروں تحقیقیں کی تھائی تحقیقیں کے مطابق نوازش ہوتی تھی، عرب،

اور اندر اندر، فراسان، عراق اور اطراف ہند کے محلہ روشائخ ان کی قدادی کا شہر
 سن کر دکن آتے اور، ان کے شیلان کثیر اولاد سے زر بانی کرتے تھے (۱۷۸۷)

آخر الکرام کے مواعظ مولانا نسلام علی آہ، اور بگرامی صبحہ کے معاصروں اور ان کی محبت
 کی زینت دینے والوں میں سے تھے۔ وہ رتیغراز ہیں:

مستحقین پر نہایت کثرت سے خیرات دیلات کی، دفتر صدارت سے تحقیق کرنے پر
 معلوم ہوا کشاہی افلاست کے علاوہ تین لاکھ روپیہ ان کے دعویٰ سے روزاً اور ماہانہ قلیل

کی صورت میں اور باب استحقاق کو دیے گئے، ان کے علاوہ تقریباً یک لاکھ روپیہ عاجیوں
 وغیرہ کو محنت چڑت، عرب، اور اندر، فراسان، عراق، بھیج اور ہند وستان کے ساوت

ہمیشہ ہر دو فتحم شاد و کامران باشند۔ وی از زدراست دا زدراست دنارست عالی ۷

امیر الامر اور کے قتل سے علامہ موصوف نے سینے فکار جو کرو جو خونچہ کامکی کیا ہے ده ملا حظ ہو

اٹار کر بجاست عیان از جین ہند زوجش خون آں بنی از زین ہند

شد ما تم حین علی تازہ در جبان سادا ت گشت اند مصیبت نشین ہند

ینی است زین معاملہ پر این عرب درخون گرد کن شناست آئین ہند

گیتی چایا ده گرد و دود و دعسم فاموش شد پر راغ نشا طا افرین ہند

بند این چین مصیبت عظی تدید است دیدم داستان شہور و سین ہند

از داغ دل زون چران اشک بوش این است زوبار گل آتشین ہند

اہی دا اب می طپہ و مرغ در ہوا از شیون عظیم امیر ہین ہند

ینکی کر بود اونش دا پسین ہند ہندا ز شہادت نش تن بے روح گشت

فرخ سیر کے دباری امر، مین مرد اعبد المدعی عالی دنارست خان بھی شروع شاعری ہیں بمعنی

آزادی کرتا تھا، گرامی شخص، کھاتا تھا، امیر الامر اور مین ہے

وزارت خان مخصوص یہ گرامی بحث شرگفت سر اکدا و ان بود، طبع موزون داشت،

صاحب دیوان است این شعر از د مشهور

تاق نظر سلا رجنون فال سفرزو دیوانہ ما دامن صحر بکر ز ده

محمد شاہ محمد شاہی عمد مین سادا ت کے قتل کے بعد خانہ جگیوں کی کی نسبتہ نزد رہی، لیکن

اس کے طویل زمانہ میں وہ تمام سامان ایک ایک کر کے جمع ہو نا شروع ہو گئے، جو ایک عظم

داشان سلطنت کو تیزست دنایو در کرنے کے لیے ضروری ہیں، در باریں اکبری وال مترقبی کے بجا

لئے اُڑا کبرم و فرخانی ۷۱، ۲۵، ص ۱۴۳، ۱۶۲، ۱۶۳، ۲۷، سنه امیر الامر، ج ۱۴۳۲ء،

جائے ہیں، امیر الامر ارید حسین میں ننان سے ان کے تعلقات کو حال صاحب اُنٹا لکرام کے اقطاع
میں خاططہ ہو،

امیر الامر ارید حسین میں کرباریشان افسوس خاص داشت و اکثر در مجلس خود بر طلاقی گفت
کہ یہ عجید بھیں دین عصر نظر نہ اند و لازم احترم فرق الحجۃ بتقدیمی رساند۔^{۱۷}
علامہ موصوف اصفیا کے حضور میں نواب امین الدولہ کی وساطت سے پیش کیے گئے تو
نواب اصفیا نے ان کا بڑا اعزاز کی، اور ان کو اپنے برابر جگہ دی جب قصیدہ نظر سے لگنا
تو غصہ منگوار کے سنبھل کی، ایک ریک بیت کو نہیت خوب سے نہ اور تعریف
دوستین فرمائی، قصیدہ سنتکر فدق خلست اور اس پذیر کیا، علامہ مرحوم نے حسب تابع
تمیم اس اتفاق کو قبول نہیں کی۔^{۱۸}

علامہ موصوف کو بھی ان دونوں سے بُری شیئتی تھی، اصفیا کی شان میں جو قصیدہ لکھا
اس میں اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

نظام دلت و ملک افغان رابل کرم	تو م دین و دول آننا ب مجذ علا
چو اندیدہ امیری هندب لا خلاق	بعنک مر و هر این سپر پت دتا
مشال بروح مصور بود پا کی ذات	نشان عقل محکم بود ب فهم و ذکا
صفانی ایمن راے او بود چند ان	کمی تایید از و اچچ رو و بد فردا
کرم ز دست گھر باراد بود ممنون	ظفر ب تینچ پن کارا و بود شیدا
ہزار شکر کرن و مند وزارت یافت	ہمان کریافت تن عاذ ب از و م علی
بلانگ از پے امین این شا شہ اند	برنگ ترگس و لگل حشم و گوش ذوق کا

و حنستے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی کے کہنہ مشق اساتذہ بھی ریختہ میں طبع آزادی کرنے لگے، چنانچہ قزب بش خان امید، مرزا عبد القادر بیدل، سراج الدین علی خان آرزو، مرزا علی قلی خان نیم اور مزم زام تفني قلی فراق جیسے بالکمال فارسی شواہ نے بھی ریختہ میں شرمند دن کیے ہیں یعنی نہیں بلکہ تھوڑے دفعوں کے اندر دباؤ دن، ملکسون اور بامار دن میں فیضی، نظیری، عرفی طالب قدسی، صائب اور سلکیم کے بھائے فطر، سودا، میر درد، اش، ذوق، مومن اور غائب کی زمزمه بخیان اور نعمت سلیمان فردوس گوشہ بھنگیں اٹھ رائپی ہام بولانیاں ہندوستانی دہان میں دکھلانے لگے، اگر شراب وہی تھی صرف شیشہ و ماساغپل لگے تھے۔

محمد شاہ کا عہد اس کا ناٹسے نایت مت رکھا، کہ اس میں بڑے بڑے ارباب فتنہ کر لے سکتے تھے، فارسی شواہ میں قزب بش خان امید، سلیمان قلی خان واؤد، علی قلی خان نیم، شیخ سعد گوشن، متفنی قلی خان فراق، میرحس الدین فقر، مرزا عبد القادر بیدل، سراج الدین علی خان آرزو، فائز، شہرت، صابر، فضل، ریختہ کریون میں نواب عہدہ الملک نواب عنايت خان را نواب محمد شاہ کر خان شاگر، خان عالیشان جعفر علی خان، خواجہ ناصر عنیسی، اشناق، میرزا علیک، میان عبد الحمیت ایمان، جعفر علی، مرزا منظر جان بانان، اور ہندی شواہ میں عظیم خان، دیوبی کوئی، صورت سر، دغیرہ موجود تھے ایمان ہم صرف ان شواہ کا ذکر کریں گے جن کا حق پڑاہ داست محمد شاہ کے دباؤ سے تھا۔

انجاہم، امیر خان نام اور نواب عہدہ الملک خطاب، نواب امیر خان عالمگیری، ہزار تھا، شرود شاعری اور لطیفہ گوئی میں سحرزاداً ترکھنے کی وجہ سے محمد شاہ کے نایت محبوب ہم جلیسون میں تھا، تذکرہ گلزار امیر ایمیں نواب موصوف کا ذکر اس طرح ہے۔

لہ ان کی ریختہ گوئی کی شال گوشن ہندوستان میں ملکی نظمت میں ملا حظہ ہے،

شیشہ پیان کی بدستی تھی، شاہ جہانی شوکت و حشمت کی جگہ حضرت ولیاں کی تصویر تھی، اور عالمگیری
باہ و جلال کی عجائب بھی اور سکری کا عبرت تاک نظر تھا، باوشاہ وقت اپنے امر، اور دربار یون
کا ایک اُڑا کار رہو کر رہ گیا تھا، خود عرض امرا میں ذمیت کی پاکیزگی تھی، مقصود
کی تھی اسی سی قوت نادرخان کی خوزیرہ تھی، مہمنون کی غازیگری اور روہمنون کی سرکشی سے
جاہی رہی، تیموریون کی غلظیم اشان حکومت کی بساط اب اتنے کو تھی، صدیوں کا لگایا ہوا چن
ہمیشہ کے لیے دیران ہونے کو تھا، اور ایک شاندار تہذیب و تدبیح کا تیازہ بھرنے والا تھا،
سلطنت کا وبدہ اور حکومت کی شوکت تو جاتی ہی رہی، مغلیہ سلاطین اپنی زبان بھی
کھو ڈیتے، اور اور باناریں فارسی کے بجائے اب ہندوستانی زبان کا اثر و اقتدار تھا، ایک
حکمران قوم کے ہاتھ کی جب دلت گئی، حشمت کی، اور زبان بھی گئی تو پھر اس کے منٹے میں کیا دیر تھی،
صرف وقت کا انتظار تھا۔

محمد شاہ نے فارسی زبان کے بجائے ہندوستانی زبان میں اپنے ملی زدق کا فہرست
کیا ابادہ ماسہ اور گھنٹ کمانی دو قصینہ اس کے نام سے منوب ہیں، اس نے ہندو
زبان میں طبع آزمائی بھی کی ہے، اشعار ملاحظہ ہوں:-

پیری میں کس طرح کردن ہیر جہا کی	دن دھلتے ہی ہوتا ہے تا خلگردی کا
کھول کر بند بیاہل کے تین عاخت کی	کی حصار قلب بہنے کھلے ہندوں یہ
خوفستہ ما کے یاران اس لرزان ذکرو	رلت کا نام نہ لو اور پریشان نہ کرو
مندر جہ بala اشعار کی زبان کتنی صاف ہے،	یہ وہ نماز ہے جب ہندوستانی زبان دکن
سے شاہ جہان آباد آگئی تھی،	وئی دکنی دکن سے وہی آتے تو ان کی شاعری کا غلظہ ہر طرف پھیلا۔
مغلیوں میں ان ہی کی عزیزیون کا چرچا ہوتا، ارباب نشاط ان ہی کی نہ لین گلتے سنتے اور سر	

موصوف کی ملکم پر صبحتوں سے مستحبہ جوستھے، میر عجش کرتا بھی فواب کے
نعت خانہ کے دار و نزد تھے، بندابن خونگی ن سخینہ خونگو اور مذکورہ المعاصرین لکھ راس
کی سرکاریں پیش کیں، اس نے پوری تعداد ان کی اور و ورد پیروزیہ وظیفہ مقرر کیا،
اجام کی ادو و شاعری کے نوئے منہم اسکی مرثیہ غزل پر بناظریں کرتے ہیں۔

کیون بلا یا بھر میں کیا جھسے نادی ہوئی دختر زبم میں آشرم سے باقی ہوئی
کشتی دل بی طرح کچھ آج طو عافی ہوئی کل محیط عشق کے صدم موئی پائی تھی بجا
ٹوٹتے ہی دل کے جھوک کرنست حیرتی ہوئی ہر پری تسلی چان آئندہ رکھتا تھا عزیز
کیا کھون اجام میں اس عشق کے آغاز کرو دوستداروں کو محبت و شمن جانی ہوئی
نش میری دیکھ کے تسلی میں دین کے کچھ تو یہ صورت نظراتی ہے پہچانی ہوئی

نان عالیشان جھفر علی خان، مزاہ من بیگ کا لڑکا تھا، ہیں، ذکی اور بطباع شاعر
خاں محمد شاہ نے سہ ہزاری منصب پر برقرار کیا، محمد شاہ کی فرمائی تھی، "لکھنی شروع کی میکن
ناکل رہ گئی، جس کو میان حاتم نے پورا کیا، کلام کا نامہ تذکرہ میر حسن میں بھی مل سنتا ہے،
شیخ حسین شیرازی شہرت عربی لشیں تھا، میکن ایران میں فشو و نما پائی، عالمگیر کے
حمد میں ہند و سستان آیا، محمد حکم کا طبیب مقدر ہوا، فرع شیر نے حکیم الحاکم کا خطاب دیا، فرمایا
کے محمد میں چهار ہزاری منصب سے سرفراز ہوا، ۱۹۱۱ء میں دفاتر پائی، پاچھزاد اشارہ کا کب
فادسی دیوان چھوڑا، اس کے کچھ اشعار یہ ہیں:

میں شہرت تھے وادم دنے نام می خواجم فنا کر گرا گرا در دیکھنے دام می خواجم
نار پنداشت کر دیزے ما جانگے سرت بفت و بگشت صرا یکہ کر دیتے نگاہ سرت

لے گھن میں ڈلا، لئے میکار نہ بھر ج ڈھٹ، سکے گھنوار اپری میں صلایا، لئے تذکرہ میر حسن تھے، شہزادہ الکرم و فرشانی

اس عالی دو دن کو شاہ عالم پر خدشاد سے ایسی صحت برآمد ہوئی تھی کہ شک
تھا، ان سب اور کان دولت کو اور اعیان مقام کو خدمت کو خدمت، لطیفہ گوئی کی طرف ان کی
طبیعت نمایت مصروف تھی، اور خوش بیہی سے فراج پر شدت، اور گروہ خشم کے
بھکنے میں زمانے کے استاد تھے، اور شیرین کلائی میں اپنے وقت کے فرواد، موجود ناوارد
انداز کی تہاریوں کے، اور اختراع کرنے والے ہوتون کی پادوکاریوں کے، گھنے میں
دخل ایسا تھا کہ استاد اس فن کے دم شاگردی کا درست تھے، اور ناویہ کی ہاتون
میں پڑے پہنچے گیا تھی، ان کے آگے جی ہارتے تھے، بادشاہ کو ایسی اپنی طرف مصروف
کریں تھا کہ ایک دم کی جدائی ان کی جہان بنا کو شاق تھی، اور آنحضرت طبیعت انکی
طرف مشتاق تھی۔

شادہ میں شاہی دربار کی ساز بخون سے قتل ہوا، قاری اور ہندوستانی دو نون
نمازوں میں طبع آزمائی کرایتھا، اکلا اور بار شرارہ کا درجت بن ہوا تھا، پذیر کرسیوں کی محظیں پڑا، پر گرم دھی تھیں،
زمانے کے پاکال اور باب سخن اس کے بیان جمع ہوتے، فواب غفارت خان رائے اور فراز
محمد شرخان شاکر بانی پست سے اکثر پرکش بزم ہوتے، شریعت الدین نصیرخون خواجہ ناصر عزیز
شاد حاکم، میر خٹاک، اور جنہی زبان کے شراری میں اندھن، دیوی کوئی اور صورت سر صحی فواز
لئے گئی، پر ایک دن بخوبی ترقی اردو، اور بگلہ بیاد، مٹا تذکرہ فیر من میں ہے:-

تواب ایغان اوز امراء نظام دلافت عالی مقام تواب عده الملك خوش بیہ
و شیرین کلام اذ مقریان درگاہ فردوس ازادم گاہ بود، لطائف و فضائل اور مشهور و معروف
است، (مس ۵۰، مسلم و فیروزی انتی ثبوت، ملی لکھا)۔

تھے ریختہ کے اشناز گلزار ایکم میں ملاحظہ ہوئا،

لائے ریان کا خطاب ملا، مگر اس کی امتیازی حیثیت خود اس کی علمی صلاحیتوں کی وجہ پر ہے؛ اور اس کا شمار ان چند مہندوں میں کیا جاتا ہے جو فارسی علوم و فنون کے پڑے دلدادہ اور شیدائی تھے، وہ مزرا بیدل کا تو شاگرد تھا، اس عمد کے تمام شروعات بھی اسکے گھر تعلقات تھے، خصوصاً خان آرزو سے اس کو پڑی تھی، اور اسی کی مساعی جیلی سے خان آرزو کو شاہی ہمارے منصب، جاگیر اور خطاب ملا، اس کے گھر پہلی علم شلادا آرزو محمد قلی خان ہمیں باب خان شاعر راؤ کریما دام، فتح نگہ وغیرہ کی مجلسین برا بر منفرد ہوتی تھیں، ان صحبتوں میں اس کے ملی ذوق کی جلا خوب ہوتی، اپنے نام کو زندہ اور روشن رکھ کر لیے اس نے متعدد تھائیں تھیں، مثلاً (۱) مکاری، اس میں وہ خطوط تھے جو نادر شاہ کابل کے صوبہ دار کو سکھ تھی، انکو زندگی کے ذریعے وزیر خلیم محمد شاہ کے حصہ میں پیش کرتا تھا، (۲) بدائع و تعالیٰ میں تاریخی واقعات میں خصوصاً نادر شاہ کے حل کا ذکر ہے، اس کتاب کو تذکرہ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، (۳) لیٹ نے جلد ہم میں اس سے کچھ اقتباس سس بیا ہے، (۴) مراد اصطلاحات، یہ کتاب فارسی اتفاقاً، محاورات اور اصطلاحات کی ایک فرنگی ہے، جس سے بعض تاریخی، معائی اور صفتی معلومات بھی حاصل ہوتے ہیں، (۵) سفر نامہ، اس میں محمد شاہ کے محاضرہ بن گرناک کے واقعات کی تفصیل درج ہے، اس تھم میں اندرا م مخصوص اپنے ولی نعمت نواب قرالدین خان حکم الدین کے ہم کاب تھا، اس نے اس سفر کا عالی طور پر زنا پچھ مرتب کی تھا، جس سے بہت سی اہم باتیں خصوصاً تیموری حکمرانوں کے آخری دور کے طریق جنگ سے تعلق میند معلومات حاصل ہوتے ہیں، پھر اس عمد کی بہت سی تاریخی شخصیتیں بھی متعارف ہو جاتی ہیں، (۶) پری خانہ ری شاید ایک

لئے اس کتاب کو والٹر سید نظر علی صاحب سیم لے، پی ماپ، ذی (کتب)، صدر شعبہ غربی و فارسی واردہ، (زنگی خانہ شیخ ص ۳۱۲)

اے گل سر کوی توجہ از وطنم کرد
من خار تو بودم کبیر ون از چنم کرد
صح شوتا در فراغت دز عالم بگذرد
کینف دم را غشت ان کلین هم گذشت
صلحه تقی خان یکنگ تذکرہ میر حسن میں ہے،

هر گلشن بہار سخن آب در زنگ دوچین گلزار صافی میں خش آہنگ صطفه قلی خان
و مخلص یکنگ فرمودہ بود اور بعد فرود س آرام گاہ بنیزرا خان جہان بو دعی در ملک ملائماً
شاہی نسلک بود۔

اد دو میں یکنگ کے کلام کا زنگ یہ ہے،

ہاتھ اٹھا جو را در جخا سے تو	یہ گویا سلام ہے تیرا
اسقد کیا ہے حایت غیر کی	سم جی تو تم سے کبھی تھے اتنا
وہل اندھوں صنم کا جھپ پیکان ہو گی	در میرا ہی مجھے آخ کو دمان ہو گیا
جھکوں مل سے ترقع تھی تو کیا وقت پر	تیرخان کا تودہ یکنگ پیکان ہو گیا
ذکوئی کی یار جاتا ہے	میرا صبر و فرار جاتا ہے
گرخہ لینی ہے تو سے صیاد	ہاتھ سے یہ شکار جاتا ہے

اے اندرام مخلص۔ اندرام سودھر ٹھیں سیدا کروٹ میں ۱۱۱۷ھ میں پیدا ہوا، اس کی
کی پیشین مختلف تیموری امراء کے دباد بن سے بسلسلہ ملائماً مت مندک رہیں تسلیم پا کر اندرام
خدا شاہ کے ذیر نواب اعتماد الدین قرالدین اور اس کے پیکاڑا دبجاتی سیف الدولہ صوبہ وارہام
کا دیل دباد مقرر ہوا، اس میں شاہی دباد سے بھی اس کو تو سل محتسا، اور دباد سے اسکو

لئے ہاتھ دکرام مجد ۲ ص ۲۰۳ تھے تذکرہ میر حسن ص ۲۱۶ تھے میزان الفراء بھیتی ہے،

و س از عیان تیموریان رست پھنس دکرات راب اعتماد الدین قرالدین خان بہادر رواب گوپا موسی کن ٹھم صوبہ رکھا،
و کن بود و در حضور قرالدین شاہ پادشاه خرفت اندوزی بودا،

یون پکاٹے ہو کھڑا گشناں میں سرواد بیکی
پنچھو قمری کہ کیا آزاد بجا تی ہے بمار
بھول پر زگس کے گویا داد شتم نین
عشقون کے حال پر انکھیان پر تی چوپا
دھوم آونے کی کس کے گلزار مین پڑی ہو
بار ارجح کہ باکہ ترگس یہ کھڑی ہے

لال رام، باب کا نام رکے دو لارام تھا، اس کا دادا رائے کھن، عالمگیری ملاز جون میں تھا،
لال رام محمد شاہ کی سرکار میں نوکر تھا، ۱۸۷۸ء میں تھمہ امہتہ ایک مستند تایبی کتب لکھ کر دبابر شاہی
میں تھغ پریش کی، فرنگ یورپ کے عہد تک ہندوستان کی ریاستی تحریک ہائی تھی، ایران کے ایڈنی
دور کے باوشہ ہون کے بھی کچھ حالات درج کئے گئے ہیں،

محمد شاہ کا علمی کارنامہ علمی ہدایت سے متعلق ہے، یہ کاظما مراد اس کے دبابری ہندو اسیرا بھی
بے عکھ کھووا ہے کہ حسن ذوق، اور صافی جمیل سے مکمل کو پہنچا، بے عکھ عالمگیر، اور اس کے جانشینوں
کے عہد میں فوجی خدمت کے لیے ملت تھا، محمد شاہ کے عہد میں اگرہ اور بالوہ کا گورنر مقرر ہوا،
بے عکھ ایک کامیاب فوجی افسر اور باوقار حاکم ہونے کے علاوہ علم وہنہ کا بھی سریست تھا،
عربی علوم و فنون میں ناص و متکاہ رکھتا تھا، علم ہدایت سے اس کو بڑی دلچسپی تھی، اس نے

لہ چھت ان شوارہ از عجمی زرعن شفیق ۲۶، ہنری شرٹ گرڈ، اور ہم ۲۷ میں اس طرح ہے۔

آنے کی دھوم کس کی گلزار مین پڑی ہے ہے تھا رجھ کا پیا زرگس یہ کھڑی ہے۔

تھے معاون نمبر ۲ جلدہ محمد شاہ کی گل فوازی کا پتہ اس سے بھی پڑے گا، کہ ایک بار اس نے فواب اعتماد الدین
قرالدین خان کو روزانہ مظہر و نجاحان کے بارے میں جھکر کیا تھا، کہ اتنا بڑا ملک خانے ملکو دیا ہے، اس میں
جو کچھ چاہیے تو بول فرمائیے، لیکن رضا صاحب کے مستشار کا یہ حال تھا کہ ہنخ کو فرمایا قلم متاع الدین یا
خدا نے ہفت قلیم کو قلیم فرمایا ہے، بھر ایک قلیم میں سے ایک دلایت اب کے حصہ میں آئی ہے،
وہ کہتی ہے کہ نیکر اس کی طرف طمع کا ہے تھبڑا ہے، دلگل رعن ۲۸

مرق کا دیباچہ ہے جس میں مشینو شویون کی خطاٹی کے نام نہستے، (۱۰) پختان، حکایات د
وقال کا مجبو نہ ہے (۱۱) سکار عشق، یہ کند سندھ میں اور رانی جندر پر بجا کے عشق و محبت
کا ایک تھہ ہے (۱۲) کارنار عشق، پشا ہزا وہ گورا اور مالکہ ملوكات کے حسن و عشق کی کہا
ہے، دو روز نیچہ احوال، (۱۳) رباعیات، (۱۴) دیوان،

مجزن الفراش میں مختلف کے بہت سے اشعار درج ہیں، جن میں سے ہم بھی کچھ یہاں
پیش کرتے ہیں،

تمج بر سر محب قیس از داغ سودا یکم ما	قرمان کشو دیر ان صحرائیم ما
دیدکم غواصے دو سرمشنول زیارت	آقا وہ چو بر تربت نجفون گذرما
بگلشن چند سردی ویدم فریاد سر کرم	کریا دم داد ریگین محبت یازان ہندون
ما عشقتم تخلص مبرسم اذ شریل	ہر کجا چیز و فایاشہ خسریدا یکم ما
سیانزادے محبت یاد چون ناقافی را	غیری اد ہمندی اسکی آندر وہ جانی لڑا
قصہ کو ہکن بید گمرا	بُوئے خون امداد فنا نما

مختلف کے کچھ اور دو اشعار بھی ملاحظہ ہوں

(تعجب حاشیہ (۱۵)) دبی یونیورسٹی نے بڑی کامیابی و محنت سے اڈ کر کے مدد مطبوعات کی بخاذ را مپور سے
شارع کیا ہے، اسی امنہ ملک میں مختلف کے سارے عجیات اور اسکی تایفات پر بست ہی سیرہ مل بصرہ کی ہو، ذکر
یہ عجیل قدر بہت دبی اٹل نے بچی گئی تیڈی دبیات مدارکی میں ہندوں کا حصہ میں مختلف کے تھانے پر پیغمبر نبیت کے
ہمہ اہن وہ اون کی بون کی مدد فحص کی تایفات کی فہرست دبی ہے،

لئے **مجزن الفراش** تھی شعر دار الحصنین در ت ۹۱۰م، س کے ریخت کے اشعار میں کہہ میر حسن او گلزار

ابرا یکم تین ملاحظہ ہوں۔

احمد شاہ | محمد شاہ کے بعد احمد شاہ تخت پر بیٹھا، اردو کے مشورہ شاعر اشرفت علی مان انہم تھے
کے رضائی بھائی اور نیزم فاسی تھے، احمد شاہ ان کی لطینی گوئی، بذریعی اور عاضر جوابی کا بے حد
دراءح تھا، اس نے فاریفہ اللہ کو کرخان بنا دکھنے کا خطاب عطا کیا، احمد شاہ کی معزدی اور قید
کے بعد خان نے دہلی چھوڑ دی اور مرشد آباد چلے گئے، خان کو محمد شاہ سے ذصرت محبت بلکہ
غش تھا، اس نے محبوب کی یاد اور عبادتی میں رُسو بہارتے ہوئے لکھتے ہیں :-

جان میں میرا ایک ولدار تھا	اسی سے مجھے تو سرو کا ر تھا
ذکر کام تھا ملکو گلزار سے	ذکر کام تھا ہرگز مل نہ اسے
ذکر بھون تھا ملیل کے فریاد کو	ذکر بھون تھا ملیل کے فریاد کو
ذکر علوم تھا ملکو فرسہ دبھی	ذکر علوم تھا ملکو فرسہ دبھی
اگر ان کا کچھ درد پاتا تھا میں	تو کاہے کو خاطر میں لاتا تھا میں
مجھے درمند دن سے کیا کام تھا	سداد مصل کے یعنی آرام تھا
جب اس یاد پر دھیان کرتا تھا میں	تو پیست کو قربان کرتا تھا میں
اسی کریں کہتا تھا ہے ماہتاب	وہی تھا مرا پیغمبر اُنفاب
میں پوجوں تھا نت اُنہم کے تین	ذکر سجدہ کردن تھا حرم کے تین
دبھی ماہ تھا اور وہی شاہ تھا	غرض کچھ بھی تھا، میرا احمد تھا
سداد سیر تھے ملکو گلزار کے	کہیں بیٹھ خوش ہوئے یا کے
اگر تھا قادہ نازک مراج	پڑھنے دہان سے توین ٹالج
یہ کہتا تھا وردہ سکم گار کے	ذکر چھوڑ دیں نے تو گلزار کے
اٹ دیکھ خوش چشم زگس کا حامل	کہیں رت رہ گئی بے کمیں نکال

اندھیگ کی ز پچ جدید، ملا جاند اکبری کی تھیلات، اور ملک فردیشا ہجھانی کی ز پچ شاہجھانی کے ہوں
پر ز پچ محمد شاہی ترتیب دے کر بادشاہ کے حضور میں پیش کی، اس فن سے محمد شاہ کی د پچی
اوہ شفعت کا نمازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس کے حکم سے مسلمان، برہمن اور فرنگی علماء ہمیت جمع
کے گئے، اور شمس اللہ ۱۱۲۷ میں دہلی میں ایک جدید رصدخانہ کی تعمیر شروع کی گئی، اور اخیر اللہ عنہ اس
اس کا قائم عطا، اس رصدخانہ میں بعض آلات ایسے تھے، جو کمر قدر کے ان بیگی رصدخانے میں تسلی
کیے جا پکھے تھے، اور بعض خود احمد ذکر کے بجا و کئے ہوئے تھے۔^{۱۰}

راہب نے اس غرض سے کہ رصدخانہ کی تمام تحقیقات صحیح ہوں اور ان کی تقدیق ہوئی
جائے، دہلی کے رصدخانے کے مونسے پربے پور، مختصر ابتداء اور اصنی میں بھی رصدخانے میوائے
ان رصدخانوں میں ہندو مسلمان اور فرنگی علماء ہمیت نے سات برس تک کام کیا، یہی
نینین بلکہ کچھ لوگ پادھی میویں کی میت میں پور پ گئے، اور وہاں سے جو معلومات اور تحقیقات
حاصل ہوئیں، ان کا مقابلہ بیان کے ہو ہوں سے کیا گیا، پھر ان تحقیقات سے ز پچ محمد شاہی تیار
کی گئی جو تین مقالات پر مشتمل ہے، اول درست نینین، دوم درست طالن ہر وقت، سوم
درست رفاری سارابت و ثوابت، اس سلسلہ میں تاجنڈ کوئے نہیں قابل قدر خدمت یا انجام
دھی کہ عربی زبان کی مستند علم ہمیت کی کہ بون کا ہندی تصحیح کر دیا، اور اس پڑھوٹن ریپے صرف کیے
محمد شاہ کے بعد محلیہ سلطنت کی دست کئے کو تو ایک سو سو برس اور یہی، لیکن دہلی کی
کوئی بقول آزاد ایک روئی پھوٹی ہوئی درگاہ، تھی جس کے پاریخ اور بجا وہ نہیں ہوئے،

لہ ملاحظہ ہوا مرید مسلمان حاصل جنہی کا مخفون مسلمانوں کے عہد میں ہندو دوں کی علی تیڈی ترقی۔^{۱۱}

(مادرت نمبر ۵۶ ص ۲۲۹) لہ یعنی نیز دیکھو فرست شری تکنی، دہمی، جلدی از دہم ص ۲۶۔ لہ ملاحظہ ہوئے

سید میمان صاحب کا مخفون ہے،

تیموری سلطنت کے فرمازروں کا جو جام ہوا، وہ اب بصیرت کیلئے عترت کا مقام ہے اسی طرزِ عملی کے انہیں
جس کے مکینوں کی خصیب آنونگا ہوں سے ہزاروں سرکش کا پتھر تھے، خداونکی ایک اولاد ایک خالہ اس
میں بخوبی میں گرفتار ہیں، اسی پر جلال دبار کا ایک اور نگذیش جسکے اسلام کی صورت و بدیہی کے ساتھ
پڑے پڑے ارباب ثروت و حاشت سرخیز و نیاز جھکاتے تھے، ایکستھم ایکاد و دریے دو باغی کے ساتھ سرخیز
کے ہوئے تھا جن کی سیدت کے ساتھ ارباب و انش پاک ماننا بھی سوتے اور سمجھتے تھے، ان ہی ایک نہ
سرہ بارے حصہ و حرکت پڑا تھا، اور اسکے سینہ پر ایک شفیقی القلب رویہ سوار تھا، اہل و دولت کی تلاش میں
حروم کی دیواریں کھو دی جا رہی تھیں، نازیمان حروم کے چھوٹ سے رخارطا پتوں سے سرخ کیے جا رہے تھے،
شہزادوں کی وجہ دیدہ تر سے خون کی تہریں، دوان تھیں، آہ و بھاکے شور سے قلم ملی کے درود دو ارگوں خ رہے
تھے، میں اسی حالت میں ایک خالہ "ججاج" اور کینہ پرورہ ہیلے نے
نخلالہ شاہ تیموری کی آنکھیں نُک خبرے۔ (اجمال)

شاہ عالم کو موت نہیں آئی، وہ پھر با دشہ بنایا گیا، لیکن وہ با دشہ نہ تھا، وہی کے لیے عترت کا وہ
تمہارا، اس نے اپنی بے کمی کا تکمیل خود کیا ہے،

پھر حادثہ برخاست پڑے، خواہی ما	داد برباد سرو بگ جانداری ما
آفتہ بلک رفتہ شاہی بودم	برو در شام زوال آہ سیہ کاری ما
چشم من کندہ شد از جزو بلک بترشد	کرنیم کر کن غیر جہا نداری ما
داد اغوان بچ شوکت شاہی برباد	کیست جز ذات خلے گلنیز اری ما
کہوہ بدویم گنہ بے کسر ایش این بود	چیت ایمہ کہ بخت گنہ گاری ما
کردہ سی سال نظرت کرم اداد برباد	زو و تریافت تلافی ستمگاری ما
نذریخان پری پھر کہ ہم بزم پو دند	کیست جز محل مبارک پرستاری ما

اکے اسے مری جان اسوقت میں اسے تیر سے قربان اسوقت میں

تراءں کے کن میں گھر جاؤں گا مارو کے کن میں مر جاؤں گا

یہی مجھ میں اس میں تعا زو نیاز کوئی اس میں محمود کوئی یا ز

فک نے یکایک ستم یہ کیا دل شاد کو داغ حرمان دیا

احمد شاہ کی وفات پر شنشاہ عالمگیر کے وارثوں کے تفصیل میں دو آیہ اور سلسلہ کے چند
شنبے و گھنے تھے بُجُراتِ مرہٹوں کی بُلامی میں تھا، بُنگال، بُمار اور آریسہ، علی و رَدَی خان جائیز
کے تصرف میں تھے، اودھ میں صدر جگ کا پرجم لہارتا تھا، وسط اودھ میں ٹیکش حکمرانی کر رہے
تھے، روہیلخانہ، روہیلوں کے قبضہ میں تھا، پنجاب احمد شاہ مہماں کو دیدیا گی تھا، دکن میں نام
کی اولاد جگڑ رہی تھی، ان کے علاوہ یورپ میں طائفین علیحدہ اپنے قدم جا رہی تھیں، ایسی حالت
میں جب کہ تیموری سلاطین خود نان شہنشہ کے محتاج ہونے کو تھے بلum فضل کی سر پرستی کیا
سے کر سکتے تھے۔

عالمگیر شاہی **عالمگیر شاہی** شاہو تھا، کہا جاتا ہے کہ عالمگیر شاہی حضرت نظام الدین اوپیا کے مذہب ایمداد

پر مشکل اپنی بادشاہت کے لیے دعا کرتا تھا، جب تخت کا لاک بنا تو نسبت میں یہ اشارہ کے۔

جو ہوئے خادم نظام الدین کا دل میں اور غریب اس کے تین ہوتا ہے تاریخ خروجی جگہ میں۔

خادمی کی تھی عزیزی الدین نے باصدقہ قیین تاریخ شاہی ہند کا مجھ کو دیا ہے عفتریب

مرض دل افگار کا میرے وہ صحبت بخش ہے بے فدا و بے دعا و بے دو اوبے طبیب

بس پریشان عالی ہے اب غلی میں غبوب حق فضل کر تصریح و اروان پر ہوتم حق کے محبیب

شاہ عالم شاہی **عالمگیر شاہی** کے ان کتنی کے بعد شاہ عالم بادشاہ ہوا، پھر وہ انگریزوں کی

وفیض خوارمہ، پھر مرہٹوں کے ہاتھ لال قلعے کے اندر ایک معزز قلعی بنایا، اور اسے بعد غلام قادر کی معاشریوں

تسلیم اقدس بھی شامل ہو جیں شاہ صین نظر ثانی کا قصہ ہے مولوی ذکار اللہ کا بیان ہے کہ شاہ عالم
نے تشریف چار جلد و نہیں ایک تصریحی لکھا ہے جس سے ہزاران کے اونی متوسط اور اعلیٰ آدمیوں کا طرز
معاشرت معلوم ہوتا ہے اس کا نام شاہ عالم کا قصہ ہے ہے

شاہ عالم نے اپنے نجد کے تمام ممتاز شردار شلا سودا، میر درہ، فضیر افث، زارِ نمون، حسان، فاتم
او فراق سے کچھ ضروری اسندر کھا جان دی کے تمام شردار بھی ہو کر اپنی جعلانی بیٹھ دکھاتے تھے، وہاں شاہ عالم
اپنی خلیلین بھجا تھا، سودا کو اپنا کام و کھانا تھا، خواجہ میر درہ کے بیانِ محلِ سایں شرکت کرنے کیے کی باری،
ایک بار پرانوں میں درد تھا، غلط نہ کر سکا، وہ پرانوں پہلادیا، خواہم صاحب اسکے تحمل نہ ہو سکے، فرمایا کہ یہ غلط
کے ادبِ محل کے غلاف ہے، شاہ عالم نے نذر کیا، اور معافی چاہی، خواہم صاحب نے فرمایا اگر طیعت نہ سازی تو
تحیث کریں گے کیا مژرہ تھی، میدانِ اشتھان اُن کو خاص طور سے بہت محبوب کہا تھا، انکی ایک لمحہ کی بذاتی، اسکو گورنر اُن
تھی، کر بعیت کا مقام یہ کہ جیکے اسلام ایک ایک شرک کے صدر میں شردار کا منزد جواہر سر بخوردینے تھا، انکو نہ یہ بازی
خواست جو اسی اُنکے مورث کے پاس اتنی بھی رخا کر لے جو شاہ کے بچوں کیستے دو دکھوڑوں کے لئے کچھ قدم دیتا ہے
شاہ عالم کی اردو شاعری کے فرستے ملاحظہ ہوں

یکجھِ ہمدرم بھلا کیوں نکرنا شکوہ بار کا
ہم تو بندے اس کے ہوں ہمیں بوجار کا
خانِ دل کو جلایا اک نگر سے اس نے اہ
ہو جیویا رب بھلا اس چشم اُتشار کا
عاف کلئیں تری کتی تین عاشق میوہ
کر کے عینی مداوا اپے کب بیمار کا
خون ہو ویگالا گلوں کو دیکھنا ہر گز صبا
نامِ مت لین پھر میں اس بت خونخوار کا
یادِ اکے دل میں جب سایر تری دیوار کا
دیکھ کل نیض میری یون لگائیں طب
مرت کپہر میں ذکر اوقات کو صنان تبریز
اس تقدیر افسر و دل کیون ان نون ہر اقتا

حق طفلاں کر زی سال فراہم کرود
 کرود تاراج نمودند سبکاری ما
 عهد پیمان عیان داده نمودند دعا
 علیان خوب نمودند دناداری ما
 شیردادیم بر اینی بچه پر در دیم
 عاقبت گشت بچه پر خونخواری ما
 قوم افغان و مغولیه هرس بازی داده
 بکلشند بجز گرفتا ری ما
 این گدازه همدان که پر درخت برد
 باز جردستم شد بدال فکاری ما
 کل خود کر زرم وان به شرارتم کم نیت
 چه قدر کرد دو کارت پی امزاری ما
 نام ادو سلیمان دبدل بیگ لیعن
 هم سرتند کم بر گرفتا ری ما
 شاه تیمور که دارد سرفست باش
 زد دباشد که بساید به مد دکاری ما
 ماد حربی سینه هیا فرزند چگربند من است
 هست صروف تلا فی سستگاری ما
 اصفت الد د دانشگر که دستور من اند
 راجه اور او زمیندار امیر چپس فیقر
 نازیمان پری چزو که هدم بودند
 چعوب گر نایند مد گاری ما
 حیف باشد که نه سازند به غم خواری ما
 نیست جز محل مبارک بر پریاری ما
 گرچه ما از فلک امر دزخواست دیدیم
 یا ذفر داده ایزد سرداری ما
 ان اشار و ظاهر سه کشاد عالم سخن گوئی ین کافی همارت کشادها، سکا تخلص آفتاب کشا: فارسی او
 هندستی دنون زدنون ین اشعار مدون کر کشا: نحمد حسین آزاد کشته ین که و پر اشق شاعر تھا حسین کے
 چار دیوان اردو ین موجود ہیں لیکن اندیا افس کے کنجائز ین ایک ہی بعد ہو بر قش نیکم بود یعنی ادو اسپر
 کی فرم رئیں بھی ایک ہی گاؤ کر چڑھا افس لایبریتی کے دیوان ین شاه موصوف کی ایک منزوی موسوم یہ
 لئے آب حیات ص ۴۲۔ لئے طاخنہ ہوانڈیا افس لایبری کٹیلاگ می ۹۳۔ تھے رضت

بادشاہ ظفر

بادشاہ ظفر تیموری سلطانین کا خاتم ہے، وہ بادشاہ بنائیں حکمرانی کے لیے نہیں بلکہ اپنے اسلاف کی طوط و عظت کی یاد میں خون کے آنسو بھانے کے لیے، سلطنت ایک یروہی قوم کے قبضہ میں جا چکی تھی، سکون پر سے آل تھیو، کامِ مٹ چکا تھا، بادشاہ محسن ایک وظیفہ خدا کی حیثیت سے، و گیا تھا، پھر بھی بادشاہ کہلانا تھا، اس کی ساری بادشاہی قلمعیلی کی چماڑ دیداری ملک میڈو تھی، جان نہ وہ سلطنت کے لیے فریض ہاد کرتا، اور رہائیان حکومت کی جلیسیں منعقد کرتا، بلکہ صرف دل کے پھیپھو لے توڑتا، اور جب وہ ٹوٹ کر بیجاتے تو اس کے سور گلزار کا نہادر اپنے تالماں موزوں سے کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ اس کی اپب بیتی کو پڑھکر اول پر جواہر ہوتا ہے اور شمار کی جگب بیتی سے نہیں ہوتا، خود کہتا ہے:

اے ظفر! تیرے اشام ہن یا لڑا، کب ہاں کہ جو یون ٹھیں ان اڑکتے ہیں

ظفر آج توخت کا گوئی لیکن اقیمِ خون کا بادشاہ ضرور تھا یہاں اس نے اپنی ذہانت و ذکاء و ادبیت کی بے قراری کے ایسے جو ہر دھلام کے کارگروہ یا سایی موریں، انی اوصاف کو ہم میں تو توکی عجب تھا کہ وہ اپنی ظفریاں فوجوں کے ساتھ اغیار کے شروں اور ملکوں پر اپنی تفعی و کامراں کا چشم مرانا نظر آتا اور ایک کامیاب مدبر اور سیاست دان بھی ثابت ہوتا، لیکن زادتہ میں کی مزکوؤں کا چیز، اور دبڑم کی محکمہ افہمنیاں، لامحہ ایکست یچھیں اور ستر اڑہن کی تام توئین ایک ہی طوفان میں شامل ہیں، اور وہ ظفر و شاہزادی کا میدان تھا،

صح تو جام سے گزرتی ہے شب دل آرام سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گزرتی ہے

ولم

تصویر تراجیں کو اے یاد ہو گا اے غیرے کیا سر و کار ہو گا
مباحثتِ دل اشک میں ڈونڈنا اسی قائد میں وہ سالار ہو گا
دیا دل تو ہے آفتاب اسکو لکن خدا جانے کیا عاقبت کا رہو گا

ولم

پھیرنے کا تفریز ہے کمود سنو بات میں تم رخا ہو گئے کمود سنو

ولم

اے جو حباب میں بھی دیورست نقا تو پھر اے آفتاب دولت دیدار بیجھے
جون شمع تا حرث برق تین آفتاب بے اختیار بھکور والا تی ہے چاندنی
تری اس نیگ کیا صفائی دخواہ ہو ہیا شب معراج کی اس خط کو گیرا رہ ہو ہیا
مدت سے شیتاں ہر پاسے جو آئیے بخلار دا قی خشم میں سیرین دکھائیے
شاہ عالمی بندی زبان کا بھی شرعاً ، اور اپنے ہندی کلام کا مجموعہ تادرات شاہی کے نام
مرتب کیا تھا بولی حضرت فرانز دا سبد امپور دام اقبال کے حکم سے مسلم مطبوعات کا بنیاد عالیہ
ریاست رامپور میں شائع ہو گیا ہے اس کے شروع میں ادو وزبان کے مشور شید دی علم فن مولوی
امیار علی خان عرشی کا پرمغز اور پراز معلومات مقدمہ ہے ۔

لہ یا شمار تذکرہ گذردار ابرائیم اخجن ترقی اردو اور ہنگ آباد ۔ تذکرہ ہندی مصھی اور گلشن بچارے یہ

گئے ہیں ۔

ظفر شاعری میں پہنچے تو فیر بھر بے قرار، پھر ذوق، اور آخرین غالب کاشاگر ہوا، مگر اسکی ذہن اور مجتہداۃ طبیعت نے کسی دیکھ کی بھی خا صہ تقدید و پیر وی نہیں کی، طبیعت میں خاکاری تھی، اس میں اساتذہ فن کی شاگردی قبول کر لیتا تھا، مگر اساتذہ اپنے لائق شاگرد کو اپنے خیالات اور جذبات سے متاثر کر کے، وہ شاید عرف فن کے انعطاف اور استقام درست کر دیتے تھے، ورنہ اگر ظفر اپنی باہم چھوڑ کر اپنے اساتذوں کی راپر گافر میں ہوتا، تو اس کے سامنے کلام میں اول تو فیر کی مضمون آفرینی اور نکوہ الفاظ کے ساتھ نئی نئی تشبیہیں اور استعارے پائے جاتے، پاہنڈوں کی طرح عام زبان کی گماویں، اور عام لوگوں کے ادھام و مزمومات کی کثرت ہوتی، یا آخرین غالب کے نسل، تصور کے خواصی دو رندری کی پرشوکت ترکیں ہوتیں، مگر ان میں سے کسی کے رنگ کی اثر پذیری اس کے کلام میں نہیں، وہ اپنے ہی رنگ اور طرز ادا کا مالک ہے، رات یہ تھی کہ طبیعت میں شاعری کا مادہ بھرا تھا، پھر زندگی کچھ ایسی گز، یہ کشاعری بھی ہوتا تو انقلابی

و تقویہ حاشیہ (حاشیہ) (دینی شاعری)، بیمارالوف است، شیخ ابراهیم ذوق از امداده فتح شریعت زر ربا و ظیفه خواه است و افکار ایشان بجک و اصلاح اور وہ است و بھوار۔

مشی احمد حسین سعید ذکرہ ببارے غزان (مشیۃ) میں ظفر کے متعلق لکھتے ہیں:-

ظفر مخلص، مرزا ایوب ظفر بادشاہ در بیان شریلے و مناسبتے تمام دارو، ابراهیم ذوق از

محصولاں حضرت اول است، و افکار ایشان باصلاح اور چون گوہر آبدانند،

سترکرہ بزم غنی میں ظفر کے بارے میں ہے:-

”مد متن پایار جمند داشت، گفتارش اگرچہ سادہ پر کار است ہمارش غارٹکار است

خاورہ گئی از ان اول است و معاشر نویی نبیر فران او“

مشی کرم الدین عاصب قظر ایشان:-

ظفر کا دورہ مند دستی اس شعری کا دور شباب تھا، نصیر، ذوق، ممنون، مومن، نافٹ لکن اور شفیقہ کی شاعری نے رخیت کی زمین کو انسان پر پنچا دیا تھا، انہی اساتذہ کے ساتھ ظفر نے بھی طبع آزادی کی، اور نایاب حیثیت حاصل کی، نصیر نے رخیت میں مضمون آفرینی کی بنیاد پر ای، ذوق نے غزل کو زبان اور حجود رات سے آراستہ کی، مومن پنی تازک خیالی اور شوخی ادا کے لیے ممتاز رہے، غائب کے طرز بیان ہر سائل تصوف اور بخات فلسفتے شاعری کو عرضی پر پنچا دیا، مگر اس گروہ میں ظفر کی شاعری میں جو سلاست، صفائی، اور دوزمہ کی سادگی پائی جاتی ہے اور اسی کا حصہ ہے،

ظریف کا اپنے ظفر بادشاہ ہے اس کے سخن سے یا انہی کا سخن لگا
 ظفر کام میں تیرے عجب صفائی ہو کہہ سخن ترا در قوش اب ساچکا
 خدا نے وہ روایی دی ظفر تری طبیعت ترا ہم شر تر ہم بھرا معانی ہے
 ظفر شاعری سے طبعی متابعت رکھت تھا، یا م شاعر ادگی سے ذہنگی کے انیز دنون ہبک شعر
 و سخن کی مشتی کرتا رہا، ولی عمدی کے زمانہ میں ولی کے تمام باکال شوار شلال حکیم من، اللہ فراق،
 حافظ عبدالرحمن خان احسان حکیم قدس اللہ خان قاسم میر قمر الدین منت، نظام الدین ممنون
 اس کے درود لست پر حاضر ہوتے ہوں کو اپنا کلام منتا، اور ان سے ان کے تنازع مکر سنتا، سری رکا
 حکومت ہوا تو قائد میانی کے اندر بزم مشاعہ منعقد کر دیا، کبھی کبھی شہر میں جا کر شاعرون ہیں شرکت ہوتا ہیں اپنی
 عمر میں پڑھا دوسروں کی سنتا، داویتا اور دوستی تھا، یا تک کر اساتذہ فن میں شمار کی جائے گا
 تمام اور باب ظفر نے اس کی سخن سمجھی اور نکتہ آفرینی کی دل کھول کر دادہ ہی ہے،

لہ نواب سلطنت خان شیخ جو ظفر کے ہم عصر تھے، اس کی محبت میں شرکت بھی ہوئے تھوڑے کہتے ہیں:

بائز صفات موصوف و مخدوم حکام مرد دراکثر بایں خطوط دستگاہے شایستہ دارو
 (باتی خاشیہ صفحہ ۲۷)

یہ خون بگر غرب غرب بیایا، اس کی تمام شاعری مدلیلہ سلطنت کی تباہی اور برپا دی کا ایک مرق
ہے۔ یہ شاید تقدیر کی طرف سے انتظام تھا کہ تیموری سلطنت کا آخری فرمازدا وہ ہو، جو
صحیح طور پر اسکے کمال کے زوال کا خونچکان تکم کر سکے،

یہی وجہ ہے کہ ظفر کی شاعری حزن و ملاں، رنج و لام اور یاس و حسرت کی سراپا داستان ہے،
دیوان یہن بعض نسلیں ایسی مزرو، یہن جن میں ریگیوں اور سرستیوں کی جملک ہے ایضً تونٹا
او سخیدگی سے بھی گری ہوئی ہیں، مگر یہ شاید غایت رنج و صیبت اور شدت غم و لام کا دعمل ہے،
ظفر کی اندھنیاں کرنے کی ایسی صورت یا قی نہیں، بھی تھی کہ وہ چار گھنٹے بیٹھ کر غلط کر لیتا،
گذشتہ دیات کے مطابق پیکار کی تضریجیں تھیں: عیش وقت طا کی خلیفیں، اور نہ قلم معلیٰ کے
اندر سرست و شادمانی کی محلیں، لا محلا شدت غم سے چھکا راپاۓ کے لیے ظفر شاعری یہن
رندا فوش اور غافل از تکمین و ہوش ہو جانا، اور نہ اور کوئی وجہ نہ تھی، کیونکہ صیبت و نکست کی وجہ
سے

(باقیرہ حاشیہ فتح) یہن دیدہ میں اور بیات ماشنا نہ یہن خشم گریہ نہ اور میں اسٹھو بھاری میں خیابان

او ظکیاں میں کمکشان نفس شکنگی، افذا سے یہم ہیں اور نگاہ تازگی رقم سے رفیع یا من

صرع قامت ششاد بیت ابردے خربان رنج و نوشاد،

عبد الحنفہ شدیخ اپنے سخن شراء (اللهم) میں لکھتے ہیں:-

”کثر خلوہ کو وچھی طرح سے لکھتے تھے، شورنایت شیرین و نکین کھتختے ہیں:-“

موجودہ دور کے ادب میں خواجہ الطاہب حسین عالی تحریر فرماتے ہیں کہ ظفر کا تمام دریان زبان کی

صفائی اور روزمرہ کی خوبی میں اول سے آخر تک یک ان ہے۔

محمد حسین آزاد نے بوجوہ کر اپنے اسدار کی محبت اور صیبت میں ظفر کے تمام کلام کو ذوق کی طرف

نکوب کر دیا ہے، پھر بھی وہ اس کو شعرو شاعری میں طبیعت اور ایجاد کا باہد شاہد تھا تھا ہے،

زمانہ اور حادث روزگار سے خواہ محواہ شاعر جو جاتا، اسلام کی نظم اتنے حکومت ہائج سے گئی افرز
و فقار کا خانم ہوا، تو نان نیلہ کو محراج ہو گیا، دبڑو گرین کھانا پھر، محنت ہائے جگر کو خون میں تراویح
ہوئے، اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور آخر میں خود ایک مجرم کی حیثیت سے محوس و معید ہو کر اور اپنے پر
گزر کر جان دی، شاعر بننے کے لیے اور کیا چاہیے تھا، اور شرعاً میں کے نالا و فرادستے اپنی شاعری تین
سو ز د گداز پیدا کیا، ظفر نے اپنی بھی آہ و بکا سے اپنی شاعری میں مدادرہ دین ترب پیدا کی، اور
خواجے عاشقان زیون حال کے طبق دسلاسل کی ہون ک تصویر میں یہ نگلپور عترت کا پیام دیا نظر
کی اپنی بھی زندگی قید اور زنجیر کی داستان رہی، اس لیے اس کی ہر صدی محظوظون میں دنیا کی تیرنگیوں
کی اواز بازگشت ہو گئی، اور شوار نے ایک خانی میں کی بریادی اور اس کے چھوٹوں کی ہاتھی پر
دنیا کی بے شاختی اور ناپا، ناری کا رفتار دیا، ظفر نے اپنی سلطنت کے چھت ان کو جڑتے ہوئے اپنی
آنکھوں سے دیکھا، اس کے خیالات میں نظر بیب نہ ہوتا تو آخر کس میں ہوتا؟، اپنی شاعری

(بیچھا شیریہ) شرایسا کتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں ان کے بریکر کوئی بینن کو سکتا، اب یہ تم ذوق نے

صلاح لیتے ہیں، تیرہ چودہ برس کا عصر ہوا، کوئی تخت نیشن ہوئے، اب تا میں ولی نعمت ہے، ان

ایام میں بھی ان کے شریست اچھے ہوتے تھے، تمام ہندوستان میں اکثر قول ان کی نوادریں

ادگیت اور گمراں گاتے ہیں، ہر ایک قسم کے شریعنیں:

ظفر کی بابت ہو لوی اما منحنی صہبائی کی ایک دلچسپ عمارت ملاحظہ ہوئی:-

گوہر سخن، اس کے اب سے ہم پا یہ بیجا زاد مضمون نیاز، اس کے اشارہ میں ہم پہلوے تائی،

شہزاد مخل قدم ہر راہ سے اس کے جادہ قلم میں عنان افگن ہیں، اور ناز نیمان ملک تقدیس

ہر طرف سے اسی کے میدان صفویں گامزن ہیں، اس کے قلم کی عمر ہوئیا خوشخبر، ان منی کی

آوارہ اس کے اضداد سے فروع صفائی جلوہ گزے، یا مناسے پری نقاب کئی..... شمار متعونہ

(بیچھا شیریہ)

صدقہ زین کے ہوتا نہ پچھکے اسنا
 رکھتا سر زین نہ اگر اپنے تو قدم
 محروم تیرے دست مبارک سو رہ گی
 کیونکہ نہ چاک اپنا گریبان کرے قلم
 عالم کو تیرا نذر ہوا باعث تصور
 کیونکہ نہ چاک اپنا گریبان کرے قلم
 آدم ترے نظور سے ہے منظہ تمام
 محروم تیرے دست مبارک سو رہ گی
 زین زار ماران روشنہ اقدس ترجیح جان
 واسیں ہوتے رہن پر تو کی قسم
 والیل تیرے گیوے شیکن کی ہوشنا
 اضافات تیراد یعنی جودا و ستم کشان
 قرآن میں جب کر خود ہو شاخان ترافد
 تیری جا ب باک میں ہر خلف کی عرض
 صیقل سے اپنے لطف و عناست کے ذر کر
 ہبونچاڑہ استان مقدس کو تیرے میں
 اس غم سے مثل چشم ہوئی میری حکم فرم
 کرتا ہوں سرمهیل تصور سے دھرم
 پرانی کشان کو تری اپنی چشم میں
 اہل نظر جانتے ہیں کہ نست کن کن مشکل ہے بقول عقیقی عزیزہ بردم یعنی است قدم را
 لیکن ظفر کے تم عصر شرار میں اتنا موثر نفعیہ قصیدہ کسی نے نہیں کہا وہ کچھ اور نہ بھی کہتا تو صرف یہی
 قصیدہ اس کے اعجاز شاعری کے لیے دلیل و بہان تھا دیوان کا دوسرا تیسرا اور جو حجاجہ حمد
 شروع ہو گا جس کے بعض اشعار ملاحظہ ہوں

شباش والا ریشد لاث اللہ تعالیٰ
 بچنا اسے تو نے جسے دیکھا زجاجلا
 العددی تری جنیش مرہان ستم کیش
 اک پل میں کے تو نے دیلم تربلا
 ادا اپرہا ہو یک حرفاً علام حمیدزادان
 اگرچہ صد زبان ہو دو زبان خامہ سخنان
 تو یہ رہ بارہ دل کو سمجھ سی بارہ قرآن
 اگرچہ علیہ پارہ بارہ دل اسکی بجت میں

فقر و دویشی نے فرماج پر ایسا استیلا پایا تھا کہ وہ صرف برابرا ذکار و خالف میں مشغول رہتا۔ بلکہ اُن
تیموری کی ضمحلی و سیاسی پیری و مردپی ظفر کے ان حقیقت بن گئی تھی جس کا ذکر آیندہ صفحات میں ہے
ظفر کا دیوان زکلشور پر پس لکھنؤ سے چار جلد و نین شان ہوا ہے جس میں ہر قسم کے ایشان
سے زیادہ اشعار، شلاحدہ، نعمت، سلام، مرثیہ، مدد، بخشش، محنت، مسترزاد، نظمیات اور باغیات
بچھا، اور ستراءہین، جاگا، بچائی اور فارسی کے بھی اشعار ہیں۔ جن سے ظفر کی طباعی اور مختلف
زبانوں پر قدرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس مجموعہ میں وہ حصہ شامل نہیں جو ظفر نے غیر کے بعد کہا،
اس زمانہ کا کلام شائع ہو سکا، بلکہ حاضر ہو گی۔ حالانکہ اس عہد کی شاعری میں صرف پنجی بلکہ
جدیات میں اور بھی درود اور شدت پریا ہو گئی ہو گی۔

کلام ظفر دیوان، محمد کے بجائے ایک فتحیہ تھیہ سے شروع ہوتا ہے، ملاحظہ ہو۔

اسے سرد و دوکون شمنٹاہ دزو اکرم	سرخیل مژلین و شفاعت گرام
موکب ترا ملا ایک دم کب ترا باق	مولہ ہے تیرا کمد و معبد ترا ترم
ذنگ ظھور سے ترے گھشن بخ حدشو	ذورہ چو دسے ترسے روشن ول قدم
ہوتا کبھی ناقاب اوم میں فتح روح	بھرتا اگر خدا نہ بحث کا تیری دم
کرتا تھا جس سے مروہ کو زندہ دم آیع	تحاشمہ تیرے خلق کا وہ اے علویم
ڈونا جو کفر قوت اسلام سے تری	صد جائے کر شکستہ ہے زدار موجیم
تو خاس سریادوچ رسالت پر جلوہ گر	اوم ننان ہنوز پس پر وہ عسدم
کرتا ہے تیرے اکم مبارک کو ول نقش	اس پھٹٹے عزیز جہان ہو گیا دم
لے معدن کرم تری ہمت کے درد	کم تر ہے ذنگ بیڑہ کو قدر نہیں جسم
جو کچھ سو اس و سب سے ساریں	تیرے ہو اسے جاہ کا برا جہان سلم

سل سر شکب حشم بھی ہمراہ ہو اگر
 جون سرد آج یو یمان تو قیر آہ ہو
 دکھلاتے جو سوزش دل کو توبتی گئی
 حسیر ان دیکھ عالم تغیر آہ ہو
 کاک جلی تو شیع حبگر سے بن
 مانی جو کھینچنے تو مری تصوری آہ ہو
 تالان ہین ایک عمر سے ہم ایسے ظفر
 کب اس کے دل ہین دیکھی تائیہ ہو
 اور جب آہ کھینچنے سے بھی اس کو شفی نہیں ہوتی، تو جھینیں مارتا ہے، اس طرح جیسے کوئی
 نظر اس کے تمام حسم میں چھپو رہا ہو۔

کی زنگ دکھاتی ہے حیشم ترا ہو ہو
 خون جگڑا ہا ہا لخت حبگر اہو ہو
 اس ہستی یا ک دم پراف بل بے ترقی گئی
 بنت ہر شرارت سے کیا کیا شردا ہو ہو
 اک وار میں دُلخترے کرنی ہو مرد دل کے
 کیا تیز ہے قاتل کی تیز نظر اہو ہو
 چھڑ کے ہونک قاتل لے لیکے نمکانے
 لیتے ہین مرے کیا کیا زخم جگڑا ہو ہو
 ہستی کی عدم سے مرد کے پنجھے ہین
 اک دم کی صافت پر اتنا سفر ہو ہو
 اس پر بھی اس کو تسلیں نہیں ہوتی ہے، تو اپنی حالت اس طرح بیان کرتا ہے کہ
 سینہ میں اک دھوان کئی بارٹھکے ہیگا
 نکلا نہ میرے دل کا بخارٹھکے رہ گی
 آیا نہ میرے دید ہ گریا نے کے سامنے
 سو بار دیکھا ایر بسا رٹھکے رہ گیا
 دیتا جلانا لک کو گزر سیر ہو گئی
 ساتھ آہ کے جو دل سو خراہٹھکے رہ گی
 آتش غم سے اس کا دل بمل کر داغدار ہو گی تھا، وہ بھی ایس کر کھو رکھتا ہے۔
 ذرہ جو دکھاتا ہون داع دل نتوان کو
 چڑھتی ہے تپ رزہ خوشید دخشن کو
 وہ اپنی مصیبتوں اور عصوبتوں سے گھبرا جاتا ہے، اور ظالم جنم سے شکایت کرتا ہے کہ
 سلگردش ہین ہم ہون اودہ الہم ڈسائے یہ کی انصافت اور چرخ گردان یہ نہ ہو ہو

جسے خیال ہے کچھ رحمت اپنی کا
گناہ بھے ہے دعویٰ وہ بیگناہی کا
یہ لطف دیکھ کر خود بے نیاز ہے نیکن
وصیان ہے اسے بند دن کی خیر خواہی کا
تم اپنے جی میں عزمیں اور ذیل تھراو
خدا ہے ایک مرد مرغ و ماہی کا
ظفر کو اپنے حمد و نعمت پر بہت زیادہ فخر تھا، چنانچہ کہتا ہے،

ظفر مصنفوں حمد و نعمت کے چھٹاں میں سے درق یہ رسم بیوان کا ہذا کائن غصہ بیوان کا

ظفر کی ایجیر شاعری | اور پر کی سطروں میں کہا گیا ہے کہ ظفر کی تمام شاعری الحم ویاس اور اندر و خم سے
بھری ہوئی ہے، بعض غزل میں تو پوری کی پوری انداز کے جذبات سے بر زیارت، ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ وہ اپنے اسلاف کی مٹی ہوئی شوکت اور گذری ہوئی خست پر بے اختیار ہو کر رہتا ہے
اوہ آنسو پہاڑ کر کرتا ہے:-

بلے گرچہ ہوتا راول، منت ہے رُنے میں
زد کو مجھ کو رونے کو مزا آتا ہے رُنے میں
پڑا ہے کشی افلاک کا رونا زمانے میں
مری ہمکھوں نے وہ طوفان کی برا رُنے میں
کبھی رُنے میں ہنڑ ہمکھی ہنڑ ہو رُنے میں
مری دیوانگی کا سے پری ڈھے عجب مالم
تہی درج کے طوفان کو یا میں نے کا نون
گرہ نکھوں اپنی بھمنے ڈیکھا جو رُنے میں
گے ہمگی یہ ڈے کو رشنل شمع گھل گھل کر
بما جاتا مرادل سوز سترابا ہے رُنے میں
ظفر کم اپنار و تارو میں جا کر سانے کس کے
ہا کون اپنے افسو ڈھنے والا ہو رُنے میں

پھر بھی رہتا جاتا ہے، اور اس کے رونے میں اتنی شدت ہے کہ اس کو خود حساس ہے کہ
لگ جائے بھڑی برسون پھر اپنے بھریں انبو
جوارہ ان جو جو مگرید میں دامن ہمکھوں کو
اور جب دو کہ چھپ ہوتا ہے، تو اپنے رُنے ہوئے دل سے آہ سوز ان بند کرتا
شلد جو سوز دل سے گلو گیرا ہو
پیکا ان لمحے عیان وہ ستر کاہ بور

دہ تو عشق تین رونے کا بھی قابل نہیں،
 رورو کے میرا راز نہان فاش کر دیا
 خانہ خواب ہو جو روپش پر آب کا
 لیکن جب ہجرت میں بے تاب ہو کر روتا ہے، تو پھر یوں کہ
 نہیں لے ابرہم قائل کہ آنسو سر برپکے
 دہ کی آنسو ہر جبے آئیں شخون جگھنگی پکے
 ہر اک آنسو کا قطرہ ہر چوں ناگہ بکا سا
 دم گری جگر کے آبے کی چھوٹ کرپکے
 مگر حقیقت میں وہ چشم گریان کا نہیں بلکہ دل بریان کا قابل ہے، دل مل جائے مگر شرط یہ ہے
 کہ خاکستر دہونے پائے بلکہ اس میں صرف سوزش ہو اور اس طرح کہ
 دکھلائیں سوزش دل بیتاب گرہم
 کا بہ انجھے شلد شوق سے نارجم کہ
 اور اس سوزش میں اتنی میں ہو کر
 دونوں گدرا عشق سے بہ جائیں ہوئے آب
 آہین جدول کے پاس ہو پھر جگر کے پاس
 اور پھر اس کے دل میں کچھ باتی درہ جائے،
 دل میں تو کچھ نہیں ہے، وہ دو دنے طفر
 اک آہ دہ گئی ہے، فقط اک جگر کے پاس
 ظفر کے عشق کا فسغی میں پرہم نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کا عشق تو اس کا عقبنی ہے کہ عاشق اس
 سوزش سے مضری، بے قرار اور بے چین ہونے کے بجائے لطف انہوں ہو عشق کی اگ سے دل
 پر داغ پڑ جائیں، مگر:-
 خانہ دل بیس رسے روشنی داغ عشق
 بجھنے نہ پائے مایا کبھی یاد بچران
 اور گو گیر میں زخم پڑ جائیں لیکن:-
 چہا باز زخم دل سے اٹھا میری چارہ مگر
 رہنے والے اس کو تو ختم پروش کو دھنکا
 کیونکہ

مگر چرا پس کوی گلکر قتلی دیتا ہے کہ

ہوزیر نلک راحت کس طرح ظفر ہم کو آرام نہیں اپ ہی اس گنبد گردان کو
پر قوظفر کی وردادت زندگی کا نار و شیون تھا جن کے تاثرات کی گمراہی کو ظفر نے خود بیان
کیا ہے کہ

ہمسر ہون میرے نالہ سکی نامہ نے اس میں ظفر سوز کمان اور کمان گداز
اب یہی سوز و گداز اس کی شاعری کے ہر پلویں نظر آتا ہے جب وہ ایک شاعر بن کر عشق
کی تمام داد دات یعنی محبوب کی کج ادایا ان، تم آرایا ان، اور بے اعتنیا ان بیان کرتا ہے تو طب اب
محبوب کی محبت، شینگلی اور نجوم اور زوین صرف سوز و گداز ہی کی نیرنگیاں دیکھنا پڑتا ہے، اس کا
مشوق نام مشوقون کی طرح ظالم، پر فریب، حملہ ساز اور دل آزار ہزوڑا ہے، لیکن اس کے عاشق
کے عشق میں ہوتا کی نہیں وارنگلی ہے، وصال کی لطف اندوڑی نہیں، بحر کی ٹم بگیری ہے، اور جن
کی رسائی نیعنی بلکہ عشق کی پسپانی ہے،

اس کا عاشق عشق کے میدان میں اس طرح آتا ہے کہ

جو کے عشق کے میدان میں پڑھا پاؤں تو شرط یہ ہے کہ پچھے چھڑھاتے پاؤں
او جب وہ سرکفت ہو کر اس میدان میں آ جاتا ہے، تو چہرہ ہے اور ہر قسم کی مصیبتوں کی
ہلاکت خیزی، وہ ہے اور عشق کی آتش سرزی.

ہوتی ہے بڑی عشق کی آتش یہی ڈر ہے مگر چونکہ نہ دے آتش سوزان کسی کا

غاذل کو گلی ہو آگ سوز عشق سے ہر جن موسمے نکلتے ہیں شرکے بے طرح

مگر باں ہمہ دہ عاشق سے جست چل، سوز روٹی، بلکہ صرف تڑپ چاہتا ہے، اور وہ بھی ایسی

کر جل کے غاک ہو دل اور جہر کی کونہ ہو

جان ویراہن ہو پہلے کبھی آباد گھر یاں تھے
 شمال اب ہیں جان رکھی بیو شہزاد
 جان ٹھیں ہمیں اور سارے کیب خاتا
 کبھی یاں قصر دیوان چن تھوا دیگر یاں
 جان پھر تے گبوئے ہیں اُلاتے خاک صحرائیں
 کبھی اڑتی تھی دولت قص کرتے سبیر یاں
 جان ہیں نگ ریز کی تھے بیان باقوت کے تو
 کبھی کیا کیا تھے بنکھائے بیان دشمن یاں
 جان سنان اپنے جگل ہوا دریا شہر خاموسا
 کبھی موت تماشا دیدہ اہل نظر یاں
 جان اب فاک پر کی نقش پاس آہوے صرا
 نظر احوال عالم کا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہو
 کہ کہاں ہنگ اب ہیں اور کہا کیا پیشتر یاں

اس ماں میں دنیا کی بے شایعی کا پورا نقش ہے نظر کی زندگی اور بھاری کھان کا خاتمہ کچھ اپنا
 تھا، کہ دنیا کی بے شایعی کی کمل اور پورا دلصورت کچھ سکتا تھا، ایک جگہ کہتا ہے،
 مجھ گھشن میں صلیتی اگر مرے گذ کہیو بل سے ذرا اتنا کہ اس توہین میں سر
 کر رہی چھپ کی شاخِ جل پر بنا کر یہ چن و نی رہے گا اور مہارون جاؤ
 اپنی اپنی بولیاں سبھ لکڑا جائیں
 یہ تو شعرو شاعری کی زبان تھی، مگر اسی کو صاف صاف ایک پوری غزل میں دوسری جگہ
 بیان کرتا ہے:-
 جنم تاریخی دنیا میں تھے آسے ہوئے
 کچھ نہ دیکھا پہنچا اخزوہ بجھائے ہوئے
 فرشِ محل پر بھی محل حبیس آتا تھا خواہ
 خاک پر سوتے ہیں اب بادوں بھیلا ہوئے
 جو قدمیں فنا ہستی میں ہیں مثل جہا
 ہوتے ہیں ادھی سے پیدا وہ کھنڈا ہوئے
 غنچے کہ ہن کہ ہو گا دیکھئے کیا اپنے زمگ

جنم تاریخی دنیا میں تھے آسے ہوئے
 کچھ نہ دیکھا پہنچا اخزوہ بجھائے ہوئے
 فرشِ محل پر بھی محل حبیس آتا تھا خواہ
 خاک پر سوتے ہیں اب بادوں بھیلا ہوئے
 جو قدمیں فنا ہستی میں ہیں مثل جہا
 ہوتے ہیں ادھی سے پیدا وہ کھنڈا ہوئے
 غنچے کہ ہن کہ ہو گا دیکھئے کیا اپنے زمگ

سب پکھل جائیگا میر دل مجریح کا عال دل کے زخون کو فدا بھی جو بسر کے بھائی
نظر کے بیان دیک کا میاب عشق کے مارچ بیان بھی ختم نہیں ہوتے، اصلی
سر عشق تو یہ ہے، کہ

دفن ہو ویکھا ترا کوئی جہاں سو فریبنا سبزہ داں غاک سو پیدا کبھی ہو نیکا شین
بلکہ

اف تر سے کشہہا نہ دل کر نالم گنجی گورپاس کے رہا محشر تماں جلت ہوا

۱۹۱

رفاقت کیا کھوں آہ ملگا وہ داغ نہ کی ہماری تبر رضاحت نہیں ہو شمع گریا کی
غفرنگی، خلاقی شاعری | گلوشنہ صفات سے معلوم ہوا ہو گا کہ نظر کی طبیعت پر حزن و ملاں کس قدر فراہم
ہے۔ تخلیقون نہ کامیون اور نہ مراد یون کے یوم میں ابھی زندگی مخفی داغ تنا اور سر اپا اڑنے و نکرنا ہے کجھی
حقی، ظاہر ہے کہ ایسے حضرت زده اور اہان سوچہ انسان کے دل و دماغ پر نصیحت کے کیفے
خونزدن ہون گے نظر فرنے اس سلسلہ میں جتنے اشارے کے ہیں، وہ مخفی ایک فلسفی کے خیالات میں
ہیں۔ بلکہ اپنی وار و اسات زندگی سے جو کچھ اس نے محسوس اور انداز کیا، اس کو اشعار کی سلسلہ میں
منڈک کر دیا ہے، وہ الفاظ کے گرد کہ و صندون اور خیالات کے ہنگاموں میں مپنے اور اپنے نظر کی
کو گم کرنا نہیں چاہتا ہے، بلکہ یہ سے سادے الفاظ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہے، پیش کر دیتا ہے،
اس کی پرہیزندگی اور بھراں کے اشعار، انکھوں کے سامنے ہوتے ہیں، تو پڑھنے والوں پر ایک
خاص قسم کا اثر ہوتا ہے، جو غیر ارادی طور پر دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے،

شاد جہاں اور جانکھ کا آخری جانشین گریا اپنی سلطنت کی ویرانی کا یہ عبرت ناک مرث

کیستھے ہے:-

المودیاں اور حضرت وحیان کا پیام بھجوڑ جائے گا۔ وہ اس سے واقع تھا، کہ زمانِ انقلابِ فرن
بے، اس دنیا میں:-

ز دم غم ہے نے عشت کبھی یون ہر کبھی دونے
بندیاں ہر ساعت کبھی یون ہر کبھی دونے،
کوئی دن ہر بارگل پھر آخر ہے خزان بالکل چن ہے نزل عبرت کبھی یون ہے کبھی دونے
اسی یہے اس کا پیام ہے، کہ فلک کے تمام نظام کے باوجود وہ انسان کی حستِ مرد و زن کا تقاضا
یہے کہ ضبط و صبر سے کام لے اور خدا پر بخوبی و سر کرے، کہا ہے:-

سم کرنا ہر بے صری سے کیا کیا آسان پیم دل اسکے ہاتھ کر پر درد ہر اچشم سے پنم
کرو نگاہ پر نشکوہ گرچہ ہونگے لاکھ غم پیم کے جاؤ نجایاں ہر دم یہی بتکے دم زین
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم
اور جب انسان خدا پر بخوبی و سر اور توکل کرنے لگتا ہے، تو بچہ دنیا کے تمام لوگوں سے متنبی
اور بے نیاز ہو جاتا ہے،

بلاسے اگر نہیں کوئی رفیق و آشنا میرا خدا پر وصیان ہر میرا نگہبان ہر خدا میرا
خدا آسان کرے لگا گوئے شکل میرا خدا میرا خدا میرا
خدا دارم چہ غم دارم خدا دارم چہ غم دارم
مگر ظفر کا خدا پر بخوبی و سر کرنے سے مطلب ہر گزیہ ذمہ، کہ انسان اپنی زندگی کو خود سنوارنے
کی کوشش نہ کرے، ظفر جانتا تھا کہ انسان کو اسی دنیا میں زندگی سر کرنے ہے، وہ اپنے یہ کوئی
نیا عالم اور نیا آسان پیدا نہیں کر سکتا ہے، مگر ہاں اس کے لیے خوشگوار را ہیں کھلی ہوئی ہیں،
جن پر چل کر وہ اس دنیا میں سرت و راحست کی زندگی گذار سکتا ہے، وہ کوئی راستہ ہے

ملحوظ ہو:-

غافلواں نقش، سی پر کہ ہی نقش برابر
محاج کے ماتنہ کیون پھرتے ہوں کھائے
اے نئے وہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں کو عبث اور تیج سمجھنا کھانا اس کی زندگی اور اس
کی زندگی کی تمام نہر نگیان عترت کا پایام تھا، ایک عظیم ایاثان سلطنت کی نیت کرنی اس کی نظر دکھ
سانے ہو رہی تھی، ایک پُر جلال، پُرمہبیت اور پُر شکرہ فانمان کے خدم و خشم، عز و شان
اوہ سلطنت و چردت کا خاتمه اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، تخت طاؤس پر نیٹھے واون کا
پاشین، ہمایہ سے راسکاری تک کے فaux کا دارث اور کوڑ بیون کی طرح ندو جواہر لئے
کی یادگار را چند روزین کی محاج ہو رہی تھی، ایسی حالت میں دل اور ہلکر کے زخموں کی ٹپکے
یہ درد انگریز چین کیون بنیں نکلتیں، کہ

سب کار جان بیچ ہو سب کار جان بیچ
اس بیچ سے اُمید ہے اسے ہمچداں بیچ
ماتنہ جاپ ایک نفس میں ہے خرابی
اس منزل فانی میں ہے مبیناً مکان بیچ
اک عمر ہے ما یہ دنیا سے گران بار
آخر کو جو دیکھا تو بجز بار گران بیچ
اس باعث میں تھوڑی سی بھار اور پھر ان
اے تو گل خذان مجھے تشویں خذان بیچ
ہو جنس تک ما یہ، ہستی کے خواہان
یہ جس، یہ بانہ اور یہ گوہر، یہ دکان بیچ
آواز طرب گوش دل محو فنا سے،
خزاناتہ و فریاد و بکراہ و غمان بیچ
پایا نہ بجز داعر سی کاری ایک عمر
نقشِ قدم قافلمہ عمر دان بیچ
کیا دیکھیں ظفر خانہ، مہتی کا تھا شا
اس دہم کدہ میں بجز دہم دگماں بیچ

گو نظر جانہ تھا کہ اس کی اور اس کے خاندان کی زندگی کی داستان خواہ کیسی ہی در ذمک
اور عترت اسکا ہو رہا انسان بنت کی دنیا میں گنگار اور مجرم ہو گکا، اگر دو لوگوں کے تھے صرف

گوش دل میں مرے ائی سحر آواز سر دش کو کسی یار کے شکوئے نہ کر کچھ تو غریب ش

گر کمین یا برا لطف سے تو ہو خاموش یار عیوب توجہ یار ہوئے صاحب ہوش

لطف کن لطف کر بیگانہ شوہ علقم بگوش

پھر لطف کی سحر آفرینیوں پر مد نظر اڑے،

لطف سے وحشی صورا بھی نہیں تھنا دام لطف کو ای و مرغ آئے تھلڈہ دام

لطف کر بنتے ہیں اف ان ہی نقطہ کی نہام لطف کو ہم سے پرتا بربی دیو فلام

لطف کن لطف کر بیگانہ شوہ علقم بگوش

لطف سرکن کے ہوس کھوئی ذونک عالم لطف کو روح ہموئی داخل جسم آدم

لطف سے گرم ہو مسون بھری شن کا دم لطف سے غیر بنتے بندہ بے دام ددم

لطف کن لطف کر بیگانہ شوہ علقم بگوش

آگے چل کر جو شاعرا نہ اداز سے مگل افتخاریان کی ہیں ان میں وقتِ نظر کے ساتھ زور بیان

بھی ملاحظہ ہو:-

علقدہ موچ ہوا قوس قزح تو سہال گردش پر بن برین گردش مرد گردش سال

گردش ساغرے گردش فانوس خال سب تجھے کہتے ہیں یہ لطف بگوشوں کی تھاں

لطف کن لطف کر بیگانہ شوہ علقم بگوش

اسی طرح بعض جستہ جستہ ناصحا نخالات دیوان میں بہت کچھ میں گے بثلا

ظفر آدمی اس کو نہ جانتے گا وہ کہا بھی صاحب نسبم ذکا

جسے عیش میں یاد خلا نہ رہی جسے طیش میں فوت خدا درد

عقل پر ناز سے تقدیرت پر نظر کو ہے سب کر نکاح کی ہر کل کی خبر کو ہے

آنے اپنے جانے سے باہر نکل کے چل دنیا ہے چل چلا وہ کہ رستہ سنجھ کے چل
 خوت، پندار، تکبر اور غور کی راہ میں صرف تباہیاں اور بربادیاں ہیں۔ اس یہے
 کم طرف پر غور و فراہم نہ کیجئے مانند جوشِ ختم نہ زیادہ اب لے چل کے چل
 فرستہ ہو اک صدائی یہاں سوندھ لیجئے اس پر سپنہ وارہ کا تقاضا ہے کہ انہیں
 اس دنیا میں قدم پر مکروہ فریب کا جال ہے۔ ہوش و خروہ کا تقاضا ہے کہ انہیں
 سے دامن بجا کر زندگی کی مشکل را ہون کوٹے کرے۔

یعنی وش ہیں ان کو بمحظہ تو نہ ہیں سایہ سے بچ کے اب فریبہ غل کے چل
 مگر اس کے باوجود انہیں کی زندگی کی منزلیں اسی وقت ملے ہو سکتی ہیں جب وہ خود
 اپنے باؤں سے چلے اور اس کو اپنے بازو کی قوت پر اعتماد ہو
 اور وہن کے بل پر بل نہ کر تناہ بعل لئی بل ہے تو بل کے بل پر تو انہیں بل کے چل
 اور اس کے ساتھ ہی آنکھوں میں بصیرت کا فور جا ہے کہ انہیں رات گم نہ کر سکے۔
 چھڑنکھین بھی ہیں کہ کوئی کوئی کر نہ سدم کہتا ہے کہن تجھوں بعل چل سنجھ کے چل
 لیکن ان کو اپنی تمام جدوجہد اور سی دکوش کے باوجود کارکن قضا و قدر ہی کہ
 بہر حال محتاج رہنا ہے۔

انہیں کوکل کا پتلانا یا ہے اس نے اب اور اب ہی وہ کہتے ہو کوکل کے چل
 ظفر زندگی کے سائل کو یہیں پر ختم نہیں کر دینا چاہتا ہے بلکہ اس نے ایک عالمگیر طعن کو کرم
 کا پیام دیا ہے جس کے ذریعے اس کا خیال ہے کہ انہیں صرف اپنے کو اوصاف حمد و
 اور اخلاق حسن سے متصف کر سکتا ہے بلکہ وہ کائنات کی تمام پیزیدن کو اپنے قابو میں لا سکتا ہو
 ایک الہامی شعروں کر کرتا ہے۔

یہن گہا ہون ترے دروانے کا
 جاؤں اس درے کمان فرزالین
 موجز ان سے ترا دریا سے کرم
 از کران تا پر کران فرزالین
 یہن ہون یتابت توان فرزالین
 کی کردن عرض عیان ہو تم پر
 میرا سب راز نہان فرزالین
 شنل دل وہ تبان فرزالین
 رکھ ظفر نفس وہ ساعت
 ایک بجگہ اور کہتا ہے،
 کیا خطر اس کو راہ دین یہن ظفر
 رہنا جس کا فخر دین ہو جائے
 ایک دوسرا بجگہ لکھتا ہے یہ
 اے ظفر میں کیا تاوں تھے جو کچھ ہون سو ہوں
 لیکن اپنے فردیں کے کفش بڑا ہوں ہن ہن
 ظفر کو اس غامد ان سے کچھ ایسی شیشگی تھی کہ مولانا فرزالین کے تعالیٰ کے بعد ان کے

اس عقیدت کا انعام اپنے دیوان یہن متعدد بار کیا ہے مثلاً
 فاک اپنے فرزدین سے اپنے حق یہن کیا
 اے ظفر بیوں خاہش اکیر کرنی پا ہے
 کہتا ہے ظفر جو کچھ اب جو شعبت یہن
 اے فرججان سب دوستی ہی صیرت ہے
 جو نک بھی ہوں تو ہوں فردیں کے در کی
 ظفر جو ہو ائے مجھ سے اس استان کوچخ
 انہوں نہ بلوہ سن وجہاں فخر دین
 بے اسی پر اس ظفر گردیدہ لگو یہ نہ کوئی
 مولے فرججان تا ہوں ظفر کے دل یہن
 بے ملاں آپکے الات غنیمات یہں
 ظفر دشوار ہے ہر چند اہل صرفت ہے
 گری صدائے میں فرزالین کے ہاں ہو سکتا ہو یہ کجھ
 جس کا ہے صدر ظفر فاک د فرزالین
 چشم بد دھہ بھری اور ہنایا شر کی آنکھ
 کو پر فرججان کی اے ظفر
 فاک کی پلی بھی ابس اکیر ہے

فنا ہے ساتھ تو پھر زندگی سے کیا ماحصل
 جو دل کو صاف ہو کر نتا تو خاک ری کر
 خاک کا پتلا ہوتا ان سے ظفر اس کیستے
 سرکشی بچھی نہیں ہر خاک ری کیلئے
 جب کوئی کہتا ہے ہتھی کو کہتھی خوبی
 اس کی غفتہ پر فنا اس وقت ہتھی خوبی
 دنیا کا ہے مزا ظفر انعام کا روزہ
 میٹھا تجوہ کے لوگ اسے لمحائے تو ہیں
 اسے ظفر پا ہے بندی کو گزے پر تیز
 درد پچھہ شک نہیں غفار کی خواری ہیں
 گشن دنیا نہیں جائے قیام اسے نلو
 غنج سان تم دوش پر خست غرام دست رہو
 جو کہ ہے قصت میں ہونا ہو گا آخر کو وہی
 اسے ظفر کیا شکوہ سکایوں ہو یا ہوں ہوا
 بسے ہیں یا بھلے ہم تم ظفر لیکن غفتہ ہیں
 کیا آئیں گے پھر پھر کرنہ ہم جیسے نہم جیسے
 دنیا سے جس نے پکھنے لیا ہاتھ اسے ظفر
 چھیڑا سے ہا نون کیوں نہ ہو کجھ ذرعہ نہیں
 آدمی کو چاہئے آدم مشنا سی اسے ظفر
 ہے یہ فرمودہ ہماۓ حضرت مسیح عہدہ
 منم اس دولت دنیا پر نہ کر دیکھو فرو
 سیکڑوں گوریں کیا کی نہیں ہر ہم بھے

ظفر کی صوفیاد شاعری | یعنی ناصحاء خیالات آگے چل کر صوفیاد خیالات میں تبدیل ہو گئے ہیں، جو شاعر
 تماذہ اور وارداتِ زندگی نے ظفر کے دل میں اپنے، اک حقیقی کی لگن ایسی پیدا کر دی تھی کہ آخر میں
 وہ بادشاہ وقت ہونے کے بجائے ایک صوفی منش فقیر ہو گی تھا، اس کی زندگی صبر، توکل، اور
 استغفار کی دوستان ہے، طبیعتِ زن فخر و دویشی کا نیم موجود تھا، سچوم و معاشر نے اس کو
 اور تیز کر دیا، عمد طفیل ہی میں مولانا فخر الدین سے شرف بیعتِ ماحصل کی، چنانچہ خود کہتا ہے:-
 مرشد پاک روان فخر الدین

قبلہ و کربلا جان فخر الدین
 اک جان فخر جان کہتا ہے
 پر ہے فخر جان فخر الدین

بھی یہی عقیدہ تندان نے غلو تھا، حضرت مسیح الدین پشتی بحقہ اسلامیہ کی شان میں ایک مخفی کھلکھلتا ہے:-
 تم ہنچاہے خواجہ معین اہمیت و روزگار نہیں پرست
 تم ہو رہا کاد کن اور دل قلب سترات
 تم مدعا کار فائز ہو کیون ظفر کو ہٹکت پڑھا کی دیکھ گردش کا پتے ہیں پا دست
 یا معین الدین پشتی دستگیری لازم است

اسی مخفی میں آگے چل کر لکھتا ہے:-

خاک پر سے جو کہل سکتا نہ ہو جوں نقش پا
 تم اٹھا و توہ ہیں ہوہہ سنبل کرائی کھڑا
 عیسیٰ بانجھش ہو تم اور خضر رہنا
 صوند ون کی دادا ہونا تو اذون کھسما

یا معین الدین پشتی دستگیری لازم است

ظفر نے خود اپنے ہاتھوں پر بھی سبیت لینی شروع کی تھی، قلم معلیٰ کے لوگ، پھر سر کا کسپنی بہاؤ
 کے دیسی پا ہی اس کے حلقة بگوش تھے، آگے چل کر تصوف کی جاشنی اسخدا بڑھ کئی تھی کہ سعدی
 کی گلستان کی شرح صوفیا ز نقطہ نظر سے خود لکھی، اور اشناں واذ کار میں ایک کتب سلیمانی
 نام منتہی میر لال سے لکھوانی،

ظفر کی صوفیۃۃ طبیعت کے اثرات اس کی شاعری سے بھی ظاہر ہیں، لیکن وہ تصوف کا کوئی
 فلسفی نہیں، اس یہے خیالات اور مسائل کے انہمار میں زور نکالتے آ رہا ہے اور جدت طرازی کرتا ہے،
 اور زمانہ غالب کی طرح تصوف کے عقد ہا سے سربستہ کی تخلیل اور تشریع ہیں وقین اور عیرا قیم الہ
 استعمال کر کے خیالات کو ادق اور شکل بناتا ہے، بلکہ اپنے قلب کے تاثرات اور احساسات کو

لہی مخصوصات امیر احمد علوی صاحب بیانی کی کتب بیادر شاہ ظفر سے لی گئی ہیں، بیادر شاہ ظفر کی ایک اور تھی
 موسوم پر نظم و اصطلاح دکن تیس جلد و نین ہے، لیکن یہ مفقود ہے، اس کا اشارہ شرح گلستان سعدی کے
 دیباچہ ہے، شرح گلستان ۹۵۴ء میں مطبع سلطانی بطبیت شروع ہوئی تھی،

صاجزادے مولانا قطب الدین سے بیعت لی، خود فطرہ رہے:-

گرچہ شاہ ہون ان کا غلام کترن ہون ہیں	مر قطب ہون ہون فاکلپے فخر ہون ہون ہیں
و گرن ہون تو بالکل دیسے مشہدین ہون ہیں	ان ہی کے فیض سے ہر نام روشن میرا عالم ہیں
ہمیشہ گتا ان کے آستانے پڑھیں ہون ہیں	ذکر ہے غرض فوج کرد سنجائی سے کچھ مطلب
نیں خواہش مجھے ی صوفی خلوت ہیں ہون ہیں	ر ہون ہیں، مدکش پر ہون انکی محبت ہیں
ولیکن یہ تمنا ہے کہ ان کا ہون کہیں ہون ہیں	مجھے کو خانقاہ میر سکده دو تو نبراہ ہیں
سمجھنا ان کو دنبا عالمی دنیا و دین ہون ہیں	یہی عقدہ کثیر ہے، یہی ہیں رہنمای میرے
ولیکن اسے ظفر الحاگ دلت رہیں ہون ہیں	بادر شاہ میرا نام ہے مشورہ عالم ہیں

او جیب مولانا قطب الدین کا وصال ہوا تو ان کے صاحزادے غلام نصر الدین عزت
کے عاصب وہی جوش عیقدت اور طلبی تعلق قائم کیا، حالانکہ مولانا الذکر اپنے والد کے استھان کے
وقت محض خود سال تجوہ نظر نے ان کی طرف اپنے احساسات کا ختم، اس طرح کیا ہے:-

ظف مخاذ فخر حبان تھیں تو ہو	قیام سلسہ و خاندان تھیں تو ہو
ذکر یونکر تم سے ہوں ظاہر صفات قطب الدین	نذر کئے تھیں ان کا نثار تھیں تو ہو
تحارے د پر جھکا کر سر ارادت مل	کہ ہے کہہ ایں و اما ان تھیں تو ہو
نثار تم پڑھوں سان ہزار نسل	کرشم محفل صاحب دلان تھیں تو ہو
تحاری وقت باطن سے تقویت ہر مجھے	کہیں باغت اب تو ان تھیں تو ہو
بنی آپ کے ہوں کیوں نہ جانوں دین تھیں تو ہو	کراحت دل ارام جان تھیں تو ہو
نظر کی چاہیے نصرت تھیں نصر الدین	کراس کے یار و عدو گار تھیں تو ہو
نظر کو نہ صرف اپنے مرشد و معلم سے یہ ارادت و عیقدت تھی، بلکہ اکمال صرفیا سے کرام سے	

دیپسِ پرہ دبے پر وہ در آید از عول بے نشان و سبب نام و نشان ہمہ دوست
 نیست دیر و حرم اذ شخ و بربن آیا و ہمہ دمان و مکنے مکان ہمہ دوست
 لے دل آن گوہر کن کر نیڑہ دپ دکون چشم بخش و بین زیب دکان ہمہ دوست
 شدنا رحمیم و گل گھزار فسیم یک اشتعلی است کہ در علوہ شان ہمہ دوست
 می زندہ اے ظفرا مردہ بیان تو حسید ہچ ببل دل شوریدہ غن ان ہمہ دوست
 ی شاید استاد غائب کے اس سوال کا جواب ہے کہ

ہستی ہے د کچھ عدم ہے غائب آخر تو کیا ہے۔ اسے نہیں ہے

لیکن اس حققت مصور کا احساس ہوا تو اس کا شابدہ بھی ضروری ہے، تصریح کی راه میں
 ایک ایسا مقام بھی آتا ہے، جب کہ طالب حققت وادی تحریکن گم ہو کر رہ جاتا ہے،
 صفائی حرمت ایسے ہو سان نگ آخر
 تحریر اب برجا نہ کا ہا آتے، نگ آخر (غائب)

اور پھر وہ ایسا حرمت ہو جاتا ہے کہ ساری حقیقتیں سامنے ہوتی ہیں، لیکن وہ دیکھ

نہیں سکتا ہے:

صد طبوہ رو برو ہے جو فرگان اٹھائے
 طاقت کمان کر دیہ کا احسان اٹھائے (غائب)

ظفر پر بھی ایسی کیفیت طاری ضرور ہوتی ہے، وہ کہتا ہے:
 یہن ہوش یہن ہدن یا رب یا کر مجھے خشت گر جوش بھی کا ہو گر کری کی شدت ہے
 بندہ بہن ہون یا ساکن نافل ہون کو یہ کیا ہون اور کیا میری ثابت ہے

پھر کہتا ہے:-

یہ میں اور سادت انفاظ میں پیش کر دیتا ہے جس کو پڑھنے کے بعد مفہوم کو صحیح کے لیے نو روگنکی زیادہ
درودت نہیں پڑتی بلکہ بے اختیار از طور پر اس کے اثرات خود بخوبی دل پر قائم ہوتے جاتے ہیں اسکی
شعری ماہی خیالات سے ملوث ہڑہ سے عشق بazarی کی تمام کیفیتیں بھی اس پر طاری ہیں لیکن اس
عشق بazarی کی شراب سے اس میں عشق حقیقی کا نشانہ پیدا ہو جاتا ہے اور پھر اس نشانہ کی سرسری یخودی
اور خود فرمائی اس پر اس قدر غاب آجائی ہے کہ شرکتے کتنے خود اس میں گم ہو جاتا ہے
اور بخوبی ہو کر کہتا ہے۔

مے وحدت کی ہم کوستی ہے بُت پُستی خدا پُستی ہے۔

اس مئے وحدت کے خارج میں اس کو عالم ناسوت کی تمام چیزوں عالم لا ہوت میں نظری
ہیں اور ایک وجدانی کیفیت میں تصور کر رہے کہ

شعلہ ہے وہی شمع وہی نامہ وہی ہے خود شیدہ وہی نور سحر گاہ وہی ہے

حرب و ناک و دیوبھی انس و بی بان سب صور تون میں ماہی و نوادہ وہی ہے

یوست ہر وہی وہی زیخا وہی صقوب کنان ہے وہی مصر وہی چاہ وہی ہے

رہرو وہی سیر وہی وہی رو منصر وہ گراہ وہی راہ سے الگاہ وہی ہے

کی حسن میں کی عشق میں سبین ہر وہی نو یہ موجب غمزہ سبب آہ وہی ہے

محبون خراباتی و دیوارہ وہ شیار درویش و گران شاہ و شہنشاہ وہی ہے

خار میں شر رہے وہ ظفر لعل میں ڈنگ و اندھو وہی سبین ہر بائی وہی ہے

اسی کو اپنی ایک فارسی غزل میں کہتا ہے۔

اینکہ مبنی ہمہ تائب و جان ہمہ دوست بلکہ ہم قلب ہم روح برداں ہمہ دوست

اپنکی بیرون وہ دون سوت ہمانست ہمان راز فاش ہمہ او تمہرہ نہان ہمہ دوست

جو عرش سے ہے فلکتِ ناک سب کچھ اسی ہیں ہے
 کیا کی نہیں ہے اس میں کہ سب کچھ اسی ہیں ہے
 دل اپنا پتے زنگ کر دے رکھ صاف کر
 پھر تو بیغور دیکھ کر اس اُرسی میں ہے
 پس انگاہ کر کر تھی حسن یا ر
 شعلہ سے طور کے نہیں کم روشنی میں ہے
 کیون کہیہ وکٹشت میں سرمایتا ہے تو
 تو جس کوڈِ حونڈا صاتا ہے چھپا وہ تھی جسی میں ہے
 بوش بہار حسن سے کس گل کے اے صبا
 مصروف اس قدر جو گریبانِ زندگی میں ہے
 ہے دورِ جامِ عجیت یارانِ زندگی میں ہے
 کچھ ہے اگر مزا تو یہی زندگی میں ہے
 اے خود پرست پوچھتا کیا ہے خدا کی راہ
 گم کر دہ راہ آپ تو اپنی خودی میں ہے
 صد و اع شو ز عشق سے کھا بلکہ صد هزار
 لذت تھیے نصیب اگر عاشقی میں ہے
 انشاء را ز عشق ذکر کئے بھی کی بات
 بھی ہی میں اپنے رہتے دوں جو کچھ کر جی میں ہے
 نظر کا خال ہے کہ حقیقتِ مستور نہیں، ہم اس کو دیکھتے نہیں، مخفی اس یہ کہہادی

دکھایا رہے ہرگز میں جلوہ بین لیکن کہاں سے لائیں وہ نکھلیں جن کھون سے گھنیں
گردہ شدہ بھال سے خود میں ہوتا ہے بلکہ حسن عالم افراد اور جمالی جان تلاکو دیکھتے ہے۔
گشتمیں گئی ہے تو گل میں نزاکت ہے ہر شے میں نظر آتی اللہ کی تقدیت ہے۔
جلوہ تجھے وہ اپنا ہر شے میں دکھاتا ہے پر وہ تری اسکھون کا پر تیری ہی نہستہ ہے
اور حب وہ دیکھتا ہے تو بے خود اور سرست ہو کر فروہ زن ہوتا ہے۔

تر حسن ہم جلوہ گردیکتے ہیں جہاں دیکھتے ہیں جد ہر دیکھتے ہیں
کریں کیوں کر دل کی نہم باہر ای کہ ہر دل میں ہم تیرا گھر دیکھتے ہیں

ٹاپ خیقت جب مظلوب کے دیدا سے شرف انداز ہوتا ہے تو اس موقع کی لاد

کی کیفیت جو ظفر نے بیان کی ہے وہ ملاحظہ ہو۔

کھلی اسکے توہ خبر ہی کفواب تھا کر خیال تھا	مری اسکو بند تھی جب تک نظر میں تو جمال تھا
کو اس تصویری دل کیون کیون خضر غیرہ تھے	کریں تو دشت فرق میں مجھے ہنسنے معاں تھا
وہ جب اگیلے سامنے نہ تور نجح تھا مطالعہ	مے دل میں تھا کہ مون گائیں جو یقین نہ کیا
نقطہ اپنا وہم و خیال تھا یہ خالہ محل تھا	وہ بھی ہی فوادہ ہی پر جفا کہاں اپنے کی نہ کیا
مجھے خطراب کمال تھا یہی وجد تھا جسی جمال تھا	پس ڈن کے تری صد ترا شوق دیو جو بیکی
نظر اس کو محبت کے جو بست کی تو یہ جان بینے کردا	خدا اس کی خوبی کی تھی پھر تھا کوئی بجال تھا

نظر اس قرب و در سال کو اہل صدوف کی طرح ایک راز مزدوج تھا لیکن اس کا خیال ہے کہ

یہ راز ایسا نہیں جو صرف محدود طبقہ ہی کو معلوم پرسکے خود میں کوئی کرحس کی نہ دیدہ میا اور دل مند
اور پھر سرگرمی ختم اور جوش جنون پیدا کر لیا تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس کا دل خیقت اٹھانا ہو لکھنے سادے
الخاطر میں اس نے خیقت کے راز کو ہمارے سامنے کھول کر کھدایا۔

بیان کی سارگی اُنقرتے جس طرح خیالات کو آسان اور سادہ بنانے کی کوشش کی ہے، اسی طرح اپنی شاہی زبان بھی نہایت ہی آسان اختیار کی ہے، اس کا پورا اولیاں پڑھ جائیں ملک سے کوئی غزل ایسا نظر آئے گی جس میں فارسی کی مغلق تکمیل اور غرما نوس الفاظ استعمال کے ہوں گے، اسی لیے بعض ہمضر شواہ کی طرح اس کی غزلوں میں بہت کم بیان اور معنی کا الجا و پیدا ہونے پایا ہے، بعض غزلیں تو سلاست اور روانی کا نمونہ ہیں، کچھ ایسی بھی ہیں کہ اگر انکی تشریف نامانجا ہیں تو نظodon کو اگر پیچ کرنے کی بھی شرودت نہیں پڑسے گی، مثلاً میں ملاحظہ ہوں:-

ان کے دل میں غبار ہے دیکھیں کس طرح سے صفائی ہوتی ہے

ماشق! زیر تین سرد ہر دو ابھی ملک کشا می ہوتی ہے

اًشنا ہو تو اشنا بچھے ہو جو ناًاًشنا تو کیا بچھے

ہم اسی کو عہد لایجھتے ہیں آپ کو جو کوئی برائی بچھے

تو ہی کبھی میں تو ہی بتکہ ہیں بے وہ شرک جو دوسرا بچھے

اً نظر وہ کبھی نہ ہو گراہ جو محبت کو، سہنماب گھے

میں ہوں عاصی کر پر خطا کچھ ہوں تیراندہ ہوں لے خدا کچھ ہوں

جسز وکل کو نہیں بھرتا یعنی دل میں تھوڑا سا جانتا کچھ ہوں

صنا هسم کہیں تو کیا کہوں بخدا هسم کہیں تو کیا کہوں

مدعی کہنے ہی نہیں دیتے مدعا هسم کہیں تو کیا کہوں

مشل فوارہ سر بلند نہ کر کہ بلندی کے ساتھ پتی ہے

رجع و حشم کو خدار کے آباد غاذ دل میں ایسی بستی ہے

وہ بت جمال اور ہی ہے اس میں دیکھا کمال اور ہی ہے

اُنکھوں پر خودی اور نفس کا پردہ پڑا ہے، اگر یہ پردہ ہٹ جائے تو تمام روز سر بترہ اور اسرار پوشیدہ
فہرست موجاہین، اور دل انوار الہی کا مظہر بن جائے، پھر ہمارے اور خدا کے درمیان کوئی تفاوت
باقی نہ رہے۔ اسی کو واضح کر کے کہتا ہے۔

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے اٹھا دہ جو پردہ سائیچ میں تھا نہ رہا

رہے پر دیے ہیں اب زدہ پردہ نہیں کوئی دوسرا اسکے سوانح رہا

ایک جگہ اور کہتا ہے۔

اگر ہے دیکھنا اس کو اٹھائے اپنی ہتھی کو اگر تجھ میں اوس میں پرہ عامل ہے تو بس نہ
چکر کہتا ہے:-

ہر جائے ہو قدرت تما شامِ آگے لیکن مری غفت کا ہے پردہ میں آگے

اب اس کے یعنی ظفر کے یہاں عزیزی کی طرح شمارلت اسلامیان "چھوڑنے اور زمانہ غالب کی
طرح رسوم و قیود کے زکر کرنے، اور زمانہ عام صور قبور کی طرح حال و تعالیٰ اور مقام و قیام پر پابند ہونے
کی ضرورت ہے، ظفر کے نزدیک تصوف کی راہیں پیچ دریچ نہیں،

راہیں ہیں دو بجا ز و حقیقت ہر جنکا ہم رستے نہیں ہیں عشق کی منزل کے چار پیچے

چانپو اسکے یہاں انوارِ معرفت حاصل ہوتے ہیں تو اس طرح کہ

پردہ دوئی کا نیچ میں حاصل اگر نہ ہو کیجئے بعد نہ تک وہی پیش نکالا ہے

لہ عزیزی نے کہا ہے:-

شمارلت اسلامیان گذرا گرفوہی کر دردیر منان آئی د اسرار منان بیٹی

لہ مزا فاتح کتے ہیں:-

زم مودہ ہیں ہارا کیش ہے ترک رسوم میں جب مل گیئں اخیزے یا مان ہر گیئں

دل کسی غچہ لب کو تم نے دیا اے ظفر تم جو رہتے ہو چپ چپ
 جس کو ساڑن درجول نہ اسکو تاب سنتے ہی یہ کئے کہ بس لے دو مندیں
 اتنی زبان دراز نہ مہیاں بھی سزا زبان بس آگے کیجیے زبان اپنی ندبیں
 میری بیگاہ ہے وغصب دھکر جب خبر تو الحینظ کے الامان تین
 ہون وہ مثل زلف بر کم اور مین ان کی زلفون کی بلائیں دو حق خوش
 آؤ گھر میں لے صنم آؤ تھیں اللہ کی قسم آؤ
 ایکنہم جاؤ ایکنہم آؤ فاصلہ لا د بعد خطہ جواب
 اے یو میرے خانہ دل کر دیر کم سمجھو یا حرم آؤ
 میری گریہ سے بے اگر منظور سیر آب رو ان اور حرم آؤ
 اتنی تاثیر ہے کہاں کر جو تم سن کے میری فنان اور حرم آؤ
 آگئی میری جان ہونٹوں پر اب تو اے میری جان اور حرم آؤ
 جاؤ تھس نہ تم تھا سے ساتھ جائے گی میری جان کھڑت تو یو
 ہے پڑی دل جلوں کی آہ جہان تاب کی تم دہان کھڑت تو یو
 قد پنازان ہے اپنی سرد چین اک ذرا تم بھی ہاں کھڑت تو یو
 شکایت کس سے کی ہیں بلا تو نہ اسکو کروں گا شکوہ ہیں تیر اسعاو اللہ معاوا شہ
 قدم جہان کو دو تباہ کیونکر تخلی سے کہاں رہا قد کہاں طوبی معاوا اللہ معاوا شہ
 جو کھاشت کو جلاے جوں شمع وہ بھی عذار ہے، آمین اللہ
 اپنے مرنے کی دعائیں نگوں وہ ستر گر کے آمین اللہ
 عوض اس کاٹے آمین اللہ جو ستائیں تجھے ان کو بھی ظفر

تر اپر و کمان ہلال کمان محبیں پر ہلال اوری بے
سل متنی کی مثال ملاحظہ ہو :-

کیون نہم تجھے کہیں	درو دل اپن صنم
کب تلاک پچکے ہیں	چپ رہا جاتا نہیں
کیون نہ پھر انسو بیں	پھر دہا ہے دل مری
ہم عبلا کس کو کہیں	چشم دوں دو نون بے
یہ ترے جو روستم	یاد ہم کب تک سیں
اس غزل پر سب ظفر	ا فرین تجھس کو کہیں

نظر کی شاعی کا پڑا حصر اسی سادگی کا مکمل نمونہ ہے، ہر جگہ طرز بیان صاف، سادہ اور سمل ہے، بخاری اور گران نظر بہت ہی کم ہیں، نظر نے اس قسم کا طرز جانکر اختیار کیا، خود کہہ گیا ہے،
ایسے نظر چاہئے مان لطف سخن ہیں ایسا کہ جسے سن کے ہوں سب عالم و عالم خطوط
چنانچہ بعض اوقات یہ سادگی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کی شاعی رو زمرة کی لگنگو
علوم ہونے لگتی ہے، مثلاً :

مرگی بیمار اس کے زگی بیمار کا	دوستوا چھا ہوا چھا ہوا چھا ہوا
خیر تھے کیا ہوا بھر جنی کہیں اس یاد	ائج کیون تو نے نظر پھر تا ہو بھر ہا ہوا
ساتھ میرے چلے چو چپ چپ	راہ ہیں تم نکو کھو چپ چپ
گھر ہیں چل کر شکایتیں کرنا	یاں نہ مجھے گل کر دھپ چپ
میرے جاتے ہی ان کی غیرون کو	پھر لگی ہوئے گفتگو چپ چپ
ذکر دشود ببلو چپ چپ	ابھی سیاد کی لگی ہے آنکو

نیز خجھر سے سیل جو یہ دم توڑتے ہیں
 کوئی علم میں بھرا نئے کی قسم توڑتے ہیں
 دل مرا یکے جودہ نگہ ستم توڑتے ہیں
 کیا تم کرتے ہیں کیون سنجم توڑتے ہیں
 ہر قدم پر سے دیوانے سر ہدشت جنون
 سیکڑوں فارسدا ازیر قدم توڑتے ہیں
 اب ترکان کرنہ عی رہی تو شکون کی حیثی
 باہم لدیتے ہیں تو کرنہ تامل ساتھی
 تو بھم آج ترسے سر کی قسم توڑتے ہیں
 ہیں ہیں سچھہ و زنار بربر بردہ و ن
 ذکم جو ٹستے ہیں اور نہیم توڑتے ہیں
 تے ہیں بچھر کا دش کبھی حضرت عشق
 سیکڑوں دل میں می نشتم توڑتے ہیں
 نفس سرکش کو ظفر توڑتے ہیں اپنے
 اسی طرح اڑ جانا سے خبر اڑ جانا، رونق اڑ جانا، نینہ اڑ جانا، رنگ اڑ جانا، بات اڑ جانا،
 سے اڑ جانا، وغیرہ می ورسے ستمل ہوتے ہیں، ان کو بھی ظفر نے اپنے اشارا کی لڑیوں میں پروردیا ہے۔
 جب چن ہیں اسکے آنکھی خبر اڑ جائیگی
 مگل کی رفتہ دم میں اے بادھڑا جائیگی
 اپ کا کی جائیگا گر خوب میں ٹھگ کم
 نینڈا نکون سو ہماری رات بھرا جائیگی
 خون کوں لیگا میرے توکت پاسے تر
 سرفی رنگ حواسے نفڑ گرا جائیگی
 تاب و طاقت شیری اسکو دیکھرا جائیگی
 یہ صبے کوئی پوچھے تیرت کی آنکھا ہند
 شعلہ رخار ساتھی گر جوا پر تو مگن
 بلا ڈال دینا، صیبت ڈال دینا، نبھیر ڈال دینا، شمشیر ڈال دینا، تلم ڈال دینا، دریا میں
 ڈال دینا، بد اتنی ڈال دینا، آگ ڈال دینا، تاشیر ڈال دینا جیسے محاورات پر ظفر کی
 طبع آزمائی شیئے۔

مجت کے یہ منی ہیں کہیں نے دبی چاہا کہ جو کچھ تو نے چاہا

فیرون سے جو پر چھوٹ لئے عشق

اس پے تخفیف طرز بیان اور انماز گنگو کو سن کر اگر اہل سخن ظفری کی زبان سے

یہ کہیں کر ان ع

اشدار کے تصدق اس گنگو کے مدتے

تو شاید قبیلہ بہن ہوں گے۔

محادرات اس سادگی کے باوجود ظفر کو زبان پر اپنی قدرت ہے، کہ با دشہ سخن بن کر زبان

اوہ لفاظ پر فرمائی گرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قلم مغلی بلکہ اور دو زبان کا کوئی محادرہ ایسا نہیں

جو اس کے دیوان میں موجود نہ ہو، اور ان محادرات کو اس خوبی اور صفائی سے اپنے اشار

ہیں باندھ جاتا ہے، کہ اشعار کی روائی میں کہیں فرق نہیں آئے پاتا، مثلاً چاہا ہے، اب اس حصہ

سے جو ممکن اور مردج محادرے سے ہے، ان سب کو ظفر نے اپنی ایک غزل میں استعمال کیا ہے،

لا حظہ ہو:-

مجت کی کوئی اب نکل تجوہ کو ہم چراتے ہیں
علم ہون گرچہ سو ششکریں کہ مہپت ہیں

نہیں ششیر سے بھی حکمتی امکھ سید ان ہیں
نظروہ دیکھ تیرا بڑے پر خم چراتے ہیں

ذکر کون کہ تک شکون کو اور ذکر کون تو ذکری
کہ بھی زخم ول لے دیدہ پر خم چراتے ہیں

پیغش اٹک ہیں، موجہ باندھ سے چور مرگان ہے
کہ اسکوں ہیں سے کو جان کو تو خم چراتے ہیں

ظفر سرشن کو سراز دیتے ہیں مجت ہیں
وگرنہ جان اپنی بیان پر سے تحریتے ہیں

یا شنا توڑنا سے دم توڑنا، قسم توڑنا، ستم توڑنا، قدم توڑنا، تو بر توڑنا، فشر غم توڑنا، نفس سرکش

کو توڑنا، اتنے محادرے کو ظفر نے جس طرح استعمال کیا ہے، ان کو بھی دیکھئے،

پچ قسم ہے کہ وہ اپنے گواہا ذکر کا نام نہیں بناتا ہے، بلکہ الفاظ کو اپنے آج بنتا ہے، اسی لیے وہ الفاظ کے ساتھ کھینچتا ہے، اور اسی قفسیع اور کسل میں زبان دور بیان میں ایک خاص لطف اور پاشنی پیدا کر دیتا ہے۔

مندیع غفلی اس کا کلام غلی متعالی سے جوت خرین کے کلام کا ذیور ہے خالی نہیں اپنے صر کے انفون کو الٹ پٹ کر دیکھنے کیسے دوسرا صر ع بنایتا ہے،

یہی ایک غم ہے یہی اک لم ہے یہی ایک غم ہے

مری چشم غم ہے اسی رنج غم میں ہی رنج غم میں ہے

خدا کی قسم ہے یہ کہتا ہون پچ یہن خدا کی قسم ہے

کیا کب قسم ہے، کوئی شکوہ میں نے کیا کب قسم ہے

ظفر کی قسم ہے ہوا دوست دشمن ہے ہوا دوست دشمن

یا صاحب ماتقی تو لا خرب ماتقی تو لا شراب ماتقی

ہے پچ ڈا باتقی زلفون ڈیکھنے کو ڈیکھنے کو

کیست خواباتقی انکھیں ہیں آج تیری کیست خواباتقی آج تیری

ہے افتبا تقی ہی ہم خنکت لون کو ہم خنکت لون کو

مت کر خراباتقی تو بزم میکھان کو تو بزم میکھان کو

جام جاباتقی دیا ہیں کس نے ناٹ دیا ہیں کس نے ناٹ

ہے یہ مذہباتقی تو ہے ظفر سے بترا ہے مذہباتقی

بیٹ کی اصطلاح ہیں اس کو سلکس تکتے ہیں، صفت اردو کے کسی اور شاعر کے یہاں میری

نظر سے نہیں گزدی، اب تھہ قیم فارسی شوار کے یہاں یہ سمجھی ہے، اس کے علاوہ دوسری فہنمی صفتیں

دل پر بلاسے زلفِ گردی ڈالدی
تو نے صیبت اے مری تقدیر ڈالدی
محوج سر شکر پشم نے زنجیر ڈالدی
شمشیر گرتے ہاتھ سے شمشیر ڈالدی
گردن قلم نے بھی دم تحریر ڈالدی
رمایا مین ہم نے بصیتی تھی کیف ڈالدی
تو نے جداں اے غلک پر ڈالدی
چوں ہڑو مریم ہوتے دبار گرد ڈوز
تو نے ناگ ک دل مرا ہمو خالی کر او ر بھی
ماں دکھا کے اپنا مرقع خبسل ہوا
کیون بکرہ ہوا نزول عالم میں نظر
کچھ تھا کے مختلف حما و رات بھی سن لیجیے :-

جو خبر گل نے عنہ لیب زار پر کھنچا
تو قمری کوئی ہے سروچن نے دا پر کھنچا
کھڑا ہون خو جیرت یون لگا دیوار کتیرے
دفا کا کر کے تو اقرار ہم سے ہو گی تکر
جنزار اس نے ادراک آہ اب پر کھنچا
جلاد بچا جہان کو دیکھ لین یوں لیوان
خطیر خار کو تیر سے جو دیکھا لے گھٹ انہوں
ہوئی کچھ تو دل سمل کی اپنی عورت تکین
دل زخمی سے اپنے ہادکن لڈو کو اسکے
خنزر کے دیوان ہیں حما و رہ بندی کی سیکڑوں مثا لین میں گی، ہم نے طوالست سے بچنے کے لئے
صرت چدش لوں پر اگفا کیا ہے، لیکن انہی سے اندازہ ہوا ہو گا کہ ظفر کو زبان پر کتنی تقدیرست

پچھوئے دل پر جو دس میں داغ ہیں ہیں تو نئے ہیں بست اور جڑا غم ہیں دو تین
 ۴۔ تسلیں یعنی کلام میں ایک حصہ دوسری زبان کا لانا، جیسے
 جلوہ ششم و گل پر ہے رد لاتی تجھوں دم گلگشت چمن یاد رخ پر عرتے
 کچھ عرض دل کے و تحریز سو دیا ہر تو کی اے برائے یا فستقہ برستتے
 جلوہ صبح بہاران و بہار شنقتے دن گلگون پہلاں گل کے نشک کی جنی
 اے ظفر تم کو ہے منظور اگر رجھو د تو پڑھا کیجھے قل اعوذ بر رب افعنتے
 ۵۔ حن احکمیر، اس کی مثالیں تو ظفر کے یہاں کثرت سے ہیں، ہم صرف چند اشعار پیش
 کریں گے،

مجھ میں اوکل اس میں با گلگٹو تھی صاف اس بات کی لغتش بخی والہ جو تمی صاف
 نہ کہت گل می گئی دل کو بہات باغ میں تیری ہی سی لے سریانمازو بوجی صاف اس
 شمع کی طرح سے ہم رات کو روئے رہتے بگئے آنسو دن میں صبح کرنے کے ہوتے
 مرد یا رائی تو خلاب کے ہون یون
 اگاہ تو کیا مجھے لذت سے عشق کی زخون میں اس نے میری نمک گر بھر بھر
 کی بھردیے ہیں کان تھا عانے غیر نے غشے میں جو بھرے ہے وہ کا فر بھر بھر
 گریاں و گر اید و گئے رنج و گھر خوشی جان سکتے دل میں ہیں مہان عجیب عجب
 اے چشم یا ریار نہ ہو دیکھ اشک بار ہر بار تجھ سے اٹھتے ہیں طوفان عجیب
 گل جو چپن ہیں ہیں ہر ار دیکھ تو ظفر ہر کیا بہار سکا بے رنگ اس جد اس کی جو بڑا لگ
 تجھے دے ہے چن چن کے گلہائے تازہ مراد یہ نہ خون چکان اچے اچے
 لیکن الگ الگ ہے تائیر اپنی اپنی گر آہ و نالہ دو نون پیدا ہون ایکش لے

بھی ظفر کی شاعری میں پائی جاتی ہے، مثلاً

۱۔ تفہیق الصفات یعنی کمی موصوف کی پہلی دلپت صفتون کا لانا، جیسے

شوخ پچھے خوش نگاہ ہے بیوی بیوگنے	دل فریب دلخواست دلخواست دلت نے
غلام کیش غلام کو شے غلام خواہ غلام رانے	مت نکے غلنے سانے تند خود جنگوئے
بڑی طریقے بدشاعت بدراہے بدراہے بدراہے	کچھ گلاہے کچھ اداۓ پر فریبے پر غائے
ہوشیارے ہرن گیرے نکر طبعے نکر دانے	خوش نگاہے خوب شے بذریعہ نہز گوئے
خود پرست خود ناٹے خود بندے خود رائے	خود پرست خود ناٹے خود بندے خود رائے
کم ظفر ہیں اس پیغفتون خوارہ رسوایزاد عززوں	وہی ماٹے یاد لانے وہ یہ جانے یاد جانے

۲۔ لذوم مالا زرم بیتی فافی کے آخری حرف (روی)، کے پہلے کمی خاص حرف کا انتہا کر لینا ہے۔

تجھے کو اپنی بادہ و حدت کی ستی خوب ہے	تو بیٹے ساقی نہیں پیتے نہ کا میں جام شراب
اس طرح بدنی نہیں کوئی برستی خوب ہے	جس طرح مرتگان نہیں ہیں نہیں آنکھوں کے تار
چشم میری دیکھنے کو جب ترسی خوب ہے	خواب میں جملوہ و کادوتا ہے وہ جو شوئے کے
نہ بلندی ہو بہت اچھی نہ پستی خوب ہے	راہ بترہے رہ ہو اور دہڑو کے یے
خود پستی چھوڑ دو بہت پستی ہو ضریح	خانلوچی میں تھاکے حق پستی خوب ہے

۳۔ سیاق الاعداد نیتی کلام میں اعداد کا لانا جیسے

چند مرین غم گوئی رے آٹھ نو تسم	معلوم رے شخصتے دس میں سو تدم
پہلے خاکیک ستم پھر موئے ایک کے دو	دو کے پھر چار جوئے ہو گئے اب چلکے چھو
چار بار آٹھ بہر میں میں وہ ان سے نتے	ان سے نتے کی میں معلوم جھینیں گی تین چار
نافن کریں ہیں زخون کو دو دو ملک ایک	تحے آٹھ دس سو چھوٹے اب چلکے چار بار پنج

دھاٹے کان کے باسے میں اسکر لعات بچا کر
ندو بھا جس نے مہماں سے لڑتے بچوں کو
کھتا ہون دل کو زلت کی ناگن کر کر صدر
جاتی پڑت ہے دیکھ رہ بذات کا کچے
زلفت آگئی صبا سے دو خال من کے پاس
ماریاہ کیلے ہے کیا اپنے من کے پاس
ناگن کی بارغین کوئی نہ ابھی ہے یہ
یا زلفت تیرے چہرہ پر کھانے ہو جبل پڑی
ہوا سے یون جو تیری زلفت عنبرن اٹی
کسی کوڈ کے یہ ناگن نہ مرو کمیں اٹی
یار کی زلفت کو سنبل سے تشبیہ دینا عام بات ہے، اگر بنے کر ظفر نے اسی ایک تشبیہ ذرا فدا
نگ بدل کر کس کس طرح او اکیا ہے،

بچے آکے نہ روانو یکو کر گیون سنبل ترکو
کوچھ جا سے اسکی زلفت دل اور سکھنیں
سنبل کی نہ سے رہے چھڑیں مطلب
یکدست جوکم کا کل حسم دار دکھا دو
سنبل بی کیدار پیشان ہو دیکھ زلفت تیری
مور جیم کوئی ہے پیچ دتا ب ساتی
تا خشنہ ہو خواہیں نطف رہ سنبل
تم ہم کو اگر زلفت گر گھرد کھا دو
مرے فراہ پر دیسہ کیوں نہ ہو سنبل
کر تیری زلفت ہو دل کو پیچ دتا ب ہنوز
تری زلفت کے سامنے آب کیا
کر جبل بارغین شاخ سنبل کرے
سنبل چن میں کیوں نکہ ہو غرق آب سرم
مزدو ہو کے وہ بیال سنوارے ملی بصیر
اگر ہو عکس نہ گان یار کی کا کل سخندر میں
تو پیدا جائے مور ج آب ہو سنبل سخندر میں
انھیں ہے رہنکے اس نہ پر گن کی اب
کرشم سنبل ترکھا کے پیچ و خم ٹوٹے
بیان کیوں نکر جھلا ہو حدیث اس نہ پیچ کی
ذجت تک پل کی کچھو مرکب سرہنبدت نکی
زلفت اسکی پر گن سے کیا لا کر قہ جبل
دکھو کھا ہیگئی سکتیں شاخ سنبل بارغین
سنبل چن اسکے کیوں نکر جا اسکی خاکے
مرگی بود کو کر کر اس زلفت عنبر بر کے مل

خانی نہیں جہاں میں تمنا سے کوئی مل
 ہر ایک میں سے گرچہ تمنا جدا جدا
 ایک ہی تشبیہ کو نظر کے بیان ایک پیڑا درہ، جس سے اس کی قدرت کلام کا حال معلوم ہوتا ہے
 طرح طرح کوادکا زلف اور سائب کی تشبیہ ممولی چیز ہے، مگر دیکھیے کہ نظر اس ممولی چیز میں اپنی
 بدلت بلع سے کسی کسی نہ رین پیدا کرتا ہے،
 نہیں اس لمح پر زلف اور زیر زلف اس لمح کا شاہ جن میں ناگ سارا آہوناگ سے نجھے میں
 دیکھ کر آئئے ہیں وہ زلف کو بننے لگی
 بند پانی میں پٹا طڑ کہیں کامانب ہو
 چاند پر دوڑتا ہے مارسیا و شب تار
 رخ روشن پر ترس زستبل کنے سے
 زلف یون شے عرق الود پر امرا ہے
 منجھون ناگن گھون پر جانے اولی یعنی
 زلف یون چھرے پہنچی ہر ہولت اسکے
 جس طرح مارسی گل سے پٹت جاتا ہے
 جس طرح مارسی گل سے پٹت جاتا ہے
 جوں شناہ اسکو لے دل مدد جاک تو زخمیر
 مارسی سے کم نہیں ہر گز گز نہ زلف
 ناگنی زلف بتان کی عجب کافر ہے
 کاث کے بیٹھی جیاں ہر کے دنا وہل
 کی تماشہ تری زلف کا عکس آئیں ہیں
 سائب کی لمح سے لہکے لاابدین موح
 پخڑت زلف ناکر جودہ تو قدرہ آب
 دہان پر مارسی کا لھا بنت غاص
 حلقة ہے بلاز لمح کا اسے پنجہ شاند
 دیکھ کیں انگھی نہ سے مار کے منہ میں
 اذکر بھی زلف یار سے ناگن زنپ سکی
 جس وقت اس کے منہ پر ٹھی مارکھی
 سوچا بھی ہون رہ لمح دکون کوچو
 سائب کو پکڑ دن کہیں سائب کے منہ کو پکڑ دن
 نہیں اس بائکے شے عرق الود دپنے لمح
 اس کو چاہتا ہے سائب یہ پاسا کالا
 کیون سوتھے چونکت ٹھاپ بین نظر
 وہ اڑ لمح دیکھ کے شاید ٹھے سے ہو

بیسے ہوں اس اب سے پر خم پر فرشتہ جو ہر کہیں بھی ایسے نہ مشیر پر کھلے
اب روہی جو اس کی عجب سیر ہو گئی تو اور چلتے چلتے رہی خیر ہو گئی
مشوق کی مت انکھوں کا فرشتہ کس کس طرح کھینچتا ہے۔

پاد چشم مدت میں اس کی یہ کیفیت رہی ہوش باطن میں رہا ظاہر ہر مجھے غفلت ہی
ہم ذکر تھے کہ زگ کو دکھا سے چشم مدت میں اس کی پنکھہ سے مدت خواب اڑا گیا
کر دیا اک نگاہ میں بے خود چشم کا فر ہے کیا خدا جانے
تری انکھوں نے خدا جانے کی کیا جادو ہم بھی وہ انتہے پر اب بھرتے ہیں دیوانے
ہم کو اس دور میں ہو کیون طلب سائے یہ توجہ ہو کہ تری نرگس غور د ہو،
سو فتنہ خوبیہ د بیدار ہوں اک پل اپنے گرخواب میں بھی دیکھے اس نرگس نال کو
مجھے سوچے ہے کیفیت جہاں کی دو چشم مدت ساتی جام جنم ہے۔
میں متی میں جو تواپنی دکھلاتے انکھوں نہ سے نہ کھش میں ہیکیون جھکت جاؤ گے
انٹکھ انکھوں میں اپنی کیون نہ فوج بر ساغھے دیکھ کر جس کو تری پادا کے انکھ
اپنی چشم مدت کی گردش نہ ساتی دکھا دیکھ پکڑیں بھی جام شراب آجائے گا
بجا ہوا ہے تری چشم مدت میں یون نماز کر جس طبع سے مئے ناب ہوا یا غر کبیع
انٹکھ کے انکھ دیکھا ہم میں نرگس نے دہا جو اس کو تری چشم پر جیا کا لحاظ
کر سے ہے فتنہ ترے چشم فتنہ زا کا لیٹا یہ وہ بلاسے بلا کوہے اس بلا کا لیٹا
کشہ ہوں چشم مدت کا میرے مزاد پر لازم ہے جام بادہ انگور کا چانغ
روشن ہو چشم مدت کے کشتہ کے گور پر دوغن کی جائے بادہ انگور سے چانغ
کیفیت اپنی چشم سیست کی نوجہ صرفی مدت کی نوجہ دیکھ کے نیوار چکے

بے ذ قریان بھی رخ فائل خوزنیزہ گل کھاتی سبل بھی ہے اس تپند لاد زدہ گل
 سبل پکنی اوس سی پر جب کرد مغل پائی تری اس زلف گرگیر سے پکنا
 یار کے ابر و کوشش سے تشبیہ ہر شاعنے دی ہے، مگر دیکھے کو ظفر نے اس توار کے کیے
 کیسے ہاتھ و گھاٹے ہیں،

جب ہو گئی وہ ابر و سے خوار سائنس دی چڑک لپٹے ہاتھ سے توار سائنس
 کون ہمہر ہو کے اس ابر سے خوار سے وہم داتائیں میں، نے اس قدر خجھیں ہے
 کون مت کش تشبیہ اجل ہوت تسل طاق تیر حرم ابر و بھی ہے خواری ہیں
 قتل کریں اک عالم کو وہ ابر کے قلم ایسے ہیں ان تکشیدوں کے ہین قبل نیکھلان ہم کرو ہیں
 کس نے دیکھا خم ابر و کو بے پیانے میں چل رہی آج تھوڑا ہے میتائیں
 نیشن تشبیہ سے جن کی چھکتی اٹھکتی میدان ہیں نظر وہ دیکھ تیرا بپٹے پر خم چراتے ہیں
 ہے ظرف طسم ابر و دن ہیں تیرے جو پٹکے اک بفہم توار ہیں ہن عرب دہ گر دو
 کی لائے اس ابر و کی بھلاتا ب دم ترن ہو جائے اسے دیکھتے ہی آب دم ترن
 جب جنیش ابر و سے تری قتل ہو عالم پھر سرم سے ہو جائے زکیون آب دم ترن
 جلا دکھا اپنی تو ششبیہ تو مجھ کو کشتہ ہوں ہیں ابر و کا جو ہی آب دم ترن
 تیہ ابر و سے میں جا باز ظفر سینہ پر بے اجل ڈانیں دھار کو توار کے خط
 ابر و ہ اس کے چین کا عالم ظفر ہے او جو ہر نہان ہیں یہ کسی تشبیہ میں غلط
 ابر و کو سکی کہتے ہیں سب تیہ صفائیان ہے اصفہانیوں ہیں کمان ای خم دُون
 کمان بڑیں گنجائش تری تینے دو ابر و کی میان کب اک میان دیکم ششبیہ ہوتی ہیں
 جہاں کو جنیش ابر و سے اس نے قتل کی انہی اسکی یہ ششبیہ مل گئی تھی کیون

تر سے بیان غم کا مال ہے یہ ناتوانی سے کہ اُس نے آج پر تریزہ مکروہ نہیں بدھی
بقریہ قلیلیت کھٹ دینیں بدھی، پٹ پٹ نہیں بدھی، چوکھٹ نہیں بدھی، بھٹ پٹ نہیں لی
اث سٹ نہیں بدھی، وغیرہ،

دل علی گیا ہمارا جگہ جن گیا تام افتخاری شعلہ خوب جائیں پڑے
کھڑکا رہیں پڑے، تماڑیں پڑے، چوچاڑیں پڑے، ہڑوادھیں پڑے، بوچاڑیں پڑے،
دھاڑیں پڑے وغیرہ

یہ خانہ باغ ہے موجودہ سیہہ پر داع جو سید کیجے تو وہ دل کی شفتشن پکے
زمیں پکے، مگین پکے، آتشن پکے، مد جین پکے، نگین پکے یا سین پکے وغیرہ،
ایسا طرح مختلف سنگلاخ زمیون میں ظفر نے جو زور بیٹھ دکھایا ہے، وہ خاص اسی کا حصہ ہے،
وہ نئی زمینیں نکالتا تھا، اور ان میں شعر سمجھدا بھی مشکل پسندی کا اظہار کرتا تھا، اس کے معتز
مولانا محمد حسین آزاد بھی ہیں، جو ظفر کے تمام کا مام کرو ذوق کے خوان شاعری کی محض زندگی کی وجہ
ہیں، وہ باول نامہ ستر قلم طازہ ہیں کاظف شاعری میں بیسیت اور ایکا دکابادشا تھا،

اس کی ان جدتون کے نمونے بھی اس قدر زیادہ ہیں، کہ ان کا ایک ایک شرعی نقل کرنا
طرالٹ کا باعث ہو گا، کچھ نمونے ملاحظہ ہوں، خط کشیدہ تو قی میں پوری پوری غلامیں ہیں،
جو مرد ہوتا تو عمل پچاہا جو سایہ ہوتا تو سرپلاتا الٹی دل کو مرن یہ کیا ہو زمیں سے بدے دسر کیجے

ہم اپناعشق پہکائیں تم اپنا حسن پہکاؤ کھیران و میکھر عالم ہیں بھی پوریں بھی ہو

بانیں جواہری توشیں بھرے اس سے اگرنا سچ دعا دل کو کوئی یون ہوتا تو یون بھی ہو

بکجزون کے ہاں ختم عنايت ہو تو کیونکہ ہو کریے ایک امرت جو شستہ جو تو کیوں کوئی ہو

رباب چنگ ہو زرم جراب ہو اور مطرب ہو و فرنے ہو اول ہو بھر جو جملیں ہوں تھا تاہم

منظور ہے ظفر کو لگے وصف چشم یا ر
زگ کے قلم کوئی ای ہنسیں تراش
چشم میست، سکی نے ہی جائے ہو بوش
گرچہ ہم ہو شیا رہتے ہیں
چشم اس کی خود ہو حسرے نگاہیں ہیں
 حاجت نہیں ہے سرہ جادگی انکھیں
کا سہ چشم تصور جھوڑ کر اپنا کبھی
اسے ظفر ہوتا شامیں نہ جانمیں ہوں
بیرون بادہ کبھی اس شوخ خود پرست کی انکھی
نہیں جس کے ایسی ہر جیسے مت کی لائکہ

مشکل بندی اگر ظفر کا زور طبع اور کمال فن اس وقت لفڑ آتا ہے جب وہ نہایت مشکل اور
سنگلاخ رویت اور قافی نے اختیار کرتا ہے، اس کی مثالیں اس کے دیوان میں اس لکھت
سے ہیں کہ اس کتاب کے محدود و صفحے ان کے تحمل نہ ہو سکن گے، گوئن سن سی کا تلقاف
تو یہی تھا، کہ اس نے بتتے مشکل تو افی میں طبع اذمای کی ہے، اور جن سنگلاخ زمیون میں
جو لانیں دکھائی ہیں، ان سب کی داد دل کھول کر دی جاتی، مگر ہم تھوڑے سے رشار
پر اکٹا کرتے ہیں، تو افی کی مثالیں :-

پارہ ساغر و شیشہ نہیں ابر کے درق
س قیکونکر کھون شیشہ کو عینکے درق
یون ہیں نختیں بیپاہی سے شکر کے تھے
جیسے قرآن سے ہوا تھیں کہ دک کوئن
اس غزل میں چمک کے درق، تردک کے درق، چنک کے درق، بشک کے درق،
بیک کے درق، غیرہ بھی قافی ہیں،
چینکے خاک دہائے ایش باش کے چینک
جو چینکے بھی قیصر اہ پتی کاش کے چینک
ہلال عید فلک پر ہر مشکل کی کب
زین پرناخ پا تو جو شے تراش کے چینک
باش کے چینک، تلاش کے چینک، خداش کے چینک، معاشر کے چینک، خاٹ
کے چینک کو بھی استعمال کیا ہے،

نیر فائدہ مضر میں یو سخت رہی زندان کے نیچے
 بیج دیکیوں نہ لینا اسی کنوان کے نیچے
 غفر دم میں دم سیکے نہیں جان نہیں بال کچع
 زلف کیا کھتی ہو جاک جاک تریکا کے نیچے
 دد مکی جس کویاں لے اور ہی کچھ داغ ہے
 غفر دیا فروع دل میں محبت کا داغ ہے
 انشا بن کے چھوڑن جو ایفون کا شراب میں سانپ
 غفر اگر شراب کی موجیں بنیں شراب میں سانپ
 صحی سر مشک کا ہے ترا تو کافو۔ کی گردان
 غفر دیکھے جو ہمارے بت ممزور کی گردان
 اہش ذرہ خوشید ہو پنجھے جو دیار کے پاس
 نظر آبلیزہ پہ میرے دل زار کے پاس
 یا کشیشہ سادھرا ساتی سرشار کے پاس
 ناخ ایک شب جو تیری محلیں نہ پائے با رشیع
 نظر دیا ہمارے گرفڑہ اشک با رشیع
 شیخہ دن سے یہاں آئے کی تدبیر ہے
 نظر شوق خامدشت دامن گیر ہے اور محبوں پائے در زنجیر ہے
 غالب کا طرز بیان اور ان کی نکتہ آفرینشیان اپنی جگہ پر لیکن ایک ہی قافیہ اور ریت
 میں ظفر نے اپنے استاوہ کی تقدیر میں جوا شعار کے ہیں وہ بھی ذرا سن یجھے:

ظفر

کی ذکر کچھ کلام میں داعظ کے بوقرا
 محل میں وصفت بادہ و ساغر کے بغیر

ہر چند ہوش بده حق کی گفتگو
 بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کے بغیر

غالب

کس سو اخون نے ہڑو فانی جس کو میا دل اس سو دنگی
ان تو ہو گیا ایک دم یہ کس کے ہوئے اور کس کے ہوں گے

شراہہ کرتے تھے شمعی شب کوناون کے کچھے چرخ پلا ختنہ بزم ہے : تم جیسے
 نہیں گل ان پعشق دلبائیں پھول کتے ہیں تماشہم نے یورنخ دلبائیں پھول کتے ہیں
 غم نہیں بھونے زہونے کا کبے پرو این ہم بے قریب کچھمیر کچھنیں تر کچھ نہیں
 غالی نہیں خشن سو محبت کے کوئی بھی یار و کلکتی جان ہیں یہ گل کی چاں ہے
 طفر کی طبیعت کو شکل زمیون میں جوانی و کھانے میں خاص مناسبت تھی، وہ خود کہ
 گی ہے کہ

دل اپنا فکر غزل میں ظفر نہیں لگتا زمیں غزل کی نہوٹ اگر لوگھی سی
 اور اس شکل پندی کو وہ اپنا امیاز سمجھتا ہے۔ زمیں سلیں تو ہیں بسی کچھ شر کر دیتے ظفر کھتے غزل جو یہی شکل ہیں اپ ہی ہیں
 ایک دوسرا جگہ کہتا ہے، نظر مغلیں پندی تیری سی اب لگو آتی ہے خنود کی کری طرز شکل ہاتھ ملتا ہے۔
 ظفر ان قافیوں میں کہ نہیں مکت غزل کئی اگر کہتے بھی ہو تو تجھے صلاح غزل ہے
 ظفر کی یعنی ایک تھاک بھاہے۔ اس کے عرصہ غمرا، میں سے کسی نے بھی یہے منگاخ
 تانیوں روایتوں، اور زمیون میں غزل نہیں کھلی ہے۔ انشا اور شاہ نصیر کے یہاں اس کی
 ش لین ٹھی ہیں، مگر آتی نہیں

ظفر اور اس آذمنہ افطر کا ذریعہ اسی پر ختم نہیں ہوتا۔ بلکہ رخیت کے جتنے باکال شوا، گذرے ہیں
 ان کی غزووں پر غزالیں کی ہیں، ان کی بعض مثالیں ملاحظہ ہوں:-

بلکہ صرف اس قدر دکھانا مقصود ہے کہ

ظفر کئے ہیں۔ ہم بھی وضع استاد ان رکھتے ہیں

ظفر و میرا اور غرتو نہیں ظاہری حیثیت سے بلکہ شعراء کے کلام کے مقابلہ میں ظفر کا نزد طبع دکھایا گیا ہے، معنوی حیثیت سے بھی اس کے کلام میں مختلف اساتذہ کا رنگ پایا جاتا ہے، تیر کے رنگ یعنی کہتا ہے:

تیرے جس دن سے خاک پاہیں ہم خاک ہیں لیک کیمیا ہیں ہم

تیرہ سبھی ہیں ہیں یہ بخت سنیہ کیمگر سایہ ہسما ہیں ہم

ہم ہیں جوں ولت و عارض خوبان گورپریٹ نہیں خوشنما ہیں ہم

یہ کراہا تیرا بیارا لم در کے ساتھ کسی ہسما یہ کو پیار نے سونے نہ دیا

ہیں ڈھونوں ہونکے زداں ہیں گہباون کو میری انجیر کی جھنکا نے سونے نہ دیا

بالیں پر اس کے شود پجاڑا ہسدو نازک بہتے، عشق کے بیمار کا دماغ

یہاں تک دوئے بدلئیں تے نہ دراہم اٹک کی جا چشم سے لخت جھوپیدا ہوا

میر کے طرز پر جھوپی بھروں ہیں بھی غریبین لکھی ہیں شلا

گو رکج فراع ہے اپنا داع اپنا چرد اغ ہے اپنا

کون کجھ حزن ہیں ہود ساز ایک دل سوز داع ہے اپنا

دھول درد آشنا جانے اور بے درد کوئی کی جانے

لئے اسی قافیہ اور دیتے ہیں میر کی ایک غزل کا مطلع ہوا

گرچہ آدارہ جوں صبا ہیں ہم لیک لگ چلنے ہیں بلا ہیں ہم

تیر کی اس غزل پر ظفر نے غصہ بھی کھانا ہے، جو اس کے دلوان جلد اول ۱۹۴۰ پر طاحظ ہوا،

ناب

ظفر

بہ کمان کچھ لاروگل ہیں نہیاں ہوئیں
 داد اس صورت کدیں کجھے ہی دیکھے
 صورتیں کیا کیا نظر سے اپنے پہنچن گئیں
 جس سے چارہ، آنکھیں تری لے آفت جان چین
 تیر سی اس کے بھر کے پار مرن گاں ہوئیں
 اسے ظفر دل کی پریشانی کا ہے میرے اڑ
 تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشان ہو گئیں
 یہ جو اس کا فرکی زلفیں ہیں پریشان ہو گئیں
 اللہ سے ذوق دشت فردی کریدمگ
 یہاں تکہ ذوق دشت نہی کر دن نہال
 پہنچتی ہی خود بخود مرے اندکھن کے پاؤ
 مونمن کی ایک غزل کا مطلع ہے۔

تمام دشنه میں جو لکھا تو یہ بھیکا کا خذ
 کربنا ہم گھر صفحہ دریا کا خذ
 ظفر نے قافر کے تغیر کے ساتھ اسی دلیل میں کئی غزلیں کی ہیں:
 جوش گری کا برا ہو کر ترے نامہ کو دیا اسکھوں سے بخی ہم کونہ لگانے کا خذ
 دل برتا ب کوتکیں ہو کی قاصدی کی بازی نہ اسے جنکب اس بار کی تحریر کا خذ
 غفرنے سے تقدم یا اس کے معابر شرعا کی غزلوں کے مقابلہ میں جو اس کی غزلیں نقش کی
 گئی ہیں، اکلا ہرگز یہ مثہلین کر
 ظفر ترے سخن کے دڑکنے کا خذ
 سخن کی تاب طاقت ہی نہیں رہی نہذان
 یا بد

سخنوری میں ظفر کوں تک سے ہم سمر
 قاتے بیچیں دل و داع و دیا

امداد سے شرم اُتے جو دش کو خوبیں پہنچا جا ب سے مز کو نقاب ہیں
 کبھی انہوں وہ اور حکم نہ ملیں ہیں یعنی مجھے جو دش ملے تو حکم ملے
 دش کی رات نہ باقون ہیں لگزار و ساری بس گئے ہو چکے گر ہیں تو سحر پر رکھو
 جس کو بچھے لب پان غریبہ مالیدہ میں مردان دیکھے پھولی وہ کہیں شام نہ ہو
 ہے ڈپٹہ سرخ جو دشک گل اور سے ہے با غمین گل پر قن جملت ہیں گل اور سے ہو
 حکوم کے ہونگے گریبان جاک گلشن ہیں ہیں گے بند قاتیرے گر کھے کے کھے
 نہیں بے سرخ دو بان جو دشکن پر بور دیکھے ظفر ہے بسا رشام شفقت
 جملک رخرا رخت ک کی بکی کو نہیں ہے ہوا کے جھو کے اس نے پر جب پن ہلاک ہیں
 یہ عالم بندی جس طرح ناسخ کے یہاں اعتماد سے بڑہ کر لیک و خیفت بن گئی ہے۔
 اسی طرح ظفر کے یہاں بعض اوقات بست ہی بتذل ہو گئی ہے، مگر اس قسم کے خارجی صفات ہیں
 ہیں ناسخ کے ساتھ طبع آزمائی کر کے ظفر اپنی تخلیل نگاری اور معنوں بندی کا
 ثبوت دیتا ہے، مثلًا:-

ناسخ کی اتنی پھیلا ہو تیرے ہے اتنی ناکہ
 نظر ملکہ وزلف ہیں ہوا س کارخ اتنی ناکہ
 ناسخ اسقدر نوش ہوئے جو جسے بخہیں
 نظر ہے شرارٹک خیں چشم طوفان زمین ہے
 ناسخ میری آنکھوں سے اگر بخت دل نہ ان ہر
 نظر تیرے دیوں کی آنکھوں جو پسکا اٹک گم
 اتنی نظر اسی طرح اتنی ناسخ کے ساتھ طبع آزمائی کرتا ہے۔

ہونک سو دگر نہ خم جگر دل محبت کا کیا مزا جانے

میر اور نظر کے ملتے جلتے ہوتے مضاہین ،

میر کی عشق خاتون سوز کے دل میں چھپی ہے آگ
 نظر داغ دل میں آگ تخت میں ختم ترین آگ
 میر جل جل کے سب غایت دل خاک ہو گئی
 نظر ہو گیا میں غاک ہل کر پروہی ہے سوز دل
 میر یارب ہمیشہ علیقی ہی رہتی رہن چھاتیان
 نظر جی بلا میں کیون نہ میرا یہ باتان سنگل
 میر العذری عنز لیسب کی آواز و عنز شش
 نظر آجائے گر ہوائے گھٹ ان نفس تک
 میر تیری ہی جھوئیں گم ہو اے کہ کہاں کھو یا
 نظر خرد کو ہوش کو طاقت کو کجی کو دین ایمان کو
 نظر میر کے زنگ میں خود میر عاصب کی روح سے خراج تھیں شامل کرتا ہے۔

یغزل پڑھتے اگر زم سخنان میں نظر کیونکہ تھیں کے لیے بچہ نہ سر میر ہے

ناخ و نظر | نظر کی قاد الکامی کا یہ مالم ہے کہ وہ متفاہد آگ میں کامیاب طبع آزمائی کرتا ہے،
 ناخ اور میر کا اختلاف ذوق ظاہر ہے، مگر میر کے بعد جب وہ ناخ کے زنگ کی طرف متوجہ
 ہوتا ہے تو وہ رند مشرب عاشق بن جاتا ہے، اور اس کو چکا گی ویسا ہی کامیاب رہ لوز دنظر تما
 ہے، مثلاً :-

کرتا ہے قتل وقت جواب سخن بھجے ہنس دینا ان کا اور نہ کہن جھا بسے

آتش سوزش دل کا میان کچک کچک کیا تھا اتھکو
 موں ہو کر بگئی سن کرم اف نہ شیع
 ظفر دیا بھائے گر مرہ اشک با رشیع
 آتش دار دل کی روشنی کافی ہو آتش گورین
 غم نہیں اس کا نہ ہوا اپنے سرد فوج راغ
 ظفر اس دل جس کو جا ہے کیا گور کا چڑاغ
 آتش کٹوائی ہے سر شمع جو ثابت قدی می سے
 ظفر ہر اک آنزو کا قطہ پر جودا نہ کر با کامسا
 آتش جوش جنون نے گوکر مجھے زد کر دیا
 ظفر ہے میے اٹک خون سو ظفر و عشق ہیں
 سراپا مکاری کا جتنا کمل غوڑہ ظفر کے یہاں ہے، وہ کسی اور شاعر کے یہاں نہیں بخوبی
 کے اوصاف و لوازم کی تصور کیجئے چنانہ میں تو اس نے پوری پوری غزلیں کی ہیں، جن میں
 زیادہ تر رنگ ناسخ و آتش کا ہے، لیکن بعض اوقات زبان کی سادگی، بیان کی بیضی
 اور خیالات کی جربتگی میں ظفر ناسخ و آتش سے بھی بہہ جاتا ہے، مثلًاً ظفر زاعت یا رکو کا می
 گھٹا سے تشبیہ دیتا ہے۔

کھول کر زلف سے اس نے جو دیکھا آئینہ صاف دیا پر نظر کا لی گھٹ سی آنگی
 کھول دی اس نے ہرق فشان جو دل دل کیا زین سے جھوم کر بدی برسنے لگی
 زلف کو کھول کے آئینہ جو دیکھا تو نے زنگ بدی نے بھی کیا بیب جھون پے
 دھان پے زنکو قمر سے دہن دامان سحہ تیرے عاز من پا اگر زلف گر گیرے ہے
 زلف اس نے سے جو سر کی تو یہ بوجانہ کجھ اے ظفر مہ نکل آیا جو گئی ہٹ بٹی
 آتش اور ناسخ نے بھی زلف یا رکو کا می گھٹا سے تشبیہ دی ہے، مگر ان کے یہاں صرف

آتش ہے نے کو ڈا بٹ شوخ دنگ سرخ
 کندن کا اور آگ میں ہر تباہ گسخ
 نظر کب چشم ساری تری مت خواب سرخ
 اس جامن لگوں میں ہر رنگ شکاب سرخ
 آتش دل دستی بت کا ز پا بسہ ہو یارب
 شہن کا بھی دب جائے ن پھر کتے ہاتھ
 نظر فراہ بسرا تاہے اس عشق کے شیرین
 آتش تبدیل شب وصل سے ہو روز جدائی
 نظر ہے جی میں تنا یہ کہ سوتے ہیں تو گاہے
 آتش ستی میں طلبگار تو ساقی سے ہے ہے کاہے
 نظر دل ہتھیں اس کالیا پر ہے یہ نظر حال
 آتش پاؤں کو ان کے چھوپیں نے تو ہنگ کر جوے
 نظر میں نے چوری کی جو شب زلف کو چھڑا تو کما
 آتش کرتا ہے ناز وہ شہر خوبان نئے نئے
 نظر ہاڑ دا و عمرہ تو ہیں شیروہ قدیم
 آتش رخار خط نکالے گا اس شاہ حسن کا
 نظر آغا ز خط سے کیا ہی نکالے ہیں دیکھ
 آتش ناک چنوار جی ہے کوچھ قاتل کی تلاش
 نظر دے کے دل قاتل بے جم کو چھروں کیندہ
 اور کیم کیم تو زور دبریان میں نظر آتش سے بقت لیجا تاہے، مثلاً
 آتش بچھنا لحد میں دل کا چھو لا تو دیکھ
 نظر غون جوش میں ہجتے ہیں ٹھیڈ دنگا زیر فاک

خال اب دت زلف یاہ فام و کھاؤ
 تارا مجھے مت یک سر شام و کھاؤ
 نین خاپر اس برجیں خال کا جل کا
 خدا جسے کریکن تیر و بخون کاتا رہے
 خال رخ یا رکشته ہوں لایا گردش میں ستارا مجھے
 دیکھے ہے خال رخ یا رکو یون طرول
 داش پر جیسے پڑے منع ہوا گیر کی آنکھ
 سوہہ صاد ہے چم اس کی کجھی طیفر
 خال سے کاتب قدرت نے بنی میلان
 لے ظفر اس خال پر بان لفون کئیں
 من کو اپنے ہیں یا کے ان کھا کر کھیلتے
 یہ سیاہی سے کلی اضنوں خال رخ ترا
 ہے بیاض اہ پر تنور میں لکھا ہوا
 چشم پار کون ناخ اور ظفر جام سے تبیہ دیتے ہیں، ثلا
 ناخ کر دیا ہو چشم و گروں جانان نہست
 سانے سے ساقیاں شیشہ دساغواٹا
 ظفر ہم کو اس دوہیں ہو کیون طلب سائز
 یہ توجہ ہو کر تری نرگس مخورہ ہو
 ناخ چشم ساقی سے ذکیون عشق ہو میرید کو
 کون شیشہ ہو بخلاف جس کو نین جام سوکام
 ظفر مجھے سو جھے ہے یکنیت جہاں کی
 وہ چشم سست ساقی جام جھے ہے
 قامت یا پر ناخ، آتش اور ظفر تینوں نے طبع ازمائی کی ہے،
 ناخ کون ہو جنین مرتا ہے تری قارت
 کیون ہو سروچن قالب بیجان ہوتا
 آتش سر دگر جانین گے گل ناکین مل جائی
 پاؤں کھے تو چن یہن وہ سرفراز اپنا
 ظفر صدتے اے ٹرک چن اس تدمون کئے ترے
 سید حادیا کوئی سر جپنی ہو دے تو ہو
 نزاکت یا پر آتش و ظفر کی شاعران تھیں دیکھے،
 آتش وہ نازین یہ زراکت میں کچھ بیگانہ ہوا
 جو پسی چدوں کی بدھی تو دروشانہ ہوا
 ظفر گیزراکت ہو کر کل عکس درگوش سو آہ
 پڑا بوجو کر در داں کے ہوشانے ہیں

ایک ایک شعر ملا،

آتش کم نہیں کافی گھاسے یار کی زلف بیاہ دیکھ لے طاؤس کا فر کو تو چلانے لگے
نارخ ہمیشہ ہتھی ہیں زلغین عذر اتابان پر عجب ہے چاند کہ ہوتا نہیں ساحب جدا
زلف یار کی ناگن بنیل اور زخمیر سے تشبیہن آتش، ناخن، او نظر کے یہاں کا بڑت
ہیں، مگر مند رہہ ذیل اشارہ نظر کی ندرت تخلیل اور جدت طبع کا نمونہ ہیں جو ناخن اور
آتش کے یہاں نہیں۔

زلف یون روے عرق الود پر مہرے سچ جون ناگن گھون پر چاٹنے اول آنے

زلف یون چہرے پہتی جو ہوا سے اسکے جس طرح مارسیہ کھائے ہوں باہم کے بل

رخ گھن پر تیر کمان ہے زلف خمگشتہ بجمت بخربنی علمہ گرو رواب اُتھش ہے

اسکنی لف پر عرق گرا بر تر بن جملے گی بر ق تو میری بھی آہ پر شر بر جائے گی

ہساد و زلف کو مصححت خسک غنیبی کو پھیلے سوئے قرآن باون اس کو بچنے کا ف

ند اعفو نظر کے اس صنم کی زلف سو دکو کرید حاملان اور وہ کچھ طبع کافر ہے

زلف اس روکت بی پر نظر سورہ والیسیل ہے قرآن ہیں

صحفت خسار پر کافر تے گیسو ہیں وو بے تاشا حافظ قرآن ہوئے بند ہیں

لکل عجب اندان سے بے رخ یہ تری ز ایسا خط تعلیم ہیں بھی لام نہ بایا

غال و رخ یار پر نظر فے جو صمدون بندی کی ہے، وہ بھی آتش اور ناخن کے یہاں نہیں

چشم مت بت مو نوش ہی غال نہیں نیلوفر کا ہے دھرا ساغر لبر زی پگل

غال ہے دنبال اچشم فون گر کے تے نیلوفر کا بچوں ہو، یا شاخ عنبر کے تے

غال و رخ پر زلف کب ہاں سربر ہجندہ شاخ بنیل نیلوفر پر یہ مگر جنید وہ ہے

حاورات کو اپنی شاعری میں محفوظ کیا، اور اپنے زور بیس سے پرانے اسائدہ فن کی یاد تازہ کی، کیا اس کو ہم ایک قادر الکلام شاعر اور استاد نہیں کر سکتے ہیں؟
 سخن دلان دخن گوون تو دنیا میں ہزادن ظفر پر جنم تیری سی خنگوئی نہیں کی
 بے شہداء اس کی شاعری معابرے خانی نہیں، گو وہ خود قویہ کہہ گیا ہے:-

آج کس ہل سخن کو مقدمہ مقدور سے کر سکے جو لے ظفر تیرے سخن پر اعتماد
 تاہم جس نے بیس ہزار اشعار کے ہوں، ظاہر ہے کہ وہ سب اچھے نہ ہوں گے،
 خصوصاً جب وہ اپنے رنج والم اور اندوہ غم کو بھول کر تفریح بیس کے لیے اشعار کرتا ہے
 تو اکثر ان کا زنگ بست ہی شوخ ہو جاتا ہے۔ اور ان کے مصائب میں جرأت کی حاملینہی
 سے بھی گر جاتے ہیں، یا جب وہ محن شکل قوانی اور سکاخ زینوں کی خاطر اشعار کرتا ہے
 تو وہ بھی بہت ہی سمحوئی صورت کے ہوتے ہیں اور خدا کو اس کا احسان کرنا کشکل قوانی اور زینوں
 میں اعلیٰ میار کا شرکن شکل ہے۔

ظفر ہے تری غزل کی دنگلاخ نہیں کتنے لکھنور کی دھار گر جائے
 پر بھی صرف اپنی قادر الکلامی کے اظہار کے لیے غزلیں لکھتا ہے، اور اپنی جدت اور
 ذہانت پر تعلیٰ کرتا ہے۔

جنین سخن کا بے دعویٰ ذرا کھوان سر کرایی جلد قدم تم کوئی غزل تو کرو
 لیکن ظفر کے پوسے دیوان پر خود اسی کا ایک ثوبہ بہت ہی جات تبصرہ ہو سکتا ہے،
 کوئی غزل پر اپنی جذبات اگے تیری غزل کے ہو شورناد سے اسکو ظفر اک اس میں کا
 یعنی ظفر خود اس کا خواہ ان تھا کہ اس کے دیوان کا انتخاب ہو، مگر اس کو ز خود اتنی
 فرست نصیب ہوئی، اور نہ کوئی اس کا قدر داں پیدا ہوا، کہ میرا اور غالب کی طرح اس کے

اکثر نذیر کرت پری میں دیکھی تھی حربین نہیں کرت تھی
 جو بار بچوں نے اس پہنچا تو بوجہ خدا ہمہ زدن کا
 ظفر پڑھا افسوس سے نہ کرت کہ اگر زلفت کا لکھن
 بوجہ ذات فوجیکی وہ کمر اور بھی ہے
 ناخ اور آتش اپنی جگہ پسلم الشہوت استاد ہیں، لیکن ظفر کے اشارہ میں نہیں
 خصوصیت یہ ہے کہ اس کے طرزیان میں تھافت، اقصع اور آور دینیں، شاید اسی وجہ سے کہہ گی ہو کہ
 اے ظفر! یک ہے تو فن سخن میں است یہ کون قائل ہوں تریخ اسخ و اتش و نون
 نامہ ظفر کی شاعری پریمری طویل خاص فرمائی ناظرین کے لیے بار خاطر ہو رہی ہو گئی، مگر یہ طوالت
 شاید اس کا رو عمل ہے، کہ ظفر جس نے ہماراون اشعار کمکرا پتے فون جگر کو کافی صفحون پر بہایا ہے
 اسکو باقاعدہ طور کو ادنی وجہ کا شاعر ہوا ذوق کے خوان ادب کا محض زندہ باغجا باتا تھے ٹالانکہ
 الشافت ہی جب اہل سخن میں نہ ظفر چاہے سخن کی اپنی کرنی ان کو دادعا کے
 اس کی شہرت کو رسیکے زیادہ نقصان مولا نام سمجھو جیسیں اُزادے سے پہنچا جنہوں نے اس کے
 کلام کے مجموعوں کو سرتاپا "ذوق کی طرف منسوب کر دیا اور ایک زمانہ تک اہل ترقی
 اس کی شاعری کو ذوق کی کمائی بھکر قابل انتفاع نہیں سمجھتے تھے لیکن ارباب نظر نے
 اصل حقیقت کو دکھا کر اس غلط فہمی کو دور کیا، اور ظفر! یک مستقل شہزادہ اگر مگر پھر بھی فاتح میں
 اور ذوق کے آوازِ شہرت کے ساتھ اس کی شاعری درب گئی، اس سے ملا وہ اہل فون
 کی طبعیتین بھی پہل گئیں، فاتح کی فلسہ طرزی، موسم کی بندر پر دازی، اور دوزن کی
 ولشیں فارسی ترکیبوں کے ساتھ ظفر کی شاعری اچکی اور بے مزہ ہو گئی،

ظفر کی شاعری میں فاتح اور موسم کی سجن طرزیان گونہ سی لیکن تحلیل کلامی کا واردہ
 سنگ بھی نہیں، جس نے سونے و گداز اور حزن و ملال کا صحیح مرقع کھینچا، اخلاقی مسئلہ اور
 صوفیانہ نعمات کو عام قلم بنایا، سادگی اور سلاست بیان کا ہل نہ نہ پیش کی، قلم و معلق کی زبان اور

شہزاد

ہندوستان میں تیموری سلطنت کے بانی یعنی بابر کی اولاد زیرین میں ہمایوں کے علاوہ
آٹھ اور نوڑ کے پیدا ہوئے، کامران، علگری، ہندال، اور باریل، فاروق، شاہ رخ اور جم
جن میں موخر الڈ کر پانچ کا انتقال اسی کی زندگی میں ہو گیا لیکن ہمایوں، کامران، علگری
اور ہندال اس کے ساتھ پروان ہڑتے، اور اس کی علم پر صحبت میں تعلیم و تاویب سے
پیغایاب ہوئے، اس کی موت کے بعد اس کے رُکون کو دراثت میں تھا اس کی شجاعت
وال لعزی اور پامدی ہی نہیں، بلکہ علم وہنگا مرکز کا شروعی کا ذائقہ بھی تھا،
مرزا کامران بابر نے اپنی ہنگامہ پر در زندگی کے باوجود کامران کی نہ ہبی اور بخلاف
تعلیم کے لیے اپنی مشورہ منوی بین لکھی، اور اس کے ادبی مذاق کے لیے اپنی ترک کے
مطالعین دی، اس کے ذوق شعری کو فروع دینے کے لیے اپنا منظوم رسالہ والدیہ اور اپنے
اشتار تھنے میں بیٹھے، اور یہ علم وہنگی پاشنی کیلئے جہاں جہاں گی، وہن کے کتب خانوں سے
اس کے پاس کتا پہنچ جائیں، چنانچہ بابر کی کوششیں رائجہان نہیں گئیں، مرزا کامران
سخن گوئی و سخن دری کا مالک بنا،

اس کا ایک دیوان راز کی دستبر سے معلوم نہیں یہ کتب خانہ خانوں خان ہٹہ
میں محفوظ رہ گی ہے، اس میں مرزا کے ترکی و فارسی کلام ہیں اتر کی میں ۳۴ غزلیں، تین تعلیم
چھسیں رباعیاں چودہ مشقیاں اور کچھ مفردات ہیں، اسی طرح فارسی میں ۷۳ غزلیں

دیوان سے بھی اپنے اور عمدہ اشخاص منتخب کر کے راک مجموعہ تیار کرتا، اب بھی اگر کسی صاحب
ذوق کی کوشش سے اس کے دیوان کا انتخاب شائع ہو جائے تو یہ کہتے ہیں تاں نہ چوکا کر
پڑئے تو نے کیا تاریخن یہن گوہر منی ظفر تھیں کن ن بخن ہن بستے سخنان ہن
اور شاید یہ بھی کہ
تر ریخن وہ مرے دار ہے کہ حشر تک بین گے اسکے ظفر طبع نکتہ دان پڑے

محاورات کو اپنی شاعری میں محفوظ کی، اور اپنے زور بیج سے پرانے اساتذہ فن کی یاد تازہ کی، کیا اس کو ہم ایک قادر الکلام شاعر اور استاد نہیں کر سکتے ہیں؟

سخن ان وحجن گویون تو دینا میں ہزار فن
ظفر پر ہم نے تیری سی خلگوئی نہیں کی
بے شبدہ اس کی شاعری معابرے خالی نہیں گو وہ خود قوری کر گیا ہے:-

آج کس بہل سخن کو اسقدر مقدور سے کر سکے جو نے ظفر تیرے سخن پر اعراض
تاہم جس نے یہیں ہزار اشعار کے ہوں، ظاہر ہے کہ وہ سب اچھے ہوں گے،
خصوصاً جب وہ اپنے رنج و الم اور اندوه و غم کو جھوٹ کر تفریح بیج کے لیے اشعار کرتا ہے
تو اکثر ان کا زانگ بست ہی شوخ ہو جاتا ہے، اور ان کے مصائب میں جرأت کی معاملہ بندی
سے بھی گرجاتے ہیں، یا جب وہ سخن شکل قوافی اور سنگلاخ زمینہن کی خاطر اشعار کرتا ہے
تو وہ بھی بست ہی مجموعی درجہ کے ہوتے ہیں اور خود اکو ان اچاس تھا کہ شکل قوافی اور زمینوں
یہیں اُنیٰ میدار کا شرکمن شکل ہے.

ظفر ہے تری غزل کی دنگلاخ زمین کتیخ نکر سخنور کی دھار گرجاتے
پھر بھی صرف اپنی قادر الکلامی کے اظہار کے لیے غزلین لکھتا ہے، اور اپنی جدت اور
ذہانت پر تخلی کرتا ہے.

جنین سخن کا ہے دعویٰ ذرا کو ان سر کرایی جلد رقم تم کوئی غزل تو کرد
لیکن ظفر کے پوسے دیوان پر خود اسی کا ایک ثبوت ہی جات تبصرہ ہو سکتا ہے،
کوئی غزل پڑپنی جنماز ان آگے تری غزل کے ہو شورنادے اسکو ظفر کا اس میں کا کا لے سیں کا
یعنی ظفر خود اس کا خواہ ان تھا کہ اس کے دیوان کا انتخاب ہو، مگر اس کو ز خود اتنی
فرصت نصیب ہوئی، اور نہ کوئی اس کا قدر دا ان پیدا ہوا، کہ میر اور غالب کی طرح اس کے

آتیں نہیں راکت پری ہیں دیکھی تھیں نیز راکت تھیں
 جو ہر بچوں کا اس نے پنا تو بوجہ خلیلہ زادہ کا
 نظر چند افغان سے نہ راکت کہ اگر راست کا مکن
 بوجہ ڈاسے تو بھلکتی وہ کمر اور بھی ہے
 ناخ اور آتش پری پنچ جگہ پسلم التیوت استاد ہیں، لیکن ظفر کے اشعار میں نایاب
 خصوصیت یہ ہے کہ اس کے طرز میان میں تجھٹت، اصنیع اور اور و نین، شاید اسی وجہ سے کہہ گیا ہو کہ
 اے ظفر ایک ہے تو نہ سخن میں اس تھیں کیون قائل ہوں ترخی ناخ آتش و نین
 ناتھ | ظفر کی شاعری پر سیری طویل خاص فرمائی ناظرین کے لیے بار خاطر ہو رہی ہو گئی، مگر طوال
 شیداں کا رو عمل ہے، لکھنے ہر اور دن اشعار کیکرا پتے نون مگر کو کافذ کے صفحون پر بیا یا
 اسکو بیا تو عام طور کو ادنی دفعہ کا شاعر ہوا ذوق کے خوان ادب کا مخفف زلہ با محاجہ با تائیتے، حالانکہ
 اضافت ہی جب اب سخن میں نہ ہو ظفر چاہے سخن کی اپنی کوئی ان سو دو دھکے
 اس کی شہرت کو سب سے زیادہ نقصان مولا نام مسعود حسین آزاد سے پہنچا جنمون نے اس کے
 کلام کے غمودون کو سرتاپا "ذوق کی طرف نسب کر دیا اور ایک زمانہ تک اہل تطبی
 اس کی شاعری کو ذوق کی کافی بھکر قابل التفاق نہیں سمجھتے تھے لیکن ارباب نظر نے
 اصل حقیقت کو دکھا کر اس فلسطینی کو درد دیا اور ظفر ایک مستقل شاعر بنایا مگر پھر بھی غالب من
 اور ذوق کے آواز شہرت کے سامنے اس کی شاعری دب گئی، اس نے ملا دوہا اہل ذوق
 کی طبعیتین بھی بدیل نہیں، غالب کی نسلہ طرازی، مومن کی بلند پروازی، اور ورنہ نہ کی
 و نین فارسی ترکیبیوں کے سامنے ظفر کی شاعری کا حصہ کی اور بے نہ ہو گئی،

ظفر کی شاعری میں غالب اور مومن کی سمجھنے طرازیان گونہ سی لیکن تصادم اکلامی کا دارہ
 تنگ بھی نہیں، جس نے سوزن و گداہ اور حزن و مطالم کا صحیح مرقع کھینچا، اخلاقی مسائل اور
 صوفیانے نگات کو عام فهم بنایا، سادگی اور سلاست میان کا اعلیٰ منزہ پیش کیا، قلم و بھلکی کی زبان اور

خال اب رتے زلفت یاہ فاہ دکھا
 ندار مجھے مت ایک سر شام دکھا
 نین خاپر اس مر جین کے غان کا جس کا
 غذا جسے کرید کن تیر ہجتوں کا تارہ
 خال رخ یار کاشتہ ہون لایا گردش میں ستارا مجھے
 دیکھے ہے خال رخ یار کو یون طاروں
 دان پر جھیسے پڑے مرغ ہوا گیر کی انکو
 سوہ صاد ہے چشم اس کی کہ جن قیصر
 خال سے کاتب تقدیرت نے بنی ہلوق
 لے ظفر اس خال خ پر بان نفوذ نہیں
 من کو اپنے ہیں یا کے در کا کھیتے
 ی سیاہی سے کل اصنون خال رخ ترا
 ہے بیاض دا پر تنور یہ میں لکھا ہوا
 چشم یار کون ناخ اور ظفر جام سے تباہ دیتے ہیں، مثلاً
 ناخ کو دیا ہو چکم و گروں جاذن نے ست
 سامنے سے ساقی اب شیشہ دسا گواٹا
 ظفر ہم کو اس دوہیں ہو کیوں ٹلبے از
 یہ تو جب ہو کر تری زگس غور نہ ہو
 ناخ چشم ساقی سے نکیوں عشق ہو میری دکھ
 کرن شیشہ ہو بھلا جس کو نین جام کو کام
 ظفر مجھے سر جھبے کیفت جان کی دچشم مت ساقی جام حبہ
 قاست یار پر ناخ، اتنش اور ظفر نیوں نے طبع آزمائی کی ہے۔
 ناخ کون ہو جنین مرتا ہے تری قامت
 کیوں نہ ہو سوچن قابیجان ہوتا
 اتنش سرگزبائیں گے گل ناکیں مل جائے
 پاؤں رکے تو چن یعنی وہ سرفراز اپنا
 ظفر صدقے اے شکر چمن اس قدموں دیکھے
 سیدھا دیں کوئی سر جمی ہو دے تو ہو
 نزاکت یار پر اتنش و ظفر کی شاعران تحسیں دیکھے،
 اتنش وہ نازنین یہ زراکت میں کچھ بیکار ہوا
 جو سپنی چھوٹوں کی بیجی تو دوشا نہ ہوا
 یہ پڑا بوجہ کر در دا اس کے ہوشانے میں
 ظفر گینزراکت ہی کر کل عکس دیکھوں ہو آہ

ایک ریک شعر لاء،

اُتنے کم نہیں کافی گھنے سے یا رکی زلف سیاہ دیکھ لے طاؤس کا فر کو تو چلانے لگے
ہم سعی ہیشہ رہتی ہیں زلفین عذر تابان پر عجب ہے چاند کہ موتا نہیں حساب جد!
ڈلت یار کی ناگن بینل اور زخم سے تسبیہ میں آتش نامسخ، اور ظفر کے یہاں بکثرت
ہیں، مگر من درجہ ذیل اشارہ ظفر کی ندرست تکھنیل اور جدت طبع کا نہیں ہیں جو نامسخ اور
آتش کے یہاں نہیں۔

زلف یون رو سے عرق الود پیدا ہے صبح جون ناگن گھون پڑھانے اور نئے

زلف یون چہرے پر ہتھی جو ہوا سے اسکے جس طرح ماریسے کھاتے ہوں پاؤں کھلیں

مرخ گھن پر تیر کھان ہے زلف نہ کشنا بہم بھر خوبی حلقہ گروہ اب آتش ہے

اسکی لٹ پر عرق گرا بر تر بن جائے گی برق تو میری بھی آہ پر شرہ بن جائے گی

ہساد و زلف کو تم صحبت نہ کر غصب ہے کو پھیلے سوئے قرآن باوان س کو بیٹھ کا دن

غدا مخفوظ کے اس صنم کی زلف سو دکو کریدہ حاملان دود وہ کچھ طبع کافر ہے

زلف اس روکت بی پر ظفر سورہ والیل ہے قرآن میں

صحبت اخبار پر کافر تے گیسو ہیں دو بے تماشا حافظ قرآن ہوئے جندہ ہیں

لکھی عجب انداز سے ہے مرخ یہ تری ز ایسا خط تیلس میں بھی لام نہ بایا

تعالیٰ مرخ یا پر ظفر نے جو ضمون بندی کی ہے، وہ بھی آتش اور نامسخ کے یہاں نہیں

پشم س بت مو نوش بی تعالیٰ نہیں نیلوفر کا بے دھر اس غربہ بیرنی پر گل

تعالیٰ ہے دنبالہ حشم فون گر کئے نیلوفر کا بچوں ہو، یا شاخ عنبر کے تے

تعالیٰ مرخ پر زلف کب ہاں سر پر جب دیہے شدغ بینل نیلوفر پر یہ مگر جنیدیو ہے

محوارات کو اپنی شاعری میں محفوظ کیا، اور اپنے زور طبع سے پر نے اسماء فن کی یاد تازہ کی، کیا اس کو ہم ایک قادر الکلام شاعر دستاوین کر سکتے ہیں؟

خن دن و خن گوون تو دینا میں ہڑوں ظفر پر جہنے تیری سی سنگلوئی نین کی

بے شہد اس کی شاعری معاشرے خالی نہیں گو وہ خود تو یہ کہہ گیا ہے:-

آج کس اہل سخن کو سعد مرقد درسے کر کے جو لے ظفر تیرے سخن پر اعز من

تماہم جس نے بیس ہزار اشمار کے ہوں، ظاہر ہے کہ وہ سب اچھے ہوں گے،
خصوصاً جب وہ اپنے رنج والم اور اندوہ غم کو بھول کر قفریع طبع کے لیے اشمار کرتا ہے
تو اکثر ان کا زنگ بست ہی شوخ ہو جاتا ہے، اور ان کے ماضی میں جرأت کی معاملہ بندری
سے بھی گرجاتے ہیں، یا جب وہ مخفی شکل قوانی اور سنگلاخ زمینوں کی خاطر اشمار کرتا ہے
تو وہ بھی بست ہی معمولی ہدایت کے ہوتے ہیں اور خود اکثر اس تھاکر شکل قوانی اور زمینوں
میں اعلیٰ میار کا شرکمن شکل ہے۔

ظفر ہے تری غزل کی وہ نگلاخ زمین کر تین نکر سخنور کی دھار گر جائے
پھر بھی صرف اپنی قادر الکلامی کے اظہار کے لیے غزلیں لکھتا ہے، اور اپنی جدت اور
ذہانت پر تعلیٰ کرتا ہے۔

جنین سخن کا بے دعویٰ ذرا کو ان سو کر ایسی جلد قم تم کوئی غزل تو کرد

لیکن ظفر کے پوسے دیوان پر خود اسی کا ایک ثبوت ہی جان تبصرہ ہو سکتا ہے،
کوئی غزل پر اپنی جنمازان آگے تری غزل کے ہو شروع دے اسکو ظفر اک اس میں کا کاک اس میں کا
یعنی ظفر خود اس کا خواہ ان تھاکر اس کے دیوان کا انتساب ہو، مگر اس کو نہ خود اتنی
فرصت نصیب ہوئی، اور نہ کوئی اس کا تعدد داں پیدا ہوا، کہ میر اور غائب کی طرح اس کے

اُنتش نہیز کرت پری ہین و کمی نہ ہو دین نہیز کلت،
جو بار بھروسے کام پسنا تو بچہ اٹھیا ہر دن کا
ظفر چند المدد سے نہ اکت کر اگر نہ لعنت کا مکس
بوجہ ڈالے تو علکتی وہ کمر اور بھی ہے
ناج اور آنتش اپنی مدد پر سلم التثبوت استاد ہیں، لیکن ظفر کے اشعار میں نہیان
خصوصیت یہ ہے کہ اس کے طرزیاں میں تھافت، اتصفح اور آور و نین، شاید اسی وجہ سے کہہ گیا ہو کہ
لے ظفر ایک ہے تو فن سخن میں است کیدون قائل ہون تو فن آج اور آنتش مُون

ظفر کی شاعری پر میری طویل خامہ فرمائی ناظریں کے لیے بار خاطر ہو رہی ہو گی، مگر طوالت
شاید اس کا رو عمل ہے کہ ظفر جس نے ہزار دون اشعار کہکشاپتے فون جگر کو کافذ کے صفحون پر بھایا ہے
اسکو یا تو عام طور کر ادنی وجہ کا شاعر ہوا ذوق کے خوان ادب کا محض زلہ با صحبا جاتا ہے طالعکہ
الضاف ہی جب ایں سخن میں نہ ہو ظفر چاہے سخن کی اپنی کوئی ان کو داد دے کے
اس کی شہرت کو سب سے زیادہ فحصان مولانا سعید حسین آزاد سے پنجا جھونون نے اس کے
ہکام کے مجموعوں کو سرتاپا "ذوق کی طرف مسوب کر دیا اور ایک زمانہ تک ایں قریبی
اس کی شاعری کو ذوق کی کافی سمجھکر قابل انتفاع نہیں سمجھتے تھے لیکن ارباب بظر نے
اصل حقیقت کو دکھا کر اس فلسفہ کی کو در دیا اور ظفر ایک مستقل شہنشاہیاں مگر چھبھی فاتح من
اور ذوق کے آوازہ شہرت کے سامنے اس کی شاعری دب گئی اس لے ملا وہ ایں ذوق
کی طبعیتیں بھی پہل گئیں، غالب کی ملکہ طرازی، مومن کی بلند پروازی، اور دوزن کی
ولنشیں فارسی ترکیبوں کے سامنے ظفر کی شاعریاً سمجھکی اور بے مرد ہو گئی۔

ظفر کی شاعری میں غالب اور مومن کی سمجھ طرزیاں گزہ سی ہیں تخلیق لکھائی کا دارہ
ستگ بھی نہیں، جس نے سوندھ گدا اور حزن و مطالم کا صحیح مرقع کھینچا، اخلاقی سائل اور
حروفیہ نگات کو عام فهم بنایا، سادگی اور سلاستہ بیان کا علی منزہ پیش کی، قلم بھائی کی زبان اور

شہزادے

ہندوستان میں تیموری سلطنت کے بانی یعنی بابر کی اولاد ترینہ میں ہمایون کے علاوہ
آٹھ اور لڑکے پیدا ہوئے۔ کامران، علکری، ہندال، الود، باربل، فاروق، شاہ رخ اور جم
جن میں موخر الذکر پانچ کا استھان اسی کی نمدگی ہی میں ہو گیا لیکن ہمایون، کامران، علکری
اور ہندال اس کے ساتھ پرداں چڑھے۔ اور اس کی علم پر صحبت میں تعلیم و تاویب سے
فیضیاب ہوتے، اس کی موت کے بعد اس کے راکون کو دراثت میں تھنا اس کی شجاعت
الواحزمی اور پامدی ہی نہیں، بلکہ علم وہنر کا شوق اور شروع شاعری کا ذائقہ بھی ملا۔

مرزا کامران | بابر نے اپنی ہنگامہ پر درز نمدگی کے باوجود کامران کی نہ ہبی اور انلاقی
تعلیم کے لیے اپنی شہور شتوی بیان لکھی، اور اس کے ادبی مذاق کے لیے اپنی ترک اسکے
مطالعہ میں دی، اس کے ذوق شعری کو فروع دینے کے لیے اپنا منظوم رسالہ والدیہ اور اپنے
اشعار تھجھی میں بھیجے، اور چھ علم وہنر کی ماشی کیلئے جہاں جہاں گی، وہاں کے کتب خانوں سے
اس کے پاس کتا میں بھیں، چنانچہ بابر کی کوششیں رائجان نہیں گئیں، مرزا کامران
خن گوئی و سخن وری کا مالک بنا۔

اس کا ایک دیوان زبان کی و تیرہ سے معلوم نہیں کیسے کتب غارہ طاخش غان پڑھنے
میں محفوظ رہ گی ہے، اس میں مرزا کے ترکی و فارسی کلام میں ترکی میں ۳۰ غزلیں، تین نظمے
چھیس ربعایاں چودہ مشذیاں اور کچھ مفردات ہیں، دسی طرح فارسی میں ۲۳ غزلیں

دیوان سے بھی اچھے اور عددہ اشعار منتخب کر کے ایک مجموعہ تیار کرتا، اب بھی اگر کسی صاحب
 ذوق کی کوشش سے اس کے دیوان کا انتخاب شائع ہو جائے تو یہ کہنے میں تامل نہ ہو گا کہ
 پڑے تو نے کی تاریخن میں گوہر منی ظفر تمیز کن مخفی ہنساتے سخنان ہیں
 اور شاید یہ بھی کہ
 تاریخن وہ مزے دا رہے کہ ختم لکھ بین گے اسکے ظفر طبع نکتہ دان پڑے

گفتی کر انہست دلخیں گر خونم و گردانم
من بندہ قرمانم ہر نوع کر فرمائی
گردی نشین سازد در ہر دین سازد
مارا بتو دیارا اور است تو نافی
سو دلے کسی دارہ باز این سے سان
جاتے ہوئے اور دیاں این مل جانی
مزاكے کلام میں اس قسم کے صوفیاء غربات کی کی نہیں، دیوان کا آغاز تو ایک
ایسی غزل سے ہوا ہے جس میں شروع سے اختریاً صوفیاء احاسات اور معتقدات ہیں۔

چون یقتصود نشید پچ کے بہرا
بعد اذین خاک دپھ منان و سرما
کارما چون ز درستہ از اہد نکشود
بُوکَزِین پس ز حربات کث یہ در ما
بارگی سست و شب تیرہ هن زنکین
خوگر فیتم بد د غم عشقت بفرست
دم بد مدد و غم بر دل غم پر در ما
دہ که از شوق دلم می طبد و مضطیرم
کامران سو ختم از آتشی چران کے

ایک رباعی میں بھی یہی خیالات موجود ہیں۔

یاد بز کرم دری بر دیم بکشای زنگ غیر از دل مز نیم بزہ ای
پویند من از حبیل ملائق بگل اذہر د جهان سوی خودم راه نمای
ایک قطعہ میں کچھ بندہ و موعظت بھی ہے۔

اے برادر ز من شدن سخن کامران بہرہ در شوی شاید
دل بکار جان من کر ازان بار غم بر دل تو افسر زاید
کا عقیاب باز در نہ ترا کارو بار جان چ کار آید
کامران کی ہنگامہ خیز زندگی اور اس کا دردناک انجام نظر کے سامنے ہو تو یہ قطعہ

تین قسطے، چارہ باغیان، چار چھوٹی چھوٹی مژوان، اور یک ساتی نامہ ہے، فارسی کلام کو
پر و فیر مخطوط اخْت صاحبِ مظاہر (پریزیدنی ہائی کورٹ کی تھے) ڈاٹ کر کے یک پرمغز مقدمہ کے قائم
معارف پریس میں بچپا کر شائع ہی کر دیا ہے، جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔
مرزا کے کلام میں گو رضا من کی جدت، در خیال است کی بندی نہیں، لیکن تغزل کا
کا پورا زنگ موجود ہے، مثلاً:-

بادِ قیبان ہدم و ہمراز دیدم یار را	یار بَسَانَ كَنْبَنَ اينَ عَالَتْ دُشَوارَ رَا
وہ چبایشد بے قرار ان دا بد صبر و فزار	آنکمی بخت خرام آن سر و خوش رفتار رَا
دیکلم عمل او زینان کرمی دیزدگم	چون نگمه دار مزگری خشم گو ہر بار دا
غیر جانا ان در جهان چیزی بنداد دگر	ہر کر پر دار و زمیش این پر وہ پسدار رَا
کام ان نادم لمحہ و دست چیزے دلظر	تابکام خوش دیدم دولت دیدار رَا
اسے قادر نہ اے تو سرو گلتان حسن	روی دلا، ای تو لا راستان من
روی خوش ہوشت تازہ گلن باغ لطف	سر و قد کشت خل گستان حن
شمس و قمر انا ند، ماہ رفاقت نفتی	تاتو بر اور ده سر زگری بان حن
مرزا جب عشقِ مجازی کے بجائے عشقِ حقیقی کی کیفیات نظموم کرتا ہے، تو اس کا	کلام نہ سہ موثر ہو جاتا ہے، مثلاً

دین کر جمال خود اور استمدی ائی	دز پٹکست اڑی در عشق بیفرنی
چون بھرد بیارائی رخسارہ پرا فردی	خود گرفتی بکھ ماں ایں نیکی بابی
گر سر بگی باغم در ناظر خواہ بام	د سینہ تو بہنی د دیدہ تو پیدی
از صفر رخاست صدر نکتہ سیادیم	لے دے اذان نہ زکان راجح آڑی

ہر غباری کز را بہت خیر زد کھل سپشم میں محروم بادا
 خاک کو از ره لیلی خیر زد جائے او ویدہ مجھون بادا
 بندہ علم بگوش تو چومن صد چودارا و فریدون بادا
 ہر کہ گرد تو چور پکار نگشت او ازین دامہ بیرون بادا
 کامران تاک جان راست تبا خسرو دہر همسایون بادا
 ہمایون نے اس غزل کے صدم میں کامران کو حصار فیروزہ اتفاق دیا،
 مگر دونوں بھائیوں کی باہمی شفقت و محبت بست دونوں تک قائم نہ رہی، اپنے اپنے مصا
 کی بنا پر دو فون ایک دوسرے سے بر سر پیکار رہے، اور آپس کے نفاق سے دونوں کوئی
 دن دیکھنے نصیب ہوئے، ہمایون کو اپنے باپ کی سلطنت بنھانی تھی، وہ چاروں طرف سے
 شہمنون کے زخمیں ٹھرا ہوا تھا، اسے شہمنون کو پس پا کرنا، ان کے مکون کو تحریر کرنا اور
 تموری سلطنت کی بنیاد رکھنی تھی، اسکو ایدہ تھی کہ اسکے بجائی اس صیبتوں میں اس کی غنگاری اور رفت
 اتے اکبر امداد اول ص ۱۲۵، بھگال بیشیک سوسائی پر فیض مخنوظ اتفاق ہفت قیم کے
 استناد سے لکھا ہے، کہ نزکرہ بالاغزل کے ملا دہی غزل بھی اس موقع پر تھی تھی،

چشم بردہ قدر ایم شدایا مے چند دت آن شد کرنی جانب الگے چد
 آنکہ ہر گز نفرت سویا پسنا مے چند پشود گر کندم شاد بیث مے چند
 تاکے میل دلم رابرخت پے نبرد دولت دصل تو خواہم دلارے چند
 برصید دل مادا نے غال تو بس است ہر دم از دلست منہ بر سر ما دا مے چند
 اخرا بانی درندیم تو بامشین چیند باشد کرنی تو بید نے مے چند
 کامران دین غزل تو بھائیون بفرست باشد ارسال کند سوسے تو اغما مے چند

کتن مورا و عربت اچھر ہو جاتا ہو، ریک مشنی کی تمهید ہیں تو اس نے شاید اپنی زندگی
کا مرقع ہی کھینچ دیا ہے،

غافل از مکار آسمانِ کمن	تاچ ساز و جان بے سُرُون
رفت کار مزدست و دست از کار	میست کار مبفسیر ناز زار
نے زخمِ نشاط و عیش بے	نے زخمِ امید من لش
بکشیدم زبان غ و بسار	میست مقصود من ز جلد گمار

اس کی تنقی کہ

بیساقی آن سے کر خامی دہ زونیا و عقبی خسلامی دہ

اور یہ پوری ہوئی، وہ دنیا کے ہنگاموں اور آسودگیوں سے کنراہ کش ہو کر ساقی صیقی
کے اصلی میخانہ میں مخدو را اور سرشار ہو کر جان بحق ہوا، یعنی اسکی وفات کمہ میں یا متعین ہوئی،
درزا کی شرگوئی محض اس کی ذہانت و ذکاوت کا نتیجہ تھی، وہ حالات سے تاثر ہو کر
شر موذون کرتا، اور کمی کبھی نی ابدیہ اور بر جستہ کتنا تھا چند مثالیں ملاحظہ ہوں،

باپ کے مرنے کے بعد زمانہ کی عام روشن کے مطابق وہ بھی تخت و تاج کا خواہاں
ہوا، باپ نے اپنی زندگی میں اس کو قندھار کی حکومت عطا کی تھی، لیکن اس کے مرنے کے
ساتھ ہی سلطنت کی ہوس میں اس نے لاہور پر بھی قبضہ کر لیا، ہمایون نے اپنے باپ کی
وصیت اور کچھ اپنے مصالح کی خاطر کامران کے خلاف کوئی جارحانہ تحریکی، بلکہ اپنے فیلان
لکھکر اس کو کابل اور قندھار کے علاوہ پنجاب کا بھی مالک بن دیا، کامران نے تباہ ہو کر نکلا
میں ہمایون کی خدمت میں مندرجہ ذیل غزل پیش کی،

حن تو دم بدم افزون بادا طاعت فرغ و سیمون بادا

لیکن یہاں اس کی امید برنا، اُنی اور اس کو ہر قسم کی ذلتیں اٹھانی پڑیں، سیم شاہ نے پسے اسکی علیت کو نچا دکھانے کی کوشش کی، تاریخ وادی ہے:

مرزا کامران ہمایون شاہ کے یہاں سے جاگ کر سیم شاہ کے یہاں بن ہو گزیں ہوا
پہلی مجلسیں سیم شاہ نے کامران مرزا کے متعاقب طبع کے لیے تین شرجن ہیں ایک
اہل عراق کا، دوسرا فضلاست بندہ سستان کا، اور تیسرا افغانستان کا تھا، پیش کر کے کہا کہ
یہ اشارہ کیسے ہیں؟ کامران مرزا نے کہا کہ آپ شرکی خوبی کے متعدد سوال کرتے ہیں یا یہ
پوچھتے ہیں کہ کیس کے اشارہ ہیں؟ سیم شاہ نے کہا کہ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ تینوں شر
کس کے ہیں؟ کامران نے کہا کہ پہلا شر جو اپنے پڑھا وہ عراق کے مثل کا، دوسرا شر
اہل ہند کا، اور تیسرا افغانی ہا ہے۔ سیم شاہ اور تمام حاضرین مجلسیں نے مرزا کامران کے
فہم و فرست کی تعریف کی،

پھر بھی سیم شاہ کے دباری اس سے تحریر کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ اپنی ذہانت اور
وتگری سے ان کو خاموش رکھتا تھا، مطابقاً یوں لکھتے ہیں۔

سیم شاہ کبھی مرزا کو بلا کر شروع کرتا تھا، اور مجتہب لطفی سے گزرتی
تھی، مرزا ان تخلفات اور تورا صفت سے بہت نگ آگزندگی سے بیزار ہو گی
تھا، اور جعل کے لامرعن ذمہ دھتا تھا، افغانی ہندی زبان میں اس کا مذہن اڑا
تھے، اور جب وہ دباریں آتا تردد کئے کہ مورود (مرغ) آرہا ہے، مرزا نے سیم
کے ساتھ ایک مقیدہ باری سے پوچھا کہ مورود کس کو کہتے ہیں، دباری نے جواب دیا
کہ میں اللہ، ان کو کہتے ہیں، مرزا نے کہا کہ اگر اسی ہے تو سیم شاہ پیدا مورود ہے،

اور شیرش و اس سے بھی زیادہ۔ (تفہم التواریخ، ج ۱، ص ۲۹۹)

کریں گے، لیکن کامران جس نے باب کی محنت مرداز اور جوش عمل و راشت میں پایا تھا،
باب کے تحفہ و تاج کے حصول کیلئے اپنے تھمت آزمائی نہ کرنا، چنانچہ وہ ہمایوں سے الگ
ہو کر اس کا ہدیہ بن گی، ہمایوں نے شیرشاہ سے پہلے پہنچتیں کیا ہیں تاکہ کامران نے ان شکستہ
سے فائدہ اٹھانا چاہا، لیکن اپنی قسمت کے لئے ہوتے کو کیونکر ملا سکتے تھا، ہمایوں جب
تیرہ سال کی آوارہ گروہی کے بعد اپنی کھوفی ہوئی سلطنت کی ہزاری کے لیے نوٹا، تو پہلے اس
نے اپنے بھائیوں کے خلاف جنگ کی، کامران اس وقت کا بلیں تھا، دو ہزار بھائیوں
میں سخت جنگ ہوئی، کامران قلمیں مخصوص ہو گی، مگر ہمیں ک جنگ جاری رہی، جب
راہی طول کمپتی تو ہمایوں نے بھائی کو ایک رقم تکھا، جس کو ابو الفضل نے اس طرح درج کیا ہے

اسے برادر پر خود اسے عزیز جنگ جوان نہ تیراں کا درکار بھت کا درکار و موجب
قتل و آزاد مردم بیشتر است باز آتی دید مردم غیرے دلکھے جنم نہ است امر دین ہے
مردم گر کشته ہی شود فردوں سے قیامت،

بودخون ان قوم د گردشت بود دست ان جمع د دامت

ہان پر ک ب سلح رائے آ دری طرفی مردست بھائے آ دری

مگر کامران نے اپنی اولاد نرمی اور بلند عقلی میں سرشار ہو کر اپنے شرک کہ بیجا،

وہ سماں کے درکار گردھت کو پورہ برابر شریش آب دار و ہلہ

اس جنگ میں کامران کو شکست ہوئی لیکن وہ شکست ماننے کو تیار نہ تھا اور تھوڑے
وہ ہمایوں کے خلاف جنگ کرتا رہا لیکن قسمت نے اس کا کبھی ساتھ دیا، ایک بار شکست
کھا کر سلیمان شاہ سوری کے دربار میں ہبھی دہان اس کو اسید تھی اگر ہمایوں کے خلاف اس کو امام دھلی

ز قدر و شوکت سلطان نگفت چنی کم
زالقاتات بهمان سراسته و بغا
کلاه گوشہ دهستان با فاتح رید
ک سایر سرشن افکن چوت سلطانی
ان کوسن که همایون پرگیر طاری ہو گیا

کامران کے لیے دیا دراگنی همگیوں ہن اب کوئی پچھی باقی نہیں رہی تھی، همایون
جب کامل بارہ تھا تو اس نے سند کے تریب حج بیت اللہ کی ایادت انگل جوں گئی جما
کو رخصت کرنے کے لیے ہمایون جب اس کے خیمے ہن آیا، تو کامران کی زبان پر عصر
دو پچھتے ہوئے شرستے،

کلاه گوشہ دهیش برفلک ساید
ک سایر ہمچو تو شاہے نگندید سرداو
بر جانم از تو ہرچہ رسد جائے منت
گزاوک جا است و گر خیزست
ان اشارکی غلش ابو الفضل نے بھی محسوس کی، وہ لکھا ہے،

اگرچہ بیت ثانی بائب شکردار و، اسخن شناس دریابد کرازتکار است بر زیاست

آن خیزت (کہ جانہر دی و تھر بانی بوند) اینہا مظفر نداشتہ رقمہ فرمودہ،

کامران اپنے بچوں کو ہمایون کے حوالہ کر کے اپنی بیوی جو جنکیم کے ساتھ حج کو چلا گی،
اور وہیں زندگی کے یقید ون گذارے تین بار حج کی سعادت سے مشرف ہوا، آخری بار حج
حج کافر نصیہ ادا کر رہا تھا، کرت کے بیدان میں ا اوی الجھ شہزادہ میں اپنے بالک حقیقی سے
چالا، کامران کی موت پر قطعہ تاریخ ختم و غفرانے لکھا ہے، مگر ملا ہمایون کو کامران کی ذات

لہ فرزتہ مدد نہ کشید پریں، لہ اکبر نامہ بعد اول صد سے مومنا قاتم کاہی نے مند رہ بذل قطم لکھا،

کامران آٹک بادشاہی را کس زبودست ہمچو اور خرد

شہزادہ کامل بکھرہ دا نجبا بان بھت داد دتن بنا کل پڑر دیاقی خانیہ پڑیں

ایک موقع پیغمبر مسلم شاہ نے کامران کو اپنا خرستنے کو کہا، کامران نے جل کر برجتے یہ
شہر پڑھا۔

گردش گردن گردن گردن گرگرد بر سر اہل تیزان اقصان رام و کرد
پیغمبر شاہ بہت خیف ہوا، طاہر ایونی لکھتے ہیں کہ

پیغمبر شاہ فتوسے کلام ادا نہ تے این ادارا فرو بردہ بلوکلان بنیانی حکم فرمودا
مرزا حشمت بند ملا گاہ دار نہیں ہے

کامران یہاں سے نکلا تو ادھر ادھر بھیگتا رہا، کابیل جاہما تھا کہ ہبائیون کے آدمیوں
کے ہاتھوں گرفتار ہوا، کامران نے بے بس ہو کر ایک عرصہ شست کی بھیجئے، لیکن اس
کے دون پورے ہر چکے تھے، اس کا دہی سخن ہوا جو یہودی سلطنت کے ہزیست خود وہ
دعویٰ درون کا ہوا یعنی اس کی آنکھوں کی رشتی زائل کر دی گئی، جب اس نہ ت
سے وہ محروم ہو گی تو اس کا محبوب فلام بگ لوگ اس کے پاس آیا، وہ اس کے ہاتھ
کو اپنی آنکھوں سے لگاتا دری سخن پڑھتا تھا،

ہر جنہ کو حشم بخست پڑھ کر شاستراست بخشمی کر بے روی تو دیدہ
کتن حسرت انک شربے، فرشتہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہبائیون بھی اس کا عہد کر
انجام دیکھنے آیا، وہ جباس کے باس پہنچا تو کامران نے استقبال ہیں یہ شر پڑتے،

لئے تھبی انعامیں کچھ افکار، لئے پر فہرست مختلط اُنچھے سخن بیرون رج کے، یک مشکون (جرنل آف ڈبلیو
اینڈیکس) سر اسٹائی انڈن باتیہ ۱۹۷۲ء ص ۱۲۲ - ۱۵۱ کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس پورضادت کے ساتھ کامران نے
معذرت ہیں ایک غزال بھی تھی سخن بیرون کوئی غزال کرنے کے ایک قلمی نغمہ بلکہ اس میں ملی تھی لیکن غولی کے
سخن بیرون نے اس غزل کو پہنچنے مشکون ہیں نقل نہیں کی، اور نہی غزل کیز نہ کہ مطبوع نہ میں موجود ہے۔

صاحب بفت قلیم کرتا ہے:-

مرزا کامران در مغار شاعری پر دو مرکب سواری نموده ”
نواب حسین قلی خان عشق مؤلف تذکرہ نشر عشق نے لکھا ہے:

”طبع اطیعت و منی یاب داشت“

اس کے بعد مرزا کی موت پر جو قطعہ تایخ درج کیا ہے، اس میں بھی اسکی شرگوئی کے سلیقہ کی داد ہے۔

آخر بر ج سخن آن نکتہ دان وہ چشم از این جهان شد گرا
از سر جا ہش لفتم سال فوت کامران اسود در فردوس ہاے
محب انفاس کے مؤلف نے مرزا کامران کے حسب ذیل اشارہ کو خاص طور

پند کیا ہے:

با زو ما ان خود آن هنر بیلا زد است کس بدانش مگر دست تنازد است

عیب اچند کنی قصر صنان بشنز کر بیک جلوه رہش و خسرت بسازد است

سوئے مقصد نشاد از پیچ کے پیرما بعد این خاک در پریشان و سرما

صاحب محزن الغراب لکھتے ہیں

وے طبع موزون داشتہ و شری چون در گنون

صحیح گھشن میں ہے:

طبع سقیمش لطافت سخن را پشت و پناہ

دیوان کامران کے مرتب پر فیض حنوف اتحت صحب تقطیع این:

مرزا اقبال غزل گو ہے۔ اور جو کچھ اس نے کہا ہے، اس کے کلام میں صفائی اور

سے نتا یہ بڑی دلچسپی تھی، انہوں نے خاقانی کے زنگ میں اس کا تکم کیا ہے،
 ہر گز بیانِ عدیگی ہے و فاذکرہ ہر گز زششت چرخِ خدگ خطا زکر
 خیاطِ روزگار بیالے یقیں کس پیرا ہنسے دوخت کر آزاد قباد کرد
 نقہ نہ داد دور کر آزاد بدل نشد نرسے نیاخت ہر گر کران را وغا ذکرہ
 گر دون در آفتابِ سلامت کر لشاہ کورا جو صح روش نندک بغا زکرہ
 خاقانیا بحشمِ حبان خاک دلگن کو در حشتم دید ترا د دوا ذکرہ
 مرزا کی شرگوئی کی تعریف ہر زمان کے مرخون اور تذکرہ فویسن نے کی ہے،
 برا یونی نے لکھا ہے

”ہمیشہ باعل، و فضلا، صحبت می داشت و اشارہ او مشور است“ ۵۲

داودی میں ہے۔

مرزا کامران در شر آراء و شر فہمی طبیعت درست داشت

بقیر حاشیہ (تھی) گفت تاریخ او چین کا ہی پاد شر کامران بحکمہ در
 شر کامران خسر و نا مدار کو در سلطنت سر بکیوان راند
 بجود شد اندرون حرم چار سال بجی دل از قید عالم رہا نہ
 ز بعد رتوت حج چار میں با حرام رج جان بجانان نشان
 چود رخاب وسی در آمد شے عنایت نمود دسوی خوش فہم نہ
 گفت اذ پر سندت از فوت ا بگرشاہ مرعوم در کم ماند

لئے برا یونی ج ۱۵۹۷ء میں ایڈ

قتل کر دیا گیا، فرشتہ کی روایت ہو کہ قتل کے وقت اس کی زبان پر یہ شعر تھا،
 نلک بکشتن من رین قد شتاب کن بخواهم از سمت مرد هفڑا بکن
 اس کے بعد مزرا کامران کی کوئی اولاد نہ ہے زر ہی، اس لیے کی نے اس کی دفات
 کا قطعہ تاریخ نہ کہا،

نماد از کامران نام و نشانی تھے

عسکری وہنال | معاصر مورخون نے عسکری وہنال کا ذکر شرعاً کی حیثیت سے
 نہیں کی ہے، لیکن بعض تذکرہون میں ان دونوں کے نام شاعر و دشمن کی فرستیں دلیل ہیں
 مخزن الغرام بین ہندال کی ایک ربائی ہے، جندرت کے یا طاسے خوبی،

زان نظرہ ششم کر شیم سحری از ابر بعد اکرد بعد حیدر گری

تابر رخ نگل چکانڈا رشک پری حاکم ہزار بار پاکیزہ تری

اسی میں عسکری کے مندرجہ ذیل اشعار منقول ہیں۔

چنان بخیز دشمن ازو دری آن گھنڈارا ب کر ہرم گری بارہ میدہ بیس اختیار اسٹب

چنین کر خوئے گر فتم باشنا تی تو پاک می کندم آن فسدر جدائی تو

گوشہ مخانہ جائے دلکشا بو ده است بے سکلفت گر شمہ میخانہ جائے بے بودہ است

لے عسکری ارمست مای خوش باش د متفق بادہ و جائی خوش باش

گفتی بخرا بات نباشم بے او بایار اگر دین متعامی خوش باش

شاہ ابوالمعالی | ہمایون کی اولاد زیرینہ میں اکبر کے علاوہ صکیم مزاجی تھا، اس شزادہ کے

ذوق علم کا ذکر معاصر مورخون نے نہیں کیا ہے، لیکن ہمایون کا ایک داما دینی جو جنکیم

له فرشتہ صد و نکشور پریں تھے رہا من الشرا

سلامت کافی مبتک ہے، لگو خیالات میں کوئی نہ تھیں، اور نہ کلام میں چند بچھی معلوم ہوتی ہے، لیکن طرز ادا قابل سماش و داد ہے، کلام برجستہ و بخشنود نہیں ہے، اور بعض اشعار میں تصوف کی بھی جا شنی ہے۔

مرزا ابوالقاصم شوکتی مرزا کامران کی اولاد زیرینہ میں مرزا ابوالقاصم بھی باپ کی طرح شاعر ہوا، شوکتی تخلص رکھتا تھا، ہفت علم کا مرلٹ اس کو فظیں و ذکی تباہا ہے، اس کے اصلی الفاظ یہ ہیں:

مرزا ابوالقاصم در غایت فتنت و ذکار، در نهایت ملاحت و صفا،
بر شرگفتان میں تمام داشتہ و سجن نیکی رسید، در شوکتی تخلص می کرد، این دو بیت مراد است۔

یاد ہر شاند کہ مذلفت سخن سازدہ است	نزیر غم بدل غم زده مازده است
قہ کشتن من این قدر شتاب کمن	بخواہم از کشت مردانه بکش
ریاض، انشرا کا حصت لکھتا ہے کہ	

"رخارہ عالش بزیر داش و کال آرادت د پیر است بدی"

صحیح گفشن میں ہے،

در بزم در زم پریت و شوکت قدمی گذاشت یہ

مرزا ابوالقاصم اکبر کے حکم سے مدد گوا یار میں تھید رہا اور آخر میں اس کے حکم سے

لے دیوان مرزا کامران و تبہہ پروفیسر مخونڈا لحق صاحب، (مطلوبہ معارف پریس عالم گدھ)

لے ہفت علمی فتح بکال ایشیاگ سوسائٹی سے ریاض انشرا علمی فتح بکال ایشیاگ سوسائٹی لے صحیح گفشن ۳۹۵

لگے۔ نوعی تخلص رکھا۔ اشارہ خواص و عوام میں مقبول ہونے لگے۔

رفتہ رفتہ تقریبے پر سمع مبارک شاہزادہ عالی جادہ شاہزادہ دا ان (سینی دیناں)

شاہزادہ دا ان قدر دا ان نکتہ سنجان از روئے خواہش نوعی دا زمزایوں سنت خان

گرنہ داخل باب پسان محفل جنحت و شوکت خود گردانیہ..... چون۔

داخل عاداں آن شہزادہ عالی مقدار گردید۔ تصاویر غرا در درج آن جوان بخت

عالی تبارگفت لہ۔

ماٹر جی کا مرد کرتا ہے۔

بیت

شاہزادہ موی ایں (سینی دیناں) راصحت مولائی مذکور پن افتدہ در تی و تر

اور اکوشیہ ندو سریے نیازی اور افرق فقہ سای گردانیدند۔

دیناں کی فرمایش پر لانوعی نے، ایک منزوی سورہ و لگداز ملکی جس میں ایک ہندو

عود کے عشق کا تفصیل قوم ہے، عورت کا شوہر بیاہ کے دن ایک چھت کے گجائے

دبکر مگری، وہ سی بہنے چلی، تو اکبر نے اس کو ردن چاہا، لیکن شوہر کے عشق میں وہ اگ

میں کو دپڑی، اسی دا قدم کو نوعی نے دیناں کی فرمایش سے منظوم کیا ہے۔

نوعی کا قابل فرمادہ نامہ ساقی نامہ ہے، جس کے صد میں مزاعبد الرحم غنیمان

اس کو دس ہزار روپے اور ہاتھی گھوڑے غایت کیئے تھے، اس ساقی نامہ میں سات مرثیا

تھے، ابتدائی حصے طاحظ ہوں۔

تو فی او لین پر سیخا ہنا بیاد تو شبگیر پیانا

زمامت کر زنگ باب دا بروست ب بل پیانا بیک گرت

لہ سیخا ز مرقدہ ملا عبد النبی مرتبہ پور فیر محمد شیخ تھے ماٹر جی مدد ۳۴۲

کی لڑکی اور مرزا علیم کی بہن فخر الدن اکا شوہر میر شاہ ابوالعادی ایک خوش ذات شاعر تھا، اور ہندی شخص کرتا تھا، ماڈر الامر، میں ہے،

”شہ ابوالعادی خوش بیع و سیفہ بشر موافق داشت“

مرزا دانیال | اکبر کے یتن لڑکے تھے، علیم دانیال اور جن میں دانیال فارسی اور ہندی کا شاعر تھا، اس کے ذوق شعری ہاڈز کر کے جانگیر نے اپنی تزکی میں لکھا ہے کہ

”تفنگ دنکار سے کر ہتفنگ کن میں تمام داشت، یکے از تفنگہا سے خود را

یک وجہ از نام بنا دے بود، این بیت راخود گرفتہ فرمود کر بر آن نقش لکھنے“

از شوق شکار سے تو شوق جان ترقاز برم ہر کر خود دیر تر کر کے وہ بتا زہ

اس کی ہندی نتاوی کے بارے میں وہ قطراز ہے۔

”نہ ہندی مائل بود، گاہے بربان اہل ہند و با علاج ایشان شعرے می گنت
بد نبودے“

دانیال کے دبار میں شاعروں کا ایک مجھ رہتا تھا، انہی میں ملا محمد رضا نوی (المتو
ث) اور میر حسین کفری تھے،

ٹارمناؤنی خبوثان (خراسان) کے رہتے والے تھے، صفر سنی میں باپ کے ساتھ
ہندوستان آئے، مگر تھوڑے دنوں کے بعد وطن واپس چلے گئے، باپ کی ذات کے
بعد پھر ہندوستان آئے، اور مرزا یوسف خان کے دبار میں ملازم ہوتے۔ اس کے ساتھ میر
گئے تو بہان کی بہشت زاد میں ان کی طبیعت میں بھی رنگ و بو پیدا ہوا، اور طبع آزادی اگر

سلہ ماڈر الامر، میں جلد سوم ص ۵۹، ۱۸۷۲ء، نیز حالات کے لیے دیکھو کر نہ سرج ص ۲۰، ۲۱، طبقات اکبری
جلد ص ۶۹ و ۷۰، منتخب التواریخ جلد ۳ ص ۴۰، ۴۱۔ گہ تزکی جانگیری ص ۱۰، زلکشور پرنس

دلاوریزندہ میں اس طرح پیش کرتے ہیں،

تج سے واپس آگر اس نے مراد کے دربار میں رسمیٰ حاصل کی، اگر نے
شہزادہ مراد کو دکن کی حکم پر بیجا تھا، وہ ان اطراف میں فوجیں لیے ہوئے
پڑا تھا، نظیری چلتا ہے تھا، اس طرف جانکھا، دربار میں جانا چاہتا تھا کہ راہ میں ایک
قدر داں سخن کی نظر پڑی، اس نے بڑھ کر کہا کہ خوب موقع پر آئے، نور و زکار جشن
قصیدہ ملکھر پیش کیجئے، خود جا کر شہزادہ سے تقریب کی، چند بار اگر لوایا، دربار میں
مسجد بجا لانے کا دستور تھا، لیکن دربار کی شان و شرکت دیکھنے نظیری کے حواس جاتے
رہے، اس سے آداب اور آئین سب محبوں گیا، قیباں نے باز پس کی توجہ اب
دیا کر میں نے آج تک یہ شان و شرکت نہیں دیکھی تھی، اس سے حواس ٹھکانے نہ
رہے، ہر تمام واقعات نظیری نے خود قصیدہ مدحیہ میں لکھے ہیں۔ (شعراء بغم جلد سوم ص ۲۷)

اس قصیدہ کے خاص خاص اشعار یہ ہیں

و ان بساط کہ بر خود مر اشور نہ بود	ز د و د میدہ دان اولے بن اناو
بیسا پاک بر قوت آمدی مبارکیا د	یکم گفت کر لے نیب خشی مجمع امن
بڑا مجلس دا آئین جشن فرور دی ا	تو نیز جلوہ آئین نظم خواہی داد
آئین دو دید و بعفت و ہنوز پیدا یو د	کشف غزوہ کزین قطہ کر دہیا باد
چنان بپائی دولت شدم شتاب زدہ	کچھ بار سرم در مقام پا افتاد
ز بکر تیز ب آن بار گاہ در فشم	ادب ز پای خود بہاس بیفر از ناد
ز دل فریبی آئین و فر سلطانی	بچھا تین تم رسم سجدہ رفت از ناد
نماد سید کر لے روستا می ماورے او	چ خوب رکم ادب را بجایا در دم

بپا پرس نام تو دلجن
 کند شیشه رامی زبان هد هن
 زنامت که بیانه هر بست
 صراحی زمی بای تا سر بست
 بخوزی که منثوره هر محفل است
 نزندم تو بوسے کباب دلت
 شکر خنده بزمستان است
 صبور حین کافرین خوان است
 تو فی مجلس آرای ہشیار دست
 چو گل بر سرد ہم چو ساغربست
 نزدمت کرد صبح دل شام او
 چو غیرت خور کرد گل نام او
 گل و باده انش، گر راز است
 شب دروز زیر و ہم ساز است

میر حن کفری خراسان کار ہنسے والا تھا، تموریون کی علم فوازی کا شہرہ سنگر
 ہند و تان کیا اور شاہزادہ دانیال کے سائے عاطفت میں پناہی، ماڑھی میں بے،
 مدت ملازم شہزادہ خود رشید نواشا ہزادہ دانیال شد، در ملازمت ان شاہزادہ
 بختیار کل تقرب وزد دیکے ہم رسانید و قصائد غراہم ج آن شاہزادہ گفتہ۔

شاہزادہ کی رفات کے بعد عبد الرحمن خان خانان کی زرباٹیوں سے متنع ہوا،
 عبد الرحمن خان خانان کی شان میں بستے تھے اور باعیان لکھیں، ان میں سے
 ایک فیل میں دل کی باتی ہے، جس سے اس کے کلام کا اندازہ ہو گا۔

اس گوہ خود ز آئینہ بارگشت دین نظمت شب فتن گرد پست
 سیخوب ز مصروفی اذ طور نیافت آن بہرہ کر من یا فتم دخاک بہت
 مراد اکبر کے چھوٹے رُڑکے شہزادہ مراد کے دربار میں بھی شروع میں کا چہارہا، نظری
 نیشا پوری کی رسائی جب اس کی محفل میں ہوئی، تو اس کی تصویر مولانا شسلی اپنے

ولد شاہ قلی سلطان بخشی شکل بحیل متواضع اور غاکار ہونے کے علاوہ شعرو شاعری اور تاریخ و سیرے بھی ذوق رکھتا تھا ملا عبد القادر بہایوں کو اس سے بڑی محبت تھی اور اس کے حسب ذیل شعر کو خاص طور سے پڑھ کیا ہے۔

بِرْگَدَارْ تَوْچُونْ خَاکَ رَهْ شَدَمْ تَرْمَمْ
پَرْوَزْ جَانِيْجَرْ کَ رَكُونْ مِينْ شَرْ دَادْ پَرْ دَيْزْ نَبْعَدْ شَعْرُ شَاعِرِيْ اَوْ عَلْمُ وَ فَنُ کَ مَحْشَلْ سَجَانِيْ.
اس کے دربار کے بعض شعر، و فضلًا حسب ذیل تھے،

حکیم فغفوری گیلانی، نام محمد حسین، مولد لا یجان تھا، اس یے فغفوری لاحبی بھی کمالاتا تھا پسند، تھی پھر فغفوری شخص رکھا، ہندوستان آیا تو پر ویز کے دربار کو اپنے فضل و کمال روشنی بخشی اور اس کی شان میں بہت سے قصائد کئے، طب، بیاضی، موسقی اور شاعری میں کیا روزگار سمجھا جاتا تھا، میخانہ میں ہے:

حکیم فغفوری یگانہ سخن سرای ان دہرو نادرہ صیرف ان این عصر است..... اذکر
ناظران نامی این عدد عزیز شعر فہمی و تازہ گوئی بے انباز بود۔ (صفحہ)

اس دیوان میں قریب پانچ ہزار شمار تھے، ساقی نامر کے طرز پر ایک ترجیع بند لکھا ہے، جس کی ابتداء میں اپنے زور بیان کا مظاہرہ اس طرح کیا ہے،

ساقی بده آن بادہ کر خوشید شرار است	چون آتش گل ریز بہ اان پہار است
آن آتش بے دود کر مویش مجسیست	و آن بو فروزندہ کر سوزندہ نار است
چون غنچہ جامش زدم شیشہ بخت د	گوئی کر باب دہش زلب یاد است
آن بخار سن اب شو گیسہ یہ کش	هدست چمنصور مخیا زہ دار است

بساط عرش و تکبر، ترا چه پیش آمد
حريم کعبه و غفلت، ترا چه حال فتاو
جواب دادم و گفت بحیرم معذوم
که تا من بچین درونی نیگشت مشار
نیزی کشراوه مراد سے ڈرایلی سلیخ تھا، شہزاده کی موت پر اس نے بڑی دسوی
کے پاتھ مرثیہ لکھا ہے۔

لے نبم تیره رخ چون ارغوان کیاست
لے زم در ہے شرگیتی تان کیا است
شووق بحود حرمت تعظیم کترست
آن ناز صد و سرکشی است ان کیا است
بگ و شکو ذریخت، نفر از کجا خودم
بنکت شاخ برگ، مرآشان کیا است
کس راسروه در خود این تغزیت بنوہ
پیدا کیند کا دل این است ان کیا است
علقہ بشیون اند، و نگویند عائیت
صبر سخن شنیدن قتاب بیان کیا است

آفاق در مصیبت او محظی شدہ

این مرگ باعث المهدون شدہ

غم خاست، پیسا لئے از ساغر انگینه
شد بزم تیره پرده ازان رخ پرانگینه
شمع کرد ہر دشنا از دبود، مروہ است
پڑا نہ ابید و بخان کسرانگینه
دبزیم اوز صدقہ با تکم خرام نیست
این حلقہ را بمحن سرا بر در انگینه
بریجان جلوہ، بیا سمن عشود، بر یخنه
چینید و کم بیان قدیجان پر وانگینه
رفت آن کے کتاج باد سرفراز بود
پرسکنید خاک و کلاه از سر انگینه
خیزید تا پا آن سرتاپت دم زنیم
عرضی کیم و کار و داش عرش بسم نیم

نیزی نیشا بوری کے علاوه مراد کے دبار سعزاعلی بھی دا بستہ تھا، بہر زامل سیکھی

اور تم مرتضی کے خواں کرم کی ریزہ چینی کرنے کے بعد پرنس مہزادہ پرویز کے سایہ عاطفت میں پاٹی، اور کچھ مدحیہ اشعار کے ساتھ ایک ساقی نامہ اس کی خدمت میں پیش کیا جس کو اس کی مجلس کے تمام شرکار نے بہت پسند کیا، شہزادہ نے میخانہ کے مؤلف ملا عبد اللہ بن قزوینی کو اس ساقی نامہ کو میخانہ میں درج کرنے کے لیے خاص طور پر فرماں لیش کی، اس کے بعد اپنی اشعار ملاحظہ ہوں۔

دلا مرشدہ کا مرد تر نور دی ماست	مے ارغوانی نول افروز ماست
شہد رشک جنت گکستان ما	بہشت برین گذہ بستان ما
خواہیم جانتے بجز جام مے	بخوئیم نانتے بجز نام مے
چہ مو، آنکھ میخانہ اش بیان بو	چہ مے آنکھ..... مستان بو
من وہ کہ ہنگاستان نہم	چوہ تش سرا پا گکستان ششم

خود میخانہ کا مؤلف ملا عبد اللہ بن قزوینی بیوی میخانہ مہزادہ پرویز کی علم نوازی کا صرفت تھا، ملا عبد اللہ بن قزوینی مہزادہ امان اللہ مانی، مرتضی امامی، مرتضی امامی اور سردار غانم کے بے، لیکن وہ اپنے وہی مرتضی امامی کے قیام پڑنے کے زمانہ میں شہزادہ پرویز کی شروع شاعری کی مجلسوں میں بھی شرکت نہیں تھی، جنچہ اپنی تصنیف میخانہ میں شہزادہ کی جا بجا مددagi کی ہے:

شی کرہ مہزادہ است برویز	پناہ بی پناہا شاہ پرویز
غور مکان وشا و شاہان	سلطان زمان شاہ پرویز
ملا عبد اللہ کی سب سے اہم تصنیف میخانہ ہے جس میں شعراء متقدمین و متأخرین کے حالات کے ساتھ ان کے ساقی نامے درج ہیں، ہندوستان	

موج تمحش دل بُراز دست حریفان
 چون طرہ پرتا بک بر زمی نگار است
 خم کوی صلاحت می اتنی زدودی
 نے خشت بود بر سرم نگ فزاد است
 آن را ذکر از مشرق خم است صبحیم
 روز ش نشایم اگر روز ش نهار است
 آن را ذکر نظر نیت بر آینه جا مش
 بر غاست دل هر جان تابعی افتاد
 از عود این بحر دو عالم بکارت
 اد جلد کشی یاد گرفتیم راستاد
 مار خط بند او باز خط بند او

ریاضی میں اس کی ایک معید تالیف "رسانہ اصحاب" ہے۔

میر ملکی قزوینی، اس کا باپ میر طبیر الدین ابراهیم قزوینی کے ممتاز لوگوں میں سے تھا،
 لیکن قزوینی اکابر کے جود و سخا کی شہرت بن کر ہندوستان آیا، اور شاہی دربار سے وابستہ ہوا، اکابری
 وفات پر اس نے جو رثہ لکھا تھا، وہ بہت مقبول ہوا، اس کے کچھ اشعار یہ ہیں:
 واباس روزگار و مدار زمانہ رفت امر و زکر خدا ی جان از میا درفت
 آئندہ دار دیدہ اہل نظر گذشت و نق فرزی و فرائین کار غاز رفت
 سنگی رسید و نیشہ اہل وفا نکست در دا کر باعث سخن عار غاز رفت
 شایستہ اشی و سزا و اسراری مند نشین انجمن اکبر اد رفت
 زو سکد بر سر ز خور شید خاوری
 بر چرخ برد سکد، اللہ اکبری

اکابری وفات کے بعد جاں پر چھوڑس کے بعد امرا میر مدنگاہ، محابیت خان، غانہ بنا

لہ فرست کنجی دشادا و دادا پس پر شکر فت۔

علمی کملات پر وہ نئی وائے کی کوشش کریں گے، گرس کی تصانیف کی تاریخ دار ترتیب سے ناظرین کو خود اندازہ ہو جائے گا، کہ وہ کس طرح فتنہ نہ صفحہ اونماں اسلام سے بہت کر رہا تھا۔ تصوف اور پچھر مذہب کی طرف مائل ہو گی،

^{۱۰۴۹} ۱- سخنیہ الاؤلیا، دارکی یہ سپلی تصینیت ہے کہ جو اس نے اپنی ہمارے پھر کے پھریوں مالے ہیں لکھی، اس کتاب کے شروع میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بمارک سے، اور پھر خلفاء راشدین، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد کے ائمہ کے مقابر ہیں، اس کے بعد اولیاء اللہ کے احوال ہیں، جن میں قادریہ، قطبندیہ، حنفیہ، کبریٰ ویہ اور سہروردیہ سلاسل کا ذکر غاص طور پر ہے، ایک باب میں متفرق مسلمون کے صوفیاً کرام کے عجیب کچھ حالات ہیں، آخرین ازدواج مطردات، اور بیانات ظاہراتہ، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان خواتین کا ذکر ہے، جنہوں نے راہ سلوک میں کمال حاصل کی، یہ کتب محدث مطبوعوں میں چھپ گئی ہے، ^{۱۰۵۰} میں بیش سو راگہ سے ایک انگریز مترسلیل کے اہتمام میں جو فتح شائع ہوا تھا، اس کے صفات کی تعداد ۲۰۰ ہے،

دارالشکوہ، فتحات الاشنا کش المحبوب، تذكرة الاؤلیا، اور طبقات سلطانی وغیرہ صحیحہ تذکرہ و مظہنہ تھا، کیونکہ اس کے خیال میں ان کتابوں میں صوفیاً کرام کے حالات مسلمہ، مسلم علیحدہ علیہ منقول نہ تھے، اور ان کی پیدائش اور وفات کی تاریخ کی تفصیل بھی اطمینان بخش تھی، اس لیے ان خایروں کو سخنیہ الاؤلیا، لکھنور اکیا، تمام تذکرہ و

لہ دار مسکوہ کی ایک تصینیت عجیب تھیں کہ پروفیسر محفوظ احمدی (پیر ٹینی کوئی ٹکڑت) نے اڈٹ کیا ہے، اور اس کے دیواری میں دارکی تصینیفات اور حرم پر پڑی محنت و کادش سے ایک انگریزی مسٹر رکھا جو خاب بیگب بزرگ تھا۔ ساقیہ فتح و مصنیفین نے مجھ تقدیرہ بالگیریں دارکی تصانیف پر بحث کی ہے سخنیہ الاؤلیا، بیش سو راگہ مسمی، وینا

کے ایسا نازل علم جناب محمد شریع صاحب سابق پرنسپل اور میں کام لے ہو رہے تیری حیثیت سکوڈ کی کے شائع ہی
ٹا عبیدالنبی کی دعا درکتابین بھی ہیں، ایک دستور نصیحت و حجر قصہ گوئی کے ادب پر قصہ خوانوں کے یہ
ایک دستور نقل ہے، دوسری فواد رائے کی خلیات یا بحر المذاہر جس میں کچھ قصہ تھے،
علماء و فضلا میں مزاج عبد اللہ اور مزاج محمد قائم گیلانی پر ویز کے دربار سے والبرت تھے،
مزاج عبد اللہ تیت پر سے ہندوستان آئے، مزاج محمد قائم محققہات و منقولات کے عالم تھے ہندوستان
اگر پہلے مادل شاہی دربار کے امیر الامر اشا ہنواز خان شیرازی کے یہاں رہے، پھر عبد الرحیم
خان ہنوان کی فیاضیوں سے متensus ہوئے شہزادہ پر ویز نے بھی ان کو اپنے یہاں بلاکر رکھا، اور
ان کو انعام و اکرام سے سرفراز کرتا رہا، جانشیر کے دربار میں بھی مانزم سنجیسا کر پہنچا کر رکھا ہے،
شہر پار | جانشیر کا روز کا شزادہ شہر پار بھی شاعر تھا جنگ جانشی میں جب اس کو شکست
ہوئی، اور اس کی آنکھوں کی بصارت زوال کر دی گئی، تو قید خانہ میں اسے اپنے حسب حال
یہ دو شعر کئے، جس سے اس واقعہ کی تاریخ بھی لختی ہے۔

زیگس گلاب از پچ نتوان کشیده کشیدند از زیگس من گلاب
چپ سد کے از تر تا ریخ من بگر کو شد دیده افتاب تھے
دار اشکوہ | علی حیثیت سے تیموری شزادوں کا گل سربہ دار اشکوہ تھا، وہ
ایک باکمال صفت، شاعر، اور خطاط تھا، اس کو شروع میں تصوف اور بعد میں ہند
نہب سے گمراشتہ ہو گیا تھا، نہ میں اس کی تھانیت ان ہی دو موصلوں پرین
ان تھانیت سے دار اشکوہ کے جن ندی اعتمادات اور صوفیا زیارات کا انہمار ہوتا ہے
ان پر بحث کر کے ہم ناظرین کو اس کی جانب سے بطن کرنا نہیں پڑتا، بلکہ صرف اس کے
لئے فرمیدہ حالات کے یہ دیکھو ہائز رحیمی جلد سوم ص ۷۰، تہ پیہنڈا، درق ۱۰

دارانے راہ سلوک کی منزلین جس طے کیں، اس کا عال اس طرح لکھتا ہے:

بھرات کے روز جو بیس سال کی عمر میں خواب میں فرشتے نے مجھے اواز دی اور
پار مرتبہ کہا تھے اللہ تعالیٰ ایسی جزیر غایت کرے گا، جو روئے زمین پر کسی بادشاہ کو نصیب
نہیں ہوئی۔ نیند سے بیدار ہو کر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس قسم کی سعادت اب تہ
عفاف ہو گی، اور بے شک اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے مجھیہ دولت مجش دے گا۔
ان اندھغناور حجیم، میں بیشتر اس دولت عظی کا طالب رہا، یہاں تک کہ ۲۹ ماہ زی (جنو
شہ) کو ایک دولت نہ کی صحبت میں پہنچا، وہ محض نہابت مرہان ہوا، جو بات دوسرے
لوگوں کو ایک ہمیت میں حاصل ہوتی تھی، وہ مجھے اپنی رات میں مل گئی، اور جو کچھ دوسرے
ایک سال میں حاصل کرتے تھے، مجھے ایک ہمیت میں حاصل ہو گئی، جہاں اور کرنی طلب
سامنے سال کے مجاہد ون اور ریاضتوں سے پہنچتا، میں مخفی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے
 بغیر ریاضت یک بارگی پہنچ گی۔ دونوں جہاں کی صحبت میرے دل سے انہوں کی اور
فضل و رحمت کے دروازے میرے دل پر کمل گئے، اور جو میں چاہتا تھا وہ مجھے مل گیا۔

گوہم دار کے صوفیاء عقائد سے بحث کرنا نہیں چاہتے، لیکن یہ کہنا نامن سب معلوم ہے
ہوتا کہ دارانے جس عجلت اور تیزی سے راہ سلوک کی منزلین طے کیں، وہ بندوستان کے
صوفیے کرام میں کسی اور نہ نہیں کیں، حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے بیس سال تک
اپنے مہش کے پاس رہ کر ریاضت کی، اور برسون سکر فند، بنداد، بہدان، تبریز، استر آباد،
سینهوار، حصار، بخج، اور بہمنہ و تان وغیرہ کی بادیہ پہنچی کرنے کے بعد راہ سلوک کی منزلین
طے کر کے، حضرت بختیار کاکی بیس برس تک رات کو مطلق ذسوں، حضرت فریض الدین
گنج شاگردنے اتنے بجا پڑے کیے کہ ایک بار حضرت معین الدین چشتی ان کے مجرے میں تشریف

نے اس کو ایک مستند تذکرہ قرار دیا ہے، سفینۃ الاولیاء کی تحریر کے وقت دارالشکوٰ جنفی الشرب تھا، اور تصوف میں سلسلہ قادر یہ سے متصل تھا، مگر اس کے ہل کر اس کے عقائد میں اسلامی تصوف کی شان بالکل مغفوٰ و مہمگی۔

اس کتاب کے ادب و انشاء کے متعلق دارالحدائق تھا ہے:

و اگرچہ عبارت این کتاب راست براست و در عبارت آرائی مقید نہ ہو

وفارسی سادہ عام فہم فوژشتہ نیکن بسطے جا تقدار بعبارت فنیات الا من تطب الا ولیا

قدوة الاقیاء نیز اسان عرفان خورشید فناک، یعنی حضرت مولای نور امامت والدک

عبد الرحمن جامی قدس سرہ انشائے کو کمال فضاحت و ممتازت دارد و ایش را استاد فہم

می داند کروہ در زبان روزمرہ خود را نیز ترک ساختہ۔

۲۔ سکینۃ الاولیاء۔ دارالنئے یہ کتاب اپنی عمر کے اٹھائی میسیں سال ۱۰۵۷ھ میں کمی

اس میں اس نے اپنے پیر بن اللہ ملا شاہ محمد یا محمد شاہ بد خشانی اور پیر کمشد میان میر (طاجیو) کے حالات، مفہومات، کرامات اور ان کے نامدان اور خلفاء کے احوال کی تفصیلات کلمی یا

اس کتاب کی وجہ تصنیفت یہ تبائی ہے:

سکینۃ الاولیاء، اور کتابون کی طرح اولیائے حق کے معتقد و نام و مخصوصوں

کے بیان پڑھو رہا دکھل رہا ہے، اور معلوم ہو جائے کہ کوئی زمانہ اس عالی گروہ سے خالی ہیں، ہا، اور

نیز کہ اس زمانے میں بھی جب کہ ۱۰۵۷ھ ہے، اس فہم کے روگ ہیں اور یہ تھے،

لہ سفینۃ الاولیاء ص ۳، ۳۷۴ عجیب سکینۃ الاولیاء کا فارسی فتح نہیں مل سکا، اس کا ارد و سر جو جو

فضل الدین ملک ہنن الدین لگے زنی تا جران کتب قومی منزل نقشبندیہ کشیری بازار لاہور

نے شائع کیا ہے، میرے پیش نظر ہے،

کی بہترہ بی بی جمال فاتحون کے احوال و کرامات بھی دیج ہیں، اور اس کے بعد طاجو کے خلفاء کا ذکر ہے، دارالنور نے ان خلفاء کے اشمار کے انتظامیت بھی اس کتاب میں دیے ہیں، کتاب میں جایجا کشف الطحوب، فتحت الانس، غفران الطالبین، تفسیر عوام، تفسیر قشری، فصل الحفاظ، بحرا حلق تفسیر حسینی، صحیح سلم، مکمل، صحیح البدران وغیرہ کے حوالے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتنے ہیں وہ کے زیر مطابق درج ہیں۔

۲۔ رسالت حق نما :- میری نظر سے نہیں لگتا،

۳۔ حناثت العارفین یا شیخیات :- دارالاس کتاب کی تہمید میں لکھتا ہے، کہ وجہ و ذوق کی حالت ہیں اس کے منہ سے ایسے کلمات بلش حقائق "نکل جاتے تھے، جن کو سن کر پڑت فطرت،" دون ہمت" اور "ذرا ہد خشک" نے اپنی کوتاہ بیتی سے اس پر تکفیر کے فتاویٰ صادر کئے، اس تکفیر سے بچنے کے لیے اس نے مذکورہ بالا کتب تالیف کی جس میں مذکور صوفیاً کرام اور علماء عظام بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور علماً راشدین رضی اللہ عنہم کے، یہیں لکھتے اور قول نقل کئے ہیں جو اس کے خیال میں شیخیات ہیں، ان اقوال سے وہ ظاہر کرنا چاہتا ہے، کہ توحید و معرفت کے منازل و مدرج میں ریک ایسا مقام بھی آتا ہے جب ایک سماں شریعت و طریقت، کفر و بیان خیر و شر اور عبد و معبود سے بالکل بے نیاز ہو جاتا ہے، اور بے خودی میں اس کی زبان سے ایسے کلمات سخنے ہیں، جو بظاہر مذہب دین کے منافی ہوتے ہیں، لیکن وہ قابلِ مواعظ نہیں ہوتے، جن پر دارالیتبا نے کی کوشش کرتا ہے کہ راه سلک ہیں ایسے ہی مقام پر پہنچ کر اس کی زبان سے شیخیات صادر ہوئیں، اور اسی مقام کے وجہ و ذوق ہیں وہ صنم و صلوٰۃ سے مستثنی ہو گی،

دانے جتنے کلمات و اقوال نقل کیے ہیں، ان پر فصل بحث کر کے یہ کھایا جا سکتا ہے کہ

تو وہ ضعف کو ان کی تنظیم کے لیے کھڑے نہ ہو سکے، حضرت شرف الدین بھی نیریٰ نے، ۲۷
سُب جنگلوں میں عیادت کی، اس لیے دارالاکامہ لکھنا کہ اس نے یکباری "سب کچھ" حاصل
کر رہا، مغلک خیر معلوم ہوتا ہے،

دارالاکامہ مرشد ملا ماجھی سے والہا زعیدت تھی، وہ ایک قصبه "یاری میں عزت"
نہیں تھے، اس لیے دارالاکامہ کو یاری تعالیٰ کہتا تھا، (حناۃ العارفین فٹ)، ملا ماجھی نے
خواب میں اس کو شاہد اور مرافقہ کرناسکھا اور خواب ہی میں اپنے سینہ کی اہانت اس کے
سینے میں منتقل کی، جس کے بعد دارالاکامہ کو سارکہ میں فتح پر فتح حاصل ہوئی، (صفت)

ملا ماجھی کو بھی اپنے مرید سے غیر متولی شنیشلگی تھی، وہ اپنے "یارون" اور مریدوں نے
کہا کرتے تھے کہ جس طرح میں دارالاکامہ کی طرف متوجہ رہتا ہوں، تم بھی رہ کرو، اگر تم اسکی
طرف متوجہ ہو گے تو خدا سے بچ جاؤ گے، (صفت)، (ایسا ذباہ اللہ) وہ اپنے مریدوں کو دارالاکامہ
ہی کی صورت کا مرافقہ کرنے کی تلقین کرتے تھے، (صفت)

بان اند شاہ محمد دارالاکامہ مرشد کو بھی دارالاکامہ سے بڑی محبت تھی، انہوں نے اس کی
شان میں ایک غزل کی تھی، لیکن یہ اس تدریغی طبق اور بے معنی یا اتنی سخی بھی ہے کہ بالکل عمل
ہو گئی ہے، ایک شخص کے کچھ معنی سمجھ میں آتے ہیں، یہ ہے:-

اسے بے خیز عالم راز نہ سان ل روزے شود کر قربتوی ہن باش ل
ملashaہ محمد کو دارالاکامہ سے یہ امید تھی، کہ وہ ہندوستان میں طریقہ تحدیروی کو روایج
دیگا، لیکن ان کی یہ امید بر رہ آئی، (صفت)

دارالاکامہ نے اپنے مرشد کے خوارق و کرامات کی تفصیلات لکھی ہیں، اور انہی
کے ذریعہ سے ان کی روحاںی غسلت کو ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے، آخر میں اس کے مرشد

۶۔ ستر اکبر:- یہ اوپنڈ کے بچاں اور اب کافری ترجیح ہے، جو دارالشکوہ نے ۱۹۰۷ء میں
بانارس کے پنڈتوں کی مدد سے کیا، اس کتاب میں یعنی اللہ کے بجائے گنیش جی کی تصویر وہی ہے
اور ویاچہر میں لکھا ہے کہ اصل قرآن مجید یہی ہے، (لنوڈ بالشہر) اس کی وجہ تصنیفت کے متعلق
وہ خود لکھتا ہے، (نقل کنز الفخر زبانہ)

جب یہ نظر ہے اندودہ محمد دارالشکوہ ۱۹۰۷ء میں کثیر حجت نظر گی تھا، تو میں نے
عایتِ الہی اور اس کے فضل نام تہائی سے کامون کے کامل، عارفون کے غلام اور
اس توں کے استاد پیشواؤں کے پیشواؤں اور حاصلِ آزاد کے منتقدینی حضرت ملا شاہ مسلمؒ^{علیہ}
سے یادوت اور رادوت حاصل کی، محکم گردہ کے عارفون کو دیکھئے اور توحید کے متعلق علیہ
باتیں سننے کا ذوق تھا، اور تصوف کی بہت سی کتابیں نظر سے لگدھی تھیں، اور کچھ رسائیے
بھی تصنیفت کیے تھے، لیکن طلب توحید میں جو ایک بھرپور کارکن ہے، اور بھی کلی ہر دو
بڑھتی گئی، وقین مسائلِ ذہن میں آئتے تھے، جن کا حل بجز کلامِ الہی اور ذاتِ ذاتِ تھا،
کسی بھکن نہ تھا، چونکہ قرآن مجید عظیم اور فرقانِ کریم کی کثرت ایں مزکی ہیں، اور آج کل انکے
جانے والے کم ہیں، اس لیے میں نے چاہک تمام اسماں کی بون کو پڑھون، کیونکہ کلامِ الہی
اپنی تفسیر پڑھے، میں جو باتاتِ محبل ہرگی دوسرا کت بون میں فضلِ باقی جائیگی، اس تفصیل سے جزا
ملکوم ہو جائے گا، میں نے توریت، انجلی، زبرد اور دوسری کتب میں پڑھیں، لیکن ان تین
توحید کا بیانِ محبل اور ذاتِ ذات میں تھا، اور ان اسان ترجیحوں سے جن کو ہل غرض نے کیا
تھا، مطلب معلوم نہیں ہوتا تھا اس بات کی فکر میں ہوا کہ ہندوستان و عدالت میں
میں توحید کی گنتگو کیدن بہت زیادہ ہے، اور قدیم ہند کے ظاہری اور باطنی ملک رکود
سے انسکار اور موحدوں پر کوئی اعتراض نہیں، بلکہ ان پر عتبہ رہے، اور خلافت اس بخلافت

ان کلات کی نسبت غیر مبہر مٹکوں اور محبول الرؤایت ہے، اور بعض اقوال کی تشریع و توضیح
محبت سے درجہ بی۔ مگر اس مضمون میں ہم اس قسم کی بحث سے تصدیق پر سریز کرنا چاہتے ہیں، اس میں
نہیں کہ بعض شعلیٰ ت ایسی مزور ہیں جو بعض صوفیت کے کلام کی زبانوں سے غیر اخیاری طور پر بخیں،
لیکن وہ خود کسی عالم میں بھی دارا کی طرح ان کے جوانے کے قال نہ تھے، کیونکہ اسلامی تصورت شریعت کے
داروں سے الگ نہیں ہے، اور شعلیٰ ت کو علم و صوفیت میں کسی نہ بھی رواہیں رکھا ہے، چنانچہ مہدوں
کے اکابر شاعر اور صوفیہ کامل اسی پر ہا ہے، ان کے افعال و اقوال اس کے شاہد ہیں۔

ہ بیحیج البحرين :- یہ کتاب دارانے اپنی نگارکر کے ۴۲ دین سال میں لکھی، اس میں اسلام اور
ہندو نمہب کو رایک ہی سمجھ دے کے دو دھارے بتایا ہے، اور ان دونوں کو ملاٹنے کی کوشش کی ہے
اوہ یہ بھی بتایا ہے کہ اسلامی تصورت اور مسلمہ ویدا نت میں نفسی اختلاف کے سوا کوئی اور فرق نہیں،
تو حییکے شیڈائی ان دونوں میں سے جس کی بھی تقلید کریں، حکایت کی نزول تک پہنچ سکتے ہیں
اس کتاب کی اشاعت پر دارا کومرنا در محمد قرار دیا گیا، اور آئے گے پل کر اس کے بھی عقائد اور
توval اور موت کا بہب بنے، یہ کتاب اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہلی اور آخری تصنیف ہے ہے
وارا کی تصنیف یہی پانچ ہیں، اس کے بعد اس نے زیادہ تر ہندو نمہب کی کتب بننے کی
ترجیح کئے یا کرائے، ان ترجموں کی تہمید میں دارانے اپنے جن خیالات کا انداز کیا ہے، ان سے
پتہ چلتا ہے کہ وہ ختنی اشرب اور سلسلہ تادری کا پیرو ہونے کے بجائے رفتہ رفتہ ہندو ہونے کی کوشش
کر رہا تھا، یا کم از کم وہ اپنے عقائد کو ایسے سانچے میں دعاں، تھا کہ ہندو دسا کی طرف مائل
ہو کر تحنت و تماج کے حصول میں اس کے معاون اور مددگار ہوں،

لہ پر فیض محظوظ الحنفی گلستان نے بھی البحرين کو بہت ہی دقت نظر کے ساتھ اذٹ کر کے اس کے ہنگریزی ترجمہ
کے ساتھ بیکال ایشیا میک سوسائٹی لکھتے سے شائع کیا ہے،

انہ لفاظ کریم فی کتب مکتوب لا یسمه کلام المطہر و ن تزیل من رب العالمین

یعنی قرآن کریم ایسی کتاب ہے جو پڑھیں ہے، اور اس کو نہیں چھوٹے ہیں، مگر وہ موجود کو
پاک ہیں، وہ نازل ہوئی ہے خداوند عالم کی طرف سے تعین طور سے معلوم ہوتے ہیں، کہ
یہ آیت توریت اور اخلاق کے حق ہیں نہیں، فقط تنزیل سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محتوا کے
حق ہیں ہے، پوچھ کر پہنچت کہ: ایک مخفی راز ہے، اہل و اخذتے، اور قرآن مجید کی
آیتیں بینہ، اس میں پائی جاتی ہیں، لیکن یعنی کچھی ہوئی کتاب یہی کتاب تدبیر ہے، اس فتنہ
کا جس نے بے جانی ہوئی چیز کیا تھی، اور اسے بھی ہوئی چیز کو سمجھ لیا، اس ترجیح کے کشف فیض
اس کے سوا کوئی مطلب اور مقصود نہ تھا، اگر وہ اوس کی اولاد، اس کے دوست اور حق
کے طبق علاوہ فائدہ اٹھائیں۔

مولانا شبلی مر جوم نے سرگیر کے نسخہ کو ۱۹۷۷ء میں ندوۃ العلماء کے سالانہ اجلاس منعقد
بنارس کی علمی نمائش گاہ میں دیکھا تھا، اس کتاب کے درباضہ کو پڑھ کر ان پر جواہرات طاری ہوئے
ان کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ عالمگیر نے دارالشکوہ کے مقابلہ کا جب قصد کیا تو اس کا یہ سبب
ظاہر ہے کہ دارالشکوہ یہ عجیدہ اور بد دین ہے، اس میں اگر وہ بندوستان کا فرمادہ اور اتوالہ میں
بد دینی پھیل جائے گی، عام مرد خون کا خیال ہے، کیونکہ ایک فریب تھا، نہ دارالشکوہ بے دین
تھا اور زعيمگیر کی مخالفت کا یہ سبب تھا، دون کا حال خدا کو معلوم لیکن اس کا بے درباضہ
حلف ظاہر ہے، اس کو دارالشکوہ بالکل بہت و بن گی تھا، اور کچھ شہر نہیں کہ اگر وہ تحفظ شایدی پڑکن
ہوتا تو اسلامی شمار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ (متلاشتہ بیان تفہم صفت)

میں حیثیت سے اس ترجیح سے یہ فائدہ ہو اکبر ہمنون کا علیحدی کابل جاتا ہے، اور اب تک ان کے
جو علوم محسن راز ہیے سربت ہتھے اور ہی کلکل فاش ہو گئے، اور اس فارسی ترجیح کے ترجیح پر بے کی

خدا شست سون اور مودودون کے قتل، کفر اور انہار میں مشتعل ہیں، اور توحید کی تمام
 باتوں کو جو کلام ہاں اور صحیح احادیث بنوی سے ظاہر ہیں، روکرتے ہیں۔ وہ خدا کے
 راستے کے راہزین ہیں، ان باتوں کی تجھیں کے بعد معلوم ہوا، کہ اس قوم قدیم (معین ہندوں)
 کے درمیان تمام آسمانی کتاب بنن سے پہلے چار آسمانی کتاب پن تھیں، بُلگ بید، سام بید،
 اتر بید..... اوس وقت کے بے پڑ بی پڑھائیں آدم صفحی اللہ
 پرورد یا عالم احکام نازل ہوئے، اور یہ باتیں ان کتابوں سے ظاہر ہیں..... اور محض توحید
 کے اخراج اس میں دفعہ ہیں، جس کا نام اپنکست ہے، اس زاد کے ابنا نے ان کو
 منہد کر کے ان پر شرح و بسط کے ساتھ تفسیریں لکھی ہیں، اور یہ شریعت کو بہترین عبارت
 سمجھ کر پڑتے ہیں، اس خاک کی نظر پر گمراہ دست ذلت کی ہمیں پر تھی نہ کہ عربی، مرمیانی،
 عاتی، اور منکرت زبان پر اس سے یہ چاہا کہ ان اپنکست کو جو کہ توحید کا نزد ہے اور
 جس کے جانتے والے اس قوم میں بھی کم درست گئے ہیں، فارسی زبان میں بغیر کسی کمی اور
 نفسی غرض کے لفظ بخطب، لفاظ ترجیح کے کمبحون کریجاعت اس کو اپنی اسلام سے پڑھی
 اور ہنمان کھتی ہے، اس کا کیا بعید ہے؟ شربن رس جو اس قوم کا دادِ حلم ہے، اور جان
 پڑست، اور سینا سی جو کہ سرآمد وقت اور بید اور اٹکست کے جانتے والے تھے، اس
 خاک پر بے تعلق رکت تھا..... بخششہ میں بے غرضی کے ساتھ اس کا ترجیح کیا، اور وہ جیہے
 کے متنق ہر قسم کی مثل اور اعلیٰ باتیں جن کا یہن طلب گا رہتا، ایک مل نہیں ہاتا تھا، اس
 قدم کت بے ذریعہ سے معلوم ہر ہیں، جو بالا خاک و شہرہ بھلی آسمانی کتاب ہے، اور جو وہی
 کا سر جنہے اور قیدم ہے، اور قرآن مجید کی آیت بلکہ تفسیر ہے، اور صراحت
 ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت بعینہ اس کتاب آسمانی سر جنہے بخود توحید اور قدیم کو حق میں ہے۔

عدہ طباعت کے ساتھ ایک صاحب نے بحث کیا ہے جس کو فصیح کہا ترجمہ بنایا گی ہے
اکبری عہد کے مختلف تراجم کی فہرست معاصر تاریخوں میں درج ہے، اس میں میری نظر سے
کہیں یہ نہیں گز را کہ فصیح نے بحث کیا ہے منظوم ترجمہ کیا تھا،
آنٹیا افس کے فہرست نگارنے ایک اور کتاب دارالنکات دارالشکوہ کی طرف
مسموب کی ہے، مگر اس کا نام صرف سعینۃ الاولیا کے سلسلہ میں آگئی ہے افہرست نگارنے اس
کی کوئی تفصیل نہیں لکھی ہے، پروفیسر مخدوڑ اخون کا خیال ہے کہ کتاب شاید رسالہ حق نامی
مکالمہ بایا لال دوارالشکوہ کا دوسرا نام ہو، کیونکہ عبدالجذش خان لاہوری پہنچنے میں جو آخر اذکر
نہ ہے، اسکا دوسرا نام مخزن نکات بھی ہے،

خزینہ لاصفیا کے حصہ دارالشکوہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:-

از تصانیف مشهورہ دو سے کتب سعینۃ الاولیا، و سعینۃ الاولیا، دوسرا کبر و دیوان

اکیر عظیم و رسالہ معارف وغیرہ است۔

رسالہ معارف میری نظر سے نہیں لگدا، دیوان اکیر عظیم کا ذکر آگئے آیا گا،
مخزن الزواب کے مؤلف نے اپنے دیباچہ میں ان کتابوں کی فہرست دی ہے جن
انھوں نے استفادہ کیا ہے، اس فہرست میں دارالشکوہ کی بیاض کا حوالہ ان الفاظ میں دیا ہے،
بیاض محمد دارالشکوہ ولی عمد شاہ جہان بادشاہ قادری تخلص صاحب مجنون، بجزین کہ بالطبع
صوفیہ ہند نوشته۔

مگر اس بیاض کا ذکر کسی کتب خانہ کی فہرست میں نہیں، وہ اس سے دارا کے شاعر
ذوق کا اندماز ہو سکتا تھا، لیکن مخزن الزواب کے... دقيق اتفاق ذکرہ نہ گا، اس بیاض سے
استفادہ کرنا دارالشکوہ کے کمال شاعری کی سند ہے،

نکافت زبانوں میں ہوئے، اور کہا جاتا ہے کہ جو منون کو اپنے کند کے نزد سرکبری کے نزدیک معلوم ہو
سرکبر کا ایک خوش خط قلمی نسخہ دار اصنافین کے کتابخانے میں ہے، مگر ان میں ہے کہ اس نسخہ کا خط
و اشکوہ یا اس کے کسی غشی کے باتفاق ہے، اُخْرَكِي عبارت یہ ہے۔

این ترجمہ اپنائتا ہے ہرچار وید کہ موسم سیرا کبر است و تمام صرفت نور الادارا فقیر
بے اندود محمد و اشکوہ خود عبارت راست پر است درست ششماہ اکتوبر و شنبہ بست و ششم
ماہ رمضان سنتہ میکھڑا روشست و سفت در شریعتی، در منزل تکبودہ با تمام رسانید از
گنج صرفت بہرہ دار از هستی موہوم خلاص گشتہ بستی حق رسید رنگار جاویدگر وید تمام شد کتب
ترجمہ اپنائتا رہوا فی تحریر ہے۔

۴۔ حکومت گیتا: اس کا ایک نسخہ برش میوزیم میں ہے، جس کے شروع میں یہ عبارت ہے
گیتا زبان فارسی تصنیع شیخ ابو الفضل طالب از کتب ہما بھارت از نششم کا از
بکم پر پ گویند سری کرشن جیو دارجن بنداو۔

اس تحریر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت گیتا کا فارسی ترجمہ شیخ ابو الفضل کا کی ہوا ہے۔ لیکن
برش میوزیم کے فہرست میگرائے اس کی تصریح عبارت اور اس ترجمہ کی عبارت میں تطبیق نہیں
پائی۔ جو کبر کے عمد میں کی گیا تھا، اس کا ایک نسخہ امڈیا افس لابریری میں بھی ہے، اس کے فہرست
میگارے اس نسخے کے ترجمہ کو درست کوہ کی طرف مسوب کیا ہے، اور یہ بھی واضح طور سے بتایا ہے کہ
برش میوزیم کے نسخہ کو درست کوہ کی طرف مسوب کرنا درست نہیں، لاہور سے آٹھ پس پر پہنچا ت

لٹھ عمارت نمبر ۷ جلد ۲ میں سرکبر کے موخوس پر ایک بستہ مفضل بصرہ شان ہوا ہے جس کا مطالعہ
ناظرین کے لیے مفید بنت ہو گا۔ تہ برش میوزیم کیلاگ جلد اول ص ۹۵ تھے امڈیا
امفن کیلاگ جلد اول کالم ۱۰۰۹

ایک مہب کی ملکیت نہیں، اب سے بہت پڑی یہ رسالہ اور ترجمہ کے طبعِ صحیب بند
دریا گنج ونی سے حاصل گیا ہے۔ اس کا ارادہ ترجمہ ایک بند و لا جرجنی لال نے کیا ہے،
۱۔ جگ لشست : یہ سنکرت کی شہور کتاب یوگ داسی شست کا فارسی
ترجمہ ہے، جو دار انکوہ کے حکم سے اس کے ایک درباری نے ۱۸۷۴ء میں کیا ترجمہ کی وجہ
دار نے یہ بتائی ہے:

اس کتاب کے انتخاب کا ترجمہ جو شیخ صوفی کے ساتھ منسوب ہے، ہم نے مطالعہ کی
تورات کو خواہ میں دیکھا کہ دو بزرگ قبل مورث ایک اونچے پر اور دوسرا کی قدر
نیچے کھڑے صلام ہوتے، جو اونچے پر کھڑتے تھے، بُشست تھے، اور دوسرا رام چندر
..... یہنے بُشیار بُشست کی خدمت میں حاضر ہوا بُشست نے نہایت ہر بانی سے ہاتھ
میری پیشوں پر دکھا، اور فرمایا کہ اسے رام چندر میری سچا طالب ہے، اور سچی طلب میں تیرا جائی،
اس سے بلکل ہر ٹوپہ رام چندر رکال محبت کے ساتھ مجھ سے ملے، اس کے بعد بُشست نے
رام چندر کے ہاتھ میں بھائی دی، تاکہ مجھے مدد اور یہنے وہ شیرینی کیا، اس خواجہ
دیکھنے پر ترجمہ کی خواہ اس زمرہ نو زیادہ ہوئی، اور دربار عالیٰ کے عاضرین یہنے ایک شخص
مقرر اس خدمت پر ہوا، اور ہندوستان کے پنڈتوں سے اس کتاب کے
لکھنے میں اہتمام و اصرام کیا ہے

اس ترجمہ کا ایک نسخہ بکھال ایشیا بک سوسائٹی میں ہے، اس کا ارادہ ترجمہ مہماج
الا لکھن کے نام سے ہو لوی ابوجعیش صاحب نے کیا ہے، جو نو لکھنور پریس لکھنو میں طبع
ہوا ہے، اور پرکی عبارت سے معلوم ہو گا، کہ دار ہند وون پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا، کہ وہ بھی ردا
لہ بجا لامدد مرغیات عالمگیری ہر تہ بیج، تصرف نہ دی رفیق دار الصفین،

پروفیسر محفوظ احمد حاب نے مجھ ابھرین کے دیباچہ میں مختلف مأخذوں سے دارالکتب تین اور تایفات کا ذکر کیا ہو پیرس کے قومی کتب خانہ میں ایک مخطوط نگارستان نیز ہے جس کے آخر میں ایک مرقع کا دیباچہ ہے، کتبخانہ پر اس کے فرست نگار کا بیان ہے کہ اس دیباچہ کی تحریر دارالشکرہ کی ہے، پروفیسر حاب کا خیال ہے کہ شاید دیباچہ اس مرقع کا ہو جو دارالکتب اپنی محظوظ ہوئی نادرہ لگم کو ۱۹۰۷ء میں بطور تحفہ دیا تھا، غزن ستمبر ۱۹۰۷ء میں دارالکتب فارسی شعروی اور پنجابی شارٹل سوسائٹی جرنل (جلد دوم نمبر ۱) میں دارالکتب ایک ترک کا ذکر ہوا ہے، مگر ان کی بون کے نام کی تذکرہ اور تاریخ میں نہیں پائے جاتے،

ان تایفات کے علاوہ حسب ذیل کتابین دارے کے حکم سے طبع گئیں،

۱۔ مکالمہ دارالشکوہ و بابالآل، ببابالل یہ رأی ذات کا کھڑی اور قصور کا باعث

تھا لیکن اس کا اسخان دیوان پور (بخار) میں تھا، میان جو کو دوست تھا، اس یہ دارالشکوہ کو بھی اس سے عیندست تھی، اپنی کتاب طبعیات میں ببابالل کے معانی لکھتا ہے:

بابالل مندی کر دکال و ناست و درہنود بفرمان دستانت و سے کے دید و شد، مرا

گفت، درہ قوئے دارست دکال بی باشد کہ حق بکھڑا تھا بربکت او ان قوئم رانجات می

دید، و تو ملکریخ قوئے میا ش۔ (ص ۲ مطبع بمبئی)

تحقیق ابھرین میں ببابالل یہ رأی کا نام سلمان صوفیہ کرامہ کے ساتھ آیا ہے، (ص ۲) دارال

شکوہ میں تقدیر کی تھی میں اپس آیا تو لا ہو رہ میں ببابالل سے ملا، اور دو نون کی گفتگو

سات مجلسوں میں ختم ہوئی، ان مکالموں کو دارالشکوہ کے حکم سے اس کے میراثی جندر جان

برہمن نے قلبینہ کر دیا تھا، مکالے پچھپہ میں ہجھ میں یہ دکھلایا گی کہے حق و صداقت کسی

دارا کا دیوان نایاب تھا، مگر کچھ دن ہوتے کہ خان بہادر ظفر الحسن صاحب (مکمل انتساب) کو اس کے ایک دیوان کا فتح ملا ہے، موصوف نے بینگال ایشیا ک سوسائٹی کے ریکٹ میا نے جلسہ (جولائی ۱۸۲۹ء) کے مضمون میں یہ بتایا ہے کہ اس دیوان میں دارا کی ۳۲۳ عزلیں اور ۳۸ رباعیاں ہیں، اور یہ فتح دارا کی زندگی ہی میں لکھا گیا تھا، اب تک شاید اس دیوان کی طبا ذہوں کی ہے۔ مختلف تذکرہون میں ہم کو دارا کے وجہتے جستہ اشعار میں ہیں، ان کو ناظرین کی دلپی کے ذیل میں درج کرتے ہیں، اس سے دارا کے ذوق شعری کا اندازہ ہو گا۔

تذکرہ سرخوش :-

ہر خم و یوچی کرشد از ناب لفٹ یارشد	دام شند از بخیر شد، تسبح شند، زنار شد
عاز طلاقاش در تصویر یعنیش جمع بو	چون بز لعنت اور رسید آخوند پیش کی شد
بلکت ول ابد از گردش پاکم	دکار من اینهم گر ہی بو دکار داشد
لقد، وال باشد سرگ را فی	وزدن ز فرست زید بار و تار
بمحیه بر فرقه، ففت کیشان	موج و اب حیات را ماذ
ہمہ چیز تو خوب یک این بد	ک تو بسیار دیر می آئی
تا درست رسیدم چواز خویش گزشتیم	اذ خویش لذت بن چہ مبارک سفرے بو

خیزان انزواں : دباغی

مروف شدم تا که بغران گشتیم	عارف شدم و رخویش عویش گشتیم
پیدا کر دی مراد لیکن سن ہم	پیدا کر دم ترا دستربان گشتیم
دیگر	

غاریکے بو دباش لگان ماذ

کی طرح ایک اوتار ہے۔

۳۔ تاریخ نوشتری خانی: یہ شاہ نامہ کی گویا تغییر ہے، جو وار کے حکم سے کی گئی۔
وار کے دسالہ پر جو کنڈیں لکھی گئیں، انہیں خاتم پر فیصلہ بیجیب اشرف صاحب نہ دی
نے قصص الائمه کا نام بھی گنایا ہے،

۴۔ اکی علیٰ سرپرستی کی ایک دلیل یہ ہے کہ بعض اہل قلم اپنی کتب میں لکھ کر اس کے
نام سے منسوب اور معنوں کرتے تھے، تو رالدین محمد بن عبد اللہ بن میں الملک نے ۲۵۷ھ میں
طب پر ایک ضمیم کتاب لکھی، اور اس کا نام طب وار اشکوہی رکھا، پیرس کے قوی کتب خانہ
کے فارسی خطوطات کی فہرست میں اس کا نام علاجات وار اشکوہی ہے، اب تاہم میں
نے اپنی کتاب ترجمہ اقوال و اسطی میں ابو بکر بن محمد بن موسیٰ ارشادی کے اقوال کا فارسی ترجمہ
کیا، اور اس کو وار اشکوہ کے نام سے معنوں کیا،

دار اشرف گلگار ہونے کے ملاواہ ریک ممتاز شاعر بھی تھا، اس کی شاعری کی داد اس کے
مرشد نے "بے نظر" اور "دلندز" کمکو دی تھی، کلمات اشرف کے صفت سرخوش نے لکھا ہے:
طیب بلندہ دذہنے رواثت، مطاب صوفیہ در رہائی دغذی نظومی کرو دبجع قادری

کر سبلہ عالیہ قادریہ داشت، قادری تخلص می کرد..... دیوان ختصراً ذوجیں شدہ۔

"خنزیر الاصفیاء" کے صفت کا بیان ہے کہ وار اشکوہ کے دیوان کا نام اکیسر عظیم تھا، اور
وہ اس کی شاعری کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"خشن دیا سے توحید است کہ از زبان گوہر افشا ن اور دان گشتہ دیا خود شد عدا"

است کہ از افق بسان مطلع انسارش طلوع شد، مفری باید کہ خشن را بغمہ ددمی باید کہ معافی

آن دردی امکان پنیرد۔ (خنزیر الاصفیاء، ص ۱۶۱ عبد الدول)

لعلیکم اللہ وی امر

گرندہ کے بو خدا او باشد چون جملہ خداست خود نمای نہ
 توحید علم سے حاصل نہیں ہوتی ہے لکھنا اور ہے اور ہوتا کچھ اور ہے ،
 خواہی کرنوئی و مل ارباب نظر اذقال بحال بایت کرد گز ر
 از گفت تو حید موصد نشہی شیرین نشود دہان زنام شکر
 عارف کسی کی پیروی نہیں کرتے ہیں ۔

بڑم بسد بغار فان ذوق جدید خود مجتد امد نے واہل تقیید
 شیران نخوزند جز شکار خود را رو باء خود فستادہ حکم قید
 دینا کی تمام چیزوں کو معرفت حاصل ہے لیکن یہ راز صرف عارف کو معلوم ہوتا ہے ۔
 توحید شناخت ہر کرا عالی نیت در راه طلب ہمت او عالی نیت
 خوش نگران خویش حق راشناخت اور ہر جاست یقچ جاخالی نیت
 عنان اپنے کو بچانے نہ کر اپنے کو فنا کر دینے ہیں ہے ۔

کے کار تو در شمار حق می آید بیٹے تو در اعتبار حق می آید
 بایک کر تو صین خویش دانی حق را فانی شد نت چکار حق می آید
 بغار اطلاق مدن جانی بخوبیم جان بجانا ن پیوست اب آب شد و عاک خاک
 ہوا ہوا آتش آتش ۔

بیرون درون کو زہ پر بود ہوا تی پسید درون کو زہ آواند صدر
 کو زہ بکت گشت آوار آواز بلکت جا ب گشت عین دیما
 خدا کا نام لے کر ذکر کرنا غفت کا باعث ہے ۔

ہستی و جود حرشتن کر دم رو گردید مساویم چہ نیک دہ

کامل ہمدرد نقص بیرون آمد یک شن ہزار شش روشن ساز و
 خات العارفین میں دارالٹکوہ نے شلیخیت کی تائید و حمایت میں بکریت اشار
 نظیم اور رباعیان لکھی ہیں، ان میں جو اشعار اور رباعیان اس نے اپنی طرف مذکوب کی
 ہیں ان کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں، مثلاً وہ اس مضمون کو کہ ذکر نہ کوئے سے مغل ہوتا
 ہے، مگر اس کا عاقل ہونا عوام کے عاقل ہونے سے مختلف ہے، یون ادا کرتا ہے،
 خوش گرچہ پادخو نشستن ہمروت این قید چ لازم است بر من ہمروت
 عاقل شدن حق زحق از حق است خود را تعجب است یاد کردن ہمروت
 یا توحید کی حقیقت خود توحید کو فراموش کرنا ہے،

توحید خموشی است و نکل است مام بحث ام و شد روز است توحید تمام
 یک گفتگو تو بین توی ثابت کرد توحید، و دز نقطچون گیری نام
 ابر عبد اللہ خینفؑ سے پوچا گی کہ تصورت کی ہے، تو فرمایا تصورت را ہم وجود اللہ
 دانستن، دارانے اس کو اس طرح خاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہر چند کہ ختن را گرفتہ کوپی غسلت شده است بر ہم ستوی

مشنوں بحق است بمنشہ ہر کس کو ہر چیز کرند مشنوی

چ شخص خدا کے ساتھ مشنوں ہے، اس کے لیے یہاں کا سوال باقی نہیں مہتا،

کافر گفتی تو از پیے آزادم این ہر چیز ترا راست ہی بندزم

پتی و بلندی ہمہ شد ہوا رم من مدربہ ہمما و دو دلت و ارم

مضور نے صرف اپنے مین خدا کو دیکھا لیکن مادرت ہر چیز میں خدا دیکھتا ہے

عادر بخوبی اطلاق خطا نکند از ذات لطیفیت خود جملی نکند

شہزادہ دار اشکوہ ویرا تربیت کلی فرمودہ از باعثت قدر دانی شہزادہ
نایت عزت و شرہ بندیافت"

مراة انجیال کے مولعت کا بیان ہے، کہ رضنی و افسش کی مندرجہ ذیل غزل پر دارانے
ایک لاکھ روپے بطور انعام دیئے گے

موسکے آں شد کہ ابر ترچن پرور شود	نکتِ گل مائی خود جنون در سر شود
تاک راسی راب سازت اپنیان دیبا	قطراہ تکے میتواند شد چرا گو ہر شود
بیداعم کاش ازین یکٹ فناز کر شود	ناؤ بیل بنان در پروہ برگ گل است
مے بدہ ساتی بقدہ آنکھ پشم تر شود	ما بدو ق گریستی درین بزم آیم
در بیان انجمن پر واد خاکست شود	وان پوشیدن نیا یہ دانش از بے تاعن

مراة انجیال یعنی ہے کہ دادا کو مطلع بست پند آیا، لیکن سرخوت رقطراہ ہے کہ اس کو دو کا
شرم غوب ہوا، چنانچہ اس شرم کو صریح طرح بنا کر شوار کو غزل یعنی لکھنے کی فرائی کی، اس نے بھی
اس پر ایک غزل کی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

سلطنت سمل است خود را اشنا نہ تکن	قطراہ تاریا تو اندر شد چرا گو ہر شود
دار اشکوہ اپنے میر مشی چند رجحان بر ہن کی نہ تو ظم کی سادگی کا بھی دلدا ده تھا، وریسا رہا	انجیال

کے مولعت کے لیے باعث تجویب ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

"عجب کہ شاہزادہ بآن ہمہ مستعد ان کہ دعوه روزگار بزگ آمیزی الفاظ آثار
صفحہ خاطر ارباب دانش را چون شفقتاے موکم بمار بہزاد رنگ متلوں می ساختہ خاطر مبار
بجنون سادہ اش فرود آورده یو د، این منی خالی از دوچیزہ بودہ باشد، یادا ق شاہزادہ"

لے مراة انجیال، لکھتا دین م ۲۵۷ سرخوت مخطوط بیکان ایشیا مک سوسائٹی

اکون نتوان نام خود زناش برد گرnam بیگم زن او دی رجہ
فقر اور عارف کا کوئی نام نہیں ہوتا،

یک ذرہ نہید کیز خور شید سوا ہر قطہ آب ہست صین دریا

حق را بچ نام کس نتواند خواند ہر نام کر ہست ہست از اسخان جدا

دار شاد در بار کو ایک رقدمیں لکھتا ہے، کہ اس کے دل سے اسلام مجازی محو ہو گی، اور
اب کفر حقیقی کا جلوہ نظر رہتا ہے، اور اس کفر حقیقی کی تدریجی معلوم کرنے کے بعد وہ زندگی پوش بت پرست
بلکہ خود پرست اور دیر نہیں ہو گیا ہے، اور اس کے لیے کسی چیز کے اقرار و انکار کا سوال باقی نہیں

رہا ہے۔

ملان گردبنتے کربت چیت پرانے کر دین دربت پرست است

اگر کافر اسلام مجازی گشت بزرگ، کرا کفر حقیقی ش پرید اور

دوں ہرستے چائیت پہنان بزرگ فرایانیت پہن ان

بترس زادہ دادم دل بیک بار مجرد گشتم اذ اقرار دانگار

دار شکوہ نہ عرف شاعر تھا بلکہ شاعر دن کا سرپرست اور مرتباً تھا، میر منی دہن شہد سے

ہندوستان آیا تو دار اہمی کے دامن دولت سے والبستہ ہو کر دہنہ عروج پر پہنچا، مرادہ المیال کا
مولت میر منی دانش کے ذکر میں لکھا ہے:

”از تربیت کردہ اے شاہ بلند اتب ل سلطان دار شکوہ است دیپرست یادی

استند اود پرید می طالع محظی ہا دانش را ہ دانستا“

رضی دانش کے تعلق محزن الغرائب یعنی ہے:

لے رقصات عالمگیر مرتبہ میں بحیب اشرف ندوی ص ۲۳۳

دارالشکوہ فن خطاطی میں بھی یہ طولی رکھتا تھا یہ فن اس نے شاہجہانی عمد کے شہر راستا ذہناً عبد الرشید و ملی سے سیکھا اور وہ اس کا بہت بھی مختنی اور لائی تشاگرو تھا ہندکہ خوشخبریں میں ہے۔

دارالشکوہ پر شاہجہان باوشا، شاگرد عبد الرشید، قاست با وجود اشتغال اور شاہزادی دیگر علوم، بدیہی آئا عبد الرشید شاید کے شش او زنستہ باشد؟^۱

دارا کو فتنیں اور فخ دو فون میں کامل ہمارت تھی، پروفیسر حنفیہ انجینئرنگ نے اس کی خطاطی کے بہت سے نو زون کا ذکر جمیع الجھن کے یہ باجہ میں کیا ہے، مثلاً اس کے بندوں کا کھا ہڈیکام پا کا عزیز باغ لاہوری حیدر آباد مکن میں ہے، جس کے ہر روت شروع سے اخنہب سترے ہیں، ایک مظاہر خبودہ کا فخر بخط فخر اور ایک وہ پسدار سطح کا فخر بخدا فتنیں و کٹوریہ میوریل ہال میں محفوظ میں، آئینہ لہوری حیدر آباد میں اس کے خط کی دو کتابیں ہیں، رسالہ الحکمت اور سطرا و شرح دیوان حافظ فہرست کتب خاہ، صنیفہ عبد اول^۲)، ان کے علاوہ اس کی بھی وصلیان مخلصت بھائوں میں پائی جاتی ہیں، بعض کتب بن پاس کے دستخط اور منحصر تحریریں ہیں، جو خطاطی کے نادرنی کی جاسکتی ہیں،

پر شکوہ خزینہ الاصفیا کے صفت کا بیان ہے کہ دارالشکوہ کے قتل کے بعد جب اس کا فوراً لڑکا اور تجھیں عالمگیر کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اس بچہ کا حال پوچھا، بچے نے فی البدیر یہ شعر پڑھا،

بچرو ایر دل من کتر از بیتوب نیست اور گم کر دہ برو و من پدر گم کر دہ م
عالمگیر جواب پا کر رجیدہ ہوا، اور بولا جیریے کو مانا اور اس کے بچہ کی پردوش کرنا عذتنہ نہ لہ یہ ذکرہ خوشخبریں، ایٹی ملک سوسائٹی بھجیں میں

بہان طرزِ اشناقی داشت یا او بزرگ طالع بین پا یور سید،

دار اشکوہ کو برہن کا یہ شرہبت پسند تھا،

مرا دلیست مکفر اشناق کچدین بار بکعبہ بروم و بازش برہن آور دم

دار اشکوہ نے برہن سے شہجان کے سامنے بھی یہ شرہبڑھایا، شہجان نکر بافر و ختنہ ہوا

یکن افضل خان نے اس کا حضہ سعدی کا یہ شرہبڑھ کر ٹھنڈا کیا،

خُر عینی گرش بکم برمد چون باید ہنوز خرباش لے

چند رجحان برہن کے علاوہ محمد علی ماہر اور بنو ای واس ولی بھی دار اشکوہ کے ساتھ کچھ

دونوں دا بستہ رہے، محمد علی ماہر کا ذکر پہلے آچکا ہے، دار اشکوہ نے ان کو مریخان کا خطاب دیا

تھا، بنو ای واس دا اکے مشیون ہیں سے تھا، ملائشہ بدھشی کی صحبت میں فتوود دشی سے شہزاد

پو، اور ترک و تجرید کی زندگی اختیار کر لی، اور دار اکی ملازمت سے کن رکش ہرگی، دار اک نے

اس کن رکش کو پسند نہیں کی، اور کچھ برمم ہوا، مگر ولی نے بطور معاشرت یہ ربعی لکھ لیجی،

بشنزدہ ولی وفا سے دنیا لے شاہ مغور مشہد ولت و حشمت وجاه

ہر جبہ چو در ہے نایا یہ لکن آن قطرہ شہنم ست بر بُلک گیا ہے

مگر برش مبوز یہم کے فارسی خطر طات کی فرستے یہ پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ بالا ربعی

بنو ای واس کی تاریخی تصنیف راجاوی کے آغازین مرقوم ہے، یہ تاریخ راجہ جہشتر سے

شہ جان کے عدتك کی ہے، بنو ای واس نے کچھ منزویان بھی لکھیں، منزوی ملی رام کا ذکر کیجا نا

شاہ ادوہ کی فرستہ میں ہے۔ (ص ۵۸۹)

لئے مراد دنیا ل ص ۲۱۴-۲۱۵، تھے روزہ روشن میں نوازی داں لکھا ہی مرقوم ہے، بینچ بلجہ بجدانی داں بھی ہے۔

تھے روزہ روشن میں تھے، لئے برش مبوز یہم کیلائگ چدیدم تھے،

کے نفلِ دکال سے فیض اب ہرنا چاہتا تھا، اس لیے ان کو اپنے دیواریں آئیں ان الفاظ میں دعوت دی جس سے اس کے دل میں ان کی عورت و احترام کا اندازہ ہوتا ہے،

”فَوْتِ رِفَاهِ فَنَّهُ لِكَلَاتِ دِنَّكَهُ لَمَحْمُودِ بِخَاتِيْتِ بِنَيَّتِ خَرَادِيِّ
مَلَازِكَشَتِهِ بَانِدِ کَرْجَنِ بِيَامِنِ بِرَكَاتِ الْهِيِّ خَاطِفِيْنِ آثَرِ بَاهِمَارِهِ مُسْتَجَدِهِ أَنِّسَتِ كَرِدِ بَابِلِمِ دِيِّ
مُكَتِّدِ صَاحِبِ دِيِّنِ دِعَتِ اَذْمَرِهِ مَلَازِكَشِيْنِ مَنْزِلِيْنِ بِوَدَّهِ، وَقَائِمِيْنِ وَمُكَيِّرِيْنِ رَابِقَتِ عَوْنَ
يِ رَسَانِيْهِ بَاشَدِ وَأَنْجَرِيْبِصِيرِهِمَامِيْنِ يَمِّكِرِهِ مِنَدِ عَوْنَيِّيِّ وَكَنْجِيْنِهِ اَسَرَادِ لَادِيِّيِّ اَسَتِ پِرَوَانِهِ
بَاشَدِ، بَانِ جَاعِتِ مِيْ فَرِمُودِهِ بَاشِمِ تَاكَا رَبِّا بِرِفْقِ اَحْكَامِيِّ وَمَنْتِ بَنْوِيِّ بَلِ فِي اَمَدِهِ بَانِ
بَنِ بَرِّانِ اَذْرَوَسِهِ هَرِبَانِيِّ بِاَدَانِ دَانِشِ آَكَاهِ حَاقِقِ اَنْتَيِهِ بَنْوَدِهِ طَلَبِ فَرِمُودِهِ اِيكِهِ قَهِ
الظَّافِ سَطَانِيِّ طَرِيَّتِ سَادَتِ پِيَوِهِ خَوْدِ دَلِبَرِتِ حَصَنُورِ تَامِ نَيِّنِ سَرَاسِ سَعَادَتِ
مَغَزِ گَرِوانِدِ بَعْدَازِ اَنِ كَرِشَتِ اَذْرَوِزِ مَلَازِمَتِ گَرِدَهِ وَجَنَدِيِّ فَيِّنِ ظَهَرِ بَلِهِنِ اَزْجَنِهِ
مُعْلَمِيِّ بِرِكِيرِدِ اَرْجَزِ اَبِدِ بُوْطِنِ مَسَادَدَتِ نَمِيدِ، اَوْرِ اَشَوْلِ عَذَيَّاتِ وَمُورِدِ تَوَهَّبَاتِ فَرِمُودِهِ
رَحَصَتِ اَنْصَارَتِ اَرْدَهِ فِي خَوَاهِمِ دَادِ، وَأَرْغَزِ اَرْشِ بُوْدَنِ دِيِّنِ آَتَنِ سَلَطَتِ آَشِيَّانِ
دَاشَتِهِ باشِدِ، بَيْنَعِيْ کَرِبَاطِنِ دَلِ دَوْدَنِ خَاطِلَنِدِ رَانِدِ، وَرِبَابِ اوْتَوْجِ مِنِيدِهِ خَوَاهِمِ
وَاشَتِ، بَاهِيْکِ بَجِرِدِ وَصَرِلِ اِنِ مَشَوِرِ كَرِامَسَتِ دَاضَلِ بِئِ تَوَقَّتِ دَدِ نَدَدَهِ
دَوَادِ عَجَتِ بُوسِ گَرِدَهِ دَوَرِ جَهَدَتِهِ سَادَهِ لَهِ“

فارسی سچنگو یون مین شیخ ششم لاہوری گه، اور مندی شرار مین چنان ساکن کوڑہ جہان اہا
شجاع کے مقررین خاص ہیں تھے، چنان من پئے محمد کا بہت ہی مشورہ منسکرت کا عالم تھا، ایک
لہ دقات عالمگیری مرتبہ سید بحیث شرف ندوی صنگان کی شاواہی کے نوٹے کے لیے دیکھو گزرن
الغائب تکمیل نخواہیں م، دار المصنفین علیم گزرس

کا کام نہیں، جنچہ اس بچ کو مدوا دالا۔ خیرتہ الاصفیار کے مصنف نے تو سالہ بیجے کا نام نہیں لکھا ہے۔
مصنف موصوف کی مراد شاید پھر شکوہ سے ہو، مگر وہ ایسی صحیح نہیں، کیونکہ عالمگیر نے اپنے مولوی نے
سال جلوس مستانہ ہیں اپنی لڑکی تواب زبدۃ اللہ بنگم کو شہزادہ پھر شکوہ کے جا رعفہ دین دیا تھا،
شجاع و مراد شاہ جہاں کے لاکون میں تخت و تاج کے بیٹے جو خوزیر بنگ ہوئی، اس

میں مورخین شجاع اور مراد کا عبرتاں کا بجام و کھلنے میں اس قدر خوب ہو گئے، کہ ان دونوں کے علی
فضل و کمال کو بالکل نظر نہ ادا کر دیا ہے۔ حالانکہ شاہ جہاں کے ووڑا کے اور اور اور نیز جب دم و رہ
کی بہولت آسمان علم پر ہر ماہ بن کر چکے، ظاہر ہے کہ اس سے شجاع اور مراد کی ضرور فیضیاں بہو
ہوں گے، مگر جس طرح وہ صفحہ ہمتی سے مناویے گے، اسی طرح ان کے علی و مصنف بھی صفحہ تاریخ
سے گم کر دیے گئے، لیکن ان دونوں کی علی قابلیت ان کے رقمات سے اور ان کی علم فنازی کا حوالہ
ان کے درباری شعرواء و متولین سے معلوم ہو سکتا ہے، شجاع اور مراد کے رقمات مختلف تک بن
میں جستہ جستہ ہیں، ان کے مطابق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اور نیز اور دلائی طرح گوبلند پا یہ
اویب اور انسا پر داڑ تو نہ کئے، پھر بھی ان کی تحریر ہر دن ہیں اس زمانہ کے ذوق ادب کی پر ری
چاہنی ضرور ہے۔

شجاع اور مراد و دون شعرواء اور ارباب کمال کے تقدیر دان اور سرپرست تھے، ملا محمود
جونپوری شاہ جہانی عہد کے بہت بی جائز عالم تھے، خلفیت میں ان کی تصییت شخص باز رہ اور معافی
و بیان ہی فوائد فی شرح القواعد اپنے نکتہ پایہ سنتہ بھی جاتی ہے، ہستہ میں جب انکا انتقال
ہوا، تو ان کے استاذ مولانا محمد فضل جونپوری پر انسا اثر ہوا کہ شاگرد کی وفات کے بعد ان کے بیون پر
کبھی سکراہت نہیں دیکھی تھی اور کل پالیں رہ زکے بد و بھی شاگرد سے جاتے، شجاع ملا محمود جونپوری

لئے خیرتہ الاصفیاء مفتاح، ۲۷، مکتبہ عالمگیری اور دار ترجیحات، دار التحریر جید اباد دکن، ۲۷ مذکورہ العلی، ص ۲۲۶،

نے فی البدیہیہ شعر پڑھا ،

عید قربانست و می خواهم کفر بانت شدم بمحظیہم کو پسند کشنا تیرانت شوم
ایک مرتبہ عید الفطر کے موقع پرماد کی سواری عید گاہ جاری تھی، سید قرشی مجدد، کیلئے
حاضر ہوا، مراد نے دس سے درافت کی کر عید الفطر کی تہذیت میں اس نے کچھ کہا ہے یا نہیں،
اتفاق سے سید قرشی نے کچھ کہا نہیں اور پچھنے کے بعد مراد نماز میں مشغول ہو گی، عید قرشی کو موقع
مل گیا، اس درمیان میں اس نے ایک غزل تیار کر لی، مراد نماز پڑھ کر تو سید نے غزل میں
کی، مراد شراب کا بڑا ولادہ تھا، اس غزل میں اس کی خاص رعایت رکھی ہے،

روز عیدست لب خلک مُاؤ کیند	چارہ کا رخود لے ترثہ لبان زو کیند
دیر گاہیست کہ از زور یمنان دود یتم	زود بائیہ بکفت جام زرا نزو دو کیند
شربت حب ببات لب جان بخش ایا ز	نوش داروی دل خستہ ٹھو دکیند
حرف بے صرفہ داعظ نتوان کر دیکش	گوش بہز مرزا چکرنے دعو دکیند
ہست ببود شما بندہ گی شاہ مراد	بتر آنست کہ اندریہ بسرو د کیند
شیوه صدقہ چو سرایہم سو بود	ہست ایمہ کزین سیشو گبے سو کیند
پر شیاخت رہ از طبع صفو سید	سمی دریا فتن طبع مسعود کیند

شاہزادہ مراد نے صرف غزل سے مختوف ہوا، بلکہ سید قرشی کی اس بدیہیہ کوئی پر حیرت کا اندازہ کیا۔
مراد کی زندگی اور اس کے دربار کی زیگیوں کی تجزیہ شما بجان کو پہنچی تو اس نے اپنے
ایک ہونہنہ اور زیریک امیر علی نقی کو مراد کی ننگرانی کے لیے بھجا، میں فتحی سید قرشی کو نہ پسند کرتا
تھا، اس کی وجہ سے دو ٹون میں اتنا غاد بیڑا کر سید قرشی کی بجان کے ہائے پرستگے، چنانچہ ایک رات

ہندی کلام، کا مجموعہ کتب بچار کے نام سے موجود ہے، اس میں سلطان زین الدین محمد بن شاہ
شجاع کی مرح میں بھی بست سی کتب تین ہیں ہے۔

شاہزادہ مراد کا رسیت محبوب شریعت قریشی تھا، جملان کا باشندہ تھا، حب مراد کو جگت
کی نظر میں تغوریں ہوتی، تو سعید قریشی بھی اس کے ساتھ گیا، اور اپنی بذریعہ بھی، شیرین بیانی، اور
شروع گئی کی بدلت مراد کی نکاح ہوئی پر اتنا چڑھا کر دربار کے تمام امرا، اس پر فرمیت ہو گئے،
دراثہ انجیال کا مصنف اس کی تعریف میں یون رطب اللسان ہے،

بیان بزرگی صوری و شرح عالت معنوی و ذکر دست مشرب و انعام حماسن

شیم و ابزار حکوم خلائق وادے کث و گی بیٹھنی دلتری بے تیزی دقت و تحریر استداد

حکمت زبان قلم و قلم زبان برنتا بد۔

ادا مل طاز مرت میں ایک روز سعید قریشی مراد کے دربار میں جانا چاہا تو ادھر غسلی نے

جو کیے اندھلے ہا بود، اندھہ آنسے کی اجازت نہ دی، سعید قریشی نے فرازیہ رہائی لکھ کر
مراد کے پاس بھی:

لے شاہ جا بہت چو جناب اللہ است ہر حکم تو چون حکم کتاب اللہ است

این چل دیو ضل مناخ درست ایس صفت مانی باب اللہ است

مراد رہا عی پڑ کر بہت محظوظ ہوا، اور سعید قریشی کو زنا نخانے کے علاوہ ہر جگہ آنسے جانے
کی اجازت دیدی،

ایک بار سعید اضھی کے موقع پر مراد اپنے ہاتھوں سے بکرا ڈکھ کر دھا تھا، بکرے کی آنکھوں

پر پی بندھی تھی، مراد نے بکرے کی آنکھیں دکھیں اس کی نظر سعید قریشی کی طرف آئی، سعید قریشی

پہ آن بند اقبال تا لذت شکار یافتہ اند، اذ اکت بک لات از خواندن و نوشن و ماند
و سرت باز داشته، چنان رفیقہ بین امور تدارند ایشان را چون خواہم گذاشت کر پہ
شعل از کب کمال بازماند ॥

سلطان محمد کو اور نگزیب کی خاص ہدایت تھی کہ وہ ترکی زبان سیکھ کر اس ہیں بول جائے
کی مارت پیدا کرے، مغل فوج ہیں ترکی لشکر پاہی اور فرسودن کی تعداد کافی ہوتی تھی
اس یہ اس سے براہ راست تعلق رکھنے کے لیے ترکی زبان کا سیکھنا تیموری شاہزادوں کے لیے
غیرہی تھا، مگر سلطان محمد کو اس زبان سے عجت ز تھی برخانچہ جب وہ شامی ہند کی ایک
عمر پورا ہوا تو ترکی کے اتنے کو ساختنے لے گی اور نگزیب کو یہ ناگوار ہوا، اس نے غصہ کی
حالت ہیں یہ کھٹکھا کرتا دکو مپنے پاس بلا کر ترکی میں نگزگو کرنے کی مشت باری رکھے،
سلطان محمد نے اپنے اتنے کی پیری و ناقوائی کا حاذد کر کے اسی غاضب کرنے کی کوشش کی، مگر
اور نگزیب نے قبول نہ کیا، اور وہ بارہ ایک غصب آلو در قدم لکھا.

پیری و ناقوائی و عذر نہی شود، و اگر باشد عذر بے فرات، ان جوان بخت در حضر
نیز اور امداد و مدد و نگاشتہ دین یک ل کرو اور کراست و ملپھا در د جم موجب از سر کارنا لد
یا فر اصل، اتفاقے بخواندن ترکی مذہبند و جمیعت عالی اذ تین ملن کب کلات ایشان
است والا این ہم ممنونیست آن ہدم چو ہما نیتے کئیہ؟ ہر گاہ آن والا گھر قدراں عواظت
نمانته، فرصت رفتنم نہ اشته تکھیل امورے کسب اور استگنی و کمل قنس ان نیت د
ابناء سلاطین را پیرا خو شترزاد ان نیت عجت نہ نایند، ماذا چون زیان، حال
کر بھو ش آمده اند و نیک را از بدی ثبت سد، ما نبچہ بیود ایشان، شد خود کو تباہی بخواہند مند ॥
اور نگزیب سلطان محمد کو فارسی تحریر و تقریر می ہمارا اور پاکیزہ لکھ کی بھی برا برہمیت کرتا رہتا تھا

مراد کو اعلان کیے بغیر گھر ت سے نکل بجا گا ماد کو خبر ہوئی تو اس کی جدائی گوارا نہ کر سکا، اور اس کو واپس بلانے کے لیے قاعدہ دڑائے، لیکن معید قریشی نے واپس آنے کے بجائے یہ غزل مندرت
یعنی کوچیجی لے،

شک بود کبوی تو دیکھن شست ما	پیچیدہ است لف تو پر نکست ما
چون سبزه درد توبخیر بافت او گی	اسے سردمن بگو کچایزد دست ما
چن تیربے خطا کر برآمد نشست ما	ددم کر با قیب تو عازم شان کرد
دل بستہ در خیال میں چان بند نلت	مد سکندری شدہ این بذبست ما
فارغ زوین دکھر شدہ بعد ازین یعنی	ما و سرینا ز دبت خود پرست ما

سلطان محمد | یا اوزنگزیب عالمگیر کا سب سے بڑا رہا اور رواب بانی کے بطن سے تھا، اوزنگزیب ایک شفیق اور دو راندیش باب کی طرح اپنے ریکون کی علی القلم و تربیت کے لیے ہمیشہ کوشان رہتا تھا کلم اسکے بعد اس کی ویسیح اور شیخ اث ان سلطنت کا جانشین لائق اور ہونخند شخص ہوا، مگر اسکی یہ کوشش بار آور نہیں ہوئی، وہ سلطان محمد کو خاتما رقصات میں سفر و حضر کی حالت میں سو برا بنا نے دھونے، کھانے پینے، اور نگار و نیافت میں مشمول ہونے، لکھنے پڑتے اور شکار کیتے، دربار منعقد کرنے یا ہاں تک کرائے بیٹھنے، امر اسے ملے جئے اور فوجوں کے معائنہ کرنے وغیرہ کو لا کھر عمل لکھتا رہتا تھا، اس میں خاص اوتا تات میں کلام پاک کی تلاوت اور عربی زبان کے مطابع کی بھی تاکیتی ہے، مگر سلطان محمد کو تعلیم سے زیادہ شکار سے پسپی تھی، اس میں اوزنگزیب کیہہ غلام ہو کر اس کو لکھتا ہے:-

ما زین کر ایت ن را پیش از وقت در خدمت غرفہ شکار بروہ ایم تاسفت داریم چ

محمد اعظم شاہ یہ عالیگیر کے بخلا لڑکا بانی اودسے پوری کے بطن سے تھا، اور شہزادوں کی طرح اس کی بھی اعلیٰ تعلیم ہری، مورخون اور تذکرہ نگاروں نے اس کے علم و فضل کی تعریف کی ہے، اس نماز کے بعض شہرو شریاء مزاعبد القاعد بیدل، محمد حسین شہرت، تیز محمد محمد آن رائخ، اور حاجی اکتم سالم کی صحبت یعنی شریک رہنے کی وجہ سے خود بھی کبھی کبھی شعر موزوں کریتا تھا، اس کی دیکھ رباعی ہے،

قدر سخن از دو عالم میش است
با خلیل خیال با دشہ دریش است
چو صریع شوخ نیت فرزند عزیز یک منی بیگانہ بہ از صد خوش ہست
اکبر و کام بخش شاہزادہ اکبر مکہ درس با نو کے بطن سے تھا، نسبت میں راجپوت کے خلاف خنگ یعنی شنول تھا کہ ان کے وزلانے پر باپ سے مخفف ہو کر باغی ہو گی، اور جب اس کی بغاوت ناکام رہی تو ہندوستان سے پاگ کر ایران چلا گی، اور وہاں شہنشہ طوس عالیگیری یعنی فوت ہوا، عالیگیر اس کی دو باتوں کا مارج تھا، ایک یہ کہ اس نے نماز با جات کبھی تھانیین کی، دوسرے ذہب کا اتنا ولاد و تی کہ ذہبی جوش میں تھانیین مت سے کبھی خوفزدہ نہیں ہوا،

کام بخش اودسے پوری کے بطن سے تھا، عالیگیر کے ۲۰ دین سال جلوس میں حفظ کلام اللہ کی سعادت حاصل کی، عالیگیر نے اس خوشی یعنی اس کو خدمت دو، اس پر باساز طلا، و سر پیچ مرصن و مالاسے مدارید و پر باغل مرصن و ترکش باگان عطا کیئے، اُنہوں عالیگیر کے مصنف کا بیان ہے، کہ تحصیل علوم میں اپنے تمام بجا یوں پرستیت لے گی تھا، اس کو ترکی زبان یعنی فارسی صادرت حاصل تھی، اور مختلف اقسام کے خطوط کی تکمیل ہے، اس نے اس قسم نماز تھا،

اور اس کیلئے خاص کتب بون خصوصاً اکبر نامہ کے مطابق کی تائید کرتا تھا، ایک رد قویں ہے۔

اگر دریافت احتیاط نمود و عبارت مطابق آداب و قوایہ نباشد جائے انشال است۔

رواقات فرمخت بسطاء لذکتب نیز علی الحضور اکبر نامہ پر، ختنہ از مشت انشاء غافل ہے گردنہ،

دو گی جید صروفت اُن سند کر تقریر و تحریر پاکیزہ پسندیدہ شروعات مدعی انشاء

دریافت مناسب اُن بوقتی فاطرث نہ گرد دلگشی و ذلتیں بکار بہزادہ ہرچو گویند د

بسوئند ایک فحیہ و سخیہ و باشد؟

چنانچہ سلطان محمد نے اکبر نامہ کا مطابق شروع کیا اور حسب اور نجکنیب کو خط لکھا تو اکبر نامہ کے مصنف کی تعلیمیں معم اندھے کے بجائے "الله اکبر" اور جل جلال تحریر کیا، اور نجکنیب کو نیا گئی ہوا نوادرس نے تبینہ کی،

مخصوصاً ذخیرہ اکبر نامہ شیخ بر افضل قیس عبارت اُن کتاب است ذرا باغ نہ سب

مصنف کا از درست بعثت اصلیب سخون را تغیر داد.....

اسی طرح سلطان محمد نے اکبر نامہ کی تعلیمیں اپنے عویضہ کو نشان دالا اور جو کہ تم خاص لکھا تھا، اور نجکنیب نے اس پر بھی فہایش کی، کہی انفاظ شاہی و تقدہ اور تحریر کے یہ خاص ہونے چاہیں، ایک بار سلطان محمد نے اور نجکنیب کو لاپرواٹی میں خراب کاغذ پر بُرے سطر میں توکھہ اور نجکنیب نے اس کوڈا نہ کر لکھا،

ہرچہ ہوئیں دست گاہ داشتہ بکانہ لئے لائق می بوسشتہ باشد بے پرواٹی

جن خط را بپڑم زنندہ یا

گرافوس ہے کہ اور نجکنیب کی یہ ساری تربیت مالگان گئی، اور سلطان محمد غزانی شاہ

ہی میں دنیا سے چل با

یکم کا تو اس تھا، ۱۸۷۲ء میں قلم معلیٰ دہلی میں پیدا ہوا اور ہمین قلم و تربیت پائی؛ یہ وہ زمانہ تھا جب
مغلیہ سلطنت کا چڑاغِ لٹھا رہا تھا، بادشاہ وقت اور شہزادے ایک غیر اسلامی حکومت کے ذمہ پر خوا
ہ اور نظر بند ہو کر رہ گئے تھے، اظفری بھی قلم معلیٰ دہلی میں ایک قدی کی حیثیت سے زندگی لکھ رہا
تھا، مگر کچھ عرصہ کے بعد خفیہ طور سے وہاں سے فرار ہو گیا، اور یہ پور جو دھیور وغیرہ ہو چکے
لکھنؤ پہنچا، نوابِ اصفت الدلوان نے اس کی پذیرائی کی، اظفری لکھنؤ میں سات سال
بہ، وہاں سے مدراس پہنچا، اور وہیں ۱۸۷۳ء میں پردھاک ہوا،

اظفری کو عربی فارسی اردو اور ترکی بار دن زبانوں میں ہمارت تھی، آخر میں مدراس
پنجاب نگریزی بھی سکھ لی تھی، مختلف علوم و فنون شامل تھے، رمل، عوامی، قاتیہ اور رخصوصاً
فن شعری میں دسترس رکھتا تھا، فارسی اردو اور ترکی میں صاحب دیوان بھی تھا، مگر دو
ہے کہ اس کا فارسی اور ترکی دیوان مفقود ہے۔ اس کا اردو دیوان مدراس یونیورسٹی کی طرف
سے شائع ہوتے والا ہے، یہ مطبور لکھتے وقت اس کی ایک کتاب واقعات اظفری پیش نظر
ہے، جس کا اردو ترجمہ مدراس یونیورسٹی نے شائع کیا ہے، اس میں اظفری نے اپنے
سفر کے ملاوہ قلم معلیٰ کے بہت سے حالات لکھے ہیں، اس میں یہ کتاب تاریخی اور جغرافی حیثیت
سے بھی اہم ہے۔ اس میں شاہ عالم کے زمانے کے بہت سے ایسے حالات درج ہیں، جو عام سیاسی
تاریخوں میں نہیں ملتے، اظفر بن شہزادوں کے عادات و اطوار، رکم و روح، جادو، فستروں اور عمليات
کے متعلق بھی بہت سے معلومات ہیں، بھر قلم سے فرار ہونے کے بعد اس نے جن جن مقامات
کی سیر کی، وہاں کی عجیب عجیب جزوں رکم و روح اور معتقدات کا بھی ذکر کیا ہے، آخر میں دہلی
مختلف تالیفات کا دیگران افاظ میں کیا ہے:-

اپنے قیم لکھنؤ کے زمانہ میں نے ایک سال کا اندر ایک ترکی چنانی نسٹ کی

اور نجیب عالمگیری دفاتر کے بعد مخفی سلطنت کی تاریخ جنگ و جدل اور تشاروختاں کی ریکارڈات سن ہوئے خون آشام و اقتات کو قلبند کرنے ہیں ایسا ہو ہو گئے ، کہ ان کی ساری توجہ بادشاہ وقت اور امرا کی سیاست اور دینہ و دانیوں میں ابھگ کر رہے ہیں ، اس نے شہزادوں کے علمی حالات پر تاریکی کے پردے پڑ گئے ، حالانکہ اور نجیب کے پرستشزادیم اٹھ کے باہرے میں عام طور سے مشہور ہے اک جب اس نے اشٹک کے وار اسلطنت پائی تیری شہر پڑ کو عظیم آباد کے نام سے مستقر حکومت بنایا تو وہ شاہ بھان آباد دہلی ہی کی طرح یا سی اور علی چشتی سے نیا ان ہو گیا ، مگر اس زمانہ کی علمی مجلسوں کے غلغٹے متعدد اول تاریخیں میں بند نہیں ہوئے ، اس نے شہزادیم اشنان کے علمی کارناموں پر اعتبار دو و فرق کے ساتھ روشنی نہیں ڈالی جائی۔

آخری شہان تیموری سے اکبری جادہ عجلان ، شاہجہانی سطوت و شہامت اور عالمگیری تبدیل و ہوشمندی رخصت ہو چکی تھی ، اسی کے ساتھ وہ اپنی زبان بھی کھو بیٹھے تھے ، محمد شاہ کے زمانے سے دربار میں عام چیز چاہرہ دوز بناں ہی کا رہنے لگا ، اور زمانہ کے عام مذاق کے مطابق دہلی کے شہزادے اسی زبان میں غزل گوئی کی شق کرنے لگے ، غزل گو شہزادوں کی تعداد بہت ہے ، لیکن ہم شاہ کے طور پر صرف دو پا رائی سے شہزادوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن کی سلسلی اور علمی نسبتی کا عالی بعض متذکرہ فریون نے بھی لکھا ہے ، لیکن ان کے عسلی ذائق پر روشنی ڈالنے سے پہلے ایک ایسے بالکل شہزادہ کا ذکر ضروری ہے ، جو اگرچہ بخت ناتاج کے وارثوں میں نہ تھا لیکن علمی چشتی سے تیموری خاندان کا نمایت ممتاز شہزادہ تھا ،

دراعی بخت باد محمد طیر الدین	یہ مرزا علی بخت باد محمد طیر الدین اظفربی گورنگانی ہے ، یہ شاہ عالم
بادشاہ کا حمید بادا اور نجیب عالمگیری کی پوچی نواب عفت آرا	اظفربی گورنگانی

مرزا جہان مدار شاہ | شاہ عالم ثانی کے جن لڑکوں نے باپ سے شروشا عوی کا ذوق و نر
میں پایا، ان کے نام حسب ذیل ہیں،

مرزا جہان مدار شاہ، مرزا حسن بخت، مرزا سلیمان شکوه اور مرزا فخر خدا بخت جہان شاہ،
شاہ عالم نے مرزا جہان مدار شاہ کو ولی عهد بنایا تھا، مگر اس نے عالم شاہ بیٹے میرزا حضرت
کیا، واقعاتِ اُنفری، طبقاتِ اشعار، مجموعہ المغز، تذکرہ ہندی اور مکمل ارادہ اسمم اور گلشن نے فرمائی
ہے کہ شاہزادہ کا ذکر شروعون کی فہرست میں اچھے الفاظ میں کیا گیا ہے، واقعاتِ اُنفری
کے صفت کا بیان ہے کہ شاہزادہ جہان مدار شاہ بہت بُرا سخن، طریقت اور شوخ طبع تھا، اس
کے اردو اشارہ میں بُری شوئی بھی، موسیقی سے بُجی ذوق رکھتا تھا، فارسی اور اردو دو لغز
بیان میں جہان مدار تخلص کرتا تھا،

طبقاتِ اشعار، مولف تدرست اللہ شوق شبھی میں ہے۔

چنانی بود مجھے قابلیت..... بجدت ذہن وجودت بین و فهم رساذ فکر پیا، داشت
واشارف افسی و مہنی ہر دو، موزون می ساخت"

قدرت اللہ قادر سماں نے اس کو فیرین گفتار لکھا ہے، مگر اب ابڑا یہم کے صفت نے
اس کے بھروسے تھا کہ بیان میں بُری تربیتی و کافی ہے، یہ شاہزادہ حفظہ میں ہی سے لکھو
آیا اور یہاں اکلاں نے جو علمی بزم سجا ہی اس کا حال لکھا ابڑا یہم میں اس طرح ہے:
اس شاہزادہ عالی تر کی طبیعت شر کی طرف اس تدریسی بھی کہ مبنی میں ہو گئی
بنا شوہ کی سپنے دولت نادیں ٹھہرائی تھی، اشعارے باوقار کو اپنے چوبیاں سمجھ کر
مشعر کے دن بڑاتے اور ہر ایک سے نباتاتِ اتفاقات اور عنایت کے ساتھ
گرم جوشی فرماتے، چانچہ دل قیصر کو حسب یاد فرمایا تو اس سچدانا نے یہ عذر کہہ بھجوایا کہ

کتب تاییت کی جس میں قطبِ مؤلفین کے طرز کے خلاف تفصیل کے ساتھ آئن
طریقے پڑھنے نو امکنے ہیں۔

ایک ہفتہ میں نجف "محبوب اللذوب" کا معنی نہ میں فارسی زبان میں ترجمہ کرو کچھ اُس
پڑاٹ دز کی ہے، اصل کتاب میر نظام الدین میں شیر شخص بـ نوائی کی تصنیف اور
ترکی زبان میں ہے۔

ایک ہفتہ میں رضاب تر کی "صنعت مقویات میں مرتب کیں، جس میں دوسری
شعر ہیں، تیسرا دوسری امیر خسرو کی "خان بادی" کے جواب میں اسی وزن پر ایک خفتر
رسال تر کی اور ہندی زبان میں مرتب کی، اس میں سارے چھ سو شعر ہیں، اور اسکے
نام میں نے تکریٰ نہ کاہے۔

حکیم حسین رضا خاں کی استاد عابد جو ہماری سرکار کے ملازم ہیں، جنہوں کے
اندر بقدر کے رسال تقریر کا فارسی میں ترجمہ کیا، بعد اسے فلم کا بس پہنیا، یہ رسال
عویزی زبان میں مرضیون کی روی علامتوں کے بیان میں ہے۔

اس کے بعد نجف "اسنخات" کی تاییت میں مشنول ہو (جبکہ یہی اکثر تفصیلیں

تہی ہیں مذکور ہیں، اب تک اس میں ایک سو تو سانچے درج ہو چکے ہیں)

جس وقت میں عظیم آباد پنجا تواریے میکارام کی خواہش پر سات دن کے اندر
ایک اور کتاب "رضاب تر کی چھتائی" تصنیف کی جس میں چار سو بادن اشعار میں
ہائے میکارام ہمارا مود و شی خانہ داد ہماری سرکار کا بخشنی ہے،

جب میں عصود آباد میں وابستہ ہو تو..... مرا جان پیش کی خواہش پر اپنے
واقعات کی تاییت شروع کی (واقعات اظری مراد ہے)

طبقات المغارب

زلف آیینہ جو خ پشم رکھتے ہیں
رذاده شب کو باعجاہ تم رکھتے ہیں
میرا دل انگار بھی کچھ گل سو کم نہیں
منظور ہو جو گوشہ دستہ رکیے
خیز جو بھائیں نہیں مون جہان ہیں کوئی
دیکھا تو اپنے دیدہ خوبیاں کیے
اس زلف عقدہ گیر کا کیتا لے صنم
بس تھے جہان کے بھوڑنا کیے
گلزار ابرا تکم میں ہے :-

ڈپو چودہ ہر میں کیا کر چلے ہم
ای بھی آرزو میں مر چلے ہم
ہے اک شب جو اس تکم کروپ

منذکرہ مہندی :-

کوئی بات تری ہم سے اٹھائی نہ گئی
پر جفا جو یہ تری قوت کی لڑائی نہ گئی
قصہ ہر چوت کی سیکھنے کا میلنے
وضع نار کی مریاں سے الٹی نہ گئی
بیمار عشق اپنک جانبر بھی کوئی ہوا ہے
قراءے طیب نامی میری داکریتے
پختا یگھ تو اک سننا ہے اے جہاندار
دیتا تو ہے دل اس کو لکن برا کر کتے
کون سکش لے جہاندار اج لگن رابع
بات تو میں ہرشاخ گل کے موکا پیار کھینا
هزار حنبوت قدرت اللہ شوق سنبھلی فے اپنے منذکرہ طبقات المغارب میں شہزادہ کا

ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :-

از راه تابلیت ذاتی برائے لفظ طبع گا ہے متوجہ فن شعری شود و سال و آن

غزل فارسی و مہندی بھمی رسانہ این چند ابیات آن حنبوت کر بنیان بسطے غزل

و منصب ایران او بیمع بسید تحریر می آیہ، اگرچہ فرض است فاما ذہن صاحب مکر

کتریں نے مشاعرے کا جانا دلت سے موقوت کیا ہے، اذ بس کوں صحبتون میں منظر
 ہی کویا ران عالی حوصلہ نے، دلچ دیا ہے، اگر ارشاد ہو تو سوائے مشاعرے کے ایک
 دن بندگی میں عاضر ہوں اور اس تجھ نہ کامشتنی بے منزکوں موافق ارشاد کے زمین عرض ہیں
 بوڈن، پیڑیا ز ہوا، اور پھر جو بیدار یا اوری ارشاد فرمایا کہ تیرا عاضر ہو، مشاعرے میں نہ ہے
 ضروری ہے، مناظرہ کا مطلق ہمارے یہاں نہیں دستور ہے، غصہ یا سے فواب آصف الدُّ
 رحوم کے عاضر ہوا، اور شرف سعادت بلازمت کا عاصل ہوا، مگر یونگلین اس دن ازدھا
 تفضلات کے پڑھوا ہیں، اور ہر شعر پر کی کہون کر کی کیا عنایتیں فرمائیں، پھر اپنی طبع زادے
 بست کچھ ارشاد فرمایا، اور سامیں کو مورد غایت و امداد فرمایا۔
 اس شہزادہ کا انتقال ۱۷۲۸ء میں بقایم بنا راس ہوا، مختلف تذکروں میں اس کے
 منتقل ہیں، نمود کے طور پر ہم یہاں اس کے کچھ اشعار درج کرتے ہیں،
 واقعات اظفری :-

تری جبے الفت کے پالے پئے ہیں ہیں اپنی ہیٹنے کے لالے پڑو ہیں
 پھرے ڈھونڈتے پا برہمنہ تجھے یہاں تک کہ باؤں میں چھاپ ہریں

فارسی کلام

فاؤشک دیگر ز غشق جان مرا کرکس نبی شنود شرح دستان ہا
 فزووہ یکم غرورت ز غرض جیابی باین گنہ بردار کے زبان ہا
 دلم زینہ برآریم پیش او بیری زام ما پرسانید این باین مل
 لہ گزار اب یکم اب یکم ترقی اردو خدا گھشن بے غار میں اس شہزادہ کے منطق یہ الفاظ ہیں :-
 ”بعض د فرات و عقل و کیست مت ز قران و امثال خوبودہ“

بلے رہتے تھے، جو مختل یے گاشن صحت کے گلستون سے بجاتی جائے وہاں کی زمینیان کیا کچھ مجن کی، بھی چاہتا تھا کہ ان کی باتوں سے گزار کھلا دوں، مگر اکثر چپل یہی فرش کا نٹوں ہیں اسیکچھے ہوتے ہیں، کہ کافی کے پہنچے ہوتے جاتے ہیں، اس یہی صفحہ پر پیلاتے ہوتے ڈالکتا ہے۔ پس مزاہیمان ٹکوہ صحنی سے اصلاح یا کرتے تھے، جب سید انش، پہنچے، تو صحنی کا صحت طاق پر کھاگی، بندگوں سے ن، اور طرزِ کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تباہہ ہزادہ موصوف کے سردیوں کی غزل اور اکثر غزلیں بھی سید مدد کی اصلاح کی ہوئی یا کہی ہوئی ہیں،

فرش کا نٹوں سے مراد شاید میمان ٹکوہ کے دربار کے اہل قلم اور شوار کا حسد اور روشنک در قابو ہو، مولوی عبد الحجی صاحب (انجمن ترقی ادو) تذکرہ ہنسی مولفہ علام سید احمد صحنی کے متعدد میں قظر از ہیں:-

دلی کے شہزادے، شاہ عالم کے بیٹے مزاہیمان ٹکوہ، اس زمانے میں لکھنؤیں تھے۔ صاحبِ عالم نے لکھنؤ کی سرزمین پر چھوٹی سی دلی بسار کی تھی، اور سارا ٹھاٹھ وہی تام کر کر کھاتا، دلی سے جو جاتا پہلے ان کی سرکاریں اپنے ٹھکانا نہ ہونڈتا، شرودھنی سے ذوق رکھتے تھے، اور شعرا اور اہل کمال کے قدروں تھے، انش، جرأت، سورہ صحنی دعیہ و اتی کے دربار میں ملازم تھے، یا انعام و اکرام سے سرفراز ہوتے تھے، بارہ سو سو تھے بھری یعنی صحنی بھی میراث، اشکی و سلطنت سے اس دربار میں داخل ہوتے، ہماری دربار میں حسد و روشنک، در قابو و غمازی اور ساز و باز کی گرم باز ادی ہیشہ رہی ہے.....

انش، جرأت، اور صحنی خوب ہاشم اور ہمہ مشیتے تھے، اول اول شاعر احمد چک رہی، بھی بنی تھی پڑتے نزبت جنگ و جدل اور فرش اور پھر شکر پینچ کی.....غوف ایک ہنگامہ برپا

مشاب وارد ہیں

اس کے بعض اشعار ہیں ہیں :-

فرقت میں اسکی یارب کھنچیں تم رکنک اگھیں تو تک گئی ہیں دمکھیگے راہ کتنک

یاد ہے گھنڈا کی صورت گل ہے نظر وہ میں خالی کھرت

کی قیامت ہوا سکی ذکر فڑہ خجرا بدار کی صورت

هزرا سیمان شکوہ لندون کے آخر زمانہ میں مزا سیمان شکرہ کا نام علی حیثیت سے بنتا ہے

ہے، اس شہزادہ کے متعلق قدرت اللہ شوق کا بیان ہے:-

مخزن قابلیت و علم و معدن ان نیت و علم..... از بکر جودت طبع و جدت

ذہن بیار وارد، از راو قابلیت ذاتی گاہے متوجہ فن شرقی شود و غزل فارسی و هندوی

بهمی رساند و اکثر در خدمت ادمیت و شرعاً شرعاً شرد،

کھنچن بے قادریں ہے :-

هزرا سیمان شکوہ..... مدتے بلده فرائے لکھنُو بود، اکثر شرارے آنجا زخوان لفتش

بہروڑا کامیاب بودند، چند سال است کرد ہی دار دشہ بود، الیال تربیت شرارے

ستقر اخلاق اکبر را با داشت۔ (ص ۲۶۹، مطبع دہلی اردو اجرا پریس)،

سیمان شکوہ نے دہلی چھوڑنے کے بعد لکھنُو میں جو علی مجلس آراستہ کی تھی، اُزرا نے اسکی تصویر اس طرح دکھائی ہے۔

هزرا سیمان شکوہ شاہ عالم کے بیٹے تھے،..... شاعر تھے، چنانچہ عامہ اہل دہلی

کے علاوہ شوار کا مجع و دفن و قتوں کے ہان رہتا تھا، سوہا، میرنا کاک، میر آسو

وغیرہ کا درتی زندگانی جو تھا، صحافی، جرأت، مزاقیل وغیرہ شاعرون اور شرنمنوں کے

نہ تو ماہ فاتح عشق کا جلوہ اگر پیدا
 تو کب ہوتا شتب تاریکے نور سحر پیدا
 یاد ملت اسخون انہی بچھے اے عشق کتنا بُن
 ہوا ہو اس نیستان یعنی دل سائیں زپیدا
 قمر اس بت نے جبے مندی پر شاک ہپی۔
 ہوا ہوا یک عالم کرت بی کرد و مرپیدا
 کوئی پتے پر نہ آیا مجرمون کے غیر صبر
 سفت یزدان تم مین ہم گئے تسلیکن
 اے قرو گلیر مت ہو کھول دینگے ان ہین
 حضرت مشکل کش عقد و ترقی مشکل کو کوں
 بہادر شاہ کے زمانہ میں قلمبند معلیٰ شعرو شاعری کا گھوڑا رہ بخت جیسا کہ اخیری شاہ ان تیاری
 کے ذکر کے سلسلہ میں اور بیان کیا جا چکا ہے قلمبند معلیٰ کے شزادوں ہیں شاید بھی کوئی ایسا شزادہ ہو گا
 جس کو شعرو شاعری سے لگا کوئرہ ہو، اور وہ مشاعر وہ ہیں حصہ زیست رہا ہو، میکن اس کی تنقیبات
 طویل بھی ہیں، اور اردو کی بعض مطبوعہ کت بون میں ان کے جسمہ جسمہ حالابھی ملتے ہیں، اس لیے
 ہم ان کو قلم انداز کرتے ہیں،

ہو گی جس کے من مصاحبِ عالم بھی یعنی گے، وہ شروان کو ایک دل کی
بات تھا اگئی نیجی ہوا کر اب، اپنی طاری، تیزی اور سرخ سے بازی لے گے، اور صحنی کر
نصیب ہوئی، مصاحبِ عالم کی نظر ان کی طرف سے پھر گئیں۔

طبقاتِ اشرا میں هر زیمان کے اشارے کے جزوئے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

کس سولیمان پرچے اس کے مکان کا پتا	و افت حال کب کوئی اسکے ہو بُو باش کر
و فراش کے کونکر ہوا پی حشمِ تر نالی	جدو ری جوش سے بتا ہو بُو باہم کم غلی
بھرا ہو دل جب دیکھتے ہیں شکلِ سل کی	نیں ہوتا ہو طرفِ ہست ابل کرم نالی
تمور کا تو پوتا عبس کا بو اس	تموج شی کا دارث تو کیون نہ سولیمان

گلشن بے خزان میں ہے :-

جانہ تیری دیوانے کا اس تو قمرے اتحا	ک شور نا در ہر ایک غاذہ نہ مرے اخا
گایان سکڑوں ہر بات میں اپنے گئے	و کھو جھتر قہیں کینہ سوکے یا اسکے چبیں
هر زاف خندہ سخت جہان شاہ	ی بھی شاہ عالم کا لڑکا تھا، شاعری میں قفرِ شخص رکھتا تھا

شرقِ سنجی کا بیان ہے:-

"جانے بودجیہ محبیتِ باہیتِ وزیرِ عالیٰ حوصلہ دخوش میں قدر دان ان ان کا مل بارقا مل
دخوش تماش دخوش فکر بودہ، غاما جلش ملت ندادہ

و افاتِ اظہری ہیں ہے:-

ہر علم و فن خاص کرنے شوئی اور دو ادب و مکنت میں سائے تمودی خاندان میں نہیں تھے۔

اہ کچیس سال کی عمر میں بارضِ سرہام دنیا سے مل بھئے رکٹ

اس کے بعض اشعار ہیں:-

متلئ معلومات فراہم کرنے کے لیے لکھی گئی تھی، لیکن اپنی مختلف خصوصیات کی بتا پر ایک اہم ترین ہو گئی، یہ کتاب عرصہ تک پرداز گئی تھی میں پڑی تھی، لیکن انگلستان کی ایک علم و دوست خالتوں نے اس کے متعدد نسخے بھی پہنچائے، اور اس کو پڑی محنت و کاؤش سے اڈت کر کے تھے۔^{۱۹۰۷ء}
 میں لندن سے شانہ کیا اس کے دیباچہ میں خالتوں نے ذکر کیے گلبدن یعنی گم کی نصل سوناخمری کی تھی اور کتاب میں بگیات کے جتنے نام آئے ہیں، ان سبکے بھی حالات قلبیہ کے، اس کے علاوہ جا بجا جو تربی کی اتفاق اسلام کی گئے ہیں، ان کی تحقیق کی، اور پھر فارسی متن کے ساتھ انگریزی ترجمہ بھی کیا، اس کتاب کی اشاعت پر مولانا بشی مرحوم کو پڑی خوشی ہوئی تھی، اور اس پر اللہ وہ جلدہ نیز میں ایک مفضل ریویو لکھا تھا جس سے بہتر روایت آج بھی کوئی اہل قلم نہیں لکھ سکتا ہے، مولانا بشی نے اس کتاب کی خصوصیات اور خوبیات بتائی ہیں، ہم اس مضمون میں ان کو خفار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ہا کہ ایک عدیم الشال ادیب اور مورخ کی تحریر کی روشنی میں اس کتاب کی ادبی اور تاریخی اہمیت کا صحیح اندازہ ہو سکے،
 اس کتاب کی اثر پردازی کے متلئ معلومات میں اس طرز میں،

فارسی زبان میں سادہ اور صاف و افرنجی کا عمدہ سے محمد بن موزہ ترک جہانگیر اور
 رفاقت عالمگیری ہیں، اور اس میں شہید نہیں کیا کہ بن سادگی اور لطافت کے عناوین
 سے اس قابل ہیں کہ ہر اونٹ ظوری اور واقعی نعمت خاتم ان پر بنائی کردی گئی،
 لیکن اضادات یہ ہے کہ بہایوں نامہ کچھ ان سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے مگر
 جو ہے چھٹے فقرے، سادہ اور بے تحفظ اتفاق، روزمرہ کی عام بول چال،
 طرز ادا کی بے تائگی دل کو بے اعتیار کر دیتی ہے؟

عبدارت کی سادگی اور طرز ادا کے بے ساختہ ہونے کی شاید یہ ممکن نہ ہے، سہ طوالت کے

شہزادیاں

ہندوستان کے شاہان تیموری کی علم و سلطی اور حسن نماق کا یہ خمایاں ثبوت ہے کہ جہاں خبر
نے حکومت کا نظم و فن بننا لئے اور ملک داری کے لیے اپنے شہزادوں کو عالیٰ تعلیم و تربیت سے
آلات است کیا، وہاں انہوں نے شہزادوں کو بھی اس سے محروم رکھا، اور اُن کے دربار
میں علم و فن کی مجلسین قائم کیے۔ بلکہ ان کے خلوت کردہ نیم بھی علم و ادب کی بزم آلات است کیا تھا
ویکھ لکھیرت ہوتی ہے کہ فتوحات کی مکمل آرائیوں اور جنگ جانشینی کی حون اُشا میون کے باوجود تعمیر
نے خلوت اور خلوت دو نزد کو علم وہنگی شخی سے منور کیا، چنانچہ علمی خلیت سے تیموری شاہزادوں کے
ساتھ ایسی تیموری شاہزادیاں بھی ملتی ہیں جن کی ذات پر اب اب علم و فن کو بجا طور پر نہ مہکتا ہے۔
گلبدن سعید تیموری شاہزادیوں کی علمی بزم میں سب سے پہلے گلبدن سعید پر نظر پڑتی ہے جو
بابر کی بھی بادی کے لذکون میں ہمایوں کا مران۔ ہندوال اور عسلکری نے میراثِ این علم، ادب،
شر و شاعری کا ذوق پایا، اسی دودھان فضل و کمال کے گھوارہ میں گلبدن سعید نے بھی پرورش پا
اور اپنی عالیٰ تعلیم و تربیت کی بدولت ترقی اور فادری زیان کی قابل قدر انشا پرداز اور شاعر
ہوئی، فارسی زبان میں اس کی ایک مستقل تصنیف ہمایوں نامہ ہے جو اپنے طرزِ انشا کے لیے
ایک بے مثال ہے اور بابر وہمایوں کے عمدہ کے تدقیق، معاشرتی اور تاریخی واقعات کیلئے
ایک فتحی مانفذه ہے۔
یہ کتاب درصل اکبر کے حکم سے اکبر نامہ کی ترتیب دندوں کے وقت بابر اور ہمایوں کے

اور ہر قسم کے امور میں ان کی شرکت صردوی سمجھی جاتی تھی وغیرہ وغیرہ، مولانا شبلی مر جوم نے اس کا کی
ایک اور تاریخی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ گجدن یکم تاریخی واقعات لکھنے میں اس بات سے بخوبی
واثق تھے، کہ کس واقعہ کو سیاست کر اور کس واقعہ کو پھیلا کر کھینچا چاہیے، وہ خوب جانتی ہے کہ کون واقعہ
کیا اثر رکھتا ہے۔ اور اس سے اس کے ابجات و عمل سے کہاں تک بحث کرنی پڑتی ہے،
ریاض الشعرا، (علمی فتح بنگال ایشیا کا سوسائٹی) اور محضن الفراشب (علمی فتح دار المصنفین)
یعنی گجدن یکم کا نام بھی شواری کی فرمست میں درج ہے، لیکن دونوں تذکروں میں اس کا صرف
مندرجہ ذیل ایک شعر منقول ہے اور سن بپور ج نے اسی شعر کو ہابون نام کے دیباچہ میں سیرہ می
شیرازی کے تذکرہ الخواصین سے نقل کیا ہے۔

بہر پریدے کہ او با عاشق خودیا میت تو یعنی میدان کر پچ از عم بر خود را دیت
اکبر نامہ (جلد سوم ص ۸۰) میں ہے کہ گجدن یکم کے والم تزعیں میں مرکم مکانی اس کے
سر ہانے کھڑی تھی، دونوں میں بڑی محبت تھی ہر یہم گجدن یکم کو یکم جو گکرو بار بار
پکار دی تھی، گجدن یکم نے آخری بار انکھیں کھول دیں۔ اور مرکم مکانی کی طرف دیکھ کر یہ صریح پڑھا،
من زار بمردم عمرت بادا ارزانی

گلر خ بیگم | بابر کی ایک دوسری لڑکی گلر خ بیگم صاحب سلطان یکم کے بطن سے تھی، وہ بھی
شروع اسی سے ذوق رکھتی تھی، اور شمار موندان کرتی تھی، صبح گفن مولفہ نواب علی حسن
مرعوم میں اس کی شاعری کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

”پھر قشیری و مختصری دلیلہ شاعری سرہندہ نہ نوان غچہ دہانش بیگم اشارہ طیبہ می
ریاض الشعرا، محضن الفراشب اور صحیح گھشن میں اس کی طرف یہ شرمند ہے:-
یہ چکداں شرخ گل رخا سبی اعیینہ فرمیت راست بود ہمت اکھد دعا مل بے فارست“

خیال سے ان کو بیان پر نقل نہیں کرتے، مولانا شبلی نے نونے کے طور پر چند اقتباسات پیش کیے ہیں، جو مقالات شبی بعد چار میں پڑتے جا سکتے ہیں، البتہ مولانا موصم نے جو ذرمه کے حاوی تک بے چن کر جمع کئے ہیں، ان ہیں سے بعض لاحظہ ہوں:

پائے می داد (ارجاتا تھا)، طلیہ اسی کردا شوخیان کرتا تھا، بیان میدتا یکدی گھوم را دیا ہیم (آؤ گھے لگیں) ختن شد (سونے کا وقت آیا) سر حضرت شوم را اپ پر قربان ہون (روتای گری (گنوار بن) وغیرہ وغیرہ، مولانا شبی کا بیان ہے کہ اس فتح کی روزمرہ کی زبان اس عمد کی تصنیفہ میں بہت کم ملتے گی،

مولانا شبی رقمطراز ہیں کرتا ریکی جیشیت سے اس کتاب کی قابل تدریخ صحت یہ ہے کہ اس میں اس عمد کے تہن، شاستیگی، معاشرت اور خانگی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو روشن کرنے کے لکھا یا لکیلے، شلاوہ کسی شادی یا عبادت کی تقریب کا حال لکھتی ہے۔ تو اس کی ہو ہو تصویر کھنچ دیتی ہے، عورتوں کے متعلق وہ بہت سے نئے معلومات فراہم کرتی ہے، شلاعورتین لکھنے پڑنے کے علاوہ قزوں پسلگری سے بھی خوب واقف ہوتی تھیں، سفراء میر و شکر دین عموان گھوڑے پر سوار ہوتی تھیں بعض اوقات وہ مروازہ بس بھی بہتی تھیں، هر ٹکڑی سے (یعنی ظفر حسین مرزا بیگرہ کی بیٹی) کے بارہ میں لکھتی ہے کہ وہ مروازہ بس میں بوس رہتی تھی، اور مختلف ہتر شلانگر تراشی، چوگان بازی، تیراندازی اور ساز بجانے میں ہمارتی، ہمایون جب ایران گی تو اس کی ایک بہن ریشه ایک گھوڑے پر سوار، اس کے عقب میں صفتی، غامدان کے آدمی جب ایک جگہ کر بیٹھتے تھے، تو عورتین بھی گانے میں شرپیک ہوتی تھیں، لیکن یہ احتیاط رہتی تھی، کہ اس وقت کوئی بیگانہ آدمی نہ ہو، عورتوں کا نہایت احترام کیا جاتا تھا باری کی بیوی، ہم کم کمال سے ہندوستان کی توبابروکس تک پیدی، ستقبال کو گی، ملکی معاملات میں عورتوں سے بھی رہنمائے لیے جاتے تھے،

یعنی اکبر بادشاہ کی مرضتی، اس لیے اس کا ذکر اس سلسلہ میں بجا ہے جو کہ ماہم نگہ ایک اعلیٰ تعلیم
یا فتنہ نامہ تھی، اسی لیے علم و فضل کی ترویج کی خاطر اس نے دہی یعنی ایک اعلیٰ پیشہ کا درس خیر ملت از
کے نام سے قائم کیا، سرید احمد خان نے اثمار الصنادیہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور مدمر پرانے تحریر
کے پاس واقع تھا، اس کی عمارت اب متہدم ہو گئی ہے اس پر جو کتب منقوش تھا، اس کو سرید احمد خان
نے اپنی کتاب (باب اول صفحہ) میں نقل کیا ہے، اور وہ یہ ہے:-

بدران جلال الدین محمد	کہ باشد اکبر شاہان عادل
چہماں نگم عصمت پناہی	بن اکر دین بنابر افضل
دلے شد ساعی این پتعہ خیر	شہاب الدین احمد خان باذل
ذہب خیریت این بقدہ حسیر	کرشمہ تاریخ او خیر ملت اذل

اس مدرسہ کے ساتھ طبیہ کے لیے ایک بست ہی مسجد بھی تھی، ایک انگریز ہمہ ماقید
نے اس مسجد کو دیکھ کر اس کا لکش نوشان الفاظ میں کہنا چاہے:-

”مسجد پانی سے گئے ہوئے ذکر کا، چھروں کی بیجی ہوئی ہے، چنان نتش و نجاح ہیں، میں
سرخ چھرا اور گلہیٹ لائے گئے ہیں، چھاک گواہ سوار ہو چکا ہے، لیکن بست ہی خوبصورت
ہے، مسجد کا اندھہ قی حصہ نہیں پلاسٹر اور چکدار انہون سے مرن ہے، عمارت کا رخ اور
چھاک نہیں تمنون اور ترشے ہوئے چھر کے بھولن سے منتظر ہیں، ان میں نگ نیے،
ند، سرخ، ارغوانی، سپید اور سیاہ استعمال کیے گئے ہیں، اس مسجد میں صرف یک
گنبد ہے، جس کی گرد نیچی ہے، اس کا انگریز بست ہی عجیب و غریب ہے، جو سمجھ دکھ
کے انگرے سے مثابر ہے، مسجد کی دیواریں عمودی ہیں، لیکن میں اسے دھلوان ہیں، جو میں
کی طرح بچھے سامنے نکلے ہوئے ہیں، اس میں بھرے ہیں جو اور مسجد میں نہیں دیکھے گئے،

سیمہ سلطان سکھم | یہ باری فوایی اور گورنر سکھم کی بیانی تھی، پہلے خانہ نام بیرم خان سے بیانی گئی، اس کے انتقال کے بعد اکبر کے جبارت عقد میں آئی، بیسا کی واقعات میں اس کا نام غایان اس وقت چوا، جب شہزادہ سیم نے اکبر کے خلاف علم بنادوت بلند کی، رسیمہ سلطانہ ہی کی صاعی جملہ سے اکبر اور سکھم میں صاحبت ہوئی، اس سعد میں اکبر نامہ، تخت التواریخ اور لب التواریخ میں، اس کا ذکر بار بار آتا ہے، جہاں گیر اس کی علمی قابلیت کا معترض ہے، اس کے انتقال پر ترک جہاں گیر (ص ۲۷) نوکشہ رپسیں، میں لکھتا ہے:-

بِحَمْيٍ صَفَاتٍ حَمَّةً أَرْسَتُ^۱ وَأَسْتَدَدَ، دَرْنَانِ اِنِّي مَقْدَارٌ بَهْرٌ وَّ قَابِيتٌ كُمْ جَعْ مِي شَوْدُ^۲؛

اس کو شعرو شاعری سے بھی نیادہ مناسبت تھی، این اکبری، رقبال نامہ جہاں گیری، اور ماڑا لاما (علیہ اول صد) میں ہے کہ اس کا تخلص معنی تھا، لیکن محزن الغرائب کے مؤلفت کا بیان ہے کہ اسکا تخلص خلص تھا، تذکرہ و نین صرف اس کا ایک شر نقل کیا گیا ہے:-

کارکلت لام زستی رشتہ جان گفتہم **ست بوم زین بب حرفت پریان گتم** **کتم**
محزن الغرائب (دورہ ۳۶۰) میں فرضی کے مرثیہ چسب ذیل رباعی درج ہے، جو ایک غایہ
کا ملکیت کے ذکر میں نقل کی گئی ہے، کا ملکیت کے حال میں کسی قسم کا کوئی تواریخ نہیں، مگر تذکرہ نگار نے
رباعی لکھنے کو بیٹھے بھی تحریر کیا ہے کہ بعض سخون میں رہائی سیمہ سکھم کی طرف بھی منصب ہے۔

فرضی محور این خم کر دلت ملگی کرد **بَايَهُ اِيدَسْمَرْ لَنْگَى كَرَد**

محزن است کمرغ روح بندن دست **زِين وَ سَطَاطِنْ شَبَهْ لَنْگَى كَرَد**

مورخین سیمہ بی بی کی کتبہ بینی کے شوق کے بھی معرفت ہیں، اس شوق کی لئیں کے یہیں

کے پاس ایک ذاتی کتبہ خانہ بھی تھا۔

ماہم سکھم | یہ سکھم دو دمان تیموری کی چشم دچاغ قوز تھی، لیکن ہندستان کے سب سے بڑے تیموری بادو

سارا مذاق ہی بدل دیا، پہنچے اڈر سعی، بناؤ سندگار، فرش فروش اور زیور و آدائیش کی جزیروں میں اتنی جدتیں پیدا کیں کہ سارے ملک میں یہ رہبگ غائب آگئی، اس حسن مذاق کے ساتھ قادر تھے نور جہان کو معلم و ادب کی دولت سے بھی مالا مال کیا تھا، ایک علم پر، باب کی بیٹی اور ایک اعلیٰ ادیب و انش، پرداز اور شعر کی بیوی تھی، اس لیے باب کی وراشت اور شوہر کی رفاقت سے اس کی علیٰ صلاحیت اور بیوی قوت کو، تھی جلا ہونی کہ اب تک اس کی استعداد علمی اور سخن بھی کی داد دیجاتی ہے، دروازہ الحیال کے موافقت کا بیان ہے:-

”وَنَبِّهْ رَبْنَیْ وَسُخْنَیْ وَشَرْفَنَیْ وَحَاضِرَوْبَنَیْ وَزَنَسَےْ زِمَانَ مَتَازَبَوْوَهْ“ (فت)

”یہ سبقنا مولعہ آزاد بلگرامی رسمی نسخہ دار اصنافین“ میں ہے۔

”وَوَادِی شَرِبِیَارِ خُوشِ سِیدَهَا سَتْ“

اس کی تقدیق متنب الباب اور آثارِ اہم، سے بھی ہوتی ہے، نور جہان کی بدیرہ گرفتاری اور عالمہ جو اپنی کے لیے آج کل کی ملی جلسوں میں مشورہ ہیں، بگر پھر بھی اس مصنفوں میں ان کا اعادہ شاید پسپی اور تفریح سے غالی ہو گا،

ایک روز جہانگیر نے بس تبدیل کی جس کا نکمہ مصل بے بیا کہ تھا، نور جہان نے اس

کردیکھتے ہی نور آیہ شعر پڑھا:-

”تراد نکر لعل است بر قبایے حریر شده است قطعہ خون منت گریان گیر“

ایک سورت پر جہانگیر نے عید کا چند دیکھکری صرع موزوں کی،

پلال عید پر اوج فلک ہمہ داشد

نور جہان نے فی ابہی یہ دوسرا صرع پڑھا:-

”کیہ میکد و گم گشہ بود پستہ داشد“

۱۰ کیا لوچی آف دلی، مو نہ سی اسٹینفون بج ار پروشن آن میڈن رنگ مریان ان ۱۹۶۸
یہ سجد جس فیاضی اور فرا غدنی سے طلبہ کے لیے بنائی گئی تھی وہ ماہم کی نسلی دلپی کی بڑی

دیں ہے،
جانان سکم بیرم خان کی بڑی عبد الرحیم خان خانان کی بین اور اکبر کے رہ کے شہزادہ دایا
کی بگیم تھی، بڑی حسین و حسین اعقاب تعلیم یافتہ توں تھی، اس کی فیاضی اور مکار مغلیق کا پڑا شہر
تھا، علم و فضلہ کی قدر، و ان اور فقر، و مشکل سے عصیدت رکھتی تھی، شہزادہ دایا ل کے نتقال
بعد شہزادہ سکم اس کے حسن و جمال پر فرنیتی ہو گیا، لیکن اس کی آرزو بردا آئی، اکبر کے بعد جب
خود تاج و تخت کا مالک ہوا تو جانان سکم کو نکاح کا پیاس دیا، اس وفا شدار و عفت اب خلوت
اس کے جواب میں کل دانت نہ کلو اکر اور زلفین ترشاد اکرم جما ملکر کے پاس بھجو دین، وہ عفت و
حیا کا یہ نہ نہ دیکھ کر دنگ رہ گیا، اور پھر کسی بخی نکاح کی خواہش نہیں کی، جانان سکم زیارت ہرین
شہرین سے بھی مشرف ہوئی، اور کلام مجید کی تفسیر لکھنے کی سعادت بھی حاصل کی، شاعر بھی تھی،
کلام کا نہود یہ ہے

خیز تارہ بہ گذار کنیم خوش را پشم، نظر کنیم
زباء امن و ملامت کے باور سد غبیتا نشو غاک پا با و نر لہ
نور جہان سکم نور جہان سکم بھی مغل امپریوی تھی، لیکن ایک تیموری مکران کی بیری بن کر شاہی
حرم اور حکومت کے لیے باعث رونق و نہیں تھی، اس لیے اگر اس کا ذکر ان صفحوں میں زکی
چاہے گا تو باری یہ کتنا پا مکمل رہے گی،

نور جہان نے شاہی محل میں واقع ہوتے تھی اپنے جمایتی ذوق سے حرم کی عورتوں کا

دل بصورت ندیم ناشد و سیرت معلوم
بندہ عشق و هفتاد و دو طست معلوم
زایداً ہول قیامت مغلن درول ما
ہول بھر ان گذرا ندیم قیامت معلوم
مشائخ التواریخ مین بر دور باعیان بھی زر جان کی رافت مشوب مین
کش و غصہ اگر از نیم گھڑا راست
کھیدن دل ما تبسم بارہ است
ڈھل شن سد و ڈنگٹ بور عارض دز
دل کے کجھن واد گرفتار است
دیگر

چپر دام زرخ بر تقدیم ڈھل فریاد بر خیزد
زم بزر لفت اگر شاد ز سنبھل با بر خیزد
بین حس و کلاستے پور ڈھنگن گذرا نم ز جان ببلان شور مباک با بر خیزد
نور جان شورا کی بھی سر پرست تھی، مراد اینیں ل کے مؤلف کا بیان ہے کہ داشت اس تو
خن دان لواب تاکم خان "شہ عوکی حیثیت سے نور جان ہی کی سر پرستی اور قدر دوائی سے من
ہبوا، لواب تاکم خان نور جان کی حصیتیں میخ سکم کا شور ہر تھی، نور جان کی وساطت سے جس طرح
قاکم خان کو شروع شاعری میں فرمائی مصل ہوا، اسکا حال ہوت مذکور مراد اینیں اس طرح لکھتا ہے :
"نور جان گیم رقا کم خان ناظرہ دش عوہ بیا ردست بی داو، اور بی فن شرکم نی داشت

"اک کم طرح عنستے تاذہ در بیان آمد و شعراے پائے تحنت اذان در مانند و قاکم خان دین
سر بیت نو شستہ نزد گیم فرست د، دازان ہنگام مزد طبیش دخنوری بتوں ندو، بیا
این است :

له یہ باعیان کسی اونڈا گرہ میں میری نظر سے نہیں گئیں، قبب ہے کہ مفشاخ التواریخ مند جہاں
شر نور جان کا بتایا گیا ہے۔

نور جان گرپ بصورت ندن است دست مردان ندن شر زنگن ہست

مفتاح التواریخ د مروفہ سرطان و نیم بیل) میں فرججان کی بیدار گوئی کی کچھ اشاراتیں
 منتقل ہیں۔ ایک مرتبہ جا ملکہ فرججان سے کئی روز کے بعد ملا، منے کی خوشی میں فرججان کی آنکھوں
 سے آنسو روائی ہو گئی، جا نیگر نے اس کیفیت کو دیکھ کر مصروف پڑھا،
 گوہر ز اشک حشم ق غنیمہ می رواد

فرججان نے فرداؤ و سر مصروف فی المدیر کہا،

آبے کلبے تو خود وہ ام از دیده می رواد

۱۰۲۷ء میں ایک دم دار تارہ نظر آیا، فرججان نے اس کو دیکھ کر غصہ موزدن کیا،
 تارہ نیست بدین طول سر برآورڈ ٹھنک بٹاٹی شکر برآورڈ
 لک اشعا، طالب آئی ایک بار شاہی عتاب میں پرکر محبوس ہو گیا، حالت صبیں
 فرججان کے پاس یہ شکر لک کر بھجا،

ز شرم اب شدم آب رائٹے نیت بھیر تکم کر مرآ ابروس از پنگت

فرججان نے فردای لکھ کر جواب دیا، "یخ بست و بکت شے"

ماڑ لا مراد کے مولعہ کہ بیان ہے کہ فرججان کا شخص تخفی حقاً، مگر جانے کیا بات ہے،
 کہ تیوری شہزادیں جن کی نے شہزادی شاعری ہیں طبع آزمائی کی، اس کی طرف یہی شخص مذکور
 گردیا گی مراۃ اغیال تھے منتخب الباب اور ماڑ لا مراد کے موافقین نے فرججان کے اشارہ پری
 کت وون میں نقل کے ہیں،

لہی تمام روایتیں میری نظر سے مفتاح التواریخ (ص ۳۴۳) کے علاوہ کسی اور تاریخ اور تذکرہ
 میں نہیں لگدیں تھے ماڑ لا مراد جلد اول ص ۳۴۳، تھے مراۃ اغیال ص ۳۴۳ تھے منتخب الباب از غا

میں ان غاصم دا ہے

متاز محل شاہ جہان کی محبوب بیوی ارجمند بانو نگم الملقب ہے متاز محل بھی زیر علم و فضل سے آزادتہ تھی، اور وہ نصرت سخن فہم بلکہ سخن سخن بھی تھی، اس کا اندازہ اس مشهور واقعہ سے پوچھتا ہے کہ ایک بار شاہ جہان جہنا کے کن رے بنیکر دریا کے نہ طرد کیجراہ تھا، کہ اس کی موجودن کی طرح اشارہ کر کے متاز محل سے کہ

آب اذ برائے دینتی آیدا ذفر سکھ

متاز محل نے اس کا دوسرا مصروع فوراً موزون کی،

از سبیتِ شاہ جہان سرمی زند برسنگا

چنان اُرایم شاہ جہان اور متاز محل کی بیٹی تھی، جو سیاسی و اقتصادی کے لیے بھی اپنے عمدہ این بہت شناخت رہی، متاز محل کی گود، اور بور جہان کی صبحت اور شاہ جہانی عمدہ کی ملکی ملی نظر میں رہ کر علم و فضل کے لحاظ سے بھی مشهور ہوئی، پہنچنے میں صبحتی الشارفان میں مل کی

لہ مرادہ، المیال س ۵۲۲، مری کی ایک غزل ملاحظہ ہے،

حل ہر ہنستہ کہ بپر خردشکل بود اُز مودیم ایک نظرہ سے مائل بود

گنگم از در صہ پر سکم بسب درست شے د ہر کس کو زدم بے خود لا یعنی بود

خواستم موز دل خوش گوگم با شے دافت اخ خود بربان اپنی بول دل بود

د چبن صبحم از گرگیز از زاری من لام سوخته خون در دل پا دمل بود

اپنی از بابل بار دوت روایت کر دند سحر چشم تو بدم بدم پا داش مل بود

دوستے بود تماشی تخت مری را حیث و مدد حیعت کر این دوست بچل بود

گھر یہ دایت بحق اڑو کی کتبون میں منتقل ہو، مگر نارجی اذکر دون میں اور تاریخون میں مری نظر سے نہیں کوئی

گرشوی سایشین رو نیخت با غبان
سایه بر خوشید انداز و درخت با غبان
فاخته چون دید بے گل با غ را مالید گفت
انجور د باغل زفت این مان نخت اغبان
جن نوز است فراش پدار از فین طبی
طرح کرد از سبزه و گل تاج تخت بمنی

نور جهان نمے کمال کو جس طریقے شاهی دربار میں روشناس کرایا، اس کا ذکر
چانگیر کے سسلہ میں آچکا ہے، نور جهان کی مصاحبہ میں بعض ایسی عورتیں بھی تھیں جو شاعری
میں کافی دسترس کھلتی تھیں، ان ہی میں ایک هری ہرودی تھی، جس کے بارے میں مراد اپنے
کامولت لکھتا ہے:

سماء هری ہرودی خوشیہ طمعی بود کر شہزادی عورتیں عورتیں جوشی ختنے
واذ تاب عذر اش آفتاب مالم تاب درائش غیرت سوختے، این ہم حسن در عنا بی بالا
نگر بکر دہے معا میں اپارستے و سخن را بیان نازک گئے تو

مراد اپنیں میں هری ہرودی کا ایک دلپٹ طفیلہ درج ہے، نور جهان هری ہرودی کے ساتھ
 محل کے بالائیں پر بھی تھی، کہ هری ہرودی کا شوہر خواجه حکیم نے نظر آیا، نور جهان نے ہرودی کو
 اس کے شوہر کو اور بلا یعنی کا حکم دیا، حکم پا کر خواجه حکیم نے اضطراب و محبت میں عاضر ہونے
 کی کوشش کی، مگر گہرا ہست میں اس کے باطن لڑکھڑا کے، اس اضطراب و محبت اور
 گہرا ہست کی مالک کو دیکھ کر نور جهان نے هری ہرودی کو ان کیشات پر اشادہ موزوں کرنے
 کی خواہش کی، هری ہرودی نے خواجه حکیم کو مخاطب کر کے کہا:

مرا با تو سب باری نہادہ سر همرو دنسا داری نہادہ

تر از عنصع پیری تو ستان زور چشت نکر پائی پر داری نہادہ

نور جهان بہش پڑی، اور هری ہرودی کو اس صد میں نقد و جشن کی صورت

خسر و میک فناب تخت و تاج
 از خود و از غیر خود بے احتیاج
 غرق بحر عشق از صدق و صفا
 از خودی بیگانه باقی آشنا
 کردم رغبت بش روایج کمال
 بینده افلاک را در زیر بال
 اختر بری سپهر لم نیل
 گوهر درج کمال بے بهل
 آن معین دین لست بے نظر
 فارغ از دنیا بلک دین امیر
 مدثا سے او زبانم را چه حد
 فیض او باید کفر ماید مد
 و هب جب حضرت معین الدین حشمتی کے مزار مبارک کی زیارت کے لیے گئی تو وہ
 کے جن تائزات کو قبیند کیا ہے ان سے بھی اس کی وامانہ عتید تمنی اور اخلاص کا اظہار
 ہوتا ہے

می گرید فیرہ تیرہ جہاں اکارے کچون ازیادی بحث و فیر و زی طالع از دار لخدا
 اکبر آزاد و خدست والد بندگ خرد متوج خطا پاک حضرت اجمیرے نظر شدم از تاریخ ہر دب
 ماہ شبان لمعتم سنت کیمزار و پنجاہ سنت بحری ہما تاریخ محیم معمتم ، اور مصان المبارک کر غل
 عمارت کن رتال ناسا گرگشم ، موافق شدم باین سنی کمرہ و زورہ منزل دور کعت خازن خد
 ای کرم و یکبار سو رہیں باتا تم از کمال اخلاص و عتید تمنی خوانده و ثواب آئزا
 بروج پر فتوح مطر مند حضرت پیر دستیگر خوبی معین الحق دالدین رضی اللہ عنہ شریعی نظر
 و چند روز کر و عمارت ذکرہ توفیق دانع شد ، از تائیت ادب شبان پر پنگ خواہ بیسم
 و بیرون رونہ استبرک حضرت پیر دستیگر پادر از ف ختم بکار پشت بآنجانب نکرم و دینها
 درزیر دخانی گذاشیدم در سمجھ شاگ مر کپور بندگو ارجمند
 این حقیر و است کر و اند در فتنه خانزادا کرد و باز در گنبد مبارک نشسته سور و یعنی

جو ملک اشغوار طالب ای کی بہن اور حکیم رکنا کا شی کے جانی کی بیوی تھی، یہ خاتون حافظ تھی، اور زباندار تھی، اوب شنسی اور حکیم قرأت و تجوید ہیں امتیازی حیثیت رکھتی تھی، ممتاز محل اور شاہزادہ دو نون اس کے قدر دو ان سنتے، ممتاز محل کی مددوار تھی، اور اس کے استقال کے بعد محل کی تعداد تھی اسی کے پردہ ہوئی، اس کی وفات کے بعد شاہزادہ نے تین ہزار روپے خرچ کر کے اس کا مقبرہ بنایا، جو روضہ تاریخ گنج ہے، جہاں اڑاکم نے اسی خاتون کے زیر حکم کو قرأت اور تجوید کیا، اور یہ بجا طور پر کام جاسکتا ہے کہ جہاں اڑاکم نے علیم کو تدھم پائی، کیونکہ وہ صفت بھی ہوئی اور شاعر حبیب مرتضیٰ ۲۶ سال کی تھی تو اسی لئے ہیں عرض الارواح مکھی جس میں حضرت مسیح الدین پیغمبر کے کام بغلطا مشائیخ حمید الدین ناگوری، حضرت قطب الدین کا کی، حضرت فرمید الدین گنج شاکر، حضرت نظام الدین اولیٰ، اور حضرت جماعت دہلوی کے بہت ہی عقیدتمندانہ احوال مندرجہ ہیں، جس سے اس کے مذہبی اور صرفیا نہ ذوق کا صحیح طور پر اندازہ ہوتا ہے، اس کتاب کی تائیت ہے اس نے بڑی احتیاط کی ہے، چنانچہ ایک جگہ وہ قفارت ہے۔

”احوال این بزرگانہ کو مقرر کرنے کا وہ صدمت اندرا کتب درسائل مبتدا و باعثی طائفہ

بیرون آورده تبیہ تحریر آورده شد، و اعتماد این ضمیم، پنج دین رسالہ شب گروہ محدث ہم

وابد، امید کر غوند گان رافیض و بہرہ نامہ ان مسائل آیہ۔“

اس اعتماد کے علاوہ کتاب کی دو اور خصوصیات ہیں، ایک توبیہ کی یہ بہت ہی اور اور، حترام کے ساتھ لکھی گئی ہے، حضرت معین الدین اجمیری کے ذکر کی ابتداء ان اشنا کے ساتھ کرتی ہے،

آن شہنشاہ جہاں مرفت ذات او بیرون زادہ کا صفت

اُن سے جہاں آرائی عقیدت دار ادالت سن کھولت میں بھی بدستور قائم تھی، اس قلبی منجھ کا سامنہ
۱۶۲۶ء ہے، ہر صفحہ میں گردہ سطرین ہیں، اور کل صفحات کی تعداد ۲۴۸ ہے، مولانا شیخ مرجم
تے اس کو ایک ٹبری رقم میں خریدا تھا، اور اپنی تلمیز کتبون کے ذخیرہ میں اس کو بہت ہی عزیز
رکھتے تھے، (الندوہ، اپریل ۱۹۱۱ء) یہ کتاب حظاطی کے اعلیٰ نمونے کے طور پر نہ ان کی نمائش
منعقدہ میں ۱۹۱۱ء میں بھی بھیجی گئی تھی۔

جہاں آرائے علی مشاغل میں زیادہ تر صوفیاے کرام کے حالات کا بسطاء ہی رہا کرتا تھا،
مدرس الارواح میں ایک جگہ لکھتی ہے،

این ضمیمہ راجیہ ازاد اسے فرض دو اجات و تلاوت قرآن مجید ریچ امرے شریف
تراز ذکر حالات و معانات اولیاے کرام قدس اللہ عزوجلہ نبی و آنحضرت، بنابر ان خلاصہ
اوقات خود را بسطاء کتب و رسائل کے شسلی براحوالی سعادت، آل نیرگان دین و اکابر
صاحب یقین ست مرثی نہایت ہے۔

سل جہاں آرائیم کے ایک سوانح نگارنے اس کی تائیفات میں ایک یادت نام اور ایک منزوی بھی
باتی ہے، مگر میری نظر سے ان دونوں کتبون کے نام کی مستند تذکرہ اور تاریخ میں نہیں لگز رہے،
۱۹۱۳ء میں نہ ان سے ایک انگریزی کتاب ایک انگریز غاؤن پر Andrea Patenschock
کے نامے Mogul princesses. gahan Ara Begum
شائع کی ہے، غاؤن نہ کرنے اس کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ وہ آگرہ کے قلعہ کو دیکھنے میں مصروف
تھی کہ مثنوی برجن کے ایک شکستہ پتھر کے پیچے سے کچھ مسودے سے، مسودے کو پڑھنے کے بعد یہ معلوم
ہوا کہ وہ جہاں آرائی خود فوشنہ تحریر ہیں جن کو اس نے شاہ جہاں کے چھوٹے بھوپنکی بہ قلبہ کی تھا، وہ
یہی شاہ جہاں کے ساتھ قید تھی، اس لیے قید ہی کے زمان میں اس نے اپنی بھی زندگی کے راتاں

فاتح بروج پر نور خاں میرا و قت ناز مغرب دانجا پورم دشیع بارواح رکھرست
روشن کرده، روزہ باب جمارہ انثار کرد متعجب شمی دیم آنچہ کہ بتراندیش بود اگرچہ
اغراض و محبت این فانیان تفاخا سے آن نمی کرد کہ باین نسم باس تبرک پر فیض

گوشہ عافیت رفت باز بخانہ باید، اما چہ جارہ سے

رشته در گرد نم اگندہ دوست مجید ہر جا کہ خاطر خواه است
اگر اختیار میداشتم بہشت در وحدت حضرت کعب گوشہ عافیت است و من عاشق گوشہ
عافیت هم بمری بدم و بسادت طوات نیز حضرت می شدم ناچار پیش گریان ہوں
بیریان بعد ہزار افسوس ازان درگاہ رخصت شد، بخانہ آدم و تمام شب طرف بیقرار ی
در من بود۔"

موئن الارواح کا سنت تالیف ۱۹۷۳ء ہے، لیکن یہ عبارت ۲۰۵۳ء میں ابطور ضمیر
لکھی گئی ہے، جو دار المصنفین کے قلمی نسخہ مرقومہ ۱۹۶۷ء میں ہے،
اس کتاب کی دوسری خصوصیت اس کا طرز انش ہے، مولانا بشی مرحمد نے اس کی
عبارت کو نہایت صاف اور شستہ " بتایا ہے، جیب کہ اوپر کے اقتباس سے بھی معلوم ہو گا،
موئن الارواح چھپ گئی ہے، مگر اس کا ایک بہت ہی خوش خط انجدار المصنفین
میں ہے، یہ نسخہ جہان آرائے دربار کے مشور خوشنوئیں ماقبل خان سے عملیون پر لکھوایا تھا،
اوپر ہی کتب کو طلاقی نقش دنگار اور زرین انسان سے مزین کرایا تھا، اس پر سہ کتابت
۲۰۵۳ء مرقوم ہے، یعنی تصنیف کے اوپریں سال کے بعد اور جہان آرائی عمر کے ۲۰ دین میں
میں یہ نسخہ لکھ گی، جس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب میں جن بزرگوں کے حالات میں،

چنان آرائیم کے ادو سو دنخ بھگا، نشی سیل چند، صفت تاریخ آنگرہ کے خواست اس کا
ایک مرثیہ بھی نقل کرتے ہیں، جو اس نے اپنے باب کی ہدفات کے موقع پر کہا تھا، اسکے
تین اشعار ہیں:

لے آفتاب من کر شدی غائب از نظر	آیا شب فراق تراہم بود سحر،
لے باشہ عالم، وی قبڑ جان	بکشے چشم رحمت بہ حال من نجح
نالم چن رغصہ و بادم بود بست	سو زم پوشی دغم و ددم ڈوز سر

چنان آرائیم کے ذوق شعری اور اس سلسلہ میں اس کے جو دو سخاکی متعدد روایتیں تذکرہ

(باقی خاشیہ^{۱۹۳۴}) راجپت سوار، دارکی حاصلت ہیں اور نگریب کے خلاف لڑتا ہے، جگ میں ابھوت چنان آسا کے ایک دوسرے عاشق کے بخون اڑاتا ہے، اگر اس کا ایک ہر کسی طرح سے چنان آسا کوں جاتا ہے، جس کو فہمی یا گدھ تکشیک پہنچے پاس محفوظ رکھی ہو، اس کتاب میں اسی قسم کے اور بھی خرافات ہیں، سبے مغلکی خیز بات تو یہ ہے کہ جانی آنگریز کا بس ساری دکھلایا گیا ہے، اور وہ ہند و دیواناں کے مسلمان باوشاہوں کی گذشتہ تاریخ کو بنام اسی طرح کی اور بہت سی باتیں ہیں جو بخشن اور نگریب اور ہندوستان کے مسلمان باوشاہوں کی گذشتہ تاریخ کو بنام کرنے کی خوف سے لکھی گئی ہیں، برلن یمنو کی ادا بمعتمد وغیرہ جیتنے صبب پوریں مورخین نے چنان آرائیم کی ذات سے سخت بہت ہی نازیبا حکایتیں منسوب کر دی تھیں، لیکن سمجھ دو، خون نے خافق کی فرشتی ہیں ان کی تردید کر دی ہے اسی ایک اچھوٹے اندازیں پھر اس شہزادی کی ذات پر رواجھے کیے گئے ہیں، اگر یہ ہیں مورخون کی ہر ہزار سالی اور دشمن مظلومی اس قدر عام ہو گئی ہے کہ ان کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہیں، اور میل کا چیلزیں را گت^{۱۹۳۵} میں ہیں جان آسا کے ایک انسان^{۱۹} در حق کے لامار م جبید پر ایک شائع ہوا، یک مخون نگار کے بیان ہی کہ چنان آرائیم اس رہا میں اچھوڑیں شہزادی شیخ کے مراجع کے قرآن پر مذاہلہ غیر مبنید کیہیں، اخوبین کو اسکے اشاریہ ہیں، یہ اسکی طرف سے میں گھٹا ہو اس سے اس پر تبصرہ کرنے سے قصر ہوں۔

جان آر اش اس عجی بھی ہموں الاد واح میں جا بجا اس کے اشعار درج ہیں، نہود کے طور

پر حمد کے اشعار ملاحظہ ہوں:-

آنچا کہ کمال کبریا سے تو بود
عالم نو از بحر عطاء تو بود
ماراچ چحد چند شفے تو بود
امم حمد و ثناء آسمان تو بود

حیگ

اے بوصفت بیان ما ہمہ، سچ
ہمہ آن تو آن ما ہمہ، سچ

ہرچ بند خیال ما ہمہ، سچ
ہرچ گوید زبان ما ہمہ، سچ

ما بکہ حقیقت نہ سیم
اے یقین و مگان ما ہمہ، سچ

(بصیرہ حاشیہ ف) کھنے شروع کیے، اور انکو نہ برع کے ایک پھر کے لیے یا لکھر بھاڑ کرن برع کو تحریر خواہ ہو جائیگا تو تحریر لوگوں کے ہاتھ آئے گی جس سے اس کے ہمی خیالات، بہبادت اور خالات روشن ہون گے تحریر ہیں روشنی اور بیلی زنگ بست غالب ہو، اور ملوب بیان بست ہی دلکش اور موثر ہے، ہنچہ اس تحریر کا انکھیز تحریر دیدہ و زیب کھانی پھیانی کے ساتھ لدن کے لئے میں شائع کروایا گی ہے، ہم نے اس کتاب کو شروع ہی سے انہوں کتاب بہت ہی غور سے پڑھا، اور اس کو ساری حلی اور نقی پایا، یعنی یہ کہ اس نے اور دلنشیں انداز میں جہاں رائے کے اخلاق اور کیمکر کو سچ کر کے دکھانے اور یہ تحریر کی ذات سے نفرت پیدا کرنے کی کوشش میں لکھی گئی ہے، اس کتاب میں بعض نفواد لاطائل و اقتات ایسے ہیں، جن کی ترمیم کرنا محن قصیع اوقات ہے، مثلاً جہاں ملائکم راجھوں کی بست ہی درج ہے، وہ ایک راجھوت سردار پر عاشق ہو گئی ہے، وہ شادی اس نے نہیں کر سکتی ہے کہ اگر نہ یہ تابون بن رکھے تھا کہ مثل بادشاہوں کی لڑکیان نہ ہے ازدواج سے محروم رہی، جن خپل جہاں آرچھ چپ کرائے چو جو براج پست ملی ہو عشق محبت کی بائیں کرتی ہے، اور اپنی اوتاہ مدد کئی یہیں اسکو کوئی سچے دیتی ہے جب وادا اور اور تحریر میں قادر گلی شروع ہوئی ہے تو جہاں آنکی محبت اور عشق میں

تذکرہ نجف نامہ الغرب (قلیلی نجف دار اصنافین) میں ہے کہ مرحوم علی ماہر نے نو سو شمار کی ایک نسخی
زیب لدن کی شان میں لکھی جس میں ذکورہ بالآخر زیب لدن کو یاد پنداشیا، واللہ اعلم بالصواب
جان آر کی علم پروری اور اسکے ساتھ مذہبیت کا ایک ثبوت یعنی ہر کو اگر کی جانے سجد
اسی کی بنوائی ہوئی ہے، اس نے مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ بھی قائم کی تھا جو بیت دوزن
مکان بنایت کا میابی کے ساتھ چڑا رہا،

جان آر ایم نے مرنے کے بعد بھی خواجہ گان ختنی سے اپنی عبیدت قائم کی، یعنی حضرت
خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر انداز کے ٹھیک پائیں میں اپنی خواہش کے مطابق دفن
ہوئی، اس کی پرہیزگاری، نیکی، انحصاری اور ذوق شرعی اسکے حسب ذیل شعر سے بھی ظاہر
ہے، جو اس کی عمومی اور سادہ قبر پر مکتب ہے، اس مزار کا کثرا تو نگ مرد کا ہے، لیکن تو نہ
باکل فام ہے، جو ہمیشہ سبزہ سے ڈھکا رہتا ہے،

بغیر سبزہ نہ پوشد کے مزار مرا ک قبر پوش غربان ہیں گیا بست
زیب لدن ایم | تبوری شہزادیوں کے علی چفتان کا گل صردی زیب لدن ہم بے یاد نگیری
عالمگیر کی سبے پائی اولاد دلرس با تو یم کے بطن سے تھی، دستور کے مطابق اس کو سبے پائے کلام باک
پڑھایا گیا جس کیلئے عالمگیر کے ایک درباری امیر کی مارہم کو مقرر کیا گیا، جو کلام باک کی حافظائی ہیزی
نے بھی کلام باک حفظ کی، آنحضرت عالمگیری کے موہت کا بیان ہے کہ اس سعادت کے صد میں عالم
نے زیب لدن کو تیس بہار اشرفیان بطور انہم محنت فرمائی، زیب لدن نے عوی اور غاری
کی بھی اعلیٰ تقدیم حاصل کی، عالمگیر نامہ مائن عالمگیری اور مراہ اعلام میں ہے:-

”دار حوصل علم عربی و فارسی بہرہ تمام اندوخت“

لئے آنحضرت علیہ السلام ۷۲۹ ص ۲۷۴ سے ”ز عالمگیری اور تحریر علویہ یہ نیز مشی صفت۔“

یہن پائی جاتی ہے، کلت الشرا، (سر غرش)، ریاض الشعرا، اور فتحۃ العارفہ ہے کہ جہاں آنکھم لیا کر وغیرہ
باغ کی سیر کو ہاتھی پر بر قدر دا لے سکی، میسحیدی طہرانی چھپ کر تماش دیکھنے لگا، جب ہاتھی اس کے پاس
سے گزر اتواس نے بے ساختہ یہ مطلع ٹڑھا۔

برخ برخ انگندہ دروناز بیانش

جہاں آرائے حکم دیا کہ شانع کو کٹان کثان سامنے لایں، وہ آیا تو اس سے بار بار مطلع
پڑھوا کرتا اور پانچھزار روپے دوائے، لیکن ساتھ ہی حکم دیا کہ اس کو شہر سے نکال دیا جائے، کیونکہ
جہاں آرائیم کو شہر تو پہنچا دیا، لیکن گت خنی پسند نہ آئی، مولانا خلیل مرحوم اپنے مقام زیب الدین
اس روایت کو نقل کر کے رقمطراز ہیں کر اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بیگلات کے
کس قسم کے ادب مقرر تھے۔

کلیت الشرا، (قلمی نحمدہ بنگال ایشیاک سوسائٹی) میں جہاں آرائیم کی علمی فیاضی کی ایک اور
مثال درج ہے، مرزا حسن بیگ رفیع قزوینی نے جو شاہجمانی دربار کا ایک معزز منصبہ ارادہ شاہ
تھا، شاہجمان آباد پر ایک شنوی لکھی، اس شہر کے باغ چیات بخش کی تعریف میں جو اشعار کے
جہاں آرائیں ہے، اس کے بعد میں اس نے پانچ سورپیے انعام اسکے پاس مجموعاً دیے،
پیغمباڈی (قلمی نحمدہ ولاد مصطفیٰ) مولانا غلام علی آزاد لکھتے ہیں کہ مرزا محمد علی، ہر فنے جہاں آرائی میں
میں ایک شنوی لکھکر اس کی خدمت میں پیش کی، شنوی کے اس شہر پر چہاں آرائے اس کو
پانچھوار و پیے انعام دیے،

بُدَّاتِ تَرَصَّفَاتِ كَرْدَگَارَاتِ كَرْخُوبَهَانَ وَنَفِيشَ آشَكَارَاتِ

مگر مولانا غلام علی آزاد اس روایت کو سرو آزاد (مٹ) میں نقل کر کے لکھتے ہیں کہ شعر اسکی
نظرے تھمت خان عالمی کی اس شنوی میں بھی لگدا ہے جو اس نے زیب المدن کے خواہ پر کہی تھی،

نماین بود آنچه در آثار قدر است
بغفل اور وہ دستی او ز قوت

ملازم دارد آن علامه الحصر
ذ اہل فضل و حی چون ایو المضر

سوال تقدیر، حاضر جوابی
ز کیا تی داشت انتخابی

متقولاتی عشر، عشری ز گفتار
ز علم ظاہر باطن خبردار

گئے نتیش علم صرف میشد
سخن از احکام و فصل شرف میشد

گئے در مجلسش از نحمدکور
ز فروع و ز منصوب ز محود

گئے از هند سه می کرد تقداد
ز قدر خط و سطح و حجم و ابعاد

گئے می رفت برث از علم تنجیم
ز استراب اسخراج و تقویم

گئے می کرد و صفت علم اعداد
صحیح دکسر و زوچ و فرو تقداد

گ از علم بیان کرد و حکایت
ز تلحیح و ز تشبیه و کنیت

گ از علم من فی بود گفتار
ز اسناد و ز مند با خبردار

گ از آنمار ملکی یاد می کرد
حدیث ابر و برق و باد می کرد

بیدست مطلع از طین دراک
ز تکین ز مین، مجریک نلاک

شد از علم مرایا بسکه آگاه
ز ذات شخص بود، از سایش را

اس دیباچہ بجزی معلوم ہوتا ہے کہ زیب الف بیگم طب روحا فی میں بھی ماذق تھی،

بلغم طب روحا نیز ماذق
بہ تنزیب است اغلاق قش موافق

اور و علم موسيقی سے بھی واقع، تھی۔

زموسیقی و از ای ای انش آگاه
گوش استماع شیک اکراہ

بیگم کی انش پردازی اور ملکی کمال کے بارے یعنی لکھتا ہے:

زیب اُن کے ملبوں میں صرف ماحمد سید اشرف ماڑدار بخوبی میں نہ کہدے ہیں
جو اس کی عمر کے ایک سوین سال میں درسی کتب کے علاوہ، فقہ، اصول فقہ، اور علم حدیث کی تعلیم کے لیے
مقرر ہوئے۔ زیب اُن نے شروش اعری میں بھی اپنی سے اصلاح لی۔ اس نے علم کی کلیں کے لیے فن
خطاطی میں بھی کمال حاصل کیا، تیر خال مگری کا مولف رقطراز ہے کہ وہ تمہارے خطوط ایضًا سخن، نتیجیں اور
نہایت خوبی کے ساتھ تحریر کرتی تھی، یہ فن شاید اس سے ماحمد سید اشرف ماڑدار اپنی بھی سے سیکھا تھا اور کہہ
وہ نہ صرف ایک ممتاز خواجہ اور عالم تھے بلکہ خطاط اور خوشنوش بھی تھے۔ زیب اُن کے علم وہنری کی بناء پر ہے
قیاس کی جاتا ہے کہ اسکی علمی کا وہ اسکی علمی و ادبی تصنیفات میں بھی ظاہر ہو گئی، مگر وہ اب ناپید ہے، مخزن
کے مولف نے اس کی صرف ایک کتاب زیب المنشاۃ کا حوالہ ان الفاظ میں دیا ہے۔

”زیب المنشاۃ کا اذنا بیعت انجمن بارت فیقران رائیہارت مودہ، (فلقی شخوذہ ملطفین)“

”زیب المنشاۃ“ زیب اُن کے خطوط اور رسمات کا تجوید تھا، اس کی ایک بیاض خاص بھی تھی،
جو اس کی ایک خصیص ارادت فہنمی کے ہاتھ سے جوں میں گر کر صانع ہو گئی، ماحمد سید اشرف ماڑدار نے اسکی سمعورت میں ارادت فہم کی طرح کی طبلہ تکمیل کی جائیں۔ زیب اُن کی سمعورت میں پیش کیا،
زیب اُن کے نام سے ایک مشرقی مژوہ جس میں قطعات، شہود کا تہون اور خطاطون کے گدلاں
کے نہوتے، ماہر نقاشوں اور معموریں کے با تھکی بنائی ہوئی افواج و اقسام کی تصویریں تھیں، یہ مرقع تیسی
ہے، لیکن اسکا پیہا چھس کو ایک شاعر و شاعر ملا دھنار آشندے نے لکھا تھا، مخدوخت خان لاہوری میں موجود ہے۔
یہ دیباچہ بھی جویں نظم و نثر، صرف دو خون، بند سو نجوم، معانی دو بیان اور سیست دو بیان پر مطلع
لکھتا ہے کہ یہم کی علمی مجلسوں میں نظم و نثر، صرف دو خون، بند سو نجوم، معانی دو بیان اور سیست دو بیان پر مطلع
و فضل ارجح ہو کر بحث درب خڑہ اور تحقیق و تفسیش کی کرتے تھے۔

لئے ماحمد سید اشرف ماڑدار پر ایک شخص مذکور نہیں ہے، میں ملاحظہ کیوں آٹا کرم ۲۰۷ تا ۲۰۸ میں مذکور ہے۔

کا لفظ ہوتا تھا، جانچہ ائمہ عالمگیری کے مؤلف کا بیان ہے کہ ملاصقِ الدین اور بیان نے یہ یگم کے حکم سے تغیر
بیگر کا فارسی زبان ہیں ترجمہ کی، تو اس کا نام زیب التغایر کہا گی، (ص ۲۹۴)، مؤلف مذکور کا یہ بھی
بیان ہے کہ اس کتاب کے علاوہ اور دیگر رسائل بھی یہ یگم کے نام سے موسوم ہوئے۔ (ص ۲۹۶) مگر ان رسائل
کے نام کہیں اور اقسامِ تحریف کی نظر سے نہیں لگ رہے، زیب التغایر کا پانچواں حصہ بوڈلین لابری
اکسندر دین موجود ہے، یہ حصہ ۱۹ صفحوں میں ختم ہوا ہے، اور غائرہ کی تاریخ شاندہ مرقوم ہے،
فرست نہ کار کا خیال ہے کہ یہ تھے خود مؤلف کے ہاتھ کا کھاہ ہے۔

زیب النسا نے اپنے بیتِ العدم کے مل، وفضل اک انتقاد کے لیے ایک علیٰ قلم کا لکھا ہے جس کا
کی تھا، ماشر عالمگیری کے مؤلف کا بیان ہے کہ نہ پردہ اور علم شناس شہزادی بیٹت کوں کے جمع کرنے اور زیرِ عجبی
تصینیف و تالیف کو جاری رکھنے میں کوشش رہتی تھی، اسکا کتب غاذ ہر ہیئت سے ناد الوجود تھا، (ص ۲۹۷)
زیب النسا، شاعر محیٰ تھی، مگر اس کی شاعری کے متعلق بہت سی بے سر و پا اور بے بنیاد
باتیں منسوب ہو گئی ہیں، جن کی تشمیح غیر مسلم مصنفوں نے زیادہ کی ہے، وہ دو ماءں دی
ایسٹ سیرز میں لندن سے دیوان زیب النسا کے نام سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے،
جس میں زیب النسا کی اول پچاس فارسی نزولون کا انٹریزی ترجمہ مکن لال اور صبی ڈلن ویٹ
بروک نے کیا ہے، شروع میں ۲۳ صفحے کا ایک مقدمہ ہے، جو موخر الذکر انٹریز خاتون ڈلن
ویٹ برود کا لکھا ہوا ہے، یہ مقدمہ بظاہر بہت ہی پراز معلومات ہے، اس میں زیب النسا
کے معاشرہ اور اس میں میں اس کی بہیہ گوئی اور حاضر جوابی کے بہت ناپنیدہ تھے اور روایات
درست ہیں، مگر ان کی تکذیب اور تردید ایک دوسرے غیر مسلم مورخ سر جادونا تم سر کار کے ایک
مصنفوں سے ہو چکی ہے، جاہ و نامہ سر کار اوزنگزیب عالمگیر کے ربے بڑے ہو چکا ہیں، اس لیے

بلطف خفتر منی مظلول
عبارت محل منی مفصل
علم او نی تراز هر پیز دانی
ن در اعمال گنجید حرفت شانی
ایک دوسری جگر قظر از ہے :-

باعل فضل شامل جود خامش
علم و شرع دایم اختصاص
سخن سنجان معنی آفرینان
ز خرم نهان فضش خوش بیان
سخن فهم و سخن سخن دان
سخنور را سنجد جز بسیزان

شعر و شاعری کی زبان کے علاوه شاعر کو دیباچہ کی نشر میں بھی سیکم کی انت و خوشنزی
اور شاعری کا ذکر بشارناوار اور باوقات را لفاظ کے ساتھ کرتا ہے، مورخین اور مذکورہ نویس
بھی اسکی علمی سرپرستی اور تدریدانی کے بیان میں رطب اس نہیں، ہنزہ عالمگیری میں ہے، کہ
علی و فضلہ اور خوشنویسون کا ایک گروہ زیب المثاب سیکم کی سرکار سے فیضیاب ہوا کرتا تھا (۱۹۲۵ء)
علام علی آزاد دیوبیضا میں لکھتے ہیں :-

ہستہ ترقی حال ادب فضل دکال مصرفتی داشتہ، وجاعت کثیر از علی، و شرعاً، و مذکون
و خوشنویس نہ سایہ تقدیوانی اور آسودہ بود، و کتب درسائل بیار نہام اور مستہابت
پڑی رفتہ (دیوبیضا، قلمی شخخ، دارال منتین)

بقول مولانا شبلی مرحوم زیب اللہ، کا دربار حیثیت ہے ایک اکاؤنٹی دیتہ العلوم، تھی،
اس دیتہ العلوم میں ہر فن کے علماء و فضلاء، نہ کرتے، جو ہمیشہ تینیست و تایت میں معرفت رکھتے
ہیں، کتابیں عموماً اس کے نام سے موسوم ہوتی ہیں ان کتابوں کے نام کا پہلا جزو زیب
سلہ پر دیسی محظوظاً تھی (پریز ڈنی کا جمیل، مکملہ نے مرتع کی نقل رسائش اگرہ، بابت، داد سبھر ۱۹۲۵ء میں
شانست کی تھی) یہ اشدار اسی سے یہے گئے ہیں۔

اسی سلسلی احمد علی سندھیوی نے زیب المسا کے قریب پندرہ ایسے اشعار نقل کئے ہیں، جو بعض تذکرہ دن میں زیب المسا کی طرف منسوب ہیں لیکن یقین کیا تھا نہیں کہا جا سکتے تو کہ ایسا شاروداقمی اسی کے ہی، مولانا شبی مرحوم کا خیال ہے کہ اس کا سارا کلام شاید اس بیاض ہیں جسے موجودہ ارادت فتح سے ایک حرض ہیں گر کر خدھ ہو گئی، بہر حال زیب المسا کے شاعر ہونے ہیں کسی کو نکار نہیں ہو سکتا ہے، مرث کا دیباچہ بھار اس کی شاعری کی تعریف ہے اس طرح طلب المسا ہے:

ز خل طبع و نفس اندر شیر کردہ پری و دیو را در شیشہ کردہ

ز طبیش مو جن بحر صافی بحر شعر آب زندگانی

ز نقطش نشہ سمنی زند جوش شود سائج چھورست چودہ پھٹ

ز فظم و نثر نقطش آنچہ کفتہ درنا سفتہ گوہڑا سے سفتہ

مولانا شبی مرحوم نے بعض تذکرہ دن کے اسناد پر صرف مندرجہ ذیل رباعی کو زیب المسا کی طرف منسوب کیا ہے،

بلکہ دستے کھم دگر دن بارے نشد کوہ پہنچے کہ لذت گیر دیا ارسے نشد

صد بھار آخوند وہ گل برفتے باگرت غنچہ باغ دل ما زیب دستارے نشد

گپر د غیر مختوفاً الحجت نے معاشرت کے معنوں پر این اس رباعی کو جھی شکوک بتایا ہے،

زیب المسا، کا زوق مشری اس تدبیر ہوا تھا کہ اس کی خدمت ہیں شعراء اپنے معروضات

اشا، ہی این پیش کرتے تھے، اوپر یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ زیب المسا کی بیاض، لیکن کیز کہ اسے

حوض ہیں گر گئی تھی زیب المسا کے استاد طا سعید انفرت ائمہ رانی نے کہیں کہی طرف سے ایک طویل

خدمت نامہ لکھ کر زیب المسا کی خدمت ہیں پیش کیا، یہ تعلم حمزہ انفرت ہیں درج ہے جسکی

پوری نقل مقالات شبی حصہ سمجھ کے معنوں زیب المسا میں بھی ہے، ہم یا ان اس کے صرف چند انشا

ادو گزیب کی لازکی زیب النساء کی حمایت میں ان کا پچھنا بچھرا کر رہا تھا و وعدات کا اظہار کرتا ہے،
مولانا شبی مرحوم نے بھی زیب النساء سے متعلق جو مل اور لغدر و ایتیں مشہور ہو گئی تھیں ان کی
ترجمہ پسندیدنون زیب النساء میں کردی ہے۔

زیب النساء کے عشق و محبت کی طرح اس کا دیوان بھی محسن انس بن کرہہ گی ہے زیب النساء
کا ایک جھوٹا کلام دیوان مخفی کے نام سے مختلف مطابع سے چھپ کر بازار میں فروخت ہوتا ہے،
مگر ارباب نظر ان مدد اول شخون پر اپنے خیالات خاکہ کے بتا چکے ہیں کہ دیوان کی اندر میں شہادت
کی بنا پر اس کو کسی طرح زیب النساء کا دیوان نہیں کہا جاسکتا ہے، پر فیصلہ محفوظ الحجۃ (پیر یونانی کی)
کھلکھلت اسے معارضت نہ رہ جائے این یہ بتایا ہے کہ دیوان مخفی دراصل مخفی رشی کا دیوان ہو جس کا دل
با صفر ختم، وہ شہجان کے عہد ہیں خراسان سے ہندوستان جب منفعت کے لیے آیا، مگر
یہاں کی ہوا راس نہیں آئی اور شمنون کی ریشہ درائیوں سے قید کر دیا گیا، چونکہ شاہی دربار
میں اس کی رسائی نہ ہو سکی، اس لیے اس کا کلام اور دن کی طرح مشہور نہ ہو سکا، اور ایک تکمیل
مخفی مگر محفوظ رہا، اس کا دیوان بعض غیر محقق مصنفوں کے ہاتھ لگا اور اسے دیکھے اور سمجھے بغیر
ذباب محسن مخفی کی رعایت کی بنت پرسیکم کی جانب منسوب کر دیا،
مسئلہ تذکرہ نویسون میں احمد علی سند میوی بھی مخزن الغواص میں زیب النساء کے
ذکر میں لکھتے ہیں :

اما دیوان اشارش جائے بخفرنیا مہ، اگر و مذکرہ انتقا بش بخفراء، لیکن اعلیارا ثیا

بسب ہنکا کثر شراستہ صاحب آن تذکرہ بنا مگم نوشہ بود۔

لئے مقام اشتہ بیج ۱۵۰۰ ص ۱۰۶ - ۱۰۷ ملاحظہ ہو اور میں پہلے لامبریتی کی تلاگ بیج ۲۲ ص ۱۵۰ اور پر زیر

محفوظ الحجۃ کا مضمون زیب النساء اور دیوان مخفی، معارضت نہ رہ بیج ۱۱۰

پیش تو قرب و بعد تفافت نی کند
گو خدمت حضور بنشد مر ا شمار
نسبت چه باطنی است چه دلی چه صفات
دل پیش لست تن چه بکمال چه فرد عار
(ماثر الکرام ص ۱۶ جلد دوم)

ریاض اشعار، قلی نجف بہگال ایشیا کم سراسائی) (ین زیب‌الن، کی خدمت ین شاعر مرتباً
کے سلسلے کا ایک اور دا تتمہ منقول ہے، نعمت نان عالی نے جو اس زمانہ کا ایک مشہور شاعر تھا،
زیب‌الن کے پاس ایک رسیع کلمی فروخت کے لیے بھی، زیب‌الن نے اس کی نعمت
بیخی ین دیر کی ترفت نان نے یہ رباعی لکھ کر پیش کی.

اے بندگیت سعادت اخترن در خدمت نوعیان شد جو ہر من
گر جیغ خریدی نی است پس کوئی من در نیت خریدی نی بزرگ بر من
اس رباعی کے صدر من زیب‌الن ایشیا نے بانچہ زار و پے دلوائے، اور کلمی بھی واپس کر دی
مولانا بشی مرحوم نے بھی اس واقعہ کو خزانہ فارمہ سے نقل کی ہے،

سنہ ۱۷۹ میں زیب‌الن نے ایک کامیاب تجارتی کام تریشہ کا معلوم ہوتا تھا،
نعمت نان عالی نے اس کی تعریف میں ایک بھروسی می خنوی کی، اس کے کچھ اشعار مولانا بشی
نے اپنے مضمون زیب‌الن میں بھی نقل کیے ہیں۔ (دیکھو مقالات بشی بطب تخم ص ۱۶) زیب‌الن کے
دبار کے شروعی کے اسی چرچے کی بنابر مولانا بشی لکھتے ہیں کہ عالمگیر کی خلک زریجی سے
شاعری اور شعراً کو جو نقدان پہنچاتا، اس کی تلاذی زیب‌الن کے حسن مذاق سے ہو گئی تھی۔

ادرنگ زیب کی دوسرا ریکیان اور نگزیب کی دوسرا ریکیان کا علم وہ زیب‌الن کی علی شرست
کے راستے ماند پڑگی ہوئکن حقیقت یہ ہے کہ زیب‌الن کی طرز آسمان علم وادب کی ترقہ
تو زبان کیں، مگر مختلف قسم کے ملوم و فنون سے اداستہ دیپراستہ تھیں، ما ثر عالمگیر کے نویز

ناخرين کے لیے بیش کرتے ہیں:-

اسے ادا فہ کر پشت نا صلاح عصر را
شستن مجموعہ اندیشه باب افاذ است
در خم افلاطون زیادہ دانست سخوش بود
تجویز مجموعت کرد نکر شراب افاذ است
ذہن صافت، علم گردید در دانشوری
طبع افلاطون زیس در ضطراب نداشت
دفتر فرنگ دلچسپی مجزا گشت است
از کوش مجموعہ دانش در آب افاذ است
آن بیاض خاصہ شہی کرد اطراف آن
جاء انسان نقطہ باء اختاب افاذ است
آن مرصن خوان گھر زیمی کرباش طور
در افاضی بے باوب تاب باب افاذ است

مازن الکرام میں علام علی آزاد بلگرامی، ملا سعید اثر نذر افی کے ذکرین لکھتے ہیں، کہ ایک بزرگ نے اس کی خدمت کے لیے ایک کینی بھی، مگر ملا سعید اس سے خوش نہ رہ سکے،
اور اسکی ہجو میں ایک قطعہ لکھ کر زینب البیکم کے پاس بھیجا۔ علام علی آزاد نے اس قطعہ کا متر
پہلا مندرجہ ذیل شعر نقل کیا ہے،

قدرو دانشور شدسا! مو رحیم عالما
ای کہر گز قدرت حم خپیت حورا نداشت
اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ اس ہجو میں ملا سعید نے کلام باک کے ان ناتاب تو سین
آزاد افی کو بہت ہی غوش طریقہ پر استھان کیا، مولا ناشی مرحوم نے بھی رس دا تقد کو نقل کیا ہے
لیکن ان کو تعجب ہے کہ ملا سعید نے اس قسم کی بے اعتدالی کی جراحت کس طرح کی کیونکہ شہی بیگت
کے ادب اور زینب البیک کا زہدانہ نہاد اس قسم کی جراحت کا تحمل نہیں ہو سکتا تھا،

ملا سعید کو زینب البیک کی طازمت ہیں جب کافی مت گزگئی بتوڑن و بس بائیکی بیش کی بھا
حضرت کی درخواست ایک دھیمہ قصیدہ دین لکھ دی، اس قصیدہ کے آخر میں لکھتے ہیں:-
یکبار ازوطن نتوان پر گرفت دل در غریم اگرچہ فریون است ابتا

غلط نامہ فرم تحریک

صفحہ	طریقہ	غلط	مصحح	صفحہ	طریقہ	غلط	مصحح	صفحہ	طریقہ
۵	بیری	بیردی	خواست شود	۱۱	خواست شود	خواست شود	خواست شود	۱۰	خواست شود
۶	چنگی	پانچ	از ایجاد	۱۲	پانچ	از ایجاد	از ایجاد	۷	از ایجاد
۷	زوفال	آندھا	آندھا	۱۳	آندھا	آندھا	آندھا	۸	آندھا
۸	بکریہا	بنگریہا	است کون	۱۴	بکریہا	است کون	است کون	۹	است کون
۹	بکریہا	بکریہا	ور دست اہل بے	۱۵	بکریہا	ور دست اہل بے	ور دست اہل بے	۱۰	ور دست اہل بے
۱۰	بکریہا	بکریہا	سوانح حیری	۱۶	بکریہا	سوانح حیری	سوانح حیری	۱۱	سوانح حیری
۱۱	شینیم	شینیم	تین اوڑتا بیفات	۱۷	شینیم	تین اوڑتا بیفات	تین اوڑتا بیفات	۱۲	تین اوڑتا بیفات
۱۲	ڈائے آئست	ڈائے آئست	تو سیست	۱۸	ڈائے آئست	ڈائے آئست	ڈائے آئست	۱۳	ڈائے آئست
۱۳	جیجن تن	جیجن تن	سماحت	۱۹	جیجن تن	سماحت	سماحت	۱۴	سماحت
۱۴	کین	کین	خواتی جو	۲۰	کین	خواتی جو	خواتی جو	۱۵	خواتی جو
۱۵	زموٹے	زموٹے	لکھنین سکت تھا	۲۱	زموٹے	لکھنین سکت تھا	لکھنین سکت تھا	۱۶	لکھنین سکت تھا
۱۶	غزوہ است	غزوہ است	محزن را	۲۲	غزوہ است	محزن را	محزن را	۱۷	محزن را
۱۷	ایزو	ایزو	من یاد دلم	۲۳	ایزو	من یاد دلم	من یاد دلم	۱۸	من یاد دلم
۱۸	ہم سیرت ہم انگر	ہم سیرت ہم انگر	اس سے	۲۴	ہم سیرت ہم انگر	اس سے	اس سے	۱۹	اس سے
۱۹	ہم صوت انگر تو	ہم صوت انگر تو	از اونے چرلا	۲۵	کروست	از اونے چرلا	از اونے چرلا	۲۰	از اونے چرلا
۲۰	کروست	کروست	ذین عالم	۲۶	کروست	ذین عالم	ذین عالم	۲۱	ذین عالم

بیان ہے کہ اور نجکیب کی لاکیون میں زینت النسا سُکم نے بھی باپ کی توجہ اور غیر تربیت سے ملی کیا لات حاصل کیے، وہ عقایدِ نبوی، احکامِ دینی اور مُلْکی شرعی سے بخوبی واقعہ دیگر و تھی، (مازڑ عالمگیری عص ۲۹۵)، صحیح گفشن میں زینت النسا سُکم کا ذکر ایک شاعرہ کی حیثیت سے بھی کیا ہے، بولٹ کے الفاظ ایہ ہیں:

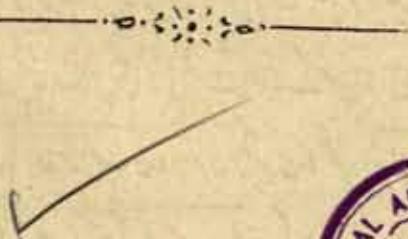
(ص ۱۹۱-۱۹۲) (۱۹۱-۱۹۲)

زینت النسا سُکم ہمشیرہ نریب النسا سُکم ازبات اور نجکیب عالمگیری بادشاہ است
بالمرد و شاعرہ وحافظہ کلام افسوس پورہ، زینت النسا جد بنا کردہ اش ایں الائان در شہر شہجان
آباد موجود و مسحور دبر سُکم مزارش کرد صحن ہمان سجد است این شعر خودش منقوش

و منقول، ۸

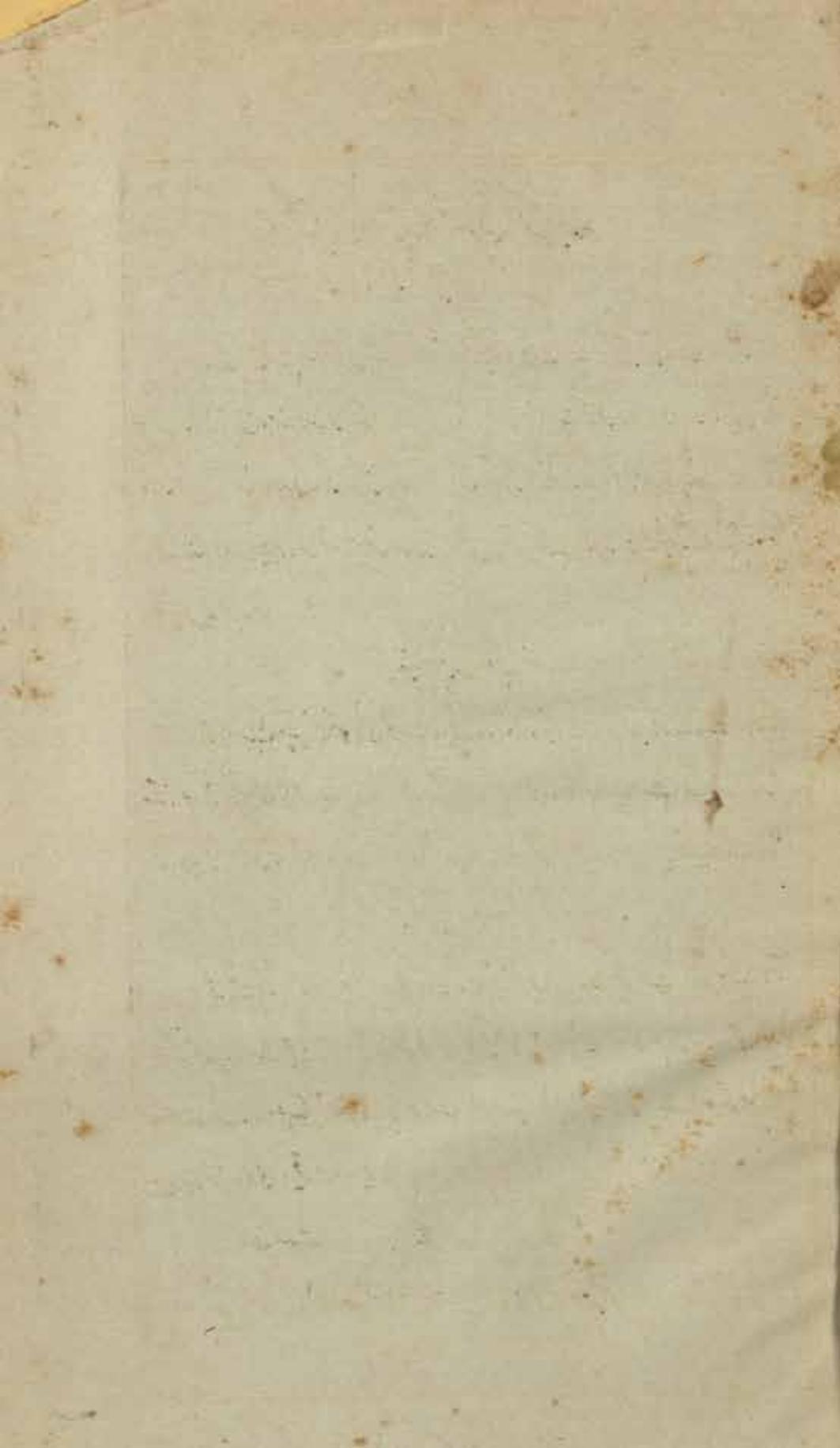
مولن ما در بخصل قد اتمنابیں است سایہ زار برجست قبر پوش، بس است

مازڑ عالمگیری کے درافت کا بیان ہو کہ اور نجکیب کی لڑکی بہاء النساء سُکم حفظ کلام افسوس کی سعادت
اور علومِ دینی کی تعلیم سے بہرہ و رہوئی، اور سیشہ علم کے ساتھ عمل کر بھی مخوازد کے، عالمگیری کی
ایک دوسری لڑکی زبده النسا سُکم کے بارے میں بولٹ نہ کوئی لکھتا ہے کہ سیشہ طاعت
و عبادت و تعلیم علم میں عمر بسر کی، اور زخیرہ سعادت فراہم کرتی رہی،



مکان	نام	جنس	عمر	جنس	نام	جنس	عمر	جنس	نام	جنس	عمر
تیڈیں کے خاکہ فراز	تیڈیں کے خاکہ فراز	ذرا کر	۱۰	۳۴۹	شادست	شادست	۱۱	۱۹۶			
ربی	بی	ذرا	۱۳	۳۴۰	ارچہ	ارچہ	۱۴	۱۹۸			
وہ سر پر پھٹا	سر پر پھٹا	سپند	۳	۳۴۱	شینہ	شینہ	۳	۱۹۹			
مالی معاوضہ	مالی معاوضہ	کم کاست	۶	۰	کم کاست	کم کاست	۶	۰			
انگلیر	انگلیر	شینہ	۲	۲۵۱	شینہ	شینہ	۸	۰			
زاری	زاری	تردہ	۶	۲۹۶	تردہ	تردہ	۱۱	۰			
دیا کشان	دیا کشان	این دو صدر	۱	۳۶۰	این دو صدر	این دو صدر	۱۱	۳۰۰			
محی الدین	محی الدین	زبرستیخ	۱۲	۰	زبرستیخ	زبرستیخ	۱۱	۳۰۲			
رکھ کر مطالعہ	رکھ کر مطالعہ	بیان	۶	۳۶۲	بیان	بیان	۱۲	۳۰۴			
چشم	چشم	بیان	۱۴	۳۶۳	بیان	بیان	۱۳	۰			
باب	باب	ہپی	۰	۳۶۴	ہپی	ہپی	۱۵	۰			
باء	باء	چکشن	۱۲	۳۶۵	چکشن	چکشن	۱۶	۰			
پرلاس	پرلاس	ذی	۶	۳۶۶	ذی	ذی	۱۶	۰			
ریخت	ریخت	غل کے شر	۵	۳۶۷	غل کے شر	غل کے شر	۱۳	۳۰۵			
اس کی نظم و نثر	اس کی نظم و نثر	غرق	۷	۳۶۸	غرق	غرق	۱۶	-			
ان میں	جن میں	بن در ک مل تھا	۷	۳۶۹	بن در ک مل تھا	بن در ک مل تھا	۱۳	۳۱۱			
میرسم	میرسم	ی سعادت یوری	۱۰	۳۷۰	ی سعادت یوری	ی سعادت یوری	۸	۳۲۰			
سیاڑا ر	سیاڑا ر	تجوہی پوشا ہون ان	۱۱	۰	تجوہی پوشا ہون ان	تجوہی پوشا ہون ان	۱۱	-			
پڑے تھے	پڑے تھے	محدث لکھ کر	۱۶	۳۷۱	محدث لکھ کر	محدث لکھ کر	۱۱	۳۳۰			
مزے میں	مزے میں	مزے مزورہ بیجا	۱۵	۰	مزے مزورہ بیجا	مزے مزورہ بیجا	۱۱	-			

مکمل	مکمل	مکمل	مکمل	مکمل	مکمل	مکمل	مکمل
نکشوں قلنی	بکش روڈس	حیات نہانی	حیات آنی	،	،	۱۰۰	
غرق	عرق	پروردش	برورش	۹	۹	۱۰۱	
کوئی ب	کوئی ب	جو	جو	۱۵	۱۵	۱۰۲	
ہرگز	ہرگز	بپارند	بپارند	۱۹	۱۹	۱۰۳	
مگر وہ اپنے	مگر اپنے	نشانہ	نشانہ	۱۷	۱۷	۱۰۴	
دلاسانہ خود رنابت ٹھنڈت	دلاسانہ خود رنابت ٹھنڈت	این است	این است	۱۰	۱۰	۱۰۵	
گردے	گردے	گری	گری	۱۸	۱۸	۱۰۶	
زادھائے	زادھائے	من دل بدل	من دل بدل	۱۹	۱۹	۱۰۷	
کرناک	خاک	خود چنانی	خود چنانی	۱۳	۱۳	۱۰۸	
کچلا ہے	کچلا ہی	طبقات اکبری جلد ۱۰	طبقات اکبری جلد ۱۰	۱۱	۱۱	۱۰۹	
گرپہ مزا	پہچا	زنک	زنک	۱۰	۱۰	۱۱۰	
ذرا کرو	ذرا کرو	ساقہ اپنے ساقہ اپنے	ساقہ اپنے ساقہ اپنے	۷	۷	۱۱۱	
غمزی ست	پافتم	پافتم	پافتم	۸	۸	۱۱۲	
فتن	جلد سوم	جلد سوم	جلد سوم	۱۰	۱۰	۱۱۳	
حکم پنکر	حکیم	حکیم	حکیم	۳	۳	۱۱۴	
یادان	بیانان	جلد سوم ۱۰	جلد سوم ۱۰	۱۷	۱۷	۱۱۵	
چشم	چشم	جلد سوم ۱۰	جلد سوم ۱۰	۱	۱	۱۱۶	
ذرہ	ذرہ	ذریم	ذریم	۵	۵	۱۱۷	
مگر	مگر	ہنر زد	ہنر زد	۱۰	۱۰	۱۱۸	
کا در قرب	در قرب	ڈاک	ڈاک	۱۹	۱۹	۱۱۹	





مایخ بند پ و سری کتابیں

مقدمہ رقعتِ عالمگیر

اس میں رقفات پر مختلف حیثیتوں سے تبصرہ کیا گیا ہو جس سے اسلامی فلسفہ انشا، اور شاہانہ
مراحلات کی تاریخ، ہندوستان کے صینہ انشا، کے اصول، نہایت تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں بلکہ
خود عالمگیر کے انشا، اور اس کی تاریخ کے ماغدا و عالمگیر کی ولادت سے برادرانہ جنگ تک تھا
واقعات سوانح پر خروان خطوط در قفات کی روشنی میں تنقیدی بحث کی گئی ہے (قیمت للعجم، صفحہ ۳۹۰)

(اذن نجیب اشرف ندوی)

رقعاتِ عالمگیر

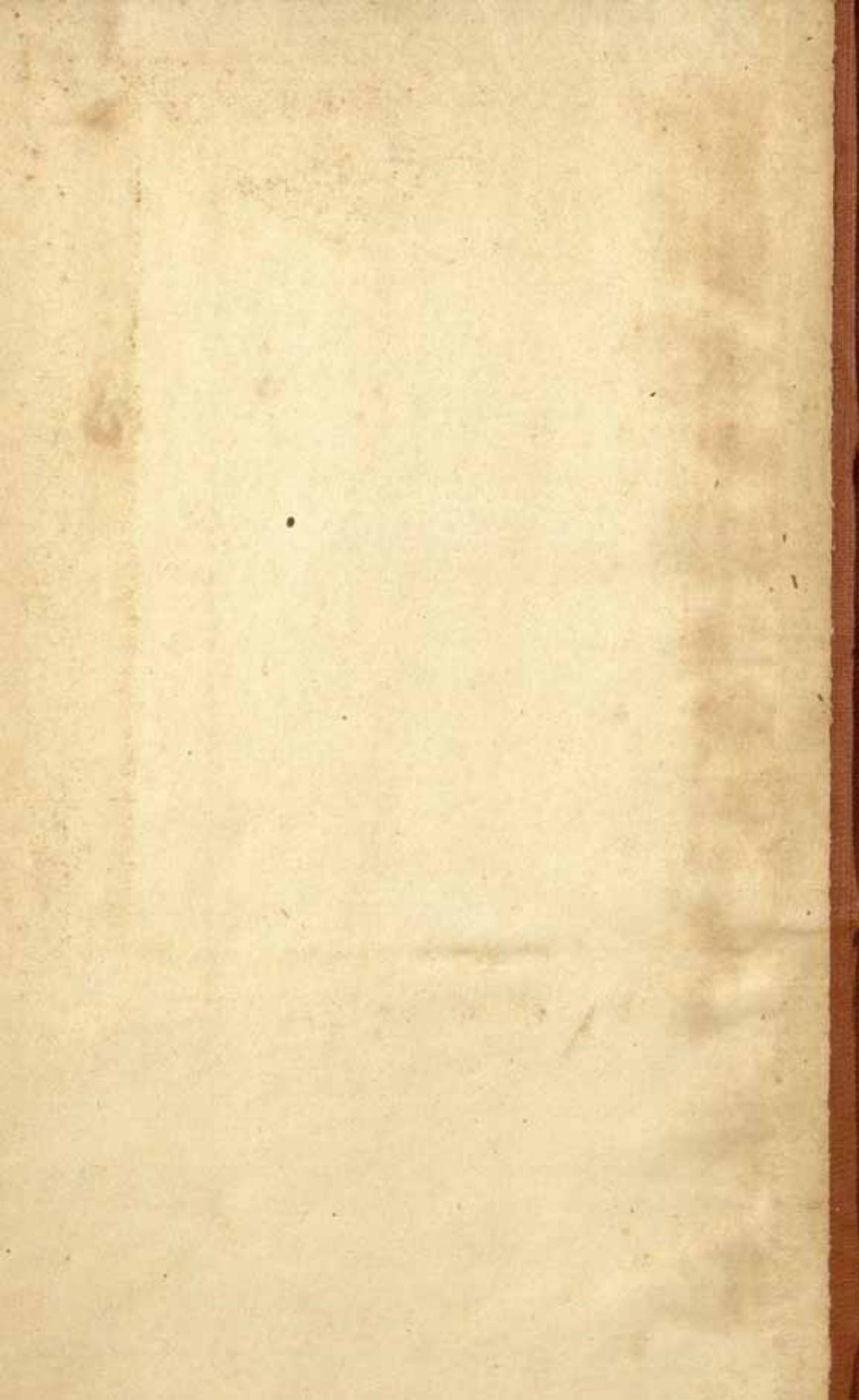
اہم جزویت عالمگیر کے خطوط در قفات، جزو زانہ شہزادی سے برادرانہ جنگ تک، اعزہ کے
کے نام لکھے گئے ہیں، اس بعد میں بحث کے گئے ہیں، اور ان سے علم ادب، سیاست، تاریخ
کے بیشون حقائق کا اکٹھا ہوتا ہے، قیمت: س، ۱۰۰ صفحہ، (متبہ نجیب اشرف ندوی)

تاریخ شدھ

اس میں شدھ کا جغرافیہ، اسلامی فتوحات کے مفصل حالات، خلافتِ راشدہ کے زمانے
لے کر آٹھویں صدی ہجری تک کی حکومتوں کی پڑی تاریخ، اور ان کے نظام حکومت، علی و تقدی
حالات اور دفاع امام کے جو جو کام انجام پائے، ان سب کی پڑی تفصیل ہے، (مولانا مولانا
سید ابوظفر ندوی) قیمت: ۵ روپے،

ضخامت: ۲۰۰ صفحہ،

الحادی و ناشر حصہ یونی احمد ”مشہر“



CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY,
NEW DELHI
Borrower's Record.

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY,
NEW DELHI
Issue Record.

Catalogue No. 901.095402/Sab.
- 2806.

Author— Sabahud'Din Abdur
Rahman.

Title— Bazm-i-Timuriyya.

Borrower No.	Date of Issue	Date of Return

P. T. O.